تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعورؔ گوپال پوری

یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

قال ابو عبد اللهؑ: ''.... یوم غدیر بین الفطر والاضحی و یوم الجمعة كالقمر بین الكواكب''۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''...عید فطر، عید قربان اور جمعہ کے درمیان غدیر کا دن ایسا ہی ہے جیسے ستاروں کے درمیان چاند''۔

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱_۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ و تلخیص]
غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں / مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق = ۲۰۱۰م = ۱۳۸۹
ج ۲/ ۲_۳
ISBN: 978-600-92080-3-1 (جلد ۲_۳)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم ۔ شعر۔ مجموع ھا۔ ۴۔ شعر مذھبی عربی۔
مجموع ھا۔ الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص
BP۲۲۳/۵۴/الف۱۸غ ۴۰۴۲ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۲_۳)
تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری
ناشر: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار: قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ مجتبیہ، قم المقدسہ)
پیشکش: مکتبۂ منارِ شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ طبع اوّل
تعداد: ۵۰۰ جلد
قیمت: ۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:
پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰
ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ مجتبیہ خیابان جحت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔
ہندوستان: ۱۔ ﴿بمیک پور﴾ گلشن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286
۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ بھنڈی (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

قرآن، حدیث اور ادب میں

دوسری جلد (۲)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی رح

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی رح شعور گوپال پوری

فہرست مطالب

عندلیبان غدیر (پہلی صدی)

عندلیبان غدیر (دوسری صدی)

عندلیبان غدیر (تیسری صدی)

مومن کے صحیفۂ زندگی کا عنوان علی بن ابی طالبؑ کی محبت ہے۔ جسے پسند ہو کہ میری جیسی زندگی گزارے، میری طرح موت سے ہمکنار ہو، شاداب و آراستہ باغ میں سکونت پذیر ہو، اسے چاہئے کہ علیؑ کی ولایت اور ان کے بعد ائمہ کی امامت کو تسلیم کرے۔ کیوں کہ وہ میری عترت ہیں، ان کی تخلیق میری طینت سے ہوئی ہے، انھیں علم و فراست سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔

ان کی فضیلت کا انکار کرنے والے، ان سے ناتہ توڑنے والے میری امت کے افراد شفاعت سے محروم ہیں۔(۱)

۱۔ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۴۱۰؛ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۶

پیش گفتار

شعر اور شاعر

ہم پاک طینت بزرگوں کی شعری کاوش کا محض سطحی مطالعہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرآن وسنت کی دانش افروزی کی مدد سے معارف وحقائق کا تجزیہ کر کے فلسفہ واخلاق اور موعظۂ حسنہ کے معیاری اسباق حاصل کرنا چاہتے ہیں، بحث ونظر کے ضمن میں ادب کی فنی تحلیل، لغوی مواد اور تاریخی بنیادوں کا بیان اس پر مزید ہوگا کیونکہ اسی انداز کے ہیئت ومواد سے بھرپور نغمے ہی دانشور کی طلب، محقق کا مطمع نظر، اخلاق کے مطالبات، ادیب کی تمنا اور مورخ کی انتہائی آرزو ہوتے ہیں، بحیثیت مجموعی، انسانیت واجتماعیت کے تقاضوں سے مکمل ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ مذہبی شاعری کا میدان کلاسیکی شعراء کی آہنگ طرازی سے اہم ہوتا ہے، اس میں مذہب وحق کی للکار کے ساتھ فضائل خاصان خدا کے ایسے آبشار ہوتے ہیں جس سے دل ودماغ لہک اٹھتے ہیں اور ہر خاص وعام تک سریلا پیغام مودت پہونچ جاتا ہے، تاجداروں اور خلفاء وامراء کی محفل میں شعری نغمے ہی زینت بنتے ہیں، مائیں اپنے بچوں کو لوریاں سناتی ہیں اور باپ اپنی اولاد کی فہمائش میں اشعار کے ناخن تدبیر ہی سے کام لیتے ہیں اور نغموں کی یہی تان دلوں میں آل محمدؐ کی وابستگی کا نورانی سطر تحریر کرتی ہے، اس کا مقابلہ کوئی فصیح وبلیغ خطابت نہیں کرسکتی۔ اسی طرح قلم وتلوار کے اثرات بھی اس کے معیار تک پہونچنے سے قاصر ہیں، دعوت وتبلیغ میں اچھے اشعار ہی روح کے تار جھنجھوڑتے ہیں، فرزدق کا قصیدہ میمیہ، کمیت کے ہاشمیات، حمیری کا عینیہ، دعبل کا تائیہ یا ابونواس کا میمیہ روح کو زیادہ بالیدگی عطا کرتا ہے۔

ہم اس کتاب میں بزرگان تشیع کے حالات رقم کریں گے جو پہلی صدی میں مدح وہجو کے ساتھ چمکتی ہوئی تلوار تھے، اس کے ذریعہ دشمنان خدا کے کلیجے چھلنی کئے گئے، انہوں نے خاصان خدا کی ولایت کا درخشاں منارہ تعمیر کر کے آبادیوں اور ویرانیوں میں دعوت کا پرچار کیا، ائمہ معصومینؑ نے ان شعراء پر اپنی دولت لٹائی اور اس قدر خرچ کیا کہ وہ اندیشہ معاش سے آزاد ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اسی کے لئے وقف کر بیٹھے، ائمہؑ نے اس میدان کی طرف نغمہ نگاروں کو متوجہ کیا اور شدت احساس انگیز کر کے انہیں بشارتوں سے شادکام کیا مثلاً حدیث ہے: ''جو بھی ہم اہل بیتؑ کی شان میں شعر کہے، خداوند عالم جنت میں اس کے لئے قصر تعمیر کرتا ہے''۔ لوگوں کو تاکید فرمائی کہ ان نغمہ طرازیوں کو حرز جان بنائیں اور ایک دوسرے کو اس سے واقف کرائیں مثلاً صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے: اپنے بیٹوں کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ جو بھی ہمارے بارے میں شعر کہے وہ روح القدس کی تائید سے سرفراز ہوتا ہے۔ (۱)

رجال کشی میں ابوتمی کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی بارگاہ میں کچھ شعری نذرانہ پیش کیا جس میں آپ کے والد ماجد کی مدح تھی۔ میں نے فرمائش کی کہ کچھ حضور کی شان میں بھی کہوں؟ حضرت میرے لکھے شعروں کا حصہ الگ کر کے ملاحظہ فرمانے لگے اور بقیہ کاغذ کے بالائی حصے پر تحریر فرمایا: شاباش! خدا تجھے بہترین جزا سے شادکام فرمائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضرت سے آپ کے والد ماجد کا مرثیہ کہنے کی اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے میرے والد اور میرے لئے بھی مرثیہ کہو۔ (۲)

شعر اور شعراء
قرآن وحدیث کی روشنی میں

ائمہ معصومینؑ کے ان تذکروں میں رسول اکرمؐ کی تاسی صاف جھلک رہی ہے، کیونکہ رسول اکرمؐ

۱۔ عیون اخبار الرضاؑ (ج ۱ ص ۱۵)؛ رجال الکشی ص ۲۵۴ (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸)

۲۔ رجال کشی ص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۴۳۸ نمبر ۱۰۷۴، ۱۰۷۵)

ہی نے سب سے پہلے اپنی تیز آواز میں مدح وہجو سے وارفتگی پیدا کی اور سیرت کے بارے میں مدح سرا ہونے کا شوق دلایا۔ آپ خود بھی شعر پڑھتے اور دوسروں سے سن کر خوش ہوتے اور انعامات سے نوازتے چنانچہ آپ نے ابو طالبؑ کے اشعار سن کر اظہار مسرت فرمایا جس وقت آپ کی دعا سے پانی برسا تو آپ کہنے لگے: کیا خوب ابو طالبؑ نے نغمہ سرائی کی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کوئی ہے جو ان کے اشعار پڑھے، عمر بن خطاب نے کہا: شاید آپ کی مراد اس شعر سے ہے:

و ما حملت من ناقة فوق ظهرها ابرّ وا و فی ذمة من محمد

''کسی ناقہ نے اپنی پشت پر محمدؐ سے زیادہ نیک اور وفادار کا بوجھ نہیں اٹھایا''۔

رسول خداؐ نے فرمایا: یہ چچا ابو طالبؑ کا شعر نہیں، یہ تو حسان کا شعر ہے، حضرت علیؑ فوراً اٹھے اور عرض کی: شاید آپ کی مراد اس شعر سے ہے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ربیع الیتامی عصمة للارامل

تلوذ به الهلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فواضل

''اس روشن چہرے کا واسطہ دے کر پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ ہے، بنی ہاشم کے تباہ حال افراد انہیں کی پناہ پکڑتے ہیں''۔

رسول خداؐ نے خوش ہو کر فرمایا: ہاں! یہ ہے ابو طالبؑ کا شعر۔

اتنے میں بنی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار سنائے تو رسول خداؐ نے دعا دی: خدا تجھے ہر شعر کے بدلے قصر جنت عطا کرے۔ اس کا مطلع ہے:

لک الحمد و الحمد ممن شکر سقینا بوجه النبی المطر (۱)

رسول خداؐ نے جنگ بدر کے موقع پر خاک وخون میں آغشتہ لاشوں کی طرف دیکھ کر ابو بکر سے فرمایا: اگر ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے کس طرح ان کی بات سچ کر دکھائی۔

جناب ابو طالبؑ کا شعر ہے:

۱۔ امالی الشیخ الطائفہ ص ۴۶ (ص ۷۵ حدیث ۱۱۰)

و انا لعمر الله ان جد ما اری   لتلتبسن اسیا فنا بالاماثل

آپ اپنے چچا عباس کے شعروں پر بھی خوش ہوئے تھے جب انہوں نے اجازت لے کر سات اشعار سنائے۔ اس کا مطلع ہے: (۱)

من قبلها طبت فی الظلال و فی   مستودع حیث یخصف الورق

اسی طرح آپ عمرو بن سالم کے اشعار پر بھی خوش ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! تو نے میری مدد کی خدا تیری مدد کرے۔ (۲)

جب کعب بن زبیر نے قصیدہ لامیہ سنایا:

بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول   متیم اثرها لم یضد مکبول

تو آپ نے اپنی ردائے مبارک عطا کی بعد میں معاویہ نے اس چادر کو بیس ہزار درہم میں خرید لیا اس چادر کو خلفاء عید کے دن اوڑھ کر نماز پڑھانے جاتے تھے۔ (۳)

مستدرک حاکم میں ہے کہ جب وہ اپنا قصیدہ سنا رہا تھا تو آپ نے لوگوں کو سننے کے لئے چپ کرایا۔ (۴)

ایک روایت میں ہے کہ اس نے سیوف الہند کا لفظ رکھا تھا آپ نے فرمایا: اس جگہ سیوف اللہ رکھو۔ (۵)

رسول خداؐ عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پر بھی خوش ہوتے تھے، جنگ خندق میں اس کے اشعار گنگناتے جاتے تھے، آپ کے بدن پر خندق کی مٹی بھری ہوئی تھی، بعض کا خیال ہے: یہ اشعار عامر بن رکوع کے ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۳۲۷ (ج۳ ص۳۶۹ حدیث ۵۴۱۷)، اسد الغابہ ج۱ ص۱۱۹ (ج۲ ص۱۲۹ نمبر ۱۴۳۸)

۲۔ تاریخ طبری ج۳ ص۱۱۱ (ج۳ ص۴۵ واقعات ۸ھ)، اسد الغابہ ج۴ ص۱۰۴ (ج۴ ص۲۲۴ نمبر ۳۹۲۳)

۳۔ ابن قتیبہ کی الشعر والشعراء ص۶۲ (۸۰)؛ مقریزی کی الامتاع ص۴۹۴؛ عسقلانی کی الاصابہ ج۳ ص۲۹۶ (نمبر ۷۴۱۱)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۵۲۳ (ج۳ ص۶۷۳ حدیث ۶۴۷۹)

۵۔ جمال الدین انصاری کی شرح قصیدہ بانت سعاد ص۹۸ (ص۸۷)

لا ھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا (۱)

جب حسان نے غدیر خم میں اشعار سنائے تو رسول خداؐ ان کے اشعار پر جھوم جھوم اٹھے، آپ نے دعا دی: حسان! جب تک تم زبان سے ہماری نصرت کروگے، جبریل کی تائید سے سرفراز رہوگے۔

آنحضرت نے حسان کے لئے مسجد میں منبر نصب کیا تھا جس پر وہ فضائل رسولؐ سناتے تھے۔ (۲)

اسی طرح آپ ابو کبیر ہذلی کے اشعار پر بھی خوش ہوئے تھے، عائشہ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ اپنی جوتی ٹانک رہے تھے، چہرۂ مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح جھلک رہے تھے، میں بے خود ہو کر دیکھتی رہی۔ حضرت نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا: آپ پسینے میں غرق ہیں ابو کبیر نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ان کے چہرے پر پسینہ اس طرح ہے جیسے درخت پر بارش کے قطرے.........

رسول خداؐ ہمیشہ شعر گوئی پر لوگوں کو اکساتے رہے تا کہ مخالفوں کے غلط حسب ونسب سے لوگ مطلع ہوں اور ان کا جواب دیا جاتا رہے، آپ فرماتے: بخدا یہ اشعار نیزوں کی طرح ہیں۔ آپ شعری ذوق ابھارتے رہے تا کہ مخالفوں کے سامنے ہمت بندھی رہے، حمیت جاہلیت کے مقابل اسلامی حمیت تقویت پائے کیونکہ اشعار ہیجان ونشاط پیدا کرتے ہیں اور دماغ حریم حق واسلام کی تحریک کرتے ہیں، شعراء سے فرماتے کہ ان کفار کی ہجو کرو جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔ (۳) جب ابوسفیان بن حارث نے آپ کی ہجو کی تو عبداللہ بن رواحہ کو شعروں میں جواب دینے کا حکم دیا اور انہیں دعا دی پھر حسان نے اجازت مانگی تو فرمایا: جا کر ابو بکر سے اس کی خاندان پستی کا حال معلوم کرو پھر ہجو کرو جبریل تمہاری نصرت کریں گے۔ (۴)

اشعار سے جہاد کرنے والے شعراء اس آیت کے مصداق ہیں: **الا الذین آمنوا وعملوا**

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۴ ص۳۰۲ (ج۵ ص۳۸۸ حدیث ۱۸۲۰۹)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۴۷۷ (ج۳ ص۵۵۴ حدیث ۶۰۵۸) حاکم اور ذہبی نے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج۴ ص۲۹۸ (ج۵ ص۳۸۳ ح/۱۸۱۶۸)، مستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۴۸۷ (ج۳ ص۵۵۵ حدیث ۶۰۶۲)

۴۔ حاکم کی المستدرک ج۳ ص۴۸۸ (ج۳ ص۵۵۶ حدیث ۶۰۶۵)

الصالحات و ذکر و اللہ کثیرا و انتصروا من بعد ما ظلموا ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اور خدا کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں ان کی اس حال میں مدد کی گئی جب کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ ہاں! یہ شعراء ''والشعراء یتبعھم الغاوٗن'' سے مستثنیٰ ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ شعراء خدمت رسولؐ میں آکر رونے لگے کہ خدا نے ان کی مذمت کی ہے، رسول خداؐ نے ان سے فرمایا کہ تم اس آیت کے مصداق ہو: الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات۔(۱)

کعب بن مالک نے رسول خداؐ سے شعراء کے متعلق قرآن کا نقطۂ نظر پوچھا، آپ نے فرمایا: مجاہد زبان سے بھی جنگ کرتا ہے اور تلوار سے بھی۔(۲)

پھر یہ کہ جو مذہبی شعراء حقائق زندگی بیان کرتے ہیں وہ اس مذمت میں شامل نہیں، یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو ظلم و باطل کے پرچار میں مصروف ہیں۔ عقائد صدوق (ص۸۴) میں ہے کہ یہ آیت جھوٹے داستان گویوں کے متعلق ہے، تفسیر قمی ص۴۷۴ (ج۲ص۱۲۵) پر ہے کہ یہ آیت دین خدا میں تغیر کرنے والوں یا اوامر ونواہی کے مخالفوں کے متعلق ہے جو عقائد خراب کرتے ہیں، اس کی دلیل آگے کی آیت ہے: ﴿الم ترانھم فی کل وادیھیمون﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں''۔ تفسیر عیاشی میں صادق آل محمدؑ کی حدیث ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو غلط علم حاصل کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔(۳)

لہٰذا اس آیت میں صرف باطل شعراء کی مذمت ہے کیونکہ اس سے دلوں پر خراب اثر پڑتا ہے خدا نے شعراء حق کی ہرگز مذمت نہیں کی ہے بلکہ انہیں سراہا ہے، یہ فریقین کی متفقہ حدیث ہے: ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحر ''بلاشبہ شعروں میں حکمت کی باتیں ہوئی ہیں اور اکثر بیان

(۱) تفسیر ابن کثیر ج۳ص۳۵۴

(۲) مسند احمد بن حنبل ج۳ص۴۵۶ (ج۴ص۴۹۲ حدیث ۱۵۳۵۸)

۳۔ مجمع البیان ج۷ص۳۲۵)

جادو کا سا اثر رکھتے ہیں''۔(۱)

پراسرار ترنّم

کچھ غیبی نغمے بھی بیان کئے جاتے ہیں جو دعوت وتبلیغ سے معمور ہیں ان میں انسانوں سے خطاب ہے مگر کہنے والا غیر مرئی ہے۔ یہ بجائے خود رسولخداؐ کے معجزات ہی ہیں، اس سے شعروشاعری کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ استدلال کی راہوں میں حق وصداقت نے کس طرح حریف کو خودسپردگی پر آمادہ کیا تسخیر قلب کے سلسلے میں نثر کے مقابل نظم زیادہ موثر ہے۔

آمنہ بن وہب نے ولایت پیغمبرؐ کے وقت غیبی آواز سنی:

صلی الا لہ و کل عبد صالح — و الطیبون علی السراج الواضح

المصطفیٰ خیر الانام محمد — الطاھر العلم الضیاء اللایح

''ولادت رسولؐ کے وقت ایک بت سے آواز پیدا ہوئی اور سبھی اصنام سجدہ ریز ہوگئے''۔(۲)

تردی المولود انارت بنورہ — جمیع فجاج الارض بالشرق و المغرب (۳)

ورقہ نے ولادت رسولؐ کے موقع پر ایک بت کے اشعار سنے پھر وہ زمین بوس ہوگیا، عوام بن

۱۔مسند احمد بن حنبل ج۱ص۲۶۹، ۳۰۳، ۳۳۲(ج۱ص۲۴۲حدیث ۲۲۲۰،ص ۴۵۱ حدیث ۲۴۲۹،ص ۴۹۸ حدیث ۲۷۵۶،ص ۵۴۶حدیث ۳۰۵۹)؛سنن دارمی ج۲ص۲۹۶،صحیح بخاری کتاب الطب (ج۵ص۲۱۷۶حدیث۵۴۳۴)؛المجتبیٰ ص۲۲(ص۱۱)،تاریخ بغدادی ج۳ص ۹۸(نمبر۱۰۹۴)،ص ۲۵۸(نمبر۱۳۴۹)، ج۴ص۲۵۴(۱۹۸۸)،ج۸ص ۱۸(نمبر۴۰۶۱)ص ۳۱۴(نمبر ۴۴۰۸)البیان و التبیین جاحظ ج۱ص۲۱۲، ۲۷۵(ج۱ص۲۱۳، ۲۸۲) رسائل جاحظ ص ۲۳۵(ص ۲۷۳الرسائل الکلامیہ)؛مصابیح السنۃ ج۲ص۱۴۹(ج۳ص۳۱۱ حدیث۳۷۱۹)الروض الانف ج۲ص۳۳۷(ج۷ص۴۳۷)؛تاریخ ابن عساکر ج۱ص۳۴۸(ج۴ص۱۵۳،ج۸ص۳۵)؛تہذیب التہذیب ج۹ص۴۵۳(ج۴ص۳۶۲نمبر۷۱۹،ج۶ص ۱۲۷نمبر ۲۸۶)؛تاریخ ابن کثیر ج۹ص۴۵(ج۹ص۵۶)؛الاصابہ ج۱ص۴۵۳(نمبر۲۲۷۴)ج۴ص۱۸۳(نمبر۱۰۷۲)۔

۲۔بحارالانوار ج۶ص۲۷۳(ج۱۵ص۳۲۵)

۳۔تاریخ ابن کثیر ج۲ص۳۴۱(ج۲ص۴۱۵)،الخصائص الکبری ج۱ص۵۲(ج۱ص۸۹)

جمیل جو یغوث بت کا منہت تھا، اس نے بھی ایک بت کی پراسرار آواز سنی، عباس بن مرداس نے ضمار کے پاس ایک بت کی آواز سنی کہ بت تباہی گھاٹ لگ گئے اور مسجد والے کامیاب ہو گئے، اس کے بعد عباس تین سو آدمیوں کے ساتھ بیت رسولؐ میں آئے، آپ نے مسکراتے ہوئے واقعہ پوچھا، جب اس نے بیان کیا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی، ایک خشعی کی واردات بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ ابن عمر نے بھی اشعار سنے، ایسے ہی ایک شخص نے گذرتے ہوئے غیبی آواز میں بشارت رسول سنی۔(۱)

ابن عباس نے بھی ایک دوسرے شخص کی روایت بیان کی ہے۔(۲) جعد بن قیس نے زمانۂ جاہلیت میں حج کے لئے جاتے ہوئے یمن کی وادیوں میں بعثت محمدؐ کے دو شعر سنے۔(۳)

قریش نے ایک رات کوہ ابوقبیس سے غیبی آواز سنی۔(۴) طبقات بن سعد میں ام معبد کی بکری کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کے تھن خشک ہو چکے تھے اور برکت رسولؐ سے دودھ دینے لگی۔ رسول خداؐ کے تشریف لے جانے کے بعد دوسرے دن مکے والوں نے غیبی آواز سنی۔(۵)

ابن ذویب نے وفات رسولؐ کی شب ہاتف کی آواز سنی: ''اسلام میں عظیم حادثہ رونما ہوا، حجاز میں رسول خداؐ نے انتقال فرمایا۔ اب ہماری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں''۔(۶)

اب ذرا اہل بیتؑ کے متعلق ہواتف ملاحظہ فرمائیے:

کفایہ گنجی میں ہے کہ ولادت علیؑ کے موقع پر ابو طالبؑ دو شعر پڑھتے ہوئے کعبے میں داخل ہوئے تو برجستہ ہاتف کے دو شعر سنے:

یا اهل بیت المصطفی النبی	خصصتم بالولد الذکی
ان اسمه من شامخ العلی	علی اشتق من العلی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۳۴۳ (ج ۲ ص ۴۱۹)

۲۔ الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۸۱) ۳۔ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۱۸۲)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۳ ص ۲۸۳ ح/۵۱۰۱)

۵۔ طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۹-۲۱۵ (ج ۱ ص ۲۳۰) ۶۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۸ (ج ۶ ص ۱۰۲ نمبر/۴۸۶۵)

''اے اہل بیت رسولؐ! یہ پاک وپاکیزہ مولود آپ ہی کے خانوادے سے مخصوص ہے، خداوند عالم کی جانب سے اس کا نام علیؑ ہے، علیؑ کتنا خوبصورت نام ہے جو الٰہی صفت سے مشتق ہے''۔(۱)

شبلنجی نے لکھا ہے کہ وفات فاطمہؑ کے وقت حضرت علیؑ نے کچھ اشعار قبر فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر پڑھے تو جواب میں ہاتف نے آواز دی:

میرا حبیب مجھ سے ہم کلام ہے میں کیسے جواب دوں، میں شہر خموشاں میں مٹی کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں، مٹی نے میرا جمال ہضم کرلیا ہے، اس وقت تو محبت کے تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں....تم پر میرا اسلام۔(۲)

تاریخ ابن عساکر اور کفایہ گنجی میں ام سلمیٰ کی روایت ہے کہ قتل حسینؑ کی رات غیبی آواز سنی گئی:(۳)

ایها القاتلون جهلا حسینا ... ابشروا بالعذاب و التنکیل

کل اهل السماء یدعو علیکم ... من نبی و مرسل و قبیل

قد لعنتم علی لسان ابن داو ... و موسی و حامل الانجیل (۴)

پرواز تخیل

اب یہاں قرآن وسنت کی برکت سے ایسے صحابہ کرام کی شعری کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو اپنے آہنگ ترنم سے رسولؐ کے ساتھ جنگجو بہادروں کی طرح شرک کی شہ رگ کاٹتے تھے، وہ شاہین کی طرح دل وجگر اور سماعتوں میں گھس جاتے تھے، ہر وقت اپنے ساتھ شعری تلوار اور ترنم کے مہلک تاثیر لئے دشمنان اسلام سے نبرد آزمار ہتے، ان میں اہم ترین یہ ہیں:

''عباس عم نبی، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ،، حسان بن ثابت، نابغہ جعدی، ضرار اسدی، ضرار

۱۔کفایہ گنجی ص۲۶۱(۴۰۶) ۲۔نورالابصار ص۴۷(ص۹۸)

۳۔تاریخ ابن عساکر ج۴ص۳۴۱(ج۵ص۸۲)؛ کفایہ گنجی (ص۴۴۳)

۴۔ابن حجر نے اس کے دو بیت نقل کئے ہیں (صواعق محرقہ ص۱۹۳)، ابن قولویہ کی کتاب کامل الزیارۃ ص۳۰(ص۹۷باب/۲۹)

قرشی، قیس بن صرمہ، نعمان بن عجلان، امیہ بن صلت، کعب بن زہیر، عباس بن مرداس، طفیل غنوی، کعب بن لمظ، مالک بن عوف، صرمہ بن ابی انس، قیس بن بحر، عبداللہ بن حرف، بجیر بن ابی سلمی، سراقہ بن مالک"۔

اس روحانی جہاد نے اس قدر اجتماعی تاثیر پیدا کی کہ عورتیں بھی ترنم کے جوت جگانے لگیں۔ انہوں نے بھی مدھم سروں میں عرفانی باتیں بیان کر کے مسلمانوں کا احساس فرض بھڑکایا، چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجہؑ بڑے دلگداز اشعار کہتی تھیں، نیز عثمان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز، (۱)، شیما بنت حارث (۲)، ہند بنت ابان (۳)، خنسا بنت عمرو (۴)، رفیقہ بنت ابی صیفی (۵) اور رسول خداؐ کی پھوپھی حضرت اروی بنت عبدالمطلب (۶) کے اشعار بھی تاریخوں میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ عاتکہ، صفیہ، ہند، ام سلمہ، عاتکہ بنت زید اور ام ایمن کے بھی اشعار مروی ہیں (۷)، حضرت عائشہ کو بہت زیادہ اشعار یاد تھے، وہ کہتی تھیں کہ مجھے لبید کے بارہ اشعار یاد ہیں۔ (۸)

شعر اور شعراء، ائمہ کی نظر میں

قرآن اور سنت سے مستعار نظمیں دینی نصرت بھی تھیں اور مجاہدہ بھی۔ سیرت رسولؐ کی پیروی میں ائمہ معصومینؑ کا زمانہ بھی ان کی پذیرائی سے بھرا ہے۔ شعراء دور دور سے ائمہؑ کی بارگاہ میں زرین قصائد لے کر آتے اور تحسین و انعام سے نہال ہو کر واپس جاتے، ائمہؑ کی یہ ادب نوازی شعر و شاعری کی اہمیت میں اضافہ کر چکی ہیں، اب بزم شعر میں جانا حمایت دینی اور تقرب خداوندی کے مترادف ہے، شعر گوئی کو

---

(۱) الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷، ۳۲۸ (نمبر ۵۳۹) (۲) الاصابہ ج ۴ ص ۳۴۴ (نمبر ۶۳۳)

(۳) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴۸ (ج ۲ ص ۳۳۱)؛ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۹ (نمبر ۷۳۳۳)، الاصابہ ج ۴ ص ۴۲۱ (نمبر ۱۰۸۶)

(۴) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۹۶۔۹۵ (نمبر ۳۳۱۷)، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۱ (نمبر ۶۸۷۶)

(۵) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۵ (ج ۷ ص ۱۱۱ نمبر ۶۹۱۹)؛ الخصائص الکبری ج ۱ ص ۸۰ (ج ۱ ص ۱۳۶)

(۶) طبقات الکبری ج ۴ ص ۱۴۲، ۱۴۳ (ج ۲ ص ۳۲۵)

(۷) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴۸، ۱۴۴ (ج ۲ ص ۳۳۳، ۳۲۶)؛ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۱ ص ۳۰۰، ۳۰۱)

(۸) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابہ ج ۳ ص ۳۲۸ (نمبر ۲۲۳۳)؛ الکنز المدفون ص ۲۳۶ (ص ۸۴)

عبادت قرار دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ شعر گوئی عظیم تر اعمال وعبادت پر مقدم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ سے کمیت نے حج کے موقع پر عرض کیا: قربان جاؤں! کچھ اشعار سنانا چاہتا ہوں، امام نے فرمایا: یہ محترم ایام ہیں۔ کمیت نے عرض کی: یہ تو آپ کی مدح میں ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ساتھیوں کو بلوایا اور قصائد لامیہ سن کر دعائیں دیں، ایک ہزار دینار اور خلعت بھی مرحمت فرمایا۔ اسکی تفصیل کمیت، حمیری اور دعبل کے حالات میں آئے گی۔

اجتماعی اور دینی مفادات کے پیش نظر آئمہ معصومینؑ شعراء کے اعمال وکردار سے صرف نظر فرماتے تھے، اگر اعمال خراب ہوتے تو دینی اشعار کی وجہ سے ان کی بدکرداریوں پر استغفار فرماتے اور مومنین کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھیں۔ کبھی فرماتے کہ خدا سے بعید نہیں ہے کہ وہ میرے دوستوں اور مدح کرنے والوں کو بخش دے۔ کبھی سوال کرتے کہ کیا دوستداران علیؑ کو بخش دینا خدا کے لئے بڑی بات ہے؟ یقیناً دوستداران علیؑ کے قدم پھسلتے ہیں تو اس کا دوسرا قدم استوار کر دیا جاتا ہے۔(۱)

اس معاملہ میں ائمہؑ کی یہ سیرت آئینی حیثیت رکھتی ہے کہ تبلیغ دین میں کیا طریقہ اپنایا جائے، دولت کس طرح صرف کی جائے۔

امام محمد باقرؑ کی وصیت ہے کہ میرے مال سے نوحہ خوانوں کے لئے اتنا روپیہ وقف کر دو تاکہ دس سال تک جب حاجی منیٰ میں جمع ہوں تو میرے اوپر نوحہ خوانی کریں۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا منشاء تھا کہ جہاں زیادہ لوگ جمع ہوں وہیں نوحہ خوانی کی جائے تاکہ سنگلاخ زمینوں پر مودت بارآور ہو، اس نوحہ خوانی کی ہر سال تجدید ہونی چاہیئے تاکہ مسلمان سال بہ سال مکتب اہل بیتؑ کے حقائق سے آشنا ہوں، محبت جوش مارے۔

اور اسی سے عزاداری سید الشہداء کا رمز بھی واضح ہوتا ہے، انہیں فوائد کے پیش نظر شعراء اہلبیتؑ ظلم وستم کا نشانہ بنے کیونکہ مجالس ومحافل میں ان کی دسیسہ کاریاں واضح کی جاتی تھیں۔

۱۔ مذکورہ احادیث کو سید حمیری، ابو ہریرہ اور دوسرے شعراء غدیر کے حالات زندگی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اصول کافی ج۱ ص ۳۶۰ (ج ۵ ص ۱۱۷ حدیث ۱)

شعر اور شعراء، بزرگان دین کی نظر میں

فقہاء اور بزرگان دین نے بھی سیرت ائمہ پر عمل کرتے ہوئے تذکرہ اہلبیتؑ کے بقاء و استحکام کا خصوصی اہتمام فرمایا، انہوں نے شعراء کی طرف بھرپور توجہ فرمائی اور انعامات سے نواز کر تشویق پیدا کی ، چنانچہ انہوں نے معارف اسلامی کی کتابوں کے ساتھ شعری کتابیں بھی تالیف کیں اور ان کی شرحوں کے انبار لگا دیئے، شیخ کلینی کی ادب و شعر پر بھی ایک وقیع تالیف ہے، عیاشی کی ایک کتاب معارض الشعر بھی ہے، صدوق نے بھی عروض پر ایک کتاب لکھی ہے، جلودی نے مدح علیؑ پر مشتمل اشعار کا انتخاب تالیف فرمایا، استاد ابوالحسن شمشاطی، شیخ مفید اور علم الہدیٰ وغیرہ نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔

ان شیعہ علماء اور دانشوران تشیع نے ائمہ کی ولادت و شہادت کے مواقع پر محافل و مجالس کا انعقاد کر کے مکتب اہلبیتؑ کا احیاء کیا۔ خاص طور سے عید اکبر غدیر کے دن شعراء جمع ہو کر اپنے قصیدے سناتے ، اس سے باہمی محبت پروان چڑھتی، سرمستان اہلبیتؑ ان محافل میں صلہ و انعامات سے نوازتے، دنیاوی اجر کے علاوہ آخرت کے ثواب کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا، یہ ترقی یافتہ روش لوگوں میں متواتر مودت کے احساسات و جذبات جگاتی رہی، آیۃ اللہ بحر العلوم اور شیخ کاشف الغطاء نے بڑی وقیع پیش قدمیاں کیں، آج کل امام شیرازی اس سلسلے میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے آقای سید حیدر حلی کو انعام دینے کے سلسلے میں حاجی مرزا اسماعیل سے رائے لی تو سو/۱۰۰ لیرہ انعام دینا طے پایا، آپ سید حیدر کے گھر خود تشریف لے گئے اور ان کے بہترین قصیدے پر انعام دے کر ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، آیۃ اللہ مرزا علی بھی اپنے والد کی طرح محفل مقاصدہ کا دور چلاتے ہیں، ایسے واقعات بے شمار ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے پہلی صدی کے شعراء کو درج کر کے انہیں کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے نیز فضائل اہلبیتؑ کی روایات اہل سنت کے طرق سے نقل کی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ارباب نظر اس وسیلے سے شعراء کی عظمت قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھ سکیں گے۔

والسلام

عبدالحسین الامینی

عندلیبان غدیر
پہلی صدی ہجری

۱۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ
۲۔ حسان بن ثابت انصاری
۳۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری
۴۔ عمرو بن عاص بن وائل
۵۔ محمد بن عبداللہ حمیری

۱۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

برکت کے پیش نظر کتاب کا آغاز حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے تذکرے سے کیا جارہا ہے۔ وہ خلیفۂ رسولؐ، سب سے زیادہ فصیح اور عربی ادب کے معیار و خصوصیات کی سب سے زیادہ آشنائی رکھتے تھے، آپ نے بھی حدیث غدیر کا مطلب یہی سمجھا کہ پیغمبر کی طرح امام کی اطاعت بھی لوگوں پر واجب ہے۔

اس سلسلہ میں یوں نغمہ سرائی فرمائی ہے:

محمد النبی اخی وصنوی (۱) وحمزة سید الشهداء عمّی

وجعفر الذی یضحی ویمسی یطیر مع الملائکة ابن اُمّی

وبنت محمد سکنی وعرسی منوط لحمها بدمی ولحمی

وسبطا احمد ولدای منها فاَیّکم له سهم کسهمی

سبقتکم الی الاسلام طرّا علی ما کان من فهمی وعلمی (۲)

فاوجب لی ولایته علیکم رسول الله یوم غدیر خم

فویل ثم ویل ثم ویل لمن یلقی الاله غداً بظلمی

"محمدؐ پیغمبر میرے بھائی اور میری ہی طرح شجر ہدایت کی شاخ ہیں، سید الشہداء حمزہ میرے چچا ہیں، ملائکہ کے ساتھ صبح وشام جنت میں پرواز کرنے والے جعفر میرے حقیقی بھائی ہیں، اور محمدؐ کی بیٹی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج/۱۲ص/۳۹۷ میں صہری کالفظ ہے۔

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج/۴ص/۱۲۲ خطبہ ۵۶ پر؛ ابن حجر کی صواعق محرقہ ص/۱۳۳ پر؛ ابن شہر آشوب کی مناقب آل ابی طالب ج/۲ص/۱۹۴ پر (غلاما مابلغت اوان حلمی) ہے۔

میری سکون دل اور گھر والی ہے، میری رفیقۂ حیات ہے۔اس کا گوشت پوست میرے خون اور گوشت پوست سے وابستہ ہے، احمدؐ کے دونوں سبط (بیٹے) بطن فاطمہؑ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کس کا حصہ میرے برابر ہوسکتا ہے۔تم سب کے مقابلے میں پہلے میں نے اسلام قبول کیا اور فقط میری سوجھ بوجھ کا نتیجہ تھا۔

میری ولایت تم لوگوں پر رسول خداؐ نے غدیرخم میں واجب قرار دی ہے اب اس کے بعد اس پر پھٹکار، خدا کی مار جو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے جس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

نظم کا تحقیقی تجزیہ

حضرت امیرالمومنینؑ نے یہ اشعار معاویہ کے خط کے جواب میں لکھے تھے۔معاویہ کا خط اس مضمون پر مشتمل تھا: ''میرے پاس بھی فضیلتوں کی بھرمار ہے، میرا باپ زمانہ جاہلیت میں امیر تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بادشاہی مل گئی، رسول خداؐ کا سالا ہوں، مومنین کا ماموں جان ہوں، کاتب وحی ہوں''۔

امیرالمومنینؑ نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: ''یہ کلیجہ چبانے والی ہند کا فرزند ڈینگوں سے مجھ پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے''۔پھر آپ نے پاس بیٹھے ہوئے ایک جوان سے فرمایا لکھو۔

معاویہ نے ان شعروں کو پڑھنے کے بعد کہا: یہ خط جہاں تک ہو سکے چھپاؤ، خبردار! اگر شام والے پڑھ لیں گے تو علیؑ کی طرف مائل ہو جائیں گے اس طرح نامۂ مبارک کو شام والوں سے دور رکھنے کا حکم دیا۔تمام امت یقین کرتی ہے کہ یہ اشعار حضرت علیؑ کے ہیں اور اس کی صحت پر اتفاق ہے۔

اہل حدیث کی ایک چھوٹی سی ٹولی نے اس کے مندرجات کے پیش نظر بحث و تحقیق کا مورد قرار دیا ہے حالانکہ اس کی تردید میں کوئی معمولی بات بھی سامنے نہ آسکی۔ہم آگے یہ بتائیں گے کہ یہ قصیدہ حضرت کے مشہور قصیدوں میں سے ہے۔اور اکثر معتبر حفاظ اور موثق راویوں نے جو اپنی عرق ریزیوں کے لئے مشہور ہیں اس کی روایت کی ہے، بزرگ علمائے اہل سنت نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ ان شعروں

کو یاد کرنا تمام دوستداران علیؑ پر واجب ہے تا کہ وہ علوی فضائل و مناقب سے واقف ہو سکیں۔ شیعوں میں جن راویوں نے ان اشعار کی روایت کی ہے ان میں:

۱۔ شیخ مفیدؒ نے پورے قصیدے کو الفصول المختارہ ج ۲/ص ۸۷ (ص ۲۲۶) پر درج فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم ان شعروں کا انکار کیسے کر سکتے ہیں جب کہ کوئی ان کا منکر نہیں، ان کی شہرت کا حال یہ ہے کہ عوام وخواص کے زبان زد ہیں۔ ان شعروں سے واضح ہوتا ہے کہ علیؑ سابق الایمان ہیں، انھوں نے اپنی بصیرت کے مطابق حقانیت اسلام کا اعلان کیا۔ ان شعروں میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بعد رسولؐ آپ ہی امام ہیں۔

ان کے علاوہ:

۲۔ کراجکی کی کنز الفوائد ص ۱۲۲/ (ج ۱ص ۲۶۶)

۳۔ ابوعلی فتال نیشاپوری کی روضۃ الواعظین ص ۶/ ۷ (ج ۱ص ۸۷)

۴۔ ابومنصور طبرسیؒ کی احتجاج ص ۹۷/ (ج ۱ص ۴۲۹ ح ۹۳/)

۵۔ ابن شہر آشوب کی مناقب ج ۱/ص ۳۵۶/ (ج ۲ص ۱۹۴)

۶۔ ابوالحسن اربلی کی کشف الغمہ ص ۹۲/ (ج ۱ص ۳۲۰)

۷۔ ابن سنجر کی تجارب السلف ص ۴۲/

۸۔ شیخ علی بیاض کی صراط المستقیم (ج ۱ص ۲۷۷)

۹۔ علامہ مجلسیؒ کی بحار ج ۹ص ۱۱۲ (ج ۳۸ص ۲۳۸)

۱۰۔ سید صدر الدین علی خاں کی الدرجات الرفیعہ (ص ۷۷)

۱۱۔ شیخ ابوالحسن شریف کی ضیاء العالمین میں یہ روایت موجود ہے۔

اہل سنت کے جن راویوں نے اس قصیدے کا تذکرہ کیا ہے ان میں:

۱۔ حافظ بیہقی پورا قصیدہ نقل کر کے حفظ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

۲۔ابن الشیخ کتاب الف باء ج ۱ص ۴۳۹/ پر لکھتے ہیں کہ علیؑ کا شرف انتہائی بلند ہے، سب سے پہلے اسلام لائے، فاطمہؑ بنت محمدؐ کے شوہر ہیں، جس وقت آپ کے بعض دشمنوں نے فخر و نازش کی دوکان سجائی تو آپ نے چند شعروں میں اپنے مفاخر بیان کئے اور چچا حمزہ، بھائی جعفر کا تذکرہ کیا پھر ولایت کے شعر کو لکھ کر کہا کہ اس شعر سے مراد حدیث ''من کنت مولاہ'' ہے۔

۳۔حافظ کندی نے اس کے پانچ شعر لکھے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ''المجتنی'' ص ۳۹/(۲۶)

۴۔یاقوت حموی نے معجم الادباء ج ۵/ص ۲۶۶/(ج ۱۴ص ۴۸) پر چھ شعر لکھے ہیں۔

۵۔ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئوول ص ۱۱/(طبع ایران) پر

۶۔سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ خواص الامۃ'' ص ۶۲/(ص ۱۰۷) پر

۷۔ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ۲/ص ۳۷۷/(ج ۴ص ۱۲۲خ ۵۶/) پر

۸۔ابن یوسف گنجی نے مناقب ص ۴۱/ پر

۹۔سعید الدین فرغانی نے شرح تائیہ ابن فارض میں

۱۰۔حموینی نے فرائد السمطین میں (ج ۱ص ۴۲۷ح ۳۵۵/باب ۷۰/)

۱۱۔ابوالفداء نے اپنی تاریخ کی ج ۱/ص ۱۸/ا پر

۱۲۔زرندی نے نظم درر السمطین (۹۷) پر

۱۳۔ابن کثیر شامی نے بدایہ ج ۸/ص ۸/(ج ۸ص ۹وقائع ۴۰ھ) پر

۱۴۔خواجہ پارسا حنفی نے ''فصل الخطاب'' میں کتاب ''اربعین'' تاج الاسلام سے

۱۵۔ابن صباغ نے فصول المہمہ ص ۱۶/(ص ۳۲) پر

۱۶۔خواند میر نے حبیب السیر ج ۲/ص ۵/(ج ۱ص ۱۷) پر

۱۷۔ابن حجر نے صواعق ص ۷۹/(ص ۱۳۲) پر

۱۸۔علی متقی نے کنز العمال ج ۶/ص ۳۹۲/(ج ۱۳ص ۱۱۲ح ۳۶۳۶۶/) پر

۱۹۔اسحاق نے لطائف اخبار الدول ص ۳۳/(ص ۴۹) پر

۲۰۔حلبی شافعی نے سیرت نبویہ ج ۱/ص ۲۸۶/پر

۲۱۔شبراوی نے اتحاف بحب الاشراف ص ۱۸۱/پر

۲۲۔سید احمد قادین نے ہدایۃ المرتاب (۱۵۳) پر

۲۳۔سید محمد آلوسی نے شرح عینیہ عبد الباقی ص ۸۷/پر

۲۴۔قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۲۹۱/(ج ۲ ص ۱۱۵ باب ۵۹/، ج ۳ ص ۲۰ باب ۶۵/) پر

۲۵۔زینی دحلان نے سیرت نبویہ (ج ۱ ص ۹۱) مطبوع بر حاشیہ سیرت حلبیہ ج ۱/ص ۱۹۰/پر

۲۶۔ شنقیطی نے کفایۃ الطالب ص ۳۶/پر

توجہ طلب:

ابن عساکر نے ایک شعر میں لفظ ''صہر اور ختن'' کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ کا شعر ہے(۱):

محمد النبی اخی وصہری   احب الناس کلھم الیا

اس میں ابن عساکر دھوکا کھا گئے ہیں، انھوں نے دوسرا مصرعہ ابوالاسود دوئلی کا لکھ مارا ہے:

بنو عم النبیَ واقربوہ   احب الناس کلھم الیا

غلطی کی تصحیح

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مصر کے اساتذۂ لغت سے غدیر خم کی لفظی صحت او جھل ہو گی یا پھر سیرت کی کتابوں میں اس نام اور قصے کو تلاش نہ کر سکیں ہوں گے۔ان میں سے ایک صاحب کہتے ہیں: ''غدیر خم ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے''۔مجھے تو اس تجاہل سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کوئی دوسرا ہی معاملہ چکانا چاہتے ہیں یا مسلمانوں کو جہالت کے دلدل میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔اس سے کہیں

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۶/ص ۳۱۵/(ج ۸ ص ۵۹)

زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ ان دانشوروں نے اپنی تالیفات میں اس صحیح لفظ کو حیرت ناک طریقہ پر نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک صاحب ہیں ڈاکٹر احمد رفاعی۔ آپ نے حضرت علیؑ کا شعر نقل کر کے یوں ریڑھ ماری ہے:

واوصانی النبی علی اختیار　　　بیعته غداة غدیر خم

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ کتاب کے آخر میں شہروں، آبادیوں اور دریاؤں کی فہرست بنائی ہے لیکن باوجود اس کے کئی جگہ پر غدیر خم کا نام آیا ہے، فہرست سے بالکل اڑ گئے ہیں۔(۱)

استاد محمد حسین نے کتاب ثمار القلوب کی تصحیح کی ہے۔ باوجود اس کے کہ صفحہ ۵۱۱ پر چار جگہ غدیر خم کا نام آیا ہے، بصورت غلط غدیر حم لکھ مارا ہے۔ حالانکہ نسخہ میں غدیر خم درج ہے اور کتاب لطائف اخبار الدول کے مصحح نے (ص ۴۹) ''جو مصر میں چھپی ہے'' بیت ولایت کی اس طرح اصلاح کی ہے:

واوجب طاعتی فرضا علیکم　　　رسول الله یوم غدابر حمی

بات مصری چھاپوں کی نہیں، دوسری جگہوں کی مطبوعات میں بھی آپ اسی قسم کی عناد آمیز بے توجہی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

تشکر و انتقاد

عصر حاضر کی دو عمدہ تحقیقی کتابیں میرے لئے سرمایۂ حیرت بن گئی ہیں:

۱۔ جمهرة خطب العرب۔

۲۔ جمهرة رسائل العرب۔

ان دونوں کے مولف مشہور ادیب ''احمد ذکی صفوۃ'' ہیں۔ ان نفیس کتابوں کے مؤلف نے زحمت برداشت کر کے بھولے بسرے اور ضائع ہو جانے کے قریب عرب احساسات و جذبات کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ ہر شیفتۂ دانش پر قدر دانی لازم ہے۔

۱۔ معجم الادباء ج ۱۴ ص ۴۸

لیکن ہمیں ایسے وسیع النظر شخص پر اعتراض ہے کہ اس نے معاویہ کے خط اور امیر المومنینؑ کے جوابی اشعار کا کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے، حالانکہ ان کے مصادر کتب میں موجود ہیں۔ انھوں نے تو ایسے مختصر خطوط بھی بھرتی کر لئے ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف اور ادبی اور تاریخی اعتبار سے عاری ہیں ، بلکہ بعض ایسے پوچ اور بے وقعت الفاظ بھی درج کئے ہیں جو جھوٹے ہیں۔ ابن عباس کے مصنوعی خط بھی درج ہیں جو بنی امیہ کے زرخواروں نے گڑھے ہیں۔ استاد بزرگ پر میرا یہ اعتراض ہے اور اس کے اسباب وعلل کا تذکرہ کرنے سے عملاً چشم پوشی برت رہا ہوں۔ سب سے زیادہ اندوہ ناک بات تو یہ ہے کہ غدیر خم کے خطبہء رسولؐ کا جمہرۃ میں کہیں تذکرہ نہیں ہے، حالانکہ اس کی شاندار اہمیت مسلمانوں کے نزدیک معروف ہے، اس کا ثبوت موثق مصادر میں تواتر کے ساتھ ہے، میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کردی ہے، تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ ان کے نزدیک تمام خطبہ ثابت نہیں تو کیا اتنا بھی ذکر کے لائق نہیں تھا جسے شیعہ سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں ناقابل تردید انداز میں درج کیا ہے ، بات اصل میں دوسری ہی ہے جسے بیان نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

اشعار کی دوسری سند

اہلسنت کے امام ''علی ابن احمد واحدی'' ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کا مجمع تھا ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، فضل بن عباس، عمار یاسر، عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد، ابوذر، سلمان، ابن مسعود سبھی اپنے اپنے فضائل بیان کررہے تھے اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: تم لوگ کیا باتیں کررہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول خداؐ سے سنے ہوئے اپنے فضائل بیان ہورہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: تو پھر مجھ سے بھی کچھ سن لو۔ اس کے بعد ترنم تخلیقی مراحل سے گزرنے لگا:

لقد علم الاناس بأنّ سهمی	من الاسلام يفضل كلّ سهم
واحمد النبی اخی وصهری	عليه الله صلّیٰ وابن عمی
وانّی قائد للناس طرّاً	الی الاسلام من عرب وعجم

وقاتل کلّ صندید رئیس — وجبار من الکفار ضخم

وفی القرآن ألزمهم ولائی — واوجب طاعتی فرضاً بعزم

کما هارون بن موسیٰ اخوه — کذاک انا اخوه وذاک اسمی

لذاک اقامنی لهم اماماً — واخبرهم به بغدیر خم

فمن منکم یعادلنی بسهمی — واسلامی وسابقتی ورحمی

فویل ثم ویل ثم ویل — لمن یلقی الاله غدا بظلمی

فویل ثم ویل ثم ویل — لجاحد طاعتی ومرید هضمی

وویل للذی یشقی شقاها — یرید عداوتی ومن غیر جرم

واحدی سے میبذی اور قندوزی نے بھی نقل کیا ہے۔(۱)

شاعر کا تعارف

امیر المومنین، سید المسلمین، روشن چہرے والوں کے رہبر اور خاتم الوصیین، قوم میں سب سے پہلے ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خداوندی پورا کرنے والے، فضیلتوں میں فائق، احکام پر مستقیم، قضایہ کے واقف کار، ہدایت کے پرچم، ایمان کا منارہ، دروازۂ حکمت، گم گشتۂ ذات الٰہی اور پیغمبرؐ کے جانشین ہیں۔(۲)

پاکیزہ ہاشمی فرد، کعبہ محترم میں پیدا ہوئے، اصنام کی آلودگیوں سے قطعی پاک تھے، خانۂ خدا (مسجد کوفہ کی محراب میں) عین حالت نماز میں ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ کعبہ میں ولادت مسجد میں شہادت۔ جس کی ابتدا و انتہا یہ ہو، مبدۂ اعلیٰ سے اس کی شدید وابستگی کا ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے۔

---

(۱) شرح دیوان منسوب بہ امیر المومنین ص/۴۰۷-۴۰۵ ینابیع المودۃ ص/۶۷ (ج ا ص ۶۷ باب/۱۴)

(۲) پیغمبر اسلام کے عطا کئے ہوئے ان پندرہ القاب کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی ج/ا ص/۳۳۱ (ج ا ص ۵۴۴ ح/۳۰۵۲)؛ ج/۵ ص/۱۸۹،۱۸۲ (ج ۶ ص ۲۴۲ ح/۲۱۰۶۸، ص ۲۴۴ ح/۲۱۱۴۵) پر نقل کیا ہے نیز ملاحظہ کیجئے ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء ج/ا ص/۶۷-۶۳ (نمبر/۴)

۲۔حسان بن ثابت

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم	بخم واسمع بالرسول منادیاً
فقال: فمن مولاکم ونبیّکم	فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
الٰھک مولانا وانت نبیّنا	ولم تلق منافی الولایة عاصیا
فقال لہ: قم یا علی فانّنی	رضیتک من بعدی اماماًوھادیا
فمن کنت مولاہ فھٰذا ولیہ	فکونوا لہ اتباع صدق موالیا
ھناک دعا اللھم وال ولیّہ	وکن للذی عاد علیاًمعادیا

''مقام خم میں غدیر کے دن لوگوں کا پیغمبرؐ انھیں پکار رہا تھا،اور پیغمبر سے زیادہ کس کی بات سننے کے قابل ہے۔فرمایا: تمہارا مولا اور نبی کون ہے؟

انھوں نے بغیر کسی کور باطنی کے جواب دیا: آپ کا خدا ہمارا مولا ہےاور آپ ہمارے نبی ہیں اور اس ولایت کے سلسلے میں آپ ہم سے کسی کو نافرمان نہیں پایئے گا۔اس وقت رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علی علیہ السلام اٹھو کیوں کہ میں نے تمھیں اپنے بعد لوگوں کا امام اور ہادی تجویز کیا ہے۔جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے ولی وحاکم ہیں،اب تم لوگ اس کے سچے مددگار اور دوست رہنا۔پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے: خدایا! جو اس سے دوستی کرے تو اس کا دوست رہنا اور جو دشمنی کا مظاہرہ کرے اس کا دشمن رہنا''۔

یہ اولین محاکاتی نغمہ ہے اس بنائے عظیم (پرشکوہ داستان) کے متعلق جس کی روایت ہمارے عرفان کو انگیز کرتی ہے۔مقصدیت سے بھرپور اس جلال آفریں ترنم کے نغمہ نگار (حسان) نے ایک لاکھ

سے زیادہ افراد کے سامنے سنایا، ان میں شہسواران بلاغت بھی تھے اور اراکین خطابت بھی، ایسے فنکار بھی تھے جن کی تحقیقی صلاحیتوں کا لوہا مانا جاتا تھا، فنی محاسن کے دارا بزرگان قریش بھی تھے اور نقادان عرب بھی، ان سننے والوں میں عرب کا فصیح ترین دانائے روزگار نبی اعظم بھی تھا۔ رسول اکرمؐ نے جوہر کلام کی تصدیق فرمائی اور عزت افزائی بھی کی کہ ''اے حسان! جب تک تم زبان سے ہماری مدد ونصرت کرو جبرئیل کی تائید سے سرفراز رہو''۔ یہ ارشاد ثبوت نبوت بھی ہے، آپ علم نبوت سے جانتے تھے کہ یہ شخص آخری ایام میں امام برحق سے منحرف ہو جائے گا، اسی لئے دعا کو اس بات پر معلق فرمایا کہ جب تک تم ہماری نصرت کرتے رہوگے''۔

ان اشعار کی روایت کا قدیم ترین مأخذ فریقین کے متفقہ بزرگ سلیم بن قیس ہلالی ہیں۔(۱) انھیں اشعار کی فیض کاشانی نے روایت کی ہے۔(۲)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء اہلسنت نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

مرزبانی نے مرقات الشعر میں، خرگوشی نے شرف المصطفیٰ میں۔ ابن مردویہ۔ ابونعیم اصفہانی (۳) بحستانی، خوارزمی (۴)، نطنزی، سبط جوزی (۵)، کفایہ گنجی (۶)، فرائد حموینی (۷)، زرندی (۸) اور سیوطی نے الازہار میں۔

دانشوران تشیع کے نام یہ ہیں:

ابوعبداللہ محمد ابن احمد المفجع، ابوالجعفر طبری (۹)، شیخ صدوق (۱۰)، سید رضی (۱۱)، شیخ مفید (۱۲)،

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ص ۸۲۸ح ۳۹)

۲۔ علم الیقین (ج ۲ص ۶۵۱)

۳۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص ۵۷)

۴۔ مقتل الامام حسین (ص ۴۷؛ المناقب ص ۱۳۵ح ۱۵۲)

۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۳)

۶۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷ (ص ۶۴ باب ۱)

۷۔ فرائد السمطین (ج ۱ص ۷۳ح ۳۹)

۸۔ نظم درر السمطین (ص ۱۱۲)

۹۔ المسترشد فی امامۃ علی بن ابی طالب (ص ۱۱۹)

۱۰۔ الامالی ص ۳۴۳ (ص ۴۶۰)

۱۱۔ خصائص الائمۃ (ص ۴۲؛ خصائص امیر المومنین ص ۶)

۱۲۔ الفصول المختارہ ج ۱ص ۶۷ (ص ۲۳۵)

شریف مرتضیٰ۔(۱)، کراجکی۔(۲)، شیخ عبید اللہ۔(۳) شیخ طوسیؒ نے تلخیص شافی میں ابوالفتوح خزاعی (۴)، ابوعلی شہید (۵)، طبرسی (۶)، ابن شہر آشوب (۷)، ابن بطریق۔(۸)، ہبۃ الدین (۹) ابن طاؤسؒ (۱۰)، اربلی (۱۱)، عماد الدین حسن طبرسی (۱۲)، شیخ یوسف (۱۳)، شیخ علی بیاضی (۱۴)، قاضی نور اللہ شوستری (۱۵)، محسن کاشانی (۱۶)، قطیفی، ہاشم بحرانی (۱۷)، علامہ مجلسیؒ (۱۸)، شیخ بحرانی (۱۹)

توجہ طلب

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حسان نے مدح علیؑ میں مکمل قصیدہ کہا تھا لیکن ہر دانشور نے اپنے موضوع کی مناسبت سے اشعار نقل کئے ہیں۔

حافظ بن ابی شیبہ، حافظ گنجی اور ابن صباغ مالکی نے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں (۲۰):

وكان علي ارمد العين يبتغي	دواءً فلمّا لم يحسّ مداوياً
شفاه رسول الله منه بتفلة	فبورك مرقيا وبورك راقيا
فقال ساعطي الراية اليوم ضاربا	كميا محبا للرسول مواليا

۱۔ رسائل الشریف المرتضیٰ ج ۴ ص ۱۳۱

۲۔ کنز الفوائد ص ۱۲۳ (ج ۱ ص ۲۶۸)

۳۔ المقنع فی الامامۃ (ص ۷۵)

۴۔ تفسیر ابی الفتوح رازی ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۴ ص ۲۷۹)

۵۔ روضۃ الواعظین ص ۹۰ (ج ۱ ص ۱۰۳)

۶۔ اعلام الوریٰ ص ۸۱ (ص ۱۳۹)

۷۔ مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۳۵ (ج ۳ ص ۳۷)

۸۔ خصائص الوحی المبین ص ۳۷ (ص ۶۲)

۹۔ المجموع الرائق (ص ۲۰۴)

۱۰۔ الطرائف ص ۳۵ (ص ۱۴۶ ج ۲۲۱)

۱۱۔ کشف الغمہ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۳۲۵)

۱۲۔ الکامل البہائی ص ۱۵۲، ۲۱۷ (ج ۱ ص ۲۸۱)

۱۳۔ الدر النظیم (ج ۱ ص ۹۰، ۱۴۱)

۱۴۔ الصراط المستقیم (ج ۱ ص ۳۰۵)

۱۵۔ مجالس المومنین ص ۲۱ (ج ۱ ص ۳۶)

۱۶۔ علم الیقین (ج ۲ ص ۶۵۱)

۱۷۔ غایۃ المرام ص ۷۸ ح ۷۲

۱۸۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۲۳۴، ۲۵۹ (ج ۲۱ ص ۳۸۸؛ ج ۳۷ ص ۱۱۲)

۱۹۔ کشکول ج ۲ ص ۳۱۸

۲۰۔ کفایۃ الطالب ص ۳۸ (ص ۱۰۴، باب ۱۴)؛ فصول المہمہ ص ۲۲ (ص ۳۷)

یحب الٰھی والالٰہ یحبہ ۔۔۔ بہ یفتح اللہ الحصون الاوابیا

فخص بھا دون البریة کلّھا ۔۔۔ علیاً وسمّاہ الوزیر المواخیا (۱)

"علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے، وہ دوا کی تلاش میں تھے، جب انھیں کہیں بھی درد کا مداوا نہیں مل سکا تو رسول خداؐ نے اپنے لعاب دہن سے شفا عطا کی، پس تعویذ دینے والے اور لینے والے دونوں ہی بابرکت ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: کل میں ایسے کو علم دوں گا جو شجاع، رسولؐ کا محبّ اور محبوب خدا اور رسولؐ ہوگا، اس کے ہاتھوں سے خدا مضبوط قلعہ کو فتح عنایت کرے گا۔ یہ خصوصیت تمام لوگوں کے مقابلے صرف علیؑ ہی کو حاصل ہوئی، انھیں آپ کا وزیر اور بھائی بھی کہا جاتا ہے"۔

اس صحیح و متواتر روایت کو ثقات علماء نے بریدہ، ابن عمر، ابن عباس، عمران، ابوسعید خدری، ابویعلیٰ انصاری، سہل ساعدی، ابوہریرہ، سعد بن وقاص، برّا ابن عازب اور سلمہ بن اکوع سے، بخاری (۲)، مسلم (۳)، ترمذی (۴) احمد بن حنبل (۵)، ابن سعد (۶)، ابن ہشام (۷)، طبری (۸)، نسائی (۹) خطیب (۱۰)، ابونعیم (۱۱)، ابن عبدالبرّ (۱۲)، محبّ الدین (۱۳)، یافعی (۱۴) نے نقل کیا ہے۔

۱۔ شیخ طبری نے المرشد (ص/۴۵۵) پر، حافظ بن ابی شیبہ (المصنف ج/۱۲ص/۶۹ ح/۱۲۱۴۵) سے نقل کیا ہے اور ابوعلی منال نے روضۃ الواعظین (ج/اص/۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری ج/۴ص/۳۲۲؛ ج/۵ص/۲۶۹، ۲۷۰؛ ج/۶ص/۱۹۱ (ج۳ص ۱۰۷۷ ح/۲۷۸۳، ص ۱۰۹۶ ح/۲۸۴۷، ص ۱۰۸۶ ح/۲۸۱۲، ج۴ص۱۵۴۲ ح/۳۹۷۲)

۳۔ صحیح مسلم ج/۲ص/۳۲۴ (ج۵ص ۲۵، ۲۴ ح/۳۵، ۳۳)

۴۔ سنن ترمذی ج/۲ص/۳۰۰ (ج۵ص۵۹۶)

۵۔ مسند احمد بن حنبل ج/اص/۹۹؛ ج/۵ص/۳۵۳، ۳۵۸ (ج اص۱۶۰ ح/۷۸۰؛ ج۶ص۴۸۵ ح/۲۲۴۸۴؛ ص۴۹۲ ح/۲۲۵۲۲)

۶۔ الطبقات الکبریٰ ج/۳ص/۱۵۸ (ج۲ص۱۱۱)

۷۔ سیرت ابن ہشام ج/۳ص/۳۸۶ (ج۳ص۳۴۹)

۸۔ تاریخ طبری ج/۲ص/۹۳ (ج۳ص۱۲ وقائع ۷ھ)

۹۔ الخصائص ص/۴-۸، ۱۶، ۳۳ (ص۴۹، ۳۷ ح/۲۴، ۱۱ص۳ ۷ ح/۵۴ ص۱۴۰ ح/۱۲۶)

۱۰۔ تاریخ بغدادی ج/۷ص/۳۸۷

۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ج/اص/۶۲؛ ج/۴ص/۳۵۶

۱۲۔ الاستیعاب ج/۲ص/۳۶۳ (قسم ثانی ص ۸۷۷ نمبر/۱۳۱۷)

۱۳۔ ریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۸۷ (ج۳ص۱۳۰)

۱۴۔ مرآۃ الجنان ج/اص/۱۰۹

یہاں صرف امام بخاری کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں:

''رسولؐ نے بروز خیبر فرمایا: کل ایسے مرد کو علم عطا کروں گا کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا، وہ محبّ خدا و رسولؐ اور محبوب خدا و رسولؐ ہوگا۔ تمام لوگوں نے پوری رات اس ہلچل میں گزاری کہ دیکھیں یہ علم کسے عطا کیا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو سبھی پیغمبرؐ پر امید بھری نظر ڈال رہے تھے کہ علم انھیں کو مل جائے۔

رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ رسولؐ نے آدمی بھیج کر بلوایا، آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور دعائے خیر دی، علیؑ ایسے بھلے چنگے ہو گئے کہ جیسے کبھی آنکھوں میں تکلیف ہی نہیں تھی، پھر علم عطا کیا، علیؑ نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! کیا میں ان کے مسلمان ہونے تک جنگ کرتا رہوں ...؟ آپ نے کہا: ان کے پاس آدمی بھیجو پھر خود جاؤ اور اسلام کی دعوت دو اور انھیں ضروریات اسلام سمجھاؤ۔ پھر خدا کی قسم! جو شخص تمہارے وسیلے سے حق کی ہدایت حاصل کرلے وہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ دوسری روایت کا فقرہ ہے کہ ''خدا نے ان کے ہاتھوں فتح عطا کی''۔

دیوان حسان

حسان نے مدح علیؑ میں نفیس ترین اور بھی اشعار کہے ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو بیان کریں گے لیکن اس موضوع سے متعلق اشعار کو خائن ہاتھوں نے دیوان سے نکال دیا، کچھ کی تحریف کر ڈالی ہے، دیوان حسان کے ساتھ وہی مذاق کیا گیا ہے جو فرزدق کے دیوان کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اس کا امام چہارم کی شان میں قصیدہ میمیہ صاف اڑا دیا گیا ہے حالانکہ اس کے ناشر نے شرح دیوان کے مقدمے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ پھر یہ کہ اس کا تذکرہ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ دیوان کمیت، دیوان ابوفراس اور کشاجم کے ساتھ بھی یہی کھلواڑ کیا گیا ہے اس وقت تو صرف حسان کے اشعار ہی کا ذکر ہے۔

یعقوبی اور ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر گئے، جس زینے پر

رسولؐ بیٹھتے تھے اس سے ایک زینہ نیچے بیٹھے۔ خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کا حاکم بنا دیا گیا ہے لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر سیدھی راہ چلوں تو پیروی کرنا اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو سیدھا کر دینا، میں یہ نہیں کہتا کہ تم سے افضل ہوں۔ اس کے بعد کچھ انصار کی تعریف کی اور ان سے خطاب کیا کہ اے گروہ انصار! تمھارا اور ہمارا معاملہ بالکل اس شعر کی طرح ہے: ''خدا ہماری طرف سے جعفر کو بہتر جزاء دے، جبکہ سفر کرتے ہوئے ہمارے جوتے پیروں سے نکل گئے اور ہم پھسلے تو اس نے ہم سے منہ موڑ لیا، اگر ہماری ماں جانتی تو یقیناً اس کے برتاؤ پر رنجیدہ ہوتی''۔

یہ سن کر انصار نے ابوبکر کا ساتھ چھوڑ دیا، پھر قریش غصے میں بھوت ہو گئے اور ابوبکر کی حفاظت پر کمر بستہ ہو گئے، ان کے مقرروں نے دھواں دھار تقریریں کیں۔ اب عمرو عاص سامنے آئے، ان سے قریش نے کہا کہ تم انصار کی مذمت کرو۔ جیسے ہی تقریر کی فضل بن عباس نے تردید کر دی اور علیؑ سے سارا واقعہ بیان کیا اور ابوبکر کے شعر بھی دہرائے۔ حضرت علیؑ نے غضب ناک حالت میں مسجد میں آ کر انصار کا ذکر خیر اور عمرو عاص کی تردید کی۔ انصار بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا: اب علیؑ کی مدح کے بعد ہمیں کسی بکواس کی پرواہ نہیں، وہ سب اجتماعی حیثیت سے حسان کے پاس آ کر بولے کہ تم فضل کا جواب دو۔ وہ کہنے لگے: اگر میں فضل کے قافیوں کے علاوہ کچھ کہوں گا تو میری توہین ہوگی۔ (۱) انھوں نے کہا: پھر حضرت علیؑ کی مدح کرو، حسان نے یہ شعر پڑھے:

جـزیٰ الـلــه خیـراًوالـجزاء بـکفّـه　　ابــا حســن عنــاو مـن کــابـی حسن

سبــقــت قــریشاً بـالـذی انـت اهـلـه　　فصدرک مشروح وقلبک ممتحن(۲)

تـمـنــت رجــال مـن قـریـش اعـزة　　مکانک هیهات الهزال من السمن

وانــت مـن الاسـلام فـی کل منـزل　　بـمـنـزل الـطرف البطین بن الرسن

غـضبـت لـنـا اذقـال عـمروبخصلة　　امـات بهـا التقویٰ واحی بهاا لاحن

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۰۷ (ج۲ص۱۲۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ص۱۴ (ج۶ص۲۰،۳۵ خطبہ/۶۶)

۲۔ شیخ مفید نے اپنی فصول ج/۲ص/۶۱،۶۷ (ص۲۰۹،۲۱۶) پر یہ دو شعر لکھے ہیں۔

وکنت المرجی من لوی بن غالب	لما کان منه والذی بعد لم یکن
حفظت رسول الله فینا وعهده	الیک ومن اولیٰ به منک من ومن؟
الست اخاه فی الهدیٰ ووصیّه	واعلم فهر بالکتاب وبالسنن
فحقک مادامت بنجد وشیجة	عظیم علینا ثم بعد علی الیمن

"خدا ابوالحسنؑ کو بہترین بدلہ دے اور خدا ہی کے ہاتھ میں تمام جزا ہے۔کون ابوالحسنؑ جیسا ہوسکتا ہے؟ انھوں نے قریش پر سبقت کی، خدا نے سینہ کھول دیا، قلب آزمایا ہوا تھا، ان کی عزت وشرافت پر قریش کی تمنائیں کلبلا رہی ہیں، افسوس ان دبلے لوگوں پر جو موٹے لوگوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، آپ کے کارنامے اسلام پر چھائے ہوئے ہیں جب عمرو عاص نے پست خصلت کا مظاہرہ کیا تو آپ غضب ناک ہوئے کیونکہ تقویٰ کی موت ہوئی تھی اور کمینہ پن کو شہہ ملی تھی، آپ کا خاندان لوی کا مرکز تمنا تھا، چاہے گزرے لوگ ہوں یا آنے والے، آپ نے رسولؐ اور ان کے عہد کا تحفظ کیا، آپ کے مقابلے میں ایرے غیرے کیا اولویت حاصل کر سکتے ہیں، کیا آپ ہدایت میں رسولؐ کے بھائی نہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں دانش گاہ نہیں ہیں، جب تک شرافت باقی ہے ہم پر ان کا حق باقی ہے، چاہے یمن، سیدا، نجد جہاں کا بھی ہو"۔

حسان کے شعر میں "صدرک" مشروح سے اشارہ آیت "أفمن شرح الله صدره للاسلام" کی طرف ہے، یہ علیؑ اور حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(۱)

"قلبک ممتحن" میں حدیث کی طرف اشارہ ہے۔حدیث ہے کہ اللہ نے علیؑ کا قلب آزمایا۔(۲)

"الست اخاه" میں حدیث مواخاۃ کی طرف اشارہ ہے جسے بے شمار مسانید میں تواتر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ا۔"محب طبری نے ریاض النضرۃ ج۲ص/۲۰۷ (ج۳ص۱۵۷) پر اور ذخائر العقبیٰ ص/۸۸ پر اس کی روایت کی ہے

۲۔اسکی روایت" خصائص نسائی ص۱۱ (ص۵۵ ح/۳۱)؛ سنن ترمذی ج/۲ص/۲۹۸ (ج۵ص۵۹۲ ح/۳۷۱۵)؛ تاریخ خطیب ج/اص/۱۳۳؛ بیہقی نے المحاسن والمساوی ج/اص/۲۹ (ص۴۱)، ریاض طبری ج/۲ص/۱۹۱ (ج۳ص۱۳۸)، کفایہ گنجی ص/۳۴ (ص۱۹۷باب/۱۳)، اور سیوطی کی جمع الجوامع (کنزل العمال ج۱۳ص۱۱۵ح/۳۶۳۷۳؛ ص۱۲۷ح/۳۶۴۰۲) اور بدخشی کی نزل الابرار ص/۱۱ (۴۱) پر کی گئی ہے۔

"واعلم فھر" سے علیؑ کے مکمل علمی عبور کی طرف اشارہ ہے۔ رسولؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: "میں نے تمہاری شادی خاندان کے بہترین فرد سے کی ہے جو سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا حکیم اور سابق الاسلام ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: میری امت میں علیؑ سب سے بڑا عالم ہے۔ تیسری حدیث میں ہے کہ اے علیؑ! تمھیں سات خصلتیں عطا کی گئی ہیں، ان میں ایک "فیصلوں کا سب سے بڑا عالم" بھی ہے۔(۱)

عائشہ سے روایت ہے کہ علیؑ سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔(۲) ابوامامہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: میری امت میں سنت وقضاوت کا سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔(۳)

مناقب خوارزمی اور فرائد میں حدیث رسولؐ ہے کہ میری امت میں سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔(۴)

حفاظ نے امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قسم خدا کی! کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسے میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اتری ہے، خدا نے مجھے قلب دانا اور زبان گویا عطا کیا ہے۔(۵) رسولؐ نے فرمایا: حکمت کے دس حصے کئے گئے ہیں نو علیؑ سے مخصوص ہیں اور ایک میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔(۶)

زینی دحلان لکھتے ہیں کہ علیؑ کو خدا نے علم کثیر اور کشف غزیر عطا کیا ہے۔(۷)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱ص۶۶ (نمبر۴)؛ کنز العمال ج۶ص۱۵۳، ۱۵۶، ۳۹۸ (ج۱۱ص۶۰۵ ح/۳۲۹۲۶؛ ص۶۱۷ ح/۳۲۹۹۵؛ ج۱۳ص۱۳۵ح/۳۶۴۲۳)

۲۔ ریاض طبری ج/۲ص/۱۹۳ (ج۳ص۱۴۱)؛ استیعاب ج/۳ص/۴۰ (القسم الثالث ص۱۱۰۴نمبر۱۸۵۵)

۳۔ کفایہ گنجی ص/۱۹۰ (ص۳۳۲باب/۹۴)

۴۔ مناقب خوارزمی ص/۴۹ (ص۸۲ح/۶۷)؛ فرائد حموینی باب۱۸ (ج۱ص۹۷ح/۶۷)؛

۵۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۷ (نمبر/۴)؛ کفایۃ الطالب ص/۹۰ (ص۲۰۷باب/۵۲)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۶ (ج۱۳ص ۱۲۸ح/۳۶۴۰۴)؛ اسعاف الراغبین ص/۱۶۲

۶۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۵ (نمبر/۴)

۷۔ دحلان فتوحات اسلامیہ ج/۲ص/۳۳۷

ابوطفیل کہتے ہیں کہ علی نے میرے سامنے سلونی کا دعویٰ کیا: خدا کی قسم! میں ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یا دن میں، صحرا میں اتری کہ پہاڑ پر، اگر چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بوجھ لاد دوں۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خداؐ کا علم اللہ کے علم سے ہے اور علیؑ کا رسولؐ سے اور میرا علم علیؑ سے ہے۔ اور میرے اور تمام اصحاب کا علم علیؑ کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے کہ سات سمندروں کے مقابلے میں ایک بوند۔ ابن عباس فراق علیؑ میں روتے روتے آنکھیں کھو بیٹے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ علم کے دس حصے میں سے ۹ حصے علی کو عطا ہوئے اور باقی میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔ معاویہ، علیؑ سے اکثر علمی سوالات پوچھتے رہتے تھے، علیؑ کے بعد معاویہ نے کہا: فقیہ رخصت ہوگیا اور علم ختم ہوگیا علیؑ کی موت سے۔ عمر بن خطاب اس گتھی سے پناہ مانگتے جس کو حل کرنے کے لئے علیؑ نہ ہوں۔(۲) عطا سے پوچھا گیا: علیؑ سے بہتر کوئی عالم تھا؟ بولے: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا، اس کے ظاہری و باطنی پہلو ہیں، علیؑ کو تمام ظاہر و باطن کا علم تھا۔(۳)

اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث سے حضرت علیؑ کے علم کا اندازہ ہوتا ہے اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

مدح علیؑ میں حسّان کے اشعار

سبط ابن جوزی، گنجی اور ابن طلحہ شافعی نے یہ پانچ شعر نقل کئے ہیں:

انزل اللہ و الکتاب عزیز   فی علی و فی الولید قرانا

۱۔ الاصابۃ ج ۲ /ص ۵۰۹ /(نمبر ۵۶۸۸) پر ہے کہ آپ نے فرمایا: سلونی سلونی سلونی عن کتاب اللہ

۲۔ احمد بن حنبل کی المناقب ص ۱۵۵ ح ۱۲۲؛ استیعاب القسم الثالث ص ۱۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵؛ ریاض النضرہ ج ۳ ص ۱۴۲

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ /ص ۶۵ (نمبر ۴)

فتبوا الولید من ذاک فسقا　　و علی مبوا ایمانا

لیس من کان مومنا عرف الله　　کمن کان فاسقا خوانا

فعلی یلقی لدی الله عزا　　و ولید یلقی هناک هوانا

سوف یجزی الولید خزنا و نارا　　و علی لا شک یجزی جنانا

"اللہ نے کتاب عزیز میں علیؑ اور ولید کے بارے میں آیت نازل کی ہے، ولید کو فاسق اور علیؑ کو ایمان کی پناہ گاہ قرار دیا ہے، خدا کے نزدیک مومن کبھی فاسق کے مانند نہیں ہوسکتا، پس خدا نے علیؑ کو عزت سے سرفراز کیا اور ولید کو ذلت کی خاک چٹادی، بہت جلد ولید کو توہین آمیز آگ ملے گی اور بلاشبہ علیؑ کو جنت کی جزاء ملے گی"۔(۱)

ابن ابی الحدید نے تیسرے شعر کے بعد یہ تین شعر بھی لکھے ہیں:

سوف یدعی الولید بعد قلیل　　وعلیّ الی الحساب عیانا

فعلیّ یجزی بذاک جنانا　　ولید یجزی بذاک هوانا

ربّ حدّ لعقبه بن ابان　　لابس فی بلادنا تبانا

"جلد ہی ولید کو بدعادی جائے گی اور علیؑ کا صاف حساب واضح کیا جائے گا، علیؑ کو جنت کی جزا اور ولید کو بدترین جہنم کے طبقے میں جھونک دیا جائے گا، عقبہ بن ابان کے اجداد اپنی ننگی حرکات کے لئے ہمارے شہر میں مشہور تھے"۔(۲)

ان اشعار میں آیت "افمن کان مومناً کمن کا ن فاسقاًلا یستوؤن" کی طرف اشارہ ہے۔

یہ آیت حضرت علیؑ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی، جب دونوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ طبری کے مطابق ولید نے کہا: میں زیادہ طرار ہوں اور اپنی ہوئی تلوار ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: چپ رہ

۱۔تذکرۃ الخواص ص/۱۱۵(ص۲۰۲)؛ کفایۃ الطالب ص/۵۵(ص۱۴۱باب/۳۱)؛ مطالب السؤول ص/۲۰

۲۔شرح نہج البلاغہ ج۲/ص/۱۰۳(ج۶ص۲۹۳خطبہ/۸۳)؛ جمرۃ الخطب ج۲ص۲۳(ج۲ص۲۹نمبر۱۸)

تو فاسق ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔(۱)

الآغانی اور تفسیر خازن میں ہے کہ ولید نے علیؑ سے کہا: چپ رہو تم بچے ہو، میں بوڑھا ہوں، خدا کی قسم! میں طرار ہوں اور اپنی ہوئی تلوار ہوں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا: خاموش، تو فاسق ہے۔ اسی وقت یہ آیت ﴿افمن کان ... لا یستوؤن﴾ نازل ہوئی۔(۲)

''واحدی کی اسباب النزول ص/۲۶۳ (ص ۲۳۵)، ریاض النضرۃ ج/۲ص/۲۰۶ (ج ۳ص ۱۵۶)، ذخائر ص/۸۸، کفایہ گنجی ص/۵۵ (ص ۱۴۰ باب/۱۱)، مناقب خوارزمی ص/۱۸۸ (ص ۲۷۹ ح /۲۷۱)، تفسیر نیشاپوری (ج ۲۱ ص ۶۷)، تفسیر ابن کثیر ج/۳ ص/۲۶۲، نظم درر السمطین جمال الدین زرندی (ص/۹۲)، شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج/۱ص/۳۹۴؛ ج/۲ص/۱۰۳ (ج ۴ص ۸۰، ج ۶ص ۲۹۲)، ابن جریر اور ابن عساکر (تاریخ ابن عساکر ج ۱۷ص ۸۷۶) کے علاوہ بے شمار محدثین نے نقل کیا ہے۔

مدح علیؑ اور حسانؓ

تذکرۂ سبط ابن جوزی میں یہ اشعار ہیں:

من ذا بخاتمه تصدّق راكعا واسرّها في نفسه اسراراً

من كان بات على فراش محمد ومحمد اسرى يوم الغاراً

من كان في القرآن سمّي مومنا في تسع آيات تلين غزاراً

''کس نے حالت رکوع میں انگوٹھی خیرات کی اور اپنے دل میں چھپائے رکھا، کون بستر رسولؐ پر سویا اور محمدؐ رات کے اندھیروں میں غار کی طرف نکل گئے، کس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کا لقب دیا گیا جسے برابر پڑھا جاتا ہے''۔(۳)

۱۔ تفسیر طبری ج/۲۱ص/۶۲ (مجلد/۱۱ ج ۲۱ص ۱۰۷)

۲۔ الاغانی ج/۴ص/۱۸۵ (ج ۵ص ۱۵۳)؛ تفسیر خازن ج/۳ص/۴۷ (ج ۳ص ۴۴۷)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص/۱۰ (ص ۱۶)؛ اور گنجی کی کفایۃ الطالب ص/۱۲۳ (ص ۲۵۱ باب/۹۲)

پہلے شعر میں اشارہ ہے کہ آپ نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی اور آیۂ ولایت اتری: ﴿انما ولیکم الله و رسوله والذین آمنوا﴾ دوسرے شعر میں شب ہجرت کی طرف اشارہ ہے، حضرت علیؑ چادر اوڑھ کر سور ہے اور آپؐ مشرکین کے درمیان سے نکل کر غار میں چھپ رہے، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله﴾ (۱)

ابوجعفر اسکافی کہتے ہیں کہ شب ہجرت علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونا متفق علیہ ہے، اس کا انکار کوئی پاگل ہی کرسکتا ہے یا دین سے خارج شخص۔ تمام مفسرین نے اجتماعی طور سے کہا ہے: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب علیؑ فرش رسولؐ پر سوئے۔ تفسیر ثعلبی میں ہے: جب رسولؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو علیؑ کو ادائے قرض و امانت کیلئے چھوڑ گئے اور خود غار کی طرف نکل گئے۔ علیؑ بستر پر سوئے رہے مشرکین گھر گھیرے رہے۔ فرمایا: میری سبز خضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ انشاء اللہ تم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ علیؑ بستر پر سو گئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کو وحی کی، میں نے تمھیں آپس میں بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے، تم میں کون اپنی عمر کا ایثار دوسرے کے لئے کرے گا؟ انھوں نے کہا: ہمیں زندگی پسند ہے۔ خدا نے وحی کی: تم علیؑ کی طرح کیوں نہیں ہو جاتے، میں نے محمدؐ و علیؑ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور علیؑ اپنی جان فدا کر کے بستر رسولؐ پر سوئے ہوئے ہیں، جاؤ زمین پر اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو، دونوں اترے اور جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائینتی بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے کہا: ابوطالبؑ کے فرزند! مبارک ہو تمھارا مثل کون ہوسکتا ہے کہ خدا تم پر مباہات کر رہا ہے، ملائکہ کے اوپر۔

رسولؐ مدینے کی طرف چلے تو آیۂ ہجرت نازل ہوئی، ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آیت اس وقت اتری جب رسولؐ، ابوبکر کے ساتھ غار میں اور علیؑ بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ (۲)

حدیث ثعلبی کو بے شمار محدثین و علماء نے نقل کیا ہے، امام غزالی کے علاوہ گنجی، صفوری، ابن صباغ،

۱۔ بقرہ/۲۰۷)

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج ۳/ص ۲۷۰ (ج ۱۳/ص ۲۶۱)

سبط بن جوزی، شبلنجی نے بھی لکھا ہے۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ شب ہجرت کے متعلق حضرت علیؑ کے یہ تین شعر بھی ہیں:

وقيت بنفسی خير من و طی الحصا   و اکرم خلق طاف بالبيت و الحجر

وبتُّ اراعی منهم ما يسؤنی   وقد صبرت علی القتل والا سر

وبات رسول الله فی الغار آمنا   ومازال فی حفظ الاله وفی الستر '

''میں نے اپنی جان اس پر فدا کی جو حاجیوں میں سب سے بہتر ہیں، خطرناک حالات میں رات بھر سوئے رہے، قتل وقید پر اپنے نفس کو آمادہ کئے رہے، رسولؐ چین سے غار میں چھپے ہوئے تھے''۔(۲)

شب ہجرت کے متعلق ایثار علیؑ کی داستان احمد بن حنبل (۳)، طبری (۴)، ابن سعد (۵)، یعقوبی (۶) ابن ہشام (۷)، خطیب (۸)، ابن اثیر (۹)، ابوالفداء (۱۰)، ابن کثیر (۱۱)، عبدربہ (۱۲) مقریزی (۱۳) حلبی (۱۴) اور خوارزمی (۱۵) وغیرہ نے نقل کی ہے۔ نیز یہ کہ شب ہجرت کے متعلق امام حسنؑ نے یوں تبصرہ فرمایا: امیرالمومنینؑ مشرکوں کے حصار میں اپنی جان فدا کر کے سوئے تو آیۂ ہجرت نازل ہوئی۔

تیسرے شعر میں نو آیات کی طرف اشارہ ہے، معلوم نہیں حسان نے نو کیوں لکھا ہے، حالانکہ معاویہ ابن صعصہ نے دو شعر کہے ہیں:

۱۔ احیاء العلوم ج/۳ص/۱۲۳۸ (ج ۳ ص ۲۴۴)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۴ (ص ۲۳۹ باب/۶۲)؛ نزہۃ المجالس ج/۲ص/۲۰۹؛ الفصول المہمہ ص/۳۳ (ص ۴۷)؛ تذکرۃ الخواص ص/۲۱ (۳۵)؛ نورالابصار ص/۸۶ (ص ۱۷۵)

۲۔ مناقب خوارزمی ص ۷۴/ح/۱۴۱

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۳۴۸ (ج۱ص ۵۷۲ح/۳۲۴۱)

۴۔ تاریخ طبری ج/۲ص/۱۰۱۔۹۹ (ج ۲ ص ۳۷۴، ۳۷۲)

۵۔ الطبقات الکبریٰ ج/۱ص/۲۱۲ (ج۱ص ۲۲۸)

۶۔ تاریخ یعقوبی ج/۲ص/۲۹ (ج ۲ص ۳۹)

۷۔ سیرت ابن ہشام ج/۲ص/۲۹۱ (ج ۲ص ۱۲۶)

۸۔ تاریخ بغدادی ج/۱۳ص/۱۹۱

۹۔ تاریخ کامل ج/۲ص/۴۲ (ج۱ص ۵۱۶)

۱۰۔ تاریخ ابوالفداء ج/۱ص/۱۲۶

۱۱۔ البدایہ والنہایہ ج/۷ص/۳۳۸ (ج ۷ص ۳۷۴ وقائع ۴۰ھ)

۱۲۔ العقد الفرید ج/۳ص/۲۹۰ (ج ۵ص ۶۱)

۱۳۔ الامتاع ص/۳۹

۱۴۔ السیرۃ الحلبیہ ج/۲ص/۲۹

۱۵۔ المناقب ص/۷۵ (ص ۱۲۷ح/۱۴۱)

و من نزلت فیہ ثلاثون آیة تسمیه فیها مومنا مخلصا فردا
سوی موجبات جئن فیه و غیرها بها اوجب الله الولایه و الودا

''علیؑ کے متعلق تیس آیات میں انھیں مومن کا نام دیا گیا ہے، وہ مخلص اور فرد فرید تھے، دوسرے لوازم کے ساتھ ان کی ولایت ومودت کو خدا نے واجب قرار دیا ہے''۔

حضرت علی کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔﴿أفمن كان مومناً كمن كان فاسقاً لايستوون﴾(۱)

ترجمہ: ''کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے؟ ہرگز نہیں، دونوں برابر نہیں ہو سکتے''۔

۲۔﴿هو الذی ایدک بنصره وبالمومنین﴾(۲)

ترجمہ: ''اس نے آپ کی تائید، اپنی نصرت اور صاحبان ایمان کے ذریعہ کی ہے''۔

یہاں تائید سے مراد امیر المومنینؑ کی ذات ہے۔

ابن عساکر ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے: ''لا الٰه الا الله وحدی لا شریک لی ومحمد عبدی ورسولی ایدته بعلی'' جو آیت متذکرہ کا مطلب ہے۔(۳)

گنجی شافعی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کیا ہے۔(۴)

جلال الدین سیوطی نے ابن عساکر سے اور قندوزی نے حافظ ابونعیم سے بطریق ابو ہریرہ و

۱۔(سجدہ/۱۸) تفسیر طبری ج۲۱ص۶۲ (مجلد/۱۱ج۲۱ص۱۰۷)؛ الآغانی ج۴ص۱۸۵ (ج۵ص۱۵۳)؛ تفسیر خازن ج۳ص۴۷۰ (ج۳ ص۴۴۷)؛ اسباب النزول ص۲۶۳ (ص۲۳۵)؛ ریاض النضرہ ج۲ص۶ (ج۳ص۱۵۶)؛ ذخائر العقبیٰ ص۸۸؛ مناقب خوارزمی ص۱۸۸ (ص۲۷۹حدیث۲۷۱)؛ کفایۃ الطالب ص۵۵ (ص۱۴۰باب/۳۱)؛ تفسیر نیشاپوری (مجلد۱۰ج۲۱ص۲۷) تفسیر ابن کثیر ج۳ص۴۶۲؛ نظم درر السمطین (ص۹۲) شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۳۹۴، ج۲ص۱۰۳ (خطبہ۵۶، ۸۳)

۲۔انفال/۲ ۳۔تاریخ ابن عساکر (ج۱۲ص۳۰۷نمبر۹۲۶)

۴۔کفایۃ الطالب ص۱۱۰ (ص۲۳۴باب/۹۲)

ابوصالح، ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(۱)

محب الدین طبری، خوارزمی اور حموینی لکھتے ہیں کہ انس بن مالک نے حدیث رسولؐ بیان کی کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صفوتی من خلقی ایّدتہ بعلی و نصرتہ بہ۔**(۲)

جابر کے حوالے سے سیوطی کے الفاظ ہیں: **مکتوب فی باب الجنہ قبل ان یخلق اللہ السماوات و الارض بالفی سنہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی۔**(۳)

۳۔ **﴿یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین﴾**(۴)

''اے پیغمبرؐ! آپ کے لئے خدا اور وہ مومنین کافی ہیں جو آپ کا اتباع کرنے والے ہیں''۔

فضائل الصحابہ میں ابونعیم کے بقول یہ بھی علیؑ کی شان میں اتری ہے۔

۴۔ **(من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر)** (۵)

''مومنین میں سے ایسے بھی مردمیدان ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے، ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں''۔

مفسرین نے کہا ہے کہ ''**من قضیٰ نحبہ**'' سے مراد حمزہ ہیں اور ''**منھم من ینتظر**'' سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔(۶)

۱۔ درمنثور ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۴ ص ۱۰۰)؛ ینابیع المودۃ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۹۳ باب/۲۳)

۲۔ ریاض النضرۃ ج/۲ ص/۱۷۲ (ج ۳ ص ۱۱۷)؛ ذخائر العقبیٰ ص/۶۹؛ المناقب ص/۲۵۴ (ص ۳۲۰ ح/۳۲۶) فرائد السمطین کے باب ۴۶ (ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۱۸۳، ح/۱۸۵)

۳۔ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۹ ص ۱۲۱؛ خصائص الکبریٰ سیوطی ج ۱ ص ۷

۴۔ انفال/۶۴

۵۔ احزاب/۲۳

۶۔ مناقب خوارزمی ص/۱۸۸ (ص ۲۷۹ ح/۲۷)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۲۲ (ص ۲۴۹ باب/۶۲)

صواعق کے مطابق حضرت علیؑ منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اسی وقت ایک شخص نے متذکرہ آیت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: خدایا! تیری ہی بخشش کا طلبگار ہوں، یہ آیت میرے، چچا حمزہ اور میرے بھائی عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہ احد میں۔ مجھے انتظار ہے کہ ایک شقی خون سے میری ڈاڑھی خضاب کرے، یہ عہد میرے حبیب ابو القاسمؐ نے مجھ سے لیا ہے۔(۱)

۵۔ آیت ولایت: ﴿انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکاۃ و ھم راکعون﴾(۲)

تفسیر ثعلبی میں ابوذر سے روایت ہے کہ میں رسولؐ کے ساتھ نماز ظہر پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا، کسی نے کچھ نہ دیا، سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: خدایا! گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسولؐ میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا۔ علیؑ نماز پڑھ رہے تھے، حالت رکوع میں انھوں نے اپنی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا، سائل نے آگے بڑھ کر انگوٹھی لے لی، رسولؐ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: خدایا! میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے شرح صدر، کام کی آسانی اور زبان کی گرہ کھولنے کی دعا کی، اپنے بھائی ہارون کو وزیر بنا کر بازو مضبوط کرنے کا سوال کیا تو تو نے کہا کہ عنقریب تمھارے بھائی کے ذریعہ تمھیں تقویت دی جائے گی۔ میں تیرا نبی محمدؐ تیرا منتخب ہوں مجھے شرح صدر عطا کر، میرا کام آسان کر اور میرے بھائی علیؑ کو وزیر بنا کر میری کمر مضبوط کر۔ ابوذر کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد جبرئیل نازل ہوئے اور آیۂ ولایت پڑھی۔(۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ ص/۸۰ (ص ۱۳۴)   ۲۔ مائدہ/۵۵

۳۔ تفسیر طبری ج/۶ ص/۱۶۵ (ج ۶ ص ۲۸۸)؛ اسباب النزول ص/۱۴۷ (ص ۱۳۳)؛ تفسیر کبیر ج/۳ ص/۴۳۱ (ج ۱۲ ص ۲۶)؛ تفسیر خازن ج/۱ ص/۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۷۵)؛ تفسیر ابو البرکات ج/۱ ص/۴۹۶ (ج ۱ ص ۲۸۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج/۳ ص/۴۶۱ (ج ۶ ص ۱۶۹، ۱۶۷)؛ الفصول المہمہ ص/۲۳ (ص ۱۲۲)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۰۶ (ص ۲۲۹ باب ۶۱، ص ۲۵ باب/۶۲)؛ مناقب خوارزمی ص/۱۷۸ (ص ۲۶۴ ح/۲۴۶، ح/۱۵۳)؛ فرائد السمطین باب ۱۴ (ج ۱ ص ۷۹ ح/۴۹، ص ۱۸۷ ح/۱۴۹، ص ۱۹۳ ح/۱۵۲، ص ۱۹۴ ح/۱۵۳) تفسیر ابن کثیر ج/۲ ص/۷۱؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج/۶ ص/۳۹۱ (ج ۱۳ ص ۱۰۸ ح/۳۶۳۵۴، ص ۱۶۵ ح/۳۶۵۰۱)؛ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (ص ۴۱)؛ نور الابصار ص/۷۷ (ص ۱۵۸)؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۲۹ (ج ۶ ص ۱۶۷)

۶۔﴿اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله و اليوم الآخر و جاهد في سبيل الله لا يستون عند الله والله لا يهدي القوم الظالمين ﴾(۱)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کا جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے''۔

طبری، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: عباس وشیبہ باہم نازش کرر ہے تھے، عباس نے کہا: میں تم سے اشرف ہوں اس لئے کہ رسولؐ کا چچا اور ان کے باپ کا وصی ہوں، حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ شیبہ نے کہا: میں شریف تر ہوں متولی کعبہ ہوں۔ دونوں میں طول کلام ہوا، اتنے میں علیؑ آگئے، عباس نے ان سے کہا: یہ شیبہ مجھ سے ڈینگ ہانک رہے ہیں۔ علیؑ نے پوچھا: آپ نے کیا کہا؟ بولے: میں نے کہا تھا کہ میں رسولؐ کا چچا اور ان کے باپ کا وصی اور حاجیوں کا ساقی ہوں۔ پھر آپ نے شیبہ سے پوچھا: تم نے کیا کہا؟ بولا: میں امین کعبہ اور اس کا خازن ہوں، ایسی امانت کی ذمہ داریاں تمھارے پاس نہیں۔ علیؑ نے فرمایا: کیا میں بھی اپنا سرمایۂ نازش بیان کروں۔ دونوں نے کہا: ضرور! فرمایا: میں تم دونوں سے معزز ہوں، میں سابق ایمان ہوں، ہجرت کی اور جہاد کیا، پھر یہ تینوں خدمت رسولؐ میں آئے اور اپنے اپنے مفاخر بیان کئے، رسولؐ نے کچھ جواب نہ دیا، تینوں واپس ہوگئے، کچھ دن بعد جبرئیل یہ آیت لائے، رسولؐ نے تینوں کو بلوا کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔(۲)

اس حدیث مفاخرت کو بے شمار علماء وحفاظ نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔(۳)

۱۔(سورۂ توبہ آیت ۱۹) ۲۔تفسیر طبری ج/۱ص/۵۹(ج۱۰ص۹۵)

۳۔اسباب النزول واحدی ص/۱۸۲(ص۱۶۴)؛تفسیر قرطبی ج/۸ص/۹۱(ج۸ص۵۹)؛تفسیر کبیر ج/۴ص/۴۲۲(ج۱۶ص۱۱)؛تفسیر خازن ج/۲ص/۲۲۱(ج۲ص۲۱۱)؛تفسیر نسفی ج/۲ص/۲۲۱(ج۲ص۱۲۰)؛الفصول المہمۃ ص/۱۲۳(ص۱۲۲)؛کفایۃ الطالب ص/۱۱۳(ص۲۳۸ باب/۶۲)؛تفسیر ابن کثیر ج/۲ص/۳۴۱؛درمنثور ج/۳ص/۲۱۸(ج۴ص۱۴۶)؛محقق عبد العزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر مزید جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ ہیں: ابن ابی شیبہ کی المصنف حدیث/۱۲۱۷۳؛محمد بن سلیمان صنعانی کی مناقب امیر المومنین حدیث نمبر/۴۷،۸۴،۱۱۷،۱۱۸؛الاسماء المبہمہ خطیب بغدادی ص۴۷۳؛شواہد التنزیل حسکانی حدیث ۳۳۸،۳۲۸؛مناقب امیر المومنین ابن مغازلی حدیث ۳۶۷،۳۶۸؛ربیع الابرار زمخشری ج۳ص۴۲۴؛جامع الاصول ابن اثیر ج۹ص۴۷۷؛فتح القدیر شوکانی ج۲ص۳۰۲۔

اکثر شاعروں نے اس پر شعر بھی کہے ہیں، ان میں سید الشعراء حمیری، ناشی صغیر اور بشنوی سر فہرست ہیں، عنقریب ان کی تفصیل آئے گی۔

۷۔ ﴿ان الذین آمنو ا و عملو ا الصالحات سیجعل لهم الرحمن وداً﴾(۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، عنقریب خدائے رحمان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا''۔

ثعلبی نے برّا ابن عاذب سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ کہو: **اللهم اجعل لی عندک عهدا و اجعل لی فی صدور المومنین مودة** ''خدایا! اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد قرار دے اور مومنین کے دلوں میری محبت و الفت جاگزیں فرما'' جب حضرت علیؑ نے یہ دعا پڑھی تو آیت نازل ہوئی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ مومنین کے دلوں میں محبت قائم کر۔

۸۔ ﴿ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلهم کالذین و عملوا الصالحات﴾(۲)

''کیا برائی اختیار کر لینے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے برابر قرار دیں گے''۔

سبط بن جوزی نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت بدر کے دن نازل ہوئی، اس میں ''الذین اجترحوا السئیات'' سے عتبہ، شیبہ، ولید، مغیرہ مراد ہیں اور عمل صالح سے علیؑ مراد ہیں۔(۳)

گنجی نے اسی سے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔(۴)

۱۔ مریم/۹۶

۲۔ سورۂ جاثیہ آیت ۲۱

۳۔ تذکرۂ سبط بن جوزی ص/۱۱ (ص ۱۷)

۴۔ کفایۃ الطالب ص/۱۲۰ (ص ۲۴۷ باب/۶۲)

۹۔انّ الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریّة۔(۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں''۔

تفسیر طبری میں حدیث رسولؐ ہے کہ اس سے مراد علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں۔(۲)

خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں: جابر کا بیان ہے کہ ہم رسولؐ کے پاس تھے، اتنے میں علیؑ آئے تو رسولؐ نے فرمایا: میرا بھائی آ رہا ہے، پھر کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ اور اس کے شیعہ قیامت میں کامیاب ہیں، یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا، سب سے زیادہ وفادار اور حکم خدا کے قیام میں سب سے آگے ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔(۳)

یزید بن شراحیل کاتب علیؑ کہتے ہیں کہ علیؑ نے فرمایا: رسول خداؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھی اور کہا کہ تم اور تمھارے شیعہ اشرف کائنات ہیں، تمھارا اور میرا وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔(۴)

ابن عباس نے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ قیامت میں تمہارے شیعہ راضی و مرضی آئیں گے، تمہارے دشمن اس حال میں آئیں گے کہ جھلسے ہوں گے۔(۵)

حموی دو طریقوں سے جابر سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی چنانچہ اصحاب رسولؐ جب بھی علیؑ کو آتا ہوا دیکھتے تو برجستہ کہتے: ''**قد جاء خیر البریه**''۔(۶)

ابن حجر نے بھی متذکرہ آیت کو ان آیتوں میں شمار کیا ہے جو اہل بیتؑ رسول کی شان میں نازل ہوئیں ہیں۔(۷)

۱۔سورۂ بیّنہ آیت/۷

۲۔تفسیر طبری ج/۳۰ص/۱۴۶(ج۳۰ص۲۶۴)

۳۔مناقب خوارزمی ص/۱۷۸(ص۲۶۵حدیث۲۴۷)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۹(ص۲۴۶باب۶۲)

۴۔مناقب خوارزمی ص۶۶(ص۱۱۱حدیث/۱۲۰)

۵۔الفصول المہمہ ص۱۲۲(ص۱۲۱)

۶۔فرائد السمطین (ج۱ص۱۵۶حدیث۱۱۸باب/۳۱)

۷۔صواعق محرقہ ص۹۶(ج۱۶۱باب/۱۱)

حافظ جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے علیؑ سے فرمایا: تمہارے شیعہ قیامت میں خوشنودی خدا سے یہاں آئیں گے اور تمھارے دشمنوں پر پھٹکار برس رہی ہوگی۔ پوچھا: میرے دشمن کون ہیں؟ فرمایا: جو تم سے اظہار بیزاری کرے اور لعنت کرے۔ پھر فرمایا: خدا اس پر رحم کرے جو علیؑ پر رحمت کی دعا کرے۔(۱)

۱۰۔سورۂ عصر: ﴿والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر﴾

''قسم ہے عصر کی! بے شک انسان گھاٹے میں ہے، علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت و نصیحت کی''۔

سیوطی کا بیان ہے کہ ''لفی خسر'' سے مراد ابوجہل اور '' آمنوا '' سے مراد علیؑ ہیں۔(۲)

حسّان کے مدحیہ اشعار

ابوالحسنؑ! میری جان و دل قربان اور ہر مسلمان کا جو ہدایت کی طرف قدم بڑھائے، کیا میری اور تمام دوستوں کی مدح ضائع ہو جائیگی؟

خدا کی مدح تو کسی حال میں ضائع نہ ہوگی، آپ پر مسلمان قربان ہوں، آپ ہی نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی۔ اے بہترین رکوع کرنے والے، اے بہترین سردار، اے بہترین بیچنے والے، اے بہترین خریدار!!! پھر تو خدا نے محکم شریعت میں آپ کی ولایت نازل کی۔(۳)

۱۔درر السمطین (ص۹۲)

۲۔در منثور ج۶/ص۳۹۲/(ج۸ص۶۲۲)

۳۔مناقب خوارزمی ص۱۷۸/(ص۲۶۴ حدیث/۲۴۶)

فرائد السمطین باب ۳۹/ (ج۱ص ۱۹۰ حدیث ۱۵۰/) ؛ کفایۃ الطالب ص۱۰۷ (ص۲۲۹ باب ۶۱/) ؛ تذکرۃ الخواص ص۱۰ (ص۱۵) ؛ نظم درر السمطین (ص۸۸)

حسان کے مدحیہ اشعار

جبریل نادیٰ معلنا والنقع لیس بمنجلی

والمسلمون قد احدقوا حول النبی المرسل

لاسیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی

''جبریل بلند آواز سے پکار رہے تھے اور (جنگی شور کی وجہ سے) آواز صاف سنائی نہیں دے رہی تھی حالانکہ تمام مسلمان رسول خداؐ کے اردگرد حلقہ کئے ہوئے تھے، ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں''۔

ان شعروں میں احد کے دن جبرئیل کے قصیدے کا تذکرہ ہے۔تاریخ طبری میں ابورافع سے روایت ہے:

احد میں جب علیؑ نے سرداران قریش کو قتل کیا تو رسولؐ نے مشرکین قریش کی طرف دیکھ کر علیؑ کو حکم دیا کہ ان پر حملہ کر کے پراکندہ کر دیں، آپ نے شیبہ بن مالک کو قتل کر ڈالا۔ جبرئیل نے رسولؐ سے فرمایا: یہ ہے مواسات۔ رسولؐ نے فرمایا: ہاں! علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا: میں آپ دونوں سے ہوں۔ اس وقت لوگوں نے آواز سنی: کوئی تلوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں بس علیؑ ہیں۔(۱)

احمد بن حنبل، ابن ہشام، خثعمی، ابن ابی الحدید اور خوارزمی نے لکھا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یہ آواز جبرئیل کی تھی:

لا سیف الّا ذوالفقار لافتیٰ الا علی

فاذا ندبتم هالکا فابکوا الوفی اخا الوفی

''کوئی تلوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں بس علیؑ ہیں۔ اگر کسی شہید پر رونا ہے تو

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۷ (ج ۲ ص ۵۱۴ وقائع ۳ھ)

وفادار بھائی پر گریہ کرو (یعنی حمزہ، جو اسی دن شہید ہوئے تھے)"۔ (۱)

فرائد حموینی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب جبرئیل خدمت رسولؐ میں آئے اور کہا کہ یمن میں ایک بت ہے جس پر لوہے کا خول ہے، کسی کو بھیج کر اس کو تباہ کرائیے اور لوہے کو اپنے قبضے میں کر لیجئے۔ رسولؐ نے مجھے حکم دیا کہ بت تباہ کر کے لوہا لے آؤں۔ اسی سے دو تلوار بنی ہے کہ ایک کا نام ذوالفقار، دوسرے کا نام مجزم تھا۔ رسول خداؐ نے ذوالفقار کو اپنی کمر میں لٹکا لیا اور مجزم مجھے عطا کی اور پھر ذوالفقار بھی مجھے دیدی، احد کے دن جب میں تلوار چلا رہا تھا تو رسولؐ فرما رہے تھے: " **لا سیف الا ذو الفقار لا فتیٰ الا علی**"۔ (۲)

سبط ابن جوزی اور احمد ابن حنبل کے مطابق جنگ خیبر میں یہ آواز بلند ہوئی تو حسان نے اجازت رسولؐ لے کر اس کو نظم کیا۔ (۳)

تذکرۂ سبط ابن جوزی کے مطابق: یہ آواز جنگ بدر میں سنی گئی اور جنگ احد میں بھی، لیکن صحیح یہ ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر سنی گئی۔ کیوں کہ اس آخری قول پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز کئی مرتبہ بلند ہوئی، جنگ احد میں جبرئیل کی آواز تھی لیکن جنگ بدر میں رضوان نے یہ آواز بلند کی تھی۔ کفایہ گنجی میں اس پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ (۴) اور ابن جوزی، سلفی، ابن جوالبعضی، ابوالوفاء جیسے بیس محدثین سے امام محمد باقرؑ کی

۱۔ سیرۂ ابن ہشام ج ر ۳ ص ر ۵۲ (ج ۳ ص ۱۰۶)؛ الروض الالف ج ر ۲ ص ر ۱۴۳ (ج ۶ ص ۴۷)؛ شرح نہج البلاغہ ج ر ۱ ص ر ۹ (ج ۱ ص ۲۹، ج ۱۳ ص ۲۹۳، ج ۱۴ ص ۲۵۱)؛ مناقب خوارزمی ص ر ۱۰۴ (ص ۱۷۳ ح ر ۲۰۸)؛ محقق عبدالعزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر مزید جن کتابوں کا حوالہ لکھا ہے وہ یہ ہیں: فضائل الصحابہ احمد بن حنبل ج ۲ ص ۶۵۷ نمبر ۱۱۱۹؛ مناقب علی احمد بن حنبل نمبر ۲۴۱؛ ریاض النضرہ ج ۳ ص ۱۳۷؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۸؛ سمط النجوم العوالی ج ۲ ص ۴۸۵؛ المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۲۹۷ حدیث ۹۴۱؛ تاریخ ابن عساکر نمبر ۱۶۷، ۲۱۵۔

۲۔ فرائد السمطین باب ۴۹ (ج ۱ ص ۲۵۲ ح ر ۱۹۴ باب ر ۴۸)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۶ (ص ۲۶)

۴۔ کفایۃ الطالب ص ر ۱۴۴ (ص ۲۸۰، ۲۷۷ باب ر ۶۹)

روایت ہے کہ روز بدر رضوان نے یہ صدا بلند کی: "لا سیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی" ۔ اکثر محدثین نے جابر کی روایت لکھی ہے کہ یہ آواز رضوان ہی کی تھی اور رسول خدا اکثر اس شعر کو دہراتے تھے۔

حسان کے دوسرے اشعار

ان مریم احصنت فرجها — و جائت بعیسی کبدر الدجی

فقد احصنت فاطمه بعدها — و جائت بسبطی نبی الهدی

''اگر چہ مریم نے عفیف زندگی گذاری اور عیسیٰ جیسا روشن چاند پیدا کیا لیکن فاطمہؑ وہ عفت مآب تھیں جنھوں نے رسولؐ کے دونواسے ہدایت حق کے لئے پیش کئے ۔(۱)

ان دونوں شعروں میں حسان نے صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: **ان فاطمه احصنت فرجها فحرم الله ذریتها علی النار** ''فاطمہؑ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خدا نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیدیا''۔(۲)

متقی ہندی نے طبرانی کے طریق سے اس عبارت کی روایت کی ہے: **ان فاطمه احصنت فرجها و ان الله ادخلها باحصان فرجها و ذریتها الجنة** ''فاطمہؑ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خداوند عالم نے عفت و پاکدامنی کی وجہ سے ان کو ذریت کے ہمراہ داخل بہشت کردیا''۔(۳)

شاعر کے حالات

''ابوالولید حسان بن ثابت انصاری'' ان کا انتیس واسطوں کے بعد یعرب بن قحطان سے سلسلہ مل

۱۔مناقب ابن شہرآشوب ج/۲ص/۲۴

۲۔اس حدیث کو حاکم نے المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۵۲ (ج ۳ص ۱۶۵ھ/۴۷۲۶) پر نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے؛اس کے علاوہ: تاریخ بغدادی ج/۳ص/۵۴؛ ذخائر العقبیٰ ص ۴۸؛ کفایۃ الطالب ص/۲۲۲ (ص ۳۶۶، ۳۶۷ باب ۹۹)؛ احیاء المیت ص/۲۵۷؛ جمع الجوامع (جامع الاحادیث ج ۳ص ۱۱۶ احدیث ۷۶)۔وغیرہ میں مختلف طرق سے یہ حدیث مذکور ہے۔

۳۔کنز العمال ج/۶ص/۲۱۹ (ج ۱۲ص ۱۱۱ ح/۳۴۲۳۹)

جاتا ہے۔(۱) حسان کا خاندان شعر و ادب اور قصیدہ نگاری میں مشہور تھا۔ مرزبانی لکھتے ہیں: دعبل و مبرد کہتے ہیں کہ حسان کا خاندان شعر و ادب سے بھرپور تھا، ان میں چھ عظیم شاعر ہوئے ہیں: سعید، عبدالرحمٰن، حسان، ثابت، منذر، حرام۔(۲)

حسان کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی شاعر تھے۔ ۱۰۴ھ میں انتقال کیا۔ حسان کی عظمت کے تمام عرب قائل تھے۔ ان میں تین ممتاز ترین خصوصیتیں تھیں، وہ شاعر انصار تھے، زمانۂ رسالت میں شعر کہتے تھے، اسلام کے زمانے میں یمن میں شعری حیثیت سے صرف وہی مسلمان تھے۔ ایک دن رسولؐ نے پوچھا: تمھاری زبان میں کتنی باتیں باقی ہیں؟ حسان نے زبان نکال کر ملتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اگر پتھر پر رگڑ دوں تو پھٹ جائے، بال پر مار دوں تو چھل جائے (یعنی معنی آفرینی میں میرا جواب نہیں)۔(۳)

رسول خداؐ نے ان کے لئے مسجد میں منبر نصب فرمایا تھا جس پر وہ مدح رسولؐ کرتے تھے، رسولؐ نے دعا دی: خدا حسان کو اپنی تائید سے سرفراز فرماتا رہے جب تک مدح رسولؐ کرتے رہیں۔(۴)

حضرت عمر کے زمانے تک یہی حالت رہی، ایک دن عمر نے ٹوکا: مسجد میں شعر پڑھتے ہو۔ فرمایا کہ میں اسی مسجد میں اس انسان کے سامنے بھی شعر پڑھتا تھا جو تم سے بہت بہتر تھا، انھوں نے مجھے نہیں ٹوکا۔ پھر ابوہریرہ سے کہا: جو رسولؐ سے سنا ہے سنا دو کہ مجھے روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں۔

آبی مالکی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں شعر خوانی پسند نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے مسجد کے باہر ایک وسیع میدان دیدیا تھا، فرماتے تھے: جسے شعر پڑھنا ہو وہیں چلا جائے۔(۵) ظاہر ہے کہ یہ حکم رسولؐ کے خلاف تھا، اس سے قبل بھی طواف کعبہ کے موقع پر رسولؐ نے عمر کو منع کیا تھا اور عبداللہ بن رواحہ کے شعر کے مفہوم کی طرف متوجہ کر کے فرمایا تھا کہ اس کے

۱۔ الآغانی ج۴/ص۳/(ج۴ص۱۴۱) ۲۔ معجم الشعراء ص۳۶۶

۳۔ البیان والتبیین جاحظ ج۱/ص۶۸، ج۷ص/۱۵۰(ج۱ص۷۳، ۱۵۳)

۴۔ مستدرک حاکم ج۳/ص۴۸۷/(ج۳ص۵۵۵ح/۶۰۵۸)

۵۔ شرح صحیح مسلم ص/۳۱۷

الفاظ کفار کے لئے تیر سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ (۱)

حسان بزدلی میں مشہور تھے۔ اسد الغابہ (۲)، غرر الخصائص (۳) اور معارف ابن قتیبہ (ص ۳۱۲) میں ہے کہ حسان نے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی۔ رسولؐ کی پھوپھی صفیہ فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر حسان ہم لوگوں کے ساتھ حصار میں تھے ایک یہودی اس حصار میں چکر لگا رہا تھا۔ بنو قریظہ بھی مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے ان سے معاہدہ ختم ہو گیا تھا۔ کوئی ہم لوگوں کا مددگار نہیں تھا۔ میں نے حسان سے کہا: اس یہودی کو قتل کر دیا بھگاؤ تو حسان نے جواب دیا: خدا آپ کو معاف کرے میں بہادر نہیں ہوں۔ یہ سن کر خود چادر اوڑھی اور ایک ستون سے اس کو مار ڈالا۔ میں نے حسان سے کہا: اس کے کپڑے اتار لیجئے میں عورت ہوں اس کے کپڑے نہیں اتار سکتی۔ حسان نے کہا: اے بنت عبد المطلب ! چھوڑ یئے بھی، مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ (۴)

حسان ان شعروں کے مصداق تھے:

''ہند نے مجھے شجاعت پر ابھارا، شاید وہ نہیں جانتی کہ بہادری و پریشانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے نہیں نہیں خدا کی قسم! سمجھدار آدمی کبھی موت کی تمنا نہیں کرتا۔ کچھ لوگ جنگ پر آمادہ ہیں خدا ان کی محنت برباد کرے وہ جنگ میں کود پڑے ہیں۔ میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں نہ مجھے قتل کرنا پسند ہے نہ مقتول کے کپڑے اتارنا''۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو وطواط نے معارف ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مصری چھاپ خانوں نے اس واقعہ کو اڑا دیا ہے۔

حسان نے ولادت رسولؐ سے آٹھ سال قبل آنکھ کھولی۔ انھوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۹ ص ۲۰۷؛ مختصر سد تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۵۴)

۲۔ اسد الغابہ ج ۲/ص ۶/ (ج ۲ ص ۷)

۳۔ غرر الخصائص ص/۲۵۵ (۳۵۸)

۴۔ اسد الغابہ ج ۲/ص ۶/ (ج ۲ ص ۷ نمبر ۱۱۵۳)؛ سیرت بن ہشام ج ۳/ص ۲۴۶/ (ج ۳ ص ۲۳۹)؛ تاریخ بن عساکر ج ۴ ص ۱۴۰ (ج ۴ ص ۳۸۴؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۰۳؛ المعاہد عباسی ج ۱ ص ۴۷ (ج ۱ ص ۲۱۴ نمبر ۳۹)

حاکم نے لکھا ہے کہ چار آدمیوں نے ایک ہی نسل کے ایک سو بیس سال عمر پائی: حسان بن ثابت بن منذر بن حرام۔(۱)

حسان کی کنیت ابوالولید، ابوالمضرب، ابوحسام، ابوعبدالرحمٰن تھی۔ لیکن پہلی زیادہ مشہور ہے، انھیں حسام بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ شعروں سے اسلام کا دفاع کیا، حاکم کے مطابق ساٹھ سال حالت کفر اور ساٹھ سال حالت اسلام میں گزارے، آخری زمانے میں اندھے ہو گئے تھے۔ بقول قیس ابن سعد بصارت و بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے تھے۔

چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو حکومت سے معزول کیا تو حسان قیس کے پاس آئے اور علیؑ کی مذمت کرنے لگے۔ چونکہ حسان عثمانی ہو گئے تھے اس لئے قیس سے کہا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا، اس لئے تم پر گناہ لد گیا اب تو تمہیں علیؑ نے بھی معزول کر کے تمھیں اچھا بدلہ نہیں دیا۔

قیس نے غصہ میں کہا: اے دل اور آنکھ کے اندھے! اگر دو خانوادوں کی جنگ کا اندیشہ نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔ پھر اپنے پاس سے دھتکار دیا۔(۲)

حسان کی تاریخ وفات مستدرک میں ۵۵ھ اور ابن کثیر میں ۵۴ھ درج ہے۔(۳)

۱۔ مستدرک ج۳ص۴۸۶ (ج۳ص۵۵۴ ح۶۰۵۷) اور اسد الغابۃ ج۲ص۷ (نمبر۱۱۵۳)

۲۔ تاریخ طبری ج۵ص۲۳۱ (ج۴ص۵۵۵ حوادث ۳۶ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۲ص۲۵ (ج۶ص۶۴ خطبہ۶۶)

۳۔ مستدرک حاکم ج۳ص۵۵۳ ح۶۰۵۴؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ص۵۱

قیس انصاری

قلت لما بغی العدوّ علینا	حسبنا ربنا ونعم الوکیل

حسبنا ربنا الذی فتح البصر	رة بالامس والحدیث طویل

''جب دشمن نے ہم پر بغاوت کی تو میں نے کہا کہ ہمارا پروردگار ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ہمارے لئے وہی پروردگار کافی ہے جس نے بصرہ فتح کرایا تھا۔اور اسکی کہانی طویل ہے''۔

یہ تین اشعار قیس ہی کے ہیں:

وعلیٌّ امامنا وامام	لسوانا اتیٰ بہ التنزیل

یوم قال النبی من کنت مولا	ہ فھٰذا مولاہ خطب جلیل

انّ ما قالہ النبی علی الامۃ	حتم ما فیہ قال وقیل

''اور علی ہمارے بھی امام ہیں اور ہمارے سوا دوسروں کے بھی۔اس سلسلے میں آیات بھی نازل ہوئی ہیں۔جس دن رسول خداؐ نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں،رسول خداؐ نے جو کچھ امت سے فرمایا وہ حتمی ہے،اب اس میں ذرا بھی چون وچرا کی گنجائش نہیں''۔

شعری تتبع

ان اشعار کو عظیم صحابی،سردار خزرج ''قیس بن سعد بن عبادہ'' نے حضرت علیؑ کے سامنے صفین میں پڑھا تھا۔شیخ مفیدؒ نے ان اشعار کو لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے امامت امیر المومنینؑ کا ثبوت فراہم ہوتا

ہے، نیز یہ کہ صدر اول اسلام میں بھی شیعوں کا وجود تھا۔ معتزلہ کا یہ گمان غلط ہے کہ صدر اول میں شیعوں کا وجود نہیں تھا۔(۱)

پھر معنی مولا کی تشریح میں قیس کا قصیدہ نقل کر کے کہا ہے کہ یہ بلاشبہ قیس ہی کا ہے اور قطعی شہادت ہے کیوں کہ وہ خود واقعۂ غدیر کے وقت موجود تھے۔(۲)

ان کے علاوہ جن علماء نے یہ اشعار نقل کئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

شریف رضی، شیخ عبیداللہ استرآبادی، علامہ کراجیکی، سبط بن جوزی، ہبۃ الدین راوندی، ابوالفتوح رازی، قاضی نوراللہ شوشتری، علامہ مجلسیؒ، سید علی خان اور بحرانی۔(۳)

شاعر کے حالات

کنیت ابوالقاسم یا ابوالفضل، نام ونسب یہ ہے: قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم یا دلیہم بن حارث بن خزیمہ ابن ثعلبہ ابن ظریف ابن خزرج ابن ساعدہ بن کعب بن خزرج الاکبر ابن حارثہ بن ثعلبہ۔ ماں کا نام فکیہہ بنت عبید بن دلیم۔ وہ بہادروں میں ممتاز تھے، فیاض اور زاہد و دیندار تھے۔

شرافت و بزرگی

قبیلہ خزرج کے خاندانی سردار تھے۔(۴) جاہلیت و اسلام دونوں عہدوں میں ان کی بزرگی مسلم

۱۔ فصول مختارہ ج ۲ص ۸۷

۲۔ فصول مختارہ ج ۲ص ۸۷؛ مصنفات مفید ج ۸ص ۲۰

۳۔ خصائص الائمہ (ص ۴۲)؛ مقتع (ص ۱۳۶، ۱۳۳)؛ کنزالفوائد ص ۲۳۴ (ج ۲ص ۹۸)؛ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۳)؛ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲ص ۱۹۳ (ج ۴ص ۲۷۹)؛ روضۃ الواعظین ص ۹۰ (ص ۱۰۳)؛ مجالس المومنین ص ۱۰۱ (ج ۱ص ۲۳۸)؛ بحارالانوار ج ۹ص ۲۴۵ (ج ۳۷ص ۱۵۰)؛ الدرجات الرفیعہ بحث جنگ صفین (ص ۳۴۵)؛ کشکول ج ۲ص ۳۱۸ھ

۴۔ کامل المبرد ج ۱ص ۳۰۹ (ج ۱ص ۴۱۹)؛ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ص ۷۸۷ح ۲۶)

رہی ہے، سعد جن کو پناہ دیتے سبھی مان لیتے تھے، بڑے مہمان نواز تھے۔(۱)

ان کے والدان بارہ نقیبوں میں تھے جنہوں نے اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت رسول اسلامؐ کے سامنے لی تھی۔نقیب ضامن کو کہتے ہیں۔(۲)

ریاست وفرماں روائی

عہد رسولؐ میں پولس افسر تھے۔(۳) شہری انتظام ان ہی سے متعلق تھا۔بعض غزوات میں انصار کا پرچم ان کے ہاتھوں میں رہا۔صدقات کے انچارج تھے، اصابت رائے ایسی تھی کہ بعد رسولؐ حضرت علیؑ نے مصر کا گورنر بنایا۔(۴) انھوں نے وہاں بڑا پاکیزہ انتظام کیا۔گورنر بناتے وقت حضرت نے ان کو نصیحت بھی فرمائی تھی۔اوائل ربیع الاول ۳۶ھ میں وہاں کا چارج لے کر بہترین خطبہ فرمایا اور لوگ اٹھ کر آپ کی بیعت کرنے لگے۔آپ نے تمام علاقوں پر اپنے افسران متعین کر دئے، عثمانیوں کا ایک گاؤں خرتبائی قبیلۂ کنانہ کا ایک شخص یزید بن حارث آپ کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوا اس نے کہلوایا کہ اقتدار آپ ہی کا لیکن مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔محمد بن مسلم وہاں انتقام خون عثمان پر لوگوں کو ابھارتا تھا، آپ نے اسے دھمکی دی اور وہ خاموش ہو گیا۔جب تک امیر المومنینؑ جنگ جمل کے لئے نکلے قیس مصر کے گورنر رہے۔وہاں آپ نے صرف چار ماہ پانچ روز حکومت کی۔جنگ جمل میں علیؑ کے ہمراہ تھے اس کے بعد آپ کو آذربائجان کا گورنر بنایا جب امیر المومنینؑ نے معاویہ سے جنگ کا ارادہ کیا تو قیس

۱۔رجال کشی ص/۷۳ (ج ۱ ص ۳۲۷ نمبر/۲۱۳۴)؛ استیعاب ج/۲ ص/۵۳۸ (نمبر ۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج/۴ ص ۲۱۵ (نمبر ۴۳۴۸)؛ البدایہ والنہایہ ج/۸ ص/۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج/۱ ص/۸۶ (ج ۷ ص ۱۱۲)

۲۔تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۸۶ (ج ۷ ص ۱۱۲؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۳۶، ۲۳۸)

۳۔صحیح ترمذی ج/۲ ص/۳۱۷ (ج ۵ ص ۶۴۸)؛ سنن بیہقی ج/۸ ص/۱۵۵؛ بغوی کی المصابیح ج/۲ ص/۵۱ (ج ۳ ص ۱۳)؛ الاستیعاب ج/۲ ص/۵۳۸ (نمبر ۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج/۴ ص/۲۱۵ (نمبر ۴۳۴۸)؛ الاصابہ ج/۵ ص/۳۵۴ (نمبر ۷۱۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج/۶ ص/۳۹۴ (نمبر ۷۰۲)؛ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۳۴۵

۴۔تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۴۵۲، ۴۵۹)؛ البدایہ والنہایہ ج/۸ ص/۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۷)

کو خط لکھا کہ عبداللہ بن شبیل احمسی کو اپنا جانشین بنا کر جلد میرے پاس آ جاؤ۔(۱)

تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے قیس کی سرپرستی میں عراق اور آذربائیجان کی فوج کا افسر بنایا تھا۔ چالیس ہزار افراد نے حضرت کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کی تھی، قیس ان کے نگراں تھے، حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ جانشین ہوئے اور حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔(۲)

تدبر و معاملہ فہمی

قیس بڑے مدبر اور معاملہ فہم تھے، عظیم سیاست داں تھے، اس لئے امیر المومنینؑ ان کا بڑا احترام کرتے تھے، جب قیس مصر سے آئے تو حضرت نے ان سے معاویہ کی ریشہ دوانیوں کا تفصیلی تذکرہ فرمایا کیوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو برتنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔(۳)

فتنوں اور جنگ کی بحثوں میں غیر معمولی دوراندیشی کا مظاہرہ کرتے، وہ عرب کے پانچ عیاروں، معاویہ، عمرو عاص، قیس بن سعد، مغیرہ اور ابن عدیل سے زیادہ چالاک اور معاملہ فہم تھے۔(۴) جنگی پالیسی اچھی طرح مرتب کرتے، سخی اور شجاع بھی تھے۔(۵)

سیرت حلبی میں ہے کہ جو بھی معاویہ و عمرو عاص سے ان کی مقابلہ آرائی کو پڑھے گا وہ حیرت میں

۱۔ تاریخ طبری ج/۵ص/۲۲۷(ج۴ص۵۴۹،۵۵)؛ تاریخ کامل ج/۳ص/۱۰۶(ج۲ص۳۵۴)؛ شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج/۲ص/۲۳(ج۶ص۵۹)

۲۔ تاریخ طبری ج/۶ص/۹۱(ج۵ص۱۵۸)؛ البدایہ والنہایہ ج/۸ص/۱۴(ج۸ص۱۶)

۳۔ تاریخ طبری ج/۵ص/۲۳۱(ج۴ص۵۵)

۴۔ تاریخ طبری ج/۶ص/۹۴(ج۵ص۱۶۴)؛ تاریخ کامل ج/۳ص/۱۳۳(ج۲ص۴۴۸)؛ اسد الغابہ ج/۴ص/۲۱۵(ج۴ص۴۲۵نمبر۴۳۴۸)

۵۔ استیعاب ج/۲ص/۵۳۸(نمبر۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج/۴ص/۲۱۵(نمبر۴۳۴۸)؛ الاصابہ ج/۳ص/۲۴۹(نمبر۷۱۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج/۸ص/۳۹۵(نمبر۷۰۲)؛ السیرۃ الحلبیہ ج/۳ص/۹۳(ج۳ص۸۲)

ڈوب جائے گا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ علیؑ نے انہیں مصر کا گورنر بنایا اور انہوں نے اپنی ذہانت اور تدبیر سے معاویہ اور عمرو کا مقابلہ کیا۔(۱)

امام حسنؑ نے بارہ ہزار فوج کا سردار بنا کر عبیداللہ بن عباس کو معاویہ کے مقابلہ میں روانہ کیا اور انھیں تاکید کر دی کہ اہم موقعوں پر قیس سے مشورہ کرتے رہیں (تفصیل آگے آئے گی)، وہ ہر طرح معاویہ پر بھاری پڑتے تھے۔ جب مصر سے مدینہ پلٹے تو مروان واسود نے قیس کو ڈرایا دھمکایا، قیس جا کر امیرالمومنینؑ سے مل گئے، معاویہ نے اسود و مروان کو بڑا خشمگین خط لکھا کہ اگر تم لوگ ایک لاکھ جنگی ماہروں سے بھی علیؑ کی مدد کرتے تو مجھے اس قدر دکھ نہ ہوتا، جس قدر تمھارے برتاؤ کی وجہ سے قیس کو علیؑ سے ملانے پر ہوا ہے۔(۲)

قیس مکار نہیں تھے، اپنے کو مکاری سے بلند سمجھتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں نے رسول خداؐ سے نہ سنا ہوتا کہ مکار جہنمی ہوتا ہے تو میں اس امت کا مکار ترین فرد ہوتا (۳)۔ نیز فرمایا: اگر اسلام پیش نظر نہ ہوتا تو میرے حیلوں کی تمام عرب تاب نہ لا سکتے۔(۴)

قیس کی دور اندیشی کا مقابلہ صرف عبداللہ بن بدیل ہی کر سکتے تھے کیوں کہ دونوں ہی حضرت علیؑ کے صحابی تھے اور ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے تھے۔

مالک اشتر کی قوت ایمانی و دور اندیشی دیکھئے اور پھر ملاحظہ فرمایئے کہ جب کچھ لوگ حضرت علیؑ سے ٹوٹ کر معاویہ کے کیمپ میں چلے گئے تھے، مالک نے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی کہ ان پر ٹوٹ پڑوں؟ امام نے مشورہ نہ مانا تو غصے میں بھرے واپس ہو رہے تھے، قیس نے انھیں سمجھایا کہ سینے کی تنگی ختم کرو، کیوں کہ صبر کا تقاضہ ہے تسلیم اور عجلت کا تقاضہ ہے دلجوئی۔ حکم دیا جائے تو اطاعت کیا کرو، اپنے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۸/ص ۹۹/ (ج ۸ ص ۱۰۷)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶/ص ۵۳/ (ج ۵ ص ۹۴ حوادث ۳۸ھ)

۳۔ اسد الغابہ ج ۴/ص ۲۱۵/ (نمبر ۴۳۲۸)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸/ص ۱۰۱/ (ج ۸ ص ۱۰۹)

۴۔ الدرجات الرفیعہ (ص ۳۳۵)؛ الاصابہ ج ۳ ص ۲۴۹ (نمبر ۷۱۷۷)

مولا کو مشقت میں نہ ڈالو۔(۱)

امیر المومنینؑ خلیفہ ہوئے تو معاویہ کو معزول کر دیا، مغیرہ نے حضرت کو مشورہ دیا کہ آپ معاویہ کو حکومت پر باقی رہنے دیجئے۔ جب حالات سدھر جائیں تو معزول کر دیجئے گا۔

حضرت نہ مانے تو وہ واپس چلا گیا۔ قیس نے امام سے فرمایا: اگر آپ معاویہ پر غالب آگئے تو آپ کا مقرب بن جائے گا اور اگر معاویہ آپ پر غالب آگیا تو اس مشورے کی وجہ سے معاویہ کا مقرب بن جائے گا۔

تمام مورخوں نے ان کی جنگی مہارت تسلیم کی ہے۔ قیس رسول اعظمؐ کے برہنہ تلوار اور امیر المومنینؑ کے بعد سب سے زیادہ شدت پسند تھے۔(۲) معاویہ کی سیاست پر بوجھ اور اکیلے ایک لاکھ سپاہیوں کے برابر تھے۔ معاویہ نے جنگ صفین میں کہا تھا کہ خدا کی قسم! اگر ہاتھیوں کا جھنڈ رکاوٹ نہ پیدا کرے تو قیس کل تک ہم سب کا صفایا کر دیں گے۔

ان کی زندگی کے میدان عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عہد نبوی، اور عہد علوی۔ عہد نبوی میں وہ بدر، احد، حنین، خیبر و خندق میں موجود تھے(۳) اور انصار کا پرچم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے عہد علوی میں بھی وہ ہر محاذ پر آگے آگے رہے۔ وہ کہتے تھے:

''مولا! چونکہ آپ ہدایت پر ہیں اس لئے مجھے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں، اگر آپ کو گم کر دیں تو زمین و آسمان میں گھپ اندھیرا ہو جائے۔ اگر معاویہ کو اس کی عیاریوں کے لئے آزاد چھوڑ دیں تو مصر کو تہ و بالا کر دے گا۔ یمن میں فساد پھیلائے گا، عراق کو طمع و لالچ سے منتشر کر دے گا آپ اہل عراق و حجاز کو ساتھ لے کر اسے کسی حال میں مت چھوڑیئے، اس کی ناک میں دم کر دیجئے''۔

حضرت نے فرمایا: شاباش! تم نے بڑی اچھی بات کہی۔(۴)

۱۔امالی شیخ طوسی ص/۸۶(ص۷۷،ح/۱۵۱۸) ۲۔ارشاد القلوب ج/۲ص/۲۰۱(ص۳۸۰)

۳۔تاریخ بغدادی ج/۱ص/۱۷۷؛ تاریخ کامل ج/۳ص/۱۰۶(ج۲ص۳۵۴)؛ استیعاب ج/۲ص/۵۳۷(نمبر۲۱۳۴)؛ السیرۃ الحلبیہ ج/۳ص/۹۳(ج۳ص۸۲)؛ تاریخ طبری(ج۴ص۵۵۲حوادث۳۶ھ)

۴۔امالی شیخ طوسی ص/۸۵(ص۷۶،ح/۱۵۱۸)

حضرت نے امام حسنؑ وعمار یاسر کے ساتھ قیس کو کوفہ روانہ فرمایا، وہاں امام حسنؑ اور عمار کے بعد انہوں نے تقریر فرمائی: لوگو! اگر ہم معاملہ خلافت کو شوریٰ کے معیار پر بھی پرکھیں تو سب سے زیادہ حقدار علیؑ ہی ٹھہریں گے، کیوں کہ ان کے پاس سبقت اسلامی اور ہجرت ہے، وہ علم سے بھرپور ہیں، جو بھی خلافت علیؑ کا انکار کرے اس کا قتل جائز ہے۔ طلحہ وزبیر نے بیعت کر کے توڑ دی، ان کے بعد دوسروں نے تقریریں کیں۔

قیس عرصہ گہہ جہد مسلسل میں اپنی عظمت وجلالت سے بہادروں کے پتے پانی کرتے نظر آتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے شام کی طرف حرکت کرنے سے قبل مہاجرین وانصار کے گروہ سے رائے طلب کی تو قیس نے فوراً تقریر میں کہا: آپ بغیر پس وپیش کئے فوراً تشریف لے چلیں کیونکہ ان کے ساتھ جہاد کرنا ترک ودیلم کے جنگ سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اس کے بعد ان کے کرتوت بیان کئے۔ صعصعہ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ نے رسول خداؐ کا خصوصی پرچم لہرایا جو اس سے قبل نہیں لہرایا گیا تھا، مہاجرین وانصار اسے دیکھ کر رونے لگے، آپ نے وہ پرچم قیس کے حوالے کیا۔ (۱) جب معاویہ کو اپنی ناکامی اور شکست کا یقین ہونے لگا تو اس نے عمرو عاص، بسر بن ارطاۃ، عبیداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن خالد کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے اصحاب علیؑ نے سخت اندوہگین کر دیا ہے، سعید بن قیس ہمدان میں، اشتر اپنے قبیلہ میں، مرقال (ہاشم بن عتبہ) عدی بن حاتم اور قیس بن سعد انصار میں۔ یمن والوں نے تمہاری حفاظت کی، میں تمہاری وجہ سے شرمندہ ہوا، تم قریش میں سے ہو میں چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں بے نیاز سمجھیں، لہذا مذکورہ افراد میں سے ہر ایک سے مقابلہ کرنے کے لئے تم میں سے ایک کو معین کر رکھا ہے، کیا تم مجھے یہ اختیار دیتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: تمہیں یہ اختیار حاصل ہے۔ معاویہ نے کہا: سعید بن قیس اور اس کے قبیلے سے مقابلہ کی ذمہ داری مجھ پر ہے، کل ہی سے میں اپنا کام شروع کر رہا ہوں۔ اور اے عمرو! تمہیں بنی زہرہ کے ایک آنکھ والے (مرقال) کو دیکھنا ہے اور اے بسر! قیس بن سعد سے تم

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۳ ص۲۴۵ (ج۳ ص۳۴۶)؛ استیعاب ج۲ ص۵۳۹ (القسم الثالث ص۱۲۹۲ نمبر۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج۴ ص۲۱۶ (ج۴ ص۴۲۶ نمبر۴۳۴۸) مناقب خوارزمی ص۱۲۲

کو نپٹنا ہے اور اے عبید اللہ! تم کو اشتر نخعی سے اور عبدالرحمٰن تم کو عدی بن حاتم سے نبرد آزمائی کرنا ہے۔ اس طرح اس نے سعید سے خود اور عمرو کو مرقال سے اور بسر کو قیس سے نبرد آزمائی کا حکم دیا۔ تیسرے دن بسر نے اپنے دستے کے ساتھ قیس پر حملہ کیا، قیس نے رجز پڑھ کر شیر نر کی طرح حملہ کیا، بسر نے بھی رجز پڑھ کر حملہ کیا دیر تک تلوار چلتی رہی، قیس بھاری پڑ رہے تھے۔ (۱)

معاویہ نے نعمان بن بشیر اور محمد بن مسلمہ انصاری کو بلا کر کہا: مجھے اوس وخزرج نے پریشانی میں ڈال دیا ہے، گلے میں تلوار لٹکائے للکارتے پھر رہے ہیں۔ میں جب بھی کسی مقتول کیلئے پوچھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انصاری نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد انصاریوں پر غم وغصہ کا اظہار کیا جس کے جواب میں نعمان نے اور مسلمہ نے بھی کھری کھری سنائی۔ جب قیس کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انصاریوں کو جمع کر کے معاویہ کے خلاف شدید اور خونریز حملے کیلئے سب کو ابھارا۔ (۲)

اسی طرح معاویہ نے بزرگان انصار عقبہ، ابومسعود، برا ابن عازب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، زید بن ارقم اور خزیمہ وغیرہ... کو خط لکھ کر سرزنش کی۔ انھوں نے معاویہ سے ملاقات کی تو معاویہ نے کہا: آپ لوگ قیس کو سمجھایئے۔ انھوں نے قیس سے کہا کہ معاویہ آپ کو گالیاں دینا نہیں چاہتے، آپ بھی گالیوں سے زبان روکئے۔ قیس نے فرمایا: میرے جیسا آدمی گالیاں کیا دے گا، لیکن میں زندگی کی آخری سانسوں تک معاویہ سے جنگ کرتا رہوں گا۔

اسی طرح ایک بار معاویہ نے شامیوں سے انصار کا مقابلہ کرنے کو کہا جب سامنا ہوا تو معاویہ گالیاں بکنے لگا۔ گالیاں سن کر نعمان کو غصہ آ گیا تو خوشامد کر کے معاویہ نے اسے راضی کر لیا اور کہا کہ جا کر قیس کو سمجھائے کہ جنگ سے باز آئیں۔ نعمان نے آ کر قیس کو سمجھایا لیکن قیس نے کہا کہ اگر تمام عرب بھی ایکا کر لیں تو بھی معاویہ سے جنگ کرتا ہی رہوں گا۔ قیس جنگ نہروان میں بھی علیؑ کے ساتھ تھے۔ بڑی موثر تقریر فرمائی اور جنگ کی۔ (۳)

۱۔ کتاب صفین ص/ ۲۲۶ (ص ۴۲۸)
۲۔ کتاب صفین ص/ ۲۴۰۔ ۲۲۷ (ص ۴۵۰، ۴۴۵)
۳۔ تاریخ طبری ج/ ۶ ص/ ۴۷ (ج ۵ ص ۸۳)؛ البدایہ والنہایہ ج/ ۳ ص/ ۱۳۷ (ج ۳ ص ۴۰۴)

عہد رسولؐ اور عہد علیؑ کی طرح امام حسنؑ کے زمانے میں بھی قیس کا وہی انداز رہا۔ جب امام حسنؑ نے عبیداللہ کی سرکردگی میں فوج روانہ کر کے فرمایا کہ اگر تمھیں کوئی حادثہ پیش آئے تو قیس وسعید سے مشورہ کرتے رہنا۔ عبیدہ کا مقام حیوضہ پر معاویہ سے سامنا ہوا، ایک جھڑپ کے بعد رات میں معاویہ نے کہلا بھیجا کہ امام حسنؑ نے مجھ سے صلح کر لی ہے، وہ حکومت میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ابھی تم مجھ سے مل جاؤ تو ایک لاکھ انعام دونگا۔ فوراً آدھی رقم آ کر لے جاؤ۔ ورنہ تمہیں بہر حال میری بیعت کرنی پڑے گی۔ رات کے سناٹے میں عبیداللہ معاویہ کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ صبح لوگوں نے انہیں تلاش کیا تو غائب تھے۔ قیس بن سعد نے لوگوں کو نماز صبح پڑھا کر اطاعت امام اور ثبات قدم کی تاکید کی۔ اور مشورہ کر کے حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ بسر بن ارطاۃ نے چلا کر کہا: عراقیو! تمہارے سردار نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے اب تم کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہو، قیس نے پکار کر کہا: تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یا بغیر امام کے جنگ یا گمراہ کی بیعت۔ سب نے بغیر امام کے جنگ پر آمادگی ظاہر کی اور صفیں ایک دوسرے میں گتھ گئیں۔ معاویہ نے قیس کو خط لکھ کر بہت لالچ دی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے، فرمایا کہ ہمارا تمہارا فیصلہ نیزے کی نوک سے ہوگا۔ (۱)

اس تفصیل کو یعقوبی نے بھی لکھا ہے۔ اتنا اضافہ ہے کہ معاویہ نے جاسوسوں کے ذریعے امام حسنؑ کے لشکر میں یہ خبر پھیلا دی کہ قیس نے صلح کر لی اور معاویہ سے جا ملے ہیں اور قیس کے لشکر میں اڑا دیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ (۲)

استیعاب میں ہے کہ قیس نے پانچ ہزار فوجیوں پر مشتمل مقدمۃ الجیش ترتیب دیا تھا جنھوں نے سر ترشوا کر معاویہ سے مرنے مارنے کا عہد کیا ہوا تھا۔ جب امام حسنؑ نے صلح کر لی تو ان لوگوں سے کہا کہ کہو تو ہم بھی معاویہ سے لڑتے ہوئے موت سے ہمکنار ہو جائیں یا پھر امان طلب کریں۔ قیس معاویہ کی بیعت پر کسی طرح راضی نہیں ہو رہے تھے۔ سب نے امان طلب کی، قیس صلح کر کے مدینہ چلے گئے۔ (۳)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۴ (ج ۱۶ ص ۴۳، ۴۲)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۱۴)

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۵ (نمبر ۲۱۳۴)

داستان فیاضی

قیس کی فیاضی کے قصے بہت زیادہ ہیں خود رسول خداؐ فرماتے تھے کہ فیاضی تو اس خاندان کی گھٹی میں ہے۔(۱)

قیس نے اپنا مال نوے ہزار میں معاویہ کے ہاتھ فروخت کر کے اعلان کرا دیا کہ جسے قرض چاہئے آ کر لے لے۔ چالیس یا پچاس ہزار قرض دیا بقیہ بخشش کر دی۔ جب بیمار ہوئے تو بہت کم لوگ عیادت کے لئے آئے۔ اپنی زوجہ قریبہ ابو بکر کی بہن سے پوچھا: لوگ کم کیوں آرہے ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کے قرض کا بوجھ ہے یہ سن کر تمام قرض معاف کر کے رسیدیں واپس کرا دیں۔(۲) پھر تو اتنے لوگ عیادت کے لئے آئے کہ بام خانہ منہدم ہو گیا۔

جابر کا بیان ہے کہ ہم لوگ قیس کی ماتحتی میں کسی مہم پر جا رہے تھے، قیس نے نو/۹ اونٹ سے ہم لوگوں کی ضیافت کر ڈالی۔ خدمت رسالت میں تذکرہ ہوا تو رسولؐ نے فرمایا فیاضی تو اس خاندان کی گھٹی میں ہے۔(۳)

معاویہ نے مروان کو لکھا کہ کثیر بن صلت کا گھر خرید لو۔ کثیر نے انکار کیا تو معاویہ نے لکھا کہ میرا قرض سختی سے وصول کر دو۔ مروان نے کثیر کو تین دن کی مہلت دی کہ قرض ادا کر دے، کثیر نے کسی طرح تیس ہزار فراہم کئے۔ جب قیس کو معلوم ہوا تو آپ نے بقیہ بیس ہزار رقم دیدی۔ جب مروان نے دیکھا کہ رقم فراہم ہو گئی تو قرض معاف کر دیا۔ کثیر نے وہ رقم قیس کو واپس کرنا چاہی لیکن قیس نے لینے سے انکار کر دیا۔(۴)

کامل مبرد میں ہے کہ ایک بڑھیا نے قیس سے کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یہ گھر میں اناج

۱۔ استیعاب ج ۲/ص ۵۲۵ (نمبر ۲۱۳۴)؛ اصابۃ ج ۵/ص ۲۵۴ (نمبر ۷۱۷۷)

۲۔ الاصابۃ ج ۳/ص ۲۵۴ (ج ۳ ص ۲۴۹ نمبر ۷۱۷۷)

۳۔ تاریخ بغدادی ج ۱/ص ۱۷۷؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸/ص ۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۸)

۴۔ الاستیعاب ج ۲/ص ۵۲۵ (نمبر ۲۱۳۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۸/ص ۳۹۸ (ج ۸ ص ۳۵۴ نمبر ۷۰۲)

نہ ہونے کا لطیف کنایہ تھا) قیس نے کہا: تیرا انداز سوال بڑا خوبصورت ہے، میں تیرے گھر میں ڈھیر سارے چوہے بھر دونگا۔ پھر ان کا کھانا بھیجوا دیا۔ (۱)

اسی کامل میں ہے کہ قیس کے والد کا انتقال ہوا۔ اس وقت تک ایک بچے کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا سعد بن عبادہ نے مدینے سے نکلنے سے قبل ہی سارا ترکہ وصیت کے ذریعہ تقسیم کر دیا تھا۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو عمر و ابوبکر نے نومولود کو بھی ترکہ دلوانا چاہا چنانچہ قیس سے کہا کہ باپ کی وصیت کالعدم کر کے بچے کو بھی حصہ دو۔ قیس نے جواب دیا: اپنے حصہ سے اس بچہ کو دے سکتا ہوں لیکن وصیت میں تغیر و تبدّل نہیں کر سکتا۔ (۲)

قیس نے ایک سریّہ میں جاتے وقت راستے بھر لوگوں کو کھانا کھلایا اور قرض دیا۔ (۳) ابوبکر و عمر بھی ساتھ تھے، یہ دونوں کہنے لگے کہ اگر قیس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو باپ کا سارا مال ضائع کر دے گا۔ لوگوں کو قرض لینے سے منع کرنے لگے، جب سعد کو معلوم ہوا تو رسولخدا کے پیچھے کھڑے ہو کر کہنے لگے: ارے کوئی ہے جو مجھے ابوقحافہ اور خطاب کے بیٹے سے بچائے، یہ دونوں میرے بیٹے کو کنجوسی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔ (۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد نے ان دونوں سے کہا کہ ہم کنجوسی کر ہی نہیں سکتے۔ (۵)

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ قیس کے پاس ایک بڑا برتن تھا سفر میں ساتھ رکھتے تھے۔ کھانے کے وقت اعلان کرا دیتے تھے کہ جس کو گوشت کھانا ہو دستر خوان پر آ جائے، یہ طریقہ باپ دادا سے تھا۔ (۶)

ابن عدی کہتے ہیں کہ کعبہ کے پاس تین آدمیوں میں بحث ہوگئی کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟

۱۔ کامل مبرّد ج ۱/ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۴۱۹)

۲۔ کامل مبرد ج ۱/ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۴۱۹) ابن عبدالبر نے استیعاب ج ۲/ص ۵۲۵ (نمبر ۲۱۳۴) پر روایت نقل کرنے کے بعد راویوں کی توثیق کی ہے

۳۔ زمخشری کی ربیع الابرار (ج ۴ ص ۹۱)؛ استیعاب ج ۲/ص ۵۲۶ (نمبر ۲۱۳۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸/ص ۱۰۰ (ج ۸ ص ۱۰۸)

۴۔ اسد الغابہ ج ۴/ص ۲۱۵ (ج ۴ ص ۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۵۔ الدرجات الرفیعہ ص ۳۳۵ بحوالۂ کتاب غارات

۶۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۸ حوادث ۵۹ھ)

ایک ''عبداللہ بن جعفر'' کا نام لے رہا تھا، دوسرا ''عرابہ اوسی'' کا، تیسرا ''قیس'' کا۔کافی گرما گرم بحث ہوئی آخر ایک شخص نے فیصلہ کیا کہ تینوں اپنے اپنے ممدوح کے پاس جلد جائیں کہ کتنا دیتا ہے فیصلہ ہو جائے گا۔

عبداللہ جائداد کی طرف جانے کے لئے پا بہ رکاب تھے۔اس نے صدا لگائی تو عبداللہ گھوڑے سے اتر کر بولے اس پر سوار ہو جاؤ اس پر جو کچھ ہے سب تمھارا۔قیس کے یہاں صدا لگائی تو کنیز نے کہا: صاحب خانہ کو جگانے کی ضرورت نہیں ،اصطبل سے موٹا، تازہ اونٹ اور غلام لے کر چلے جاؤ۔قیس جاگے تو واقعہ معلوم ہوا اسی وقت کنیز کو آزاد کر دیا اور کہا کہ مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس کو اتنا دیتا کہ کبھی محتاج نہ ہوتا، پتہ نہیں تو نے اس کی ضرورت بھر دیا کہ نہیں۔

عرّابہ نماز پڑھنے کے لئے دو غلاموں کا سہارا لئے گھر سے جا رہا تھا۔سائل نے حاجت بیان کی تو سہارا چھوڑ کر دیوار کا سہارا پکڑ لیا اور چلانے لگا۔ہائے ہائے۔میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ سائل کو دو غلاموں سے زیادہ کچھ دے سکوں تم ان دونوں غلاموں کو لے جاؤ اور بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو۔سائل نے کہا: ہرگز نہ لوں گا۔عرّابہ نے کہا: لیتے ہو یا انھیں آزاد کر دوں؟

لوگوں نے فیصلہ کیا: ''عبداللہ نے ڈھیر ساری دولت دی، وہ کریم ہیں۔قیس فیّاض ہیں لیکن سخی ترین انسان تو عرّابہ ہی ہے جس نے اپنا سب کچھ دیدیا''۔(۱)

داستان خطابت

قیس کو معالم دینیہ میں مہارت ،قرآن وسنت پر عبور اور ابہام کلام کی معرفت تھی ۔وہ یاوہ گوئی میں شگاف ڈال دیتے ۔نظریاتی وکالت مسترد کرنے کا اچھا سلیقہ تھا۔کلام اصل سرچشمہ سے سنوارتے، خطابت وقیع ہوتی ،بات کو توڑ کر ربط پیدا کرتے ،صلابت بیان ،حسن تقریر،طلاقت لسانی ،احتجاج اور مناظرے کی برجستہ گوئی کا دلآویز اسلوب ۔ان تمام باتوں کو بھرپور استدلال کے ساتھ سامع تک

۱۔البدایہ والنہایہ ج۸ص۱۰۰ (ج۸ص۱۰۸)

پہونچاتے۔ وہ تلوار کے ساتھ زبان کے بھی دھنی تھے۔ وہ انصار وخزرج کے خطیب، شیعیت کے بلند قامت متکلم اور عترت طاہرہؑ کی بولتی زبان تھے۔ سحبان وائل سے زیادہ خطیب، قس الایادی سے زیادہ طرار اور قطاۃ سے زیادہ صدق مقال تھے۔ معاویہ نے صفین میں یہی تو کہا تھا کہ اصل میں انصار کا خطیب قیس ہے وہ روزانہ نئے آہنگ کے ساتھ نطق بار ہوتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے ان کی شعلہ بیانی پر فرمایا تھا: بخدا! واہ، تم نے نفیس ترین بات کہی، اب مجھے کسی دوسرے مشورے کی ضرورت نہیں۔ امیر المومنینؑ کی اس سند کے بعد دوسری بات کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

تذکرۂ زہد

ہم اس موضوع پر سلف کے میلانات وحالات بیان کرنے کے بجائے موعظۂ حسنہ اور فلسفۂ اخلاق کے ذریعے اصلاح نفس کے اسباق نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ شیعوں اور اہلبیتؑ کے دشمنوں سے جو نمونے ظاہر ہوئے وہ منطقی نتیجہ تھا، یعنی جو لوگ اہلبیتؑ سے وابستہ ہیں وہ بلند طبع اور روحانی سالمیت کے منصب دار ہیں اور جو لوگ اہلبیتؑ سے دور ہیں وہ خیر وسعادت سے بھی دور ہیں۔ اسی طرح علوی واموی دونوں گروہ کے معیار بھی الگ الگ ہیں۔ مثلاً قیس اور عمر وعاص دو علامتیں ہیں۔ دونوں کے حالات پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ محاسن وفضائل کس کے پاس ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ قیس ہی کو پائیں گے یعنی اگر محاسن مجسم ہوں تو وہ قیس کی صورت بنے۔ اس کے برخلاف دشمنان اہلبیتؑ کے یہاں پستی ہی پستی اور ذلت ہی ذلت ہوگی۔

ایک متلاشی حق ان دونوں مثالی کرداروں میں سے ایک کو پسند کرے گا، بشرطیکہ وہ خواہشات اور ضد وعناد سے الگ ہو، مثال کے طور پر خوارج کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ خاطی مجتہد تھے۔ ان کے لئے ایک اجر ہے یا تمام صحابہ عادل ہیں چاہے ان سے ناپسندیدہ افعال ہی سرزد ہوئے ہوں، لعنت اور سب وشتم کی رسم جاری کی ہو، قتل وقتال کیا ہو، اسی بنا پر جنگوں میں پیش آنے والے واقعات سے اندازہ

ہو جاتا ہے کہ خدا کا افضل ترین بندہ امام عادل ہے اور بدترین بندہ امام ظالم ہے۔

قیس کے تمام خطبوں میں ان کی پاکیزہ تقدیس کی جھلکیاں ہیں ان کے تمام احوال و آثار میں آرائش دنیا سے کنارہ کشی، محارم سے اجتناب اور صلابت فی اللہ کے ساتھ شعائر کی تعظیم کے مظاہرے ہیں۔ اسی لئے مسعودی کہتے ہیں کہ زہد و دیانت اور علیؑ سے وابستگی کے سلسلے میں قیس کا مقام بہت بلند ہے۔

نماز میں یہ خضوع و خشوع انہیں وراثت میں ملا تھا، ان کے باپ نے وصیت کی تھی کہ نماز پڑھتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھو کہ جیسے تم آخری نماز ادا کر رہے ہو۔

قیس کی دعاؤں میں بھی ان کا زہد واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔(۱) تاریخ خطیب میں ان کی دعا کے یہ فقرے موجود ہیں: **اللهم ارزقني حمدا و مجدا فانه لا حمد الا بفعال و لا مجد الا بمال اللهم وسع على فان القليل لا يسعني و لا اسعه۔(۲)**

فضل و دانش

قیس کے خطبے، خطوط اور حاضر جوابیاں ان کی معرفت قرآن و حدیث کی گواہ ہیں۔ ان کے باپ سعد نے ان کو رسول اکرمؐ کے حوالے کر دیا تھا۔(۳) وہاں دس سال تک یا اس سے بھی زیادہ سفر و حضر میں ہم رکاب رہے۔(۴)

قیس خود بھی ذہین تھے، رسولؐ نے بھی توجہ سے اصلاح نفس کی، وہ خدمت رسولؐ میں آقازادے کی

۱۔ ان کے زہد کی مزید داستانیں درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں: استیعاب ج ۲/ص ۵۲۴ (نمبر ۲۱۳۴)؛ مروج الذہب ج ۲/ص ۶۳ (ج ۳ ص ۲۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶/ص ۹۰ (ج ۷ ص ۱۲۵، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۴۵)؛ البدایہ و النہایۃ ج ۸/ص ۱۰۰ (ج ۸ ص ۱۰۸)

۲۔ الدرجات الرفیعہ (ص ۳۳۵)؛ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۷۹ نمبر ۱۷)

۳۔ اسد الغابہ ج ۴/ص ۲۱۵ (ج ۴ ص ۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۴۔ البدایہ النہایۃ ج ۸/ص ۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۷)؛ اصابہ ج ۵/ص ۲۵۴ (نمبر ۷۱۷۷)

طرح رہے غلاموں کی طرح نہیں۔ جس طرح ایک شاگرد استاد کے سامنے اکتساب فیض کرتا رہتا ہے۔
قیس کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اکرمؐ میری طرف سے گزرے، میں نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا: میں تجھے باب جنت کی نشاندہی کروں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: کثرت سے **"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"** پڑھا کرو۔(۱)

بعد رسولؐ انھوں نے علیؑ سے علم حاصل کیا۔ اس کی تصدیق معاویہ کے مکالمے سے ہوتی ہے، ایک مناظرے میں انھوں نے امیرالمومنینؑ کی شان میں آیات واحادیث بیان کیں، معاویہ نے پوچھا: فرزند سعد! تم نے یہ سب کہاں سے حاصل کیا، کس سے روایت کرتے ہو، کس سے سنا، کیا تمھارے باپ نے کہا.....؟؟

قیس نے جواب دیا: میں نے ان مطالب کو اس سے سنا ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا، اس کا حق میری گردن پر باپ سے بھی زیادہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ جواب دیا: علی ابن ابی طالبؑ! جو اس امت کے عالم اور حقانیت کے تصدیق کرنے والے تھے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حقائق اسلامی پر مہارت حاصل تھی، اپنے آقا سے بے اندازہ اسرار کا اکتساب کیا تھا۔ علوم اسلامی میں بھرپور رسوخ، پختہ ایمان، معرفت اولیاء اور تحفظ ولایت کے لئے موت کے منھ میں چھلانگ لگانا، کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، یہ تمام باتیں ان کی زندگی میں بکھری پڑی ہیں۔ وہ منافقوں کے سامنے ہمیشہ ڈٹے رہے، مودت کی وجہ سے لوگوں کا عناد برداشت کرتے رہے، دین کے معاملے میں کسی مادی فائدہ کی پرواہ نہ کی اور نہ اقتدار سے مرعوب ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو مصر سے معزول کیا تو حسان ان سے مل کر ملامت کرنے لگے: تم نے عثمان کو قتل کیا اور علیؑ نے حکومت مصر بھی چھین لی، اب تمھارے کھاتے میں صرف گناہ ہی رہ گیا ہے۔ قیس نے انہیں ڈانٹا: اے دل اور آنکھ کے اندھے! بخدا اگر قبیلوں میں تلوار چلنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔(۲)

۱۔ اسد الغابہ ج۴/ص۲۱۵/(ج۴ص۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۲۔ تاریخ طبری ج۵/ص۱۳۱/(ج۴ص۵۵۵ حوادث ۳۶ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲/ص۲۵/(ج۶ص۶۴ خطبہ/۶۷)

اگر قیس ہوشمندی اور دوراندیشی میں طاق نہ ہوتے، اجتماعی و سیاسی امور کے ماہر نہ ہوتے تو حضرت علیؑ کبھی انھیں حکومت مصر حوالے نہ کرتے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: جو کچھ خدا نے تم کو سکھایا ہے اسے خواص اور مقرب لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کیوں کہ گورنر، خلیفہ کا نمائندہ، اپنے مرکز اقتدار میں تمام امور کا نگراں اور مرکز امور ہوتا ہے۔ جس طرح جمعہ و جماعات کی امامت اس سے مخصوص ہوتی ہے۔ خلیفہ جسے حکمراں بنائے، اسے عوامی تقاضوں اور علاقائی ضرورتوں کا واقف کار ہونا چاہئے۔

- ماوردی نے جو کچھ حکمراں یا نائب کے شرائط لکھے ہیں، اس کا مکمل ترین معیار قیس تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ دین کے ستون اور مذہب کی اساس تھے۔(۱)

میں نے حالات قیس میں جو کچھ ان کے محاسن و فضائل، علوم و معارف، یقین و پائیداری، صلاح و اصلاح، عہد نبوی و علوی میں پرچم برداری، عہد حسنؑ میں انتظامی صلاحیت، کلمۂ حق کے لئے مستعدی، باطل عیاریوں سے دھوکہ نہ کھانا یا سفیانی الحاد پر سنگباری، معاویہ کی دین خریدنے کی سعی میں ناکامی، یہ تمام باتیں ان کے ستون دین ہونے کا ثبوت ہیں۔ وہ ہر ستائش کے مستحق تھے۔ وہ ایسے کیوں نہ ہوتے جب کہ رسولؐ نے خود فرمایا: خدایا! سعد کی ذریت پر صلوات و رحمت نازل فرما۔

"غزوۂ ذی قرد" میں فرمایا: خدایا! سعد کی ذریت پر رحم فرما، سعد کو اچھا آدمی کہا۔ ان کے طعام کو تناول فرماتے ہوئے کہا: تمھارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، فرشتوں نے درود بھیجا، روزہ داروں نے افطار کیا۔

جب رسول کا مال بردار اونٹ گم ہوگیا اور سعد نے سامان سے بھرا اونٹ بارگاہ میں پیش کیا تو فرمایا: تم دونوں کو خدا برکت سے نوازے، اے ابو ثابت! تمھارے فلاح کی بشارت ہو، خدا جسے چاہتا ہے خلف صالح عطا کرتا ہے۔(۲)

ذرا فضائل کی جولانی تو دیکھئے دعاؤں میں ذریت فراموش نہیں ہوئی۔

دیلمی نے شیخین سے متعلق قیس کے مناظرے پیش کئے ہیں۔

۱۔ احکام سلطانیہ ص ۲۴ (ج ۲ ص ۶، ۲۲، ۳)

۲۔ ارشاد القلوب ج ۲ ص ۲۰۱ (ج ۲ ص ۳۸۴، ۳۷۸)

رواۃ ومشائخ قیس

سردار خزرج نے رسولؐ واہلبیتؑ اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔(۱)

سعد نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے جنگ احد میں سولہ ضربیں لگیں لیکن چار نے مجھے زمین پر گرادیا اور ہر بار ایک خوشبو سے معطر جوان میرا بازو تھام کر اٹھاتا اور کہتا: ان سے مقابلہ کرو۔ تم اطاعت خدا ورسولؐ میں سرگرم ہو اور وہ راضی ہیں۔ میں نے رسول کو خبر دی تو فرمایا: تمھاری آنکھیں خنک ہوں وہ جبرئیل تھے۔(۲)

اس طرح قیس نے عبداللہ بن حنظلہ سے روایت کی ہے جو واقعہ حرہ ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔(۳)

جن لوگوں نے قیس سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں:

انس بن مالک، بکر بن سوادہ، ثعلبہ بن ابی مالک، عامر بن شراحیل، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن مالک جیشانی، عروہ بن زبیر، ابو میسرہ، عمرو بن ولید، ابونصر میمون بن شبیب، ولید بن عبدہ، ابونجیح یسار ثقفی کوفی، ابوعمار عریب بن حمید، ہذیل بن شرجیل۔(۴)

معاویہ وقیس

مورخین (۵) کے بقول جیسے جیسے صفین کا مرحلہ قریب آتا جاتا تھا معاویہ کا خوف بڑھتا جاتا تھا کہ علی

۱۔امتاع مقریزی ص/۲۶۳، ۵۱۵؛ ابن عساکر ج/۶ ص/۸۲، ۸۸ (ج۷ ص۱۱۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ ص۲۴۲)؛ سیرت حلبیہ ج/۳ ص/۸ (ج۳ ص۷)۔

۲۔اصابہ؛ تہذیب؛ معالم العترۃ؛ کفایۃ الطالب ص/۳۷؛ نور الابصار ص/۸۷ (ص۱۷۷)۔

۳۔ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب ج/۲ ص/۱۹۳؛ ج/۵ ص/۱۹۳، اور ج/۸ ص/۳۹۶ (نمبر ۳۳۲، ۷۰۲) پر ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

۴۔اسد الغابہ ج/۴ ص۲۱۵ (ج۴ ص ۴۲۶ نمبر ۴۳۴۸)، الاصابۃ ج/۳ ص/۲۴۹؛ سنن بیہقی ج/۱۰ ص/۲۲۲؛ حلیۃ الاولیاء ج/۵ ص/۴۴، (ج۶ ص۱۷۹ نمبر ۳۶۶) الالقاب ص/۴؛ تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۹۶ (ج۸ ص۳۵۴ نمبر ۷۰۲)۔

۵۔تاریخ طبری ج/۵ ص/۲۲۸ (ج۴ ص۵۵ حوادث ۳۶ھ)، تاریخ کامل ج/۳ ص/۱۰۷ (ج۲ ص۳۵۵)؛ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج/۲ ص/۲۳ (ج۶ ص۶۰؛ الغارات (ص۱۳۱)۔

عراقیوں اور قیس مصریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ان دونوں کا مقابلہ مجھے خاک چٹا دے گا۔وہ قیس کو پھوڑنے کی فکر میں لگ گیا۔قیس کو خط لکھا کہ اگر تم عثمان کو انکی بدعتوں کی بنا پر دشمن رکھتے ہو تو ان کے کوڑے لگانے، فحش گالیاں بکنے، بے گناہوں کو جلاوطن کرنے یا اپنے خاندان کے چھوکروں کو گورنری حوالے کرنے سے ان کا خون مباح نہیں ہوجاتا۔اگر تم ان کے قتل میں ملوث ہو تو اپنے عمل پر توبہ کرو۔عثمان جیسے مومن کے قتل سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔

اب رہ گئے علیؑ تو انھوں نے لوگوں کو بھڑکا کر قتل پر آمادہ کیا اور قتل کرایا۔تمہارے قبیلے کے بزرگ بھی قتل میں ملوث تھے۔اب اگر تم قتل عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو میری بیعت کرو۔اگر میں کامیاب ہو گیا تو عراق کی حکومت تمہارے حوالے کردوں گا اور حجاز کی حکومت تم خود اپنے کسی خاندان کی فرد کے حوالے کردینا۔اس کے علاوہ بھی جو چاہوگے عطا کروں گا۔

قیس نے خط کا جواب دیا: تم نے قتل عثمان کے بارے میں جو کچھ لکھا اسے میں نے اچھی طرح سمجھ لیا، اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں۔میرے قبیلے کے لوگ تو سب سے زیادہ ان کے وفادار تھے، تم قتل عثمان کے لئے میری بیعت چاہتے ہو اور بدلہ دوگے۔اسے میں اچھی طرح سمجھ گیا، ایسے معاملات میں غور وفکر ضروری ہے۔عجلت پسندی اچھی نہیں۔میں تمھارے مقابلے کے لئے کافی ہوں۔اس سے پہلے میرے تمہارے درمیان کوئی ناپسندیدہ بات نہیں ہوئی ہے۔تم بھی سوچو اور میں بھی سوچ رہا ہوں۔

معاویہ نے مایوس ہو کر خط لکھا:

امابعد: تو یہودی ہے یہودی کا بچہ ہے۔ہم دونوں میں سے جو بھی فتحیاب ہوگا تجھے معزول کردے گا۔تم مجھے مبغوض سمجھتے ہو؟ اگر میں کامیاب ہوگیا تو تمہارے چیتھڑے اڑا دوں گا۔تمہارے باپ نے بہت تیر چلائے لیکن سبھی نشانے خطا ہوئے کسی کوشش کا نتیجہ نہ نکلا، ان کو قوم نے چھوڑ دیا اور تیرے دن دیکھنے پڑے۔پھر وہ حوران میں بیکسی کی موت مر گئے۔والسلام۔(۱)

قیس نے جواب دیا: امابعد! اے بت پرست، بت پرست کے بچے! تو اسلام میں تھکے ہارے جواری کی

۱۔البیان والتبیین ج۲ص ۶۸ (ج۲ص ۵۸)؛ باتعلیق البیان ج۲ص ۴۸

طرح داخل ہوا، پھر بخوشی نکل گیا، نہ تیرے ایمان نے پیش رفت کی نہ تو نے نفاق چھپایا، تیرے باپ نے سارے تیر نشانے پر لگائے مگر اس شخص نے انہیں موت سے ہمکنار کیا جوان کے خاک پا کے برابر بھی نہیں تھا۔ ہم اس دین کے مددگار ہیں جس سے تو نکل گیا اور اس دین کے دشمن ہیں جس میں تو داخل ہوا۔(۱)

مصنوعی خط

قیس کو جھانسہ دینے سے قطعی مایوس ہونے کے بعد معاویہ پر زمین تنگ ہونے لگی تھی، کیوں کہ وہ قیس کی حوصلہ مندی سے واقف تھا۔ علیؑ سے الگ کرنے کی ہر سعی بے سود ہو چکی تو اس نے شام والوں سے کہنا شروع کیا، قیس نے تم لوگوں کی اطاعت کر لی ہے۔ انہیں دعائے خیر سے یاد کرو، اب انھیں گالی نہ دو اور جنگ سے باز آؤ، وہ میرا پکا خیر خواہ ہے۔ اس کا ایک مخفی خط میرے پاس آیا ہے جس میں میری حمایت کا وعدہ کیا ہے۔ کیا تم ''خربتا'' والوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک نہیں دیکھتے، پھر ایک جھوٹ کا پلندہ خط کھولا اور شام والوں کے سامنے پڑھنے لگا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

امیر معاویہ کی خدمت میں قیس کی طرف سے، آپ پر سلام، میں آپ کے سامنے اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد! جب میں نے اپنے نفس اور دامن کے متعلق غور کیا تو مجھے بہتر نہیں معلوم ہوا کہ ایسی قوم کے لئے کوشش کروں، جس نے لائق احترام، نیکوکار اور تقویٰ شعار امام کو قتل کیا۔ اب ہم بارگاہ خداوندی میں استغفار کرتے ہیں اور امیدوار ہیں کہ وہ گناہوں سے محفوظ اور سلامتی دین عطا کرے، اچھا لیجئے، میں آپ سے صلح کی توقع کے ساتھ ملاقات کر رہا ہوں، مظلوم امام عثمان کے قاتلوں سے جنگ میں آپ کی

۱۔ مناقب خوارزمی ص/۱۷۳ (ص ۲۵۸ حدیث ۲۴۰)؛ کامل مبرد ج/۱ص/۳۰۹ (ج۱ص ۴۱۹)؛ البیان والتبیین ج/۲ص/۶۸ (ج۲ص ۵۸)؛ تاریخ یعقوبی ج/۲ص/۱۶۳ (ج۲ص ۱۸۷۔۱۸۶)؛ عیون اخبار ابن قتیبہ ج/۲ص/۲۱۳؛ مروج الذہب ج/۲ص/۶۲ (ج۳ص ۲۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۴ص/۱۵ (ج۱۶ص ۴۳ خطبہ/۳۱)۔

حمایت کا وعدہ کرتا ہوں، اب اس سلسلے میں جس قدر دولت اور سپاہیوں کو مناسب سمجھیں میری طرف جلد ارسال کردیں۔(۱)

باتیں بنانا اور کرتب دکھانا تو معاویہ کی گھٹی میں تھا، اس کے عہد میں مدح بنی امیہ اور قدح بنی ہاشم اور مذمت عترت رسولؐ میں جعلی روایات عام بات تھی۔ اس کام کے لئے مزدوروں کو سونے چاندی سے بھری تھیلیاں لٹائیں، پھر تو رسول اکرمؐ کی طرف جھوٹی حدیثوں کا انبار لگ گیا۔ سمرہ بن جندب کو ایک لاکھ کی تھیلی دی کہ آیۂ ہجرت (**من الناس من یشری...... الخ ۔ بقرہ/۲۰۷**) کو عبدالرحمٰن بن ملجم کے لئے روایت کردے اور "**ومن الناس من یعجبک قوله فی الحیاة الدنیا و یشهد الله علی ما فی قلبه و هو الد الخصام**" (انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں) کی آیت کو حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے کی روایت کردے۔ اس نے ایک لاکھ نہیں قبول کیے تو دو لاکھ دیئے، پھر بھی معاملہ طے نہیں ہوا۔ آخر چار لاکھ کی تھیلی دی گئی تو اس نے روایت بیان کی۔(۲)

ایسی خیانت کاریوں کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اگر بدعتوں اور مکاریوں کا نشانہ قیس بنائے گئے تو حیرت کی کیا بات ہے۔ ان کا سردار حضرت رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی شان میں گستاخیوں کا مرتکب ہوا۔ جھوٹی روایات واحادیث کی ذلیل بدعت تمام عہد ملوکیت پر مسلط رہی۔ لوگوں کا دین و دنیا اسی پر تھا۔ اس طرح جھوٹے راویوں کا سلسلہ چل نکلا یہاں تک کہ علماء وحفاظ نے جعلی حدیثوں کا انبار دیکھ کر اپنی تالیفات میں موضوع اور صحیح حدیثوں کا معیار متعین کیا تاکہ غلط، صحیح سے الگ ہوسکے۔ معاویہ کی یہ مکروہ روش برابر جاری رہی۔ یہاں تک بچے بڑے ہوئے اور بڑے بوڑھے ہوگئے۔ اس طرح ان کے دلوں میں اہلبیتؑ کا عناد راسخ ہوتا گیا۔ امیرالمومنینؑ پر سبّ وشتم کی رسم ہر جمعہ وجماعات کے بعد منبروں پر

۱۔ تاریخ طبری ج/۵ص/۲۲۹ (ج۴ص۵۵۳ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج/۳/۱۱۷ (ج۲ص۳۵۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ص/۲۴ (ج۶ص۶۲ خطبہ/۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج/۱ص/۳۶۱ (ج۴ص۷۳ خطبہ/۵۶)

ساری مملکت اسلامیہ میں رائج تھی، اس سے مرکزِ وحی، مدینہ منورہ بھی نہ بچا۔ حموی نے لکھا ہے کہ برسرِ منبر حضرت علیؑ پر لعنت بھیجنے کی رسم تمام مشرق و مغرب میں رائج تھی۔ لیکن صرف سجستان کا منبر بچا ہوا تھا۔ وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی اور سجستان والوں نے بنی امیہ کو روک دیا، تمام علاقوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی لیکن وہاں کا منبر محفوظ تھا۔ اس سے بڑا اور شرف کیا ہوسکتا ہے کہ برادرِ رسولؐ پر لعنت سے روکا جائے جب کہ حرمین شریفین میں یہ مذموم رسم جاری ہو۔ (۱)

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ عازمِ حج ہوا، منبرِ رسولؐ پر لعنت علیؑ کا ارادہ کیا، لوگوں نے کہا: یہاں سعد بن ابی وقاص ہیں، عین ممکن ہے کہ مزاحمت کریں، آپ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کیجئے۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر بلوایا اور برسرِ منبر لعنت کا ارادہ کیا۔ سعد نے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں مسجد سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی مسجد میں داخل نہ ہوں گا۔ یہ سن کر معاویہ اپنے ارادے سے باز رہا، جب سعد کی وفات ہوگئی تو وہاں لعنت کی رسم جاری کی۔ اپنے گورنروں کو لکھا کہ وہ منبروں سے علیؑ پر لعنت کریں۔ ان زرخواروں نے ایسا ہی کیا۔ یہ دیکھ کر زوجۂ رسولؐ ام سلمہؓ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ علیؑ و شیعیانِ علیؑ پر لعنت بھیج کر دراصل خدا اور رسولؐ پر لعنت بھیج رہے ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے محبوب تھے۔ لیکن معاویہ نے ام سلمہؓ کے خط پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۲)

جاحظ اپنی کتاب الرد علی الامامیہ (شیعوں کی تردید) میں لکھتا ہے کہ معاویہ اپنے خطبے کے آخر میں کہتا تھا: ''خدایا! یقیناً ابوتراب تیرے دین سے برگشتہ تھا، لوگوں کو تیرے دین سے روکتا تھا، تو اس پر سخت لعنت بھیج، اس کو دردناک عذاب دے''۔ اس نے تمام مملکت میں خطوط لکھ کر فرمان جاری کر دیا تھا کہ ان متذکرہ فقروں کو منبروں سے دہرایا جائے۔ یہ رسم قبیح عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک جاری رہی کچھ امویوں نے معاویہ سے کہا: امیر المومنین! آپ کا مقصد حاصل ہو چکا ہے آپ اس مرد سے ہاتھ روک لیں۔ کہنے لگا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک بچے بڑے اور

۱۔ معجم البلدان ج ر۵ ص ر۳۸ (ج ۳ ص ۱۹۱)

۲۔ العقد الفرید ج ر۲ ص ر۳۰۰ (ج ۴ ص ۱۵۹)

بڑے بوڑھے نہ ہو جائیں، تا کہ پھر کبھی علیؑ کا ذکر فضیلت نہ کیا جائے''۔(۱)

زمخشری اور حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ زمانۂ بنی امیہ میں ستر ہزار منبروں پر سبّ علیؑ کا رواج تھا یہ مذموم رسم معاویہ نے جاری کی تھی۔شیخ احمد حفظی شافعی اپنے منظومے میں لکھتے ہیں:

''سیوطی کی حکایت ہے کہ ان امویوں نے ستر ہزار سے زیادہ منبروں سے حیدر کرّارؑ پر لعنت بھیجنے کی رسم جاری کی''۔ یہ شرمناک حرکت دوسری حرکتوں کے مقابلے میں شدید ترین ہے۔جو ایسی مذموم رسم جاری کرے یا دشمنی کا مظاہرہ کرے کیا اس کے عیوب چھپائے جا سکتے ہیں؟ کیا اس کی تعریف کی جائے؟ کیا کوئی دانشور اس کے فتوی سے چپ رہ سکتا ہے...؟؟ اور جواب بھی دے تو یہ کہ میں اس کی تاویل کروں گا۔کیا اس عمل کو اجتہاد کے پردے میں چھپایا جا سکتا ہے؟ کیا دوسرے مظالم کو اجتہادی غلطی کہا جا سکتا ہے؟ اسے تو صاف باغی یا ملحد کہنا چاہئے۔کیا یہ رسم قبیح حضرت علیؑ کو رنجیدہ نہیں کرتی؟ کون اسے رنجیدہ کرتا ہے؟ حدیث ام سلمہ میں ہے کہ تمہارے درمیان کون ہے جو خدا کو گالی دے، اسے رنجیدہ کرے۔خاموش ہو جاؤ، علماء کا ساتھ دو، اس سے دشمنی کرو جو علیؑ سے نفرت کرے''۔(۲)

حضرت علیؑ نے ان تمام باتوں کی پیش گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد بہت جلد ایسا شخص ظاہر ہوگا جو کشادہ گردن والا اور بزرگ شکم والا ہوگا، جو کچھ پائے گا کھا جائے گا، جو نہ پا سکے گا اس کے طلب میں سرگرداں رہے گا۔اسے پاؤ تو قتل کر ڈالو، اگر چہ تم اسے قتل نہ کر سکو گے۔خبردار! وہ تمہیں میرے اوپر لعنت اور مجھ سے بیزاری کا حکم دے گا۔(۳)

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں کیوں کہ معاویہ کے سیاہ کارناموں کو سیکڑوں اور ہزاروں صفحات میں بھی سمیٹا نہیں جا سکتا۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ص ۳۵۶/(ج ۴ص ۵۶، ۵۷خطبہ/۵۶)

۲۔ربیع الابرار (ج ۲ص ۱۸۶)

۳۔نہج البلاغہ خطبہ/۵۷

قیس ومعاویہ کے درمیان صلح

قیس شرطۃ الخمیس (فوجی دستہ) کے سردار تھے، جنہوں نے باہم عہد کر رکھا تھا کہ اپنے جان و مال سے آخری سانسوں تک معاویہ سے جنگ کرتے رہیں گے۔ معاویہ نے قیس کو پیغام بھیجا کہ جب تمھارے سردار نے بیعت کر لی ہے تو تم مجھ سے برسرپیکار کیوں ہو؟ قیس نے منظور نہ کیا، پھر معاویہ نے سادے کاغذ پر مہر کر کے قیس کے پاس بھیجا کہ جو شرطیں چاہو اس پر لکھ دو، مجھے منظور ہوگا۔ عمرو عاص نے کہا کہ صلح نہ کرو بلکہ قیس سے جنگ کرو۔ مگر معاویہ نے کہا کہ ہزاروں شامیوں کے قتل کے سوا کسی قسم کی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ قیس نے اس کاغذ پر شیعوں کے جان و مال کی حفاظت کی شرطیں لکھیں۔ معاویہ نے اسے منظور کر لیا اور قیس معاویہ کے زیر فرمان آ گئے''۔(۱)

ابوالفرج کا بیان ہے کہ معاویہ کی مجلس میں آ کر قیس نے کہا: ''میں نے قسم کھائی تھی کہ نیزہ و شمشیر کے ساتھ ہی معاویہ سے ملاقات کروں گا'' معاویہ نے ان کی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے نیزہ و شمشیر سامنے رکھوا لیا۔ قیس نے امام حسنؑ سے پوچھا: کیا میں آپ کی بیعت سے آزاد ہو گیا۔ امام نے فرمایا: ہاں! معاویہ نے کرسی امام کے برابر رکھ لی اور قیس سے پوچھا: بیعت کرتے ہو۔ قیس نے ہاں کہا، مگر اپنے ہاتھ نہیں بڑھائے، خود معاویہ نے قیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔(۲)

تاریخ یعقوبی کے مطابق معاویہ کی بیعت کوفے میں ذی القعدہ ۴۰ھ میں واقع ہوئی۔ اکثر بیعت کرنے والوں نے علانیہ کہا کہ واللہ اے معاویہ! ہم نے بجبر و اکراہ بیعت کی ہے۔ معاویہ کہنے لگا: اکثر اکراہ میں خیر و صلاح ہے۔ اتنے میں قیس آئے، معاویہ نے کہا: بیعت کر لو۔ قیس نے کہا: اے معاویہ! مجھے آج کا دن سخت ناپسند ہے، کاش! مجھے موت آ جاتی۔ معاویہ نے کہا: جانے دو، پھر لوگوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! تم نے خیر کے بدلے شر، عزت کے بدلے ذلت اور ایمان کے بدلے کفر خرید لیا، تم نے ولایت علیؑ کا جوڑا اتار کر طلیق کی اطاعت قبول کر لی، تاکہ حکومت کرے اور تم پر جور و سختی کرے۔ ہائے!

۱۔ تاریخ طبری ج ۶/ص ۹۴ (ج ۵ ص ۱۶۴ حوادث ۴۱ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳/ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۴۴۸ حوادث ۴۱ھ)

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۷۹۔ شرح نہج البلاغہ ج ۴/ص ۱۷ (ج ۱۶ ص ۴۸)

تمہاری جہالت، خدا نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

اسی وقت معاویہ نے خم ہو کر قیس کا ہاتھ تھام لیا، بولا: اب جانے بھی دو قیس! پھر تو ہنگامہ ہو گیا کہ قیس نے بیعت کر لی ہے۔ قیس دہاڑے: تم غلط کہتے ہو، میں نے بیعت نہیں کی ہے، ان سے پہلے کسی نے بھی معاویہ کی قسم کے ساتھ بیعت نہیں کی۔ (۱)

ابن عینیہ کا بیان ہے کہ قیس معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے سرزنش کی: ''بخدا! تم میرے مقاصد کو شدید نقصان پہونچاتے ہو، جی چاہتا ہے کہ تمھارا سارا کس بل نکال دوں۔ قیس نے جواب دیا: مجھے سخت ناپسند ہے کہ تو مسلمانوں کا حاکم رہے اور میں تجھے سلام کروں۔ معاویہ نے کہا: تم تو یہودی ہو۔ قیس نے کہا تم بت پرست ہو۔ معاویہ نے چاپلوسی کی، خدا معاف کرے، ہاتھ بڑھاؤ بیعت کرو۔ قیس نے کہا: اس سے زیادہ کہو گے تو زیادہ سنو گے''۔ (۲)

قیس و معاویہ... صلح کے بعد

صلح کے بعد معاویہ مدینہ آیا تو انصار نے اس سے ملاقات کی، معاویہ ان پر گرجنے لگا: اے گروہ انصار! تم سے میرا کیا لینا دینا، تم نے صفین میں جو کچھ کیا ابھی تک میری آنکھوں میں گھومتا رہتا ہے۔ خدا نے جہاں حکومت رکھنا تھی رکھ دی۔ قیس نے کہا: تم جس منصب پر ہو ہمیں اس سے اختلاف ہے، تم سے دشمنی اسی لئے ہے کہ تمھارا استہزا کرنے سے باطل زائل ہوتا ہے، حق ثابت ہوتا ہے، صفین میں ہم اس لئے تم سے لڑ رہے تھے کہ تم نے ایسے شخص سے جنگ کی تھی جس کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت تھی۔ رسولؐ نے ان کی سفارش کی تھی۔ ہر با ایمان کو اس سفارش کی رعایت کرنی چاہئے۔ (۳)

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۹۹ (ج ۸ ص ۱۰۷ حوادث ۵۹ھ)

۳۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۲۱۹)؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۶۳ (ج ۳ ص ۲۶)؛ الامتاع والموانسۃ ج ۳ ص ۱۷۰

قیس و معاویہ مدینہ میں

کتاب سلیم بن قیس میں ہے کہ معاویہ صلح کے بعد مدینہ آیا، استقبال کرنے والے زیادہ تر قریش تھے۔قیس کی طرف رخ کر کے کہا: انصار استقبال کے لئے کیوں نہیں آئے۔قیس بولے: وہ محتاج ہیں ان کے پاس سواری نہیں۔معاویہ نے طنز کیا: ''ان کے پانی بھرنے والے اونٹ کیا ہوئے''؟ قیس نے کہا: وہ اونٹ جنگ بدر واحد اور دوسری اسلامی جنگوں میں کام آگئے ،ان میں تمھارے باپ ،دادا کی کارستانیاں سب کو معلوم ہیں۔معاویہ نے کہا: خدا ہمیں بخشے۔قیس نے کہا: رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اسلام دشمن طاقتیں سر ابھاریں گی۔معاویہ نے پوچھا: اس وقت تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ قیس نے کہا :رسولؐ نے حکم دیا تھا کہ مرتے دم تک صبر کرنا۔معاویہ نے کہا: پھر صبر کرتے رہو۔قیس نے کہا: اے معاویہ! تم مجھے شتران آبکش کا طعنہ دیتے ہو، انھیں اونٹوں نے اسلام کو استوار کیا اور تم اور تمھارے خاندان والے بجبر و اکراہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔معاویہ نے کہا: تم تو اپنے خدمات کا احسان جتا رہے ہو؟ حالانکہ اسی اسلام کی وجہ سے تم صحابیت کے منصب پر فائز ہو اور معزز ہوئے۔قیس نے کہا: اے معاویہ! خدا نے محمدؐ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے، ان پر سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے، ہر محاذ پر ان کی نصرت فرمائی، جب تک ان کے چچا ابو طالبؑ زندہ رہے محمدؐ قریش کی اذیت سے محفوظ رہے، مرتے وقت اپنے بیٹے علیؑ کو تاکید کر گئے کہ رسولؐ کی نصرت کرتے رہیں ،انھوں نے ہر خطرناک محاذ پر رسولؐ کی محافظت کی ،رسولؐ نے تمام فرزندان عبدالمطلب کے سامنے جن میں ابو طالبؑ و ابولہب بھی تھے، دعوت اسلام پیش کی ،جب کہ حضرت علیؑ خدمت رسولؐ میں تھے اور رسول خداؐ جناب ابو طالبؑ کی سرپرستی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

رسولؐ نے علیؑ کے وعدۂ نصرت پر ان کو اپنا بھائی ،وزیر اور ہر مومن کا ولی قرار دیا۔اسی طرح علیؑ کے فضائل گناتے ہوئے کہا: انہیں کے بھائی جعفر ذوالجناحین اور حمزہ سید الشہداء ہیں، فاطمہؑ سردار نساء جنت ہیں، تمام فضائل اسی خانوادہ میں سمٹے ہوئے ہیں۔

رسولؐ کی وفات کے بعد انصار میرے باپ کے پاس آئے اور بیعت کرنی چاہی ،قریش کو سخت

ناگوار گزرا۔ انھوں نے دلیل میں علیؑ کی قرابت کو سپر بنایا۔ میری جان کی قسم! صرف علیؑ ہی خلافت کے مستحق تھے، علیؑ و اولادِ علیؑ کے علاوہ دوسری کوئی بھی شخصیت خواہ انصار ہو، قریش ہو، عربی ہو، عجمی ہو، مستحق خلافت نہیں تھی۔ معاویہ غصے سے بولا: سعد کے بیٹے! یہ سب باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں، کس نے کہیں، کیا تمھارے باپ نے کہی ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس نے کہی ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے "قل کفیٰ باللہ" کی آیت اتری۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے آیت "افمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ" اتری، جس کے لئے رسول نے غدیر خم میں فرمایا: "من کنت مولاہ فعلي مولاہ" جس کے لئے غزوۂ تبوک میں فرمایا: "انت مني بمنزلة هارون من موسیٰ"۔(۱)

(اس مناظرے کے تمام نکات عظیم حفاظ و محدثین اپنی کتابوں میں نقل کر چکے ہیں)۔

قیس کا حلیہ

انسان کی شخصیت میں امتیازات جسمی کو بڑا دخل ہوتا ہے کیوں کہ پہلی نظر جسم ہی پر پڑتی ہے پھر اس کے بعد معنوی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً قلب محکم، دلیری، دوراندیشی اور معاملہ فہمی وغیرہ۔

سردار انصار قیس نے تمام فضائل کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ مثلاً علم، عمل، ہدایت، ورع، جزم وسداد، عقل ورائے، تدبر وذکاوت، امارت وحکومت، ریاست وسیاست، شجاعت وسخاوت، کرم وعدل وغیرہ.....

ارشاد دیلمی میں ہے کہ قیس طویل القامت اٹھارہ بالشت اور چوڑان پانچ بالشت تھی۔ امیر المومنینؑ کے بعد سخت ترین انسان تھے۔(۲) ابوالفرج کے مطابق دور کابہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے۔(۳)

۱۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی (ج۲ ص۷۷۷ حدیث/۲۶)

۲۔ ارشاد القلوب ج/۲ ص/۳۲۵ (ص۳۸۰)   ۳۔ مقاتل الطالبین (ص۷۹)

رجال کشی میں ہے کہ رسولؐ کی خدمت میں دس افراد اولین زمانے میں ایسے ملحق ہوئے جو اپنی بالشت سے دس بالشت تھے۔ قیس اور ان کے باپ انھیں میں تھے۔ کتاب الغارات ابراہیم ثقفی میں ہے کہ قیس بلند ترین قد و قامت والے، چوڑی پیشانی والے اور تجربہ کار شجاع تھے۔ آخر دم تک علیؑ اور اولاد علیؑ کے ہموار رہے۔ (۱) ثعالبی کے مطابق ہر بلند تلوار کی مثال قیس کی تلوار سے دی جاتی تھی۔ (۲)

قیصر روم نے اپنے ملک کا بلند قامت پہلوان معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ نے اس کے مقابلے کے لئے قیس کے علاوہ دوسرے کو مناسب نہیں سمجھا، قیس نے اپنی تلوار اس رومی عجوبہ مرد کی طرف پھینکا۔ اس نے وہ تلوار پہنی تو سینے تک آ کر رہ گئی۔ لوگ ہنسنے لگے اور مرد رومی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں قیس کے اشعار بھی ہیں۔ (۳)

بادشاہ روم نے اپنے ملک سے دو آدمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا ایک قوی ترین اور دوسرا بلند قامت تھا، ان سے عربوں کا مقابلہ کرنا تھا، معاویہ نے مشورہ کیا تو ان دونوں کے لئے محمد حنفیہ اور عبداللہ بن زبیر کا نام پیش کیا گیا۔ معاویہ نے محمد حنفیہ کو طلب کر کے معاملہ سمجھایا۔ آپ نے رومی سے کہا: یا رتم بیٹھو اور اپنا ہاتھ مجھے دو یا میں بیٹھوں اور اپنا ہاتھ تمھیں دوں اور ہم یا تم دوسرے کو اپنی جگہ سے اٹھا دیں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھئے۔ وہ اپنی طاقت پرنا کام رہا پھر محمد حنفیہ نے اسے اٹھا دیا، معاویہ اس مقابلے سے بہت مسرور ہوا، اس شکست کے بعد شاہ روم نے معاویہ کو وعدہ کی پابندی میں جو کچھ کہا تھا عمل کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت رسولؐ اور شیعیان علیؑ ہر مشکل مرحلے میں اسلام کے کام آتے تھے۔

وفات قیس

واقدی، خلیفہ بن خیاط (۴)، خطیب بغدادی (۵) اور ابن کثیر (۶) نے تحریر کیا ہے کہ قیس نے معاویہ

۱۔ رجال کشی ص ۷/۳ (ج ۱ ص ۳۲۷ نمبر ۱۷۷)　　۲۔ ثمار القلوب ص ۴۸۰ (ص ۶۰۱ نمبر ۹۹۹)

۳۔ البدایہ والنہایۃ ج ۸/ ص ۱۰۳ (ج ۸ ص ۱۰۹ حوادث ۵۹ھ)　　۴۔ کتاب الطبقات (ص ۱۶۷ نمبر ۶۰۴)

۵۔ تاریخ بغدادی ج ۱/ ص ۱۷۹　　۶۔ البدایہ والنہایۃ ج ۸/ ص ۱۰۲ (ج ۸ ص ۱۱۰ حوادث ۵۹ھ)

کی حکومت کے آخری زمانے میں مدینہ میں وفات پائی۔اس طرح آپ کی وفات ۶۰ھ یا ۵۹ھ متعین ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ابن عبدالبر(۱) اور ابن اثیر(۲) انہیں دوسالوں میں مشکوک ومتردد ہیں۔ استیعاب میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ لکھی گئی ہے اس کے برعکس اسد الغابہ میں ہے؛ ابن کثیر نے سال وفات ۵۹ھ لکھی ہے۔

ایک نادر قول بھی ہے جس پر توجہ دینا مناسب نہیں ہے۔ابن حبان کہتے ہیں کہ قیس معاویہ کے چنگل سے فرار ہوکر ۸۵ھ میں عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں مرے۔(۳) اس قول کو اصابہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔(۴)

خانوادۂ قیس

صدر اسلام سے یہ خانوادہ ممتاز ترین تھا۔اور ہر عہد میں اپنی ہمہ جہتی صلاحیتوں سے آراستۂ زعامت وریاست ودانش اور ورع وتقویٰ میں معروف رہا۔ان میں ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم۔ ابو بکر محمد بن ابی نصر، ابن المطری، ابو احمد بن ابی نصر اور ابو العباس احمد بن محمد بن عبدالمعطی لائق ذکر ہیں۔(۵)

۱۔استیعاب (القسم الثالث ص ۱۲۹۰ نمبر ۲۱۳۴)

۲۔اسد الغابہ (ج ۴ ص ۴۲۶ نمبر ۴۳۴۸)

۳۔المنتظم (ج ۵ ص ۳۱۸ نمبر ۳۹۹)

۴۔الاصابۃ ج ۳/ ص ۲۴۹/

۵۔ان سب کے حالات "الجواہر المضیئہ" ص ۱۳/ (ج ۳ ص ۳۶) "المختار" "منتخب المختار" ص ۲/ ۷؛ بغیۃ الوعاۃ ص ۱۶۱/ (ج ا ص ۳۷۲) درر الکامنہ ج ۲ ص ۲۸۴ پر درج ہیں۔

عمرو بن عاص

معــاوية الحـــال لا تــجهــل   وعــن سبــل الـحـق لا تــعـدل

''اے معاویہ! (بھوکنے والی) اب نادانی میں حق کے راستوں سے انحراف مت کر، تو نے میری وہ مداخلت فراموش کر دی جب میں نے حقدار کو زیور پہنانے کے بجائے اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ بزدل لوگ بدکتی گائے کی طرح تیزی سے بھاگ دوڑ مچائے ہوئے تھے۔ تو نے ان سے کہہ دیا تھا کہ فرض نمازیں تیرے وجود کے بغیر مقبول نہیں۔ پھر تو وہ لوگ نماز سے یوں لاپرواہ ہو گئے جیسے لڑائی میں بلند ہونے والا گرد و غبار۔

جب تو نے امام ہدایت کی نافرمانی کی، جس کے ساتھ بہادروں کی فوج تھی۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ منحوس گائیں ارباب تقویٰ و احتجاج کے مقابلے میں کھری اتر سکتی تھیں۔

لیکن میں نے کہا: ہاں! اٹھو، حالانکہ میری نظر میں یہ بہتر کے مقابلے میں کمزور کی جنگ تھی، میری ہی وجہ سے لوگوں نے سردار اوصیاء سے جنگ کی جب کہ میں نے لوگوں سے کہا کہ نعثل (ایک احمق یہودی... مراد عثمان) کا خون رائگاں نہ جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ قرآن نیزوں پر بلند کرو۔

میں نے ہی انھیں سکھایا کہ اگر کوئی شیر نر مقابل ہو تو بچاؤ میں شرمگاہ عریاں کر دینی چاہیے، میں نے حیدر کرارؑ کے خلاف لوگوں کو ابھارا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہوئے اور بھڑکتی جنگ سے ہاتھ روکا، تو نے میرا دومۃ الجندل کا برتاؤ بھی فراموش کر دیا، میں نے نرمی سے ابوموسیٰ اشعری کو لالچ دے کر اپنی طرف مائل کیا اور بات مقتل سے گفتگو کی طرف بڑھ گئی، میں نے حیدر کرارؑ سے خلافت یوں گھسیٹ لی جیسے پیروں سے جوتیاں اتار لی جائیں اور میں نے وہ جامۂ خلافت مایوسیوں کے بعد تجھے پہنا دیا۔ حیدر کرارؑ

سے یوں چھین لی جیسے انگلی سے انگوٹھی اتاری جائے، نہ تلوار چلانی پڑی نہ نیزہ...... اگر میں نہ ہوتا تو یہ کام ہرگز مکمل نہ ہوتا۔ میں نے عراقی سپاہیوں کو جنوب سے شمال کی طرف کر دیا اور دنیا میں تیرے نام کا سکہ چلا دیا، جیسے محمل میں گدھا۔

اے جگر خوارہ کے بیٹے! میرے ساتھ تیری یہ نادانی بہت بڑی آزمائش ہے۔ اگر میں تیرا قوت بازو نہ ہوتا تو تیری اطاعت نہ کی جاتی، میں نہ ہوتا تو تجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں، اگر میں نہ ہوتا تو تیری حالت گھر میں بیٹھی عورت کی طرح ہو جاتی۔

اے ہندہ کے بیٹے! میں نے تیری مدد کی، بلند مرتبہ ولایت مآب اور افضل کے برخلاف اور میں نے تجھے لوگوں کے سر چڑھا دیا اور خود کو نیچوں نیچ گرا دیا''۔

وکم قد سمعنا من المصطفیٰ ... وصایا مخصصہ فی علی
وفی یوم خم رقیٰ منبراً ... یبلّغ و الرکب لم یرحل
وفی کفّہ کفّہ معلنا ... ینادی بامر العزیز العلی
الست بکم منکم فی النفوس ... باولیٰ فقالوا: بلیٰ فافعل
فانحلہ امرۃ المومنین ... من اللہ مستخلف المنحل
وقال، فمن کنت مولی لہ ... فھٰذا لہ الیوم نعم الولی
فوالی موالیہ یا ذالجلا ... ل وعاد معادی اخ المرسل
ولا تنقضوا العھد من عترتی ... فقاطعھم بی لم یوصل
فبخبخ شیخک لما رأی ... عریٰ عقد حیدر لم تحلل
فقال ولیکم فاحفظوہ ... فمدخلہ فیکم مدخلی

''ہم نے کتنی ہی بار محمد مصطفیٰ سے علیؑ کے متعلق مخصوص اور غدیر خم کے دن تو کجاووں کے منبر پر اس طرح تبلیغ سنی کہ لوگ ابھی سواری کے جانوروں سے اترے بھی نہیں تھے، علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر علانیہ خدائے برتر کے حکم کا اعلان فرمایا: کیا تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب نے

بیک زبان کہا: ہاں! پھر آپ نے علیؑ کے امیر المومنین ہونے کی نشاندہی فرماتے ہوئے خدا کی طرف سے اپنا جانشین نامزد کیا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے آج سے یہ مولا ہیں اور بہترین مولا ہیں، اے خدائے ذوالجلال! اب جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو رسولؐ کے بھائی کو دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ....اور دیکھو! میری عترت سے بدعہدی نہ کرو، کیوں کہ وہ مجھ سے ناتہ توڑنے کے مترادف ہوگا، جو کبھی نہ جوڑا جا سکے گا......اس وقت تمھارے بزرگ نے بخٍ بخٍ (مبارک سلامت) کہا، جب دیکھ لیا کہ یہ رشتۂ حیدرؑ ناقابل شکست ہے۔ پھر فرمایا: اپنے ولی کی حفاظت کرو، تمہارے بارے میں ان کی مداخلت میری مداخلت ہے۔ اب تو تمہارے کرتوت (افعال) تمہیں سیدھے جہنم میں لے جائیں گے۔

ہمیں موقف حساب میں خون عثمان سے نجات کی بھی توقع نہیں۔

یقیناً کل قیامت میں علیؑ ہمارے حریف ہوں گے، خدا اور رسولؐ ان کی تقویت فرمائیں گے۔ وہ ہمارے ان امور کی باز پرس کریں گے جو ہم سے انحراف حق کے سلسلے میں سرزد ہوئے اور ہم بارگاہ حق سے دھتکارے جائیں گے۔ پھر جس دن پردے اٹھ جائیں گے تو ہم کیا عذر کریں گے؟ اس دن تو تمہارا اور ہمارا ستیاناس ہوگا۔

اے ہندہ کے بیٹے! کیا تو نے جنت بیچ دی ہے اس عہد کے بدلے جس سے تو نے وفا نہ کیا۔ تو نے آخرت کو گھاٹے میں جھونک دیا ہے۔ وہاں تنکا بھی آسانی سے حاصل نہ ہوگا۔ لوگوں پر تیری حکمرانی جم گئی حالانکہ یہ اقتدار قطعی محال تھا۔ پھر تم نے ساجھے داری میں حکومت کا پرندہ شکار کر لیا تو اب پیاسے کو چشمے سے پہلی ہی بار ہنکانے لگے۔

گویا تم لیلۃ الہریر کا ہولناک موقع فراموش کر بیٹھے ہو، جب تم کو شیر نر گرز رہا تھا اور تم یوں بھاگ رہے تھے جیسے شتر مرغ پیٹھ کرتا ہوا بھاگے۔ جس وقت تیوری چڑھائے ہوئے غصے میں شیر جھپٹا تو تم گمراہی کے لشکر سے دور ہو گئے تھے اور تمام بھلائیوں سے محروم تھے، تمھاری گردن پھنسی تھی، راہ چارہ مسدود تھی، کشادگی تلخ ہو گئی تھی، تم گڑگڑا رہے تھے۔

اے معاویہ! اس بہادر شیر سے جو غصے میں بھرا ہے بھاگنے کی راہ کہاں ہے؟ قریب تھا کہ تمھارے چکر میں مجھے بھی لپیٹ لیا جاتا کیوں کہ مراول بھی دغدغے میں تھا۔

جب تمھاری حکومت استوار ہوگئی، جو ہرگز نہ ہوتی تو تم نے میرے خلاف شاطرانہ چالیں شروع کردیں۔ پھر تو میں جلدی سے دامن کشاں ہو کر چلتا بنا کہ بات نشر نہ ہو، میں نے ڈھانک توپ کا رویہ اختیار کیا۔ جب کہ تمھارا خوف نامعقول بات تھی۔ شیر نر کے خوف سے تمھاری تو یہ حالت تھی کہ سارے جسم میں کپکپی تھی۔

جب تم سبھی کی حمایت سے مالک ہو گئے اور تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا آ گیا تو میرے سوا دوسروں کو پہاڑوں جتنی بخشش کرنے لگے اور مجھے رائی برابر بھی نہیں دیا۔

تم نے مصر کو عبدالملک بن مروان کے حوالے کردیا۔ تم گمراہی سے کبھی باز نہ آؤ گے، تمہیں اگر ان کی لالچ ہے تو مضبوط ہاتھ سے بھی "قطا" نکل بھاگے گا۔ اگر تم نے اس کی واپسی کی فیاضی نہ دکھائی تو اس برائی کو بھی چاروں طرف مشتہر کردوں گا۔

ایسے اصیل گھوڑوں سے جو اونچی ناک والے ہوں گے۔ تیرے غرور کا تیا پانچہ ہو جائے گا اور پسر مردہ کی ماں بھی نیند سے چونک اٹھے گی، کیوں کہ تو مومنین کی امارات کا دعویدار ہے جب کہ تیری خلافت کا دعویٰ باطل ہے، اس میں تیرا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے اور نہ تیرے آباء واجداد کا شروع سے حصہ رہا۔ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی نسبت یا تعلق تھا تو پھر تم میں تلوار کیوں چلی؟ کہاں زمین کا ذرہ اور کہاں آسمان کے تارے، کہاں معاویہ کہاں علیؑ....؟؟ اگر تم اس بارے میں اپنے مقصد کو پا گئے تو یاد رکھنا کہ تیری گردن میں گھنگھرو لٹکا دوں گا"۔

شعری تتبع

یہ قصیدہ جلجلیہ کے نام سے معروف ہے جسے عمرو عاص نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جوابی خط میں تحریر کیا تھا۔ معاویہ نے عمرو سے مصر کا خراج اور حساب طلب کیا تھا کہ تم نے ابھی تک نہیں بھیجا ہے۔

اس قصیدہ کے دو نسخے مصر کے کتب خانہ میں موجود ہیں جسے وہاں کی مطبوعہ فہرست میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۱) ابن ابی الحدید نے اس کے کچھ حصے شرح نہج البلاغہ میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ ٹکڑا یحییٰ بن علی خطیب تبریزی (مشہور امام لغت ونحوابوزکریا) کے ہاتھوں کا لکھا ہے۔(۲)

اسحاقی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے عمرو کو خط لکھا کہ یہ دوسرا خط تحریر کر رہا ہوں تم نے نہ خط کا جواب دیا اور نہ حساب بھیجا اب آخری بار لکھ رہا ہوں کہ بغیر تاخیر کے خراج مصر بھیج دو......والسلام۔(۳)

عمرو نے جواب میں متذکرہ قصیدہ جلجلیہ لکھ مارا (تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ سترہ اشعار درج ہیں)۔

شیخ محمد ازہری نے مغنی اللبیب کی شرح میں بحوالہ تاریخ اسحاقی نقل کیا ہے۔(۴) مناقب ابن شہر آشوب نے ان میں سے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔(۵)

سید جزائری نے بیس اشعار نقل کئے ہیں۔(۶) زنوزنی نے ریاض الجنۃ روضۂ ثانیہ میں نقل کیا ہے اس تمام قصیدے کا مخمس عظیم قادرالکلام شاعر شیخ عباس زیوری بغدادی نے لکھا ہے، جو ان کے مخطوطہ دیوان میں موجود ہے، جس کو مکتبۂ مصر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کے حالات

قریش سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی اس کی کنیت ابو محمد اور ابو عبداللہ تھی۔

عرب کے پانچ مکارترین لوگوں میں شمار تھا، جو فتنے اٹھا کر حالات اپنے حق میں کر لیتے تھے۔

۱۔ فہرست کتب ج/۴ص/۳۱۴

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج/۲ص/۵۲۲ (ج۱۰ص۵۶)

۳۔ لطائف اخبار الدول ص/۴۱ (ص۶۱)

۴۔ مغنی اللبیب ج/۱ص/۸۲

۵۔ مناقب بن شہر آشوب ج/۳ص/۱۰۶ (ج۳ص۲۱۶)

۶۔ انوار النعمانیہ ص/۴۳ (ج۱ص۱۲۱)

تخریب کاری کی داستانیں کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ یہ ان لوگوں میں تھا جو فسق و فجور کو برائی نہیں سمجھتے تھے۔ ثبوت میں اس کی زندگی کے حالات ہیں۔

نسب

اس کا باپ قرآن کی روشنی میں ابتر تھا، سورۂ کوثر کی آیت ﴿انّ شانئک هو الابتر﴾ بیشک تمھارا دشمن ہی مقطوع النسل ہے'' اس کے باپ ہی کے لئے نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ اکثر علماء و مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔(۱) بعض تفسیروں میں، عاص، ابوجہل، ابولہب اور عقبہ بن معیط کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ تفسیر رازی میں ہے کہ یہ سبھی رسولؐ کی مذمت کرتے تھے۔ عاص چونکہ زیادہ مذمت کرتا تھا اس لئے مفسرین نے اسی کا نام لیا ہے۔

سلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص عمرو عاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ جب رسولؐ کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تو اس نے کہا: محمدؐ ابتر ہو گئے، اب ان کا جانشین نہیں۔(۲) اسی کا ذکر عمار یاسر اور عبداللہ بن جعفر نے جنگ صفین میں کیا تھا۔ اس طرح عمرو عاص ابتر اور ابتر کا بیٹا ہے، اسی لئے حضرت علیؑ نے اس کو خط لکھتے ہوئے یوں تحریر کیا:

خدا کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے... ابتر اور فرزند ابتر عمرو عاص کی طرف جو آل محمدؐ کی برائی بیان کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمرو عاص کا نسب کیا تھا، اس سے جو بیٹا، بیٹی منسوب ہو وہ نیک نہیں ہو سکتی۔

اس پر طرّہ یہ کہ اس کی ماں لیلیٰ مکہ کی مشہور ترین زانیہ اور سستی فاحشہ تھی، جب اس نے عمرو کو پیدا کیا تو پانچ آدمیوں نے اس پر دعویٰ کیا، شباہت کی وجہ سے عاص کو تھوپ دیا گیا کیوں کہ وہ لیلیٰ کو زیادہ

۱۔ الطبقات الکبریٰ ج/۱ص/۱۱۵ (ج۱ص۱۳۳)؛ ابن قتیبہ کی المعارف ص/۱۲۴ (ص۲۸۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج/۷ص/۳۳۰ (ج۱۳ص۴۹۳؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۱۹ص۲۳۲)

۲۔ کتاب سلیم بن قیس (ج۲ص۷۳۷حدیث۲۲)

پیسے دیتا تھا۔ اس واقعہ کو اروی بنت حارث بن عبدالمطلب نے معاویہ کے دربار میں بیان کیا۔ جب معاویہ نے خوشامد میں کہا: خوش آمدید اے پھوپھی! کیا حال رہا تمھارا۔ انھوں نے کہا: ''بھتیجے! تم نے محسن کے ساتھ احسان فراموشی کا برتاؤ کیا، اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ برا سلوک کیا، اپنے لئے انجانے نام کی شہرت دے لی، دوسروں کا حق مار لیا، تمہیں سبقت اسلامی بھی حاصل نہیں، ابن محمد کے انکار کی وجہ سے خدا نے تم سے خوشبختی چھین کر حق کو اس کے حقدار کی طرف واپس کر دیا۔ خدا کی بات بلند ہونا ہی تھی، ہمارے نبیؐ مخالفوں کی آرزو کے برخلاف کامران ہوئے۔ ہم اہل بیتؑ اپنے اعتبار سے انتہائی قدر و منزلت والے تھے۔ لیکن بعد وفات رسولؐ ہماری حالت وہی ہوگئی، جو قوم موسیٰ کی فرعونیوں کے یہاں ہوئی تھی۔ بیٹوں کو ذبح کرتے اور بیٹیوں کو چھوڑ دیتے۔ رسولؐ کے بعد علیؑ کی حیثیت وہی تھی، جو موسیٰ کے نزدیک ہارون کی تھی، جنہوں نے کہا تھا: ماں جائے! میری قوم نے مجھے کمزور کر دیا ہے اب وہ قتل کرنے پر آمادہ ہیں، رسولؐ کے بعد ہم نے کوئی آسائش نہیں دیکھی، ہماری دشواریاں بڑھتی گئیں۔ اب تو ہمارا انجام جنت اور تمہارا جہنم ہے''۔ عمرو نے کہا: او گمراہ بڈھی! بات کم کر، آنکھیں مت چمکا۔ اروی نے پوچھا: تو کون ہے تیری ماں نہ رہے؟ عمرو نے کہا: میرا نام عمرو عاص ہے۔ یہ سن کر اروی نے ڈپٹا: او حرام زادی نابغہ کے جنے! تو مجھ سے بات کرتا ہے، جبکہ تیری ماں مکہ کی سستی اجرت والی مشہور ترین فاحشہ تھی، اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، اپنی اوقات مت بھول جا۔ خدا کی قسم! تجھ میں قریش کا نہ تو حسب ہے نہ عقل و شرافت۔ تجھ پر قریش کے چھ آدمیوں نے دعویٰ کیا(۱)، جب تیری ماں سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ان سبھی نے میرا بستر گرم کیا تھا، اب غور کرو جس سے اس کی شباہت ہو اس کے حوالے کر دو، تو عاص سے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کے حوالے کر دیا گیا۔ میں نے تیری ماں کو منیٰ میں ہر آوارہ مرد کے ساتھ گھومتے دیکھا ہے۔(۲)

۱۔ العقد الفرید (ج۱ ص۲۲۵) اور روض المناظر (ج۱ ص۲۲۹) میں پانچ کا ذکر ہے۔

۲۔ بلاغات النساء ص۲۷/ (۴۳)؛ العقد الفرید ج۱/ ص۱۶۲/ (ج۱ ص۲۲۵)؛ روض المناظر ج۸/ ص۴/ (ج۱ ص۲۲۹ حوادث ۶۰ھ)؛ ثمرات الاوراق ج۱/ ص۱۳۲/ (ص۱۵۲)؛ فرید وجدی کی دائرۃ المعارف ج۱/ ص۲۱۵/؛ جمہرۃ الخطب ج۲/ ص۳۶۳/ (ج۲ ص۳۸۲ نمبر ۳۷۰)

دوسروں کے علاوہ امام حسنؑ نے بھی معاویہ کے سامنے یہی بات کہی تھی: ''عاص کے بیٹے تیرا معاملہ مشترک ہے، تیری ماں نے بدکاری کرا کے تجھے مجہول پیدا کیا، پھر قریش کے چار آدمیوں کے درمیان تیرے متعلق محاکمہ ہوا۔(۱) ان میں سب سے منچلا اور تیری ماں کا گہرا یار اور خبیث تھا تو اسی کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر جب تیرے باپ نے محمدؐ کی مذمت کی تو خدا نے اس کے حق میں آیت ﴿ انّ شانئک هو الابتر ﴾ نازل کی۔(۲)

ابو منذر ہشام کلبی نے ''مثالب العرب'' میں اس کی ماں کے یاروں میں عبدالرحمٰن ابن حکم، عتبہ اور عقبہ کے نام بھی لکھا ہے۔ یہ ان عورتوں میں سے تھی جن کی جاہل رسم کے مطابق شادی ہوئی تھی، اپنی کتاب میں فاحشہ عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا بیٹوں کے ساتھ مکہ آنا اور آوارہ آدمیوں سے تعلق، ولادت کے بعد نزاع اور عاص کے حوالے کیا جانا درج کیا ہے۔ خود عمرو عاص کو اس کا اعتراف تھا۔ ثعلبی نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔

زمخشری کی ربیع الابرار میں ہے کہ عمرو کی ماں نابغہ، قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کی کنیز تھی۔ قید ہوئی تو مکے میں عبداللہ بن جدعان نے اسے خرید لیا، وہ فاحشہ عورت تھی۔(۳) کلبی کے مطابق اس شخص کو ہزار درہم دینے کا اعلان تھا جو عمرو سے اس کی بدنام ماں کا حال پوچھ لے۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب عمرو مصر کا گورنر تھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور پوچھا: ''میں جہاں پناہ کی مادر گرامی کے متعلق معلومات حاصل کرنے آیا ہوں''۔ عمرو نے جواب دیا: ''ہاں! وہ بنی جدعان کی طرف منسوب قبیلہ عنزہ کی عورت تھیں، ان کا نام لیلیٰ اور لقب نابغہ تھا۔ اب جاؤ جو انعام مقرر ہے لے لو''۔(۴)

سیرت حلبیہ کے مطابق زمانۂ جاہلیت میں نکاح بغایا اور نکاح جمع رائج تھا۔ نکاح بغایا یہ تھا کہ کچھ

۱۔ کلبی اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص۲۰۱ پر پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص/۱۰۱ (ج۶ ص۲۹۱ خطبہ/۸۳)؛ تذکرۂ خواص الامۃ ص/۱۱۴ (ص۲۰۱)

۳۔ ربیع الابرار (ج۳ ص۵۴۸ ج۲ ص۱۹)

۴۔ کامل مبرد (ج۲ ص۸۳)؛ ابن قتیبہ کی عیون الاخبار ج/۱ ص/۲۸۴؛ استیعاب (القسم الثالث ص۱۱۸۴ نمبر۱۹۳۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۱۰۰ (ج۶ ص۲۸۴)؛ جمہرۃ الخطب ج/۲ ص/۱۹ (ج۲ ص۲۶، ۲۵ نمبر۱۸ خطبہ/۸۳)

لوگ کسی فاحشہ عورت سے باری باری ہم بستر ہوتے، اگر حمل ٹھہرتا تو جس سے شباہت ہوتی، بچہ اس کو مل جاتا۔ نکاح جمع یہ تھا کہ دس سے کم افراد کسی پرچم والی فاحشہ عورت کے پاس جاتے، جب بچہ پیدا ہوتا تو یہ سب کو بلاتی اور کہتی کہ اے فلاں! یہ تمھارا بچہ ہے، اسے قبول کرو اور اسے قبول کرتے ہی بنتی، چاہے اس سے مشابہت ہوتی یا نہیں۔ احتمال یہ ہے کہ عمرو عاص نکاح جمع سے پیدا ہوا تھا، کیوں کہ چار افراد، عاص، ابولہب، امیہ اور ابوسفیان نے دعوی کیا کہ عمرو میرا بیٹا ہے۔ نابغہ نے عاص کے حوالے کر دیا، کیوں کہ وہ اس کا خرچ برداشت کرتا تھا اور ابوسفیان کنجوس تھا۔ (۱)

اس کی وجہ سے عمرو عاص کی ہمیشہ ملامت کی گئی۔ حضرت علیؑ، عثمان، امام حسنؑ، عمار یاسر اور دوسرے صحابہ لتاڑتے رہے، تفصیل آگے آئے گی۔ (۲)

عبداللہ بن جعفر اور عمرو

عمرو عاص نے عبداللہ بن جعفر کو معاویہ کے دربار میں حقارت سے پکارا: اے جعفر کے بیٹے! عبداللہ نے جواب دیا: تو نے مجھے جعفر کی طرف نسبت دی، نہ میں زنازادہ ہوں نہ ابتر ہوں۔ پھر دو شعروں میں اندھیروں کے نقیب سے کہا کہ تو نے ڈر کے مارے اسلام قبول کیا لیکن حقیقت میں کافر ہے، ثبوت یہ ہے کہ تو ہم اہلبیتؑ سے نفرت رکھتا ہے۔ (۳)

عبداللہ بن ابوسفیان اور عمرو

عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث ہاشمی نے معاویہ سے ملنے کی اجازت طلب کی، وہاں عمرو بھی تھا، بولا: آپ ایسے کو اذن باریابی دے رہے ہیں، جو لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے، گانے والوں کا رسیا ہے

۱۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۴۶ (ج ۱ ص ۴۲)

۲۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۸۸۔۷۲ (ج ۲ ص ۷۸، ۷۶)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۳۰ (ج ۹ ص ۶۶ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۷۸)

اور جہاد سے روگردان رہتا ہے، مسخرہ پن اور شوخی اس کا کام ہے۔ عبداللہ نے یہ سن کر جواب دیا: اے عمرو! یہ خصلت میری نہیں، تیری ہے۔ میں یاد خدا میں مشغول رہتا ہوں، ظلم کی تائید نہیں کرتا۔ مہالک سے بھاگتا نہیں، چغل خور نہیں ہوں، بلند نسب ہوں، میں حرامی نہیں جس پر کئی قریش نے دعویٰ کیا ہو، کاش! میں جانتا کہ تو کس نسب کے بل بوتے پر اشراف سے مقابلہ کر رہا ہے، کیا تجھے اسی نسب پر فخر ہے جس کا کچا چٹھا سب کو معلوم ہے ۔(۱)

عمرو کا اسلام

عمرو کی پوری زندگی کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ وہ واقعی مسلمان نہیں تھا۔ اس نے اپنے اسلام کا اظہار واقعہ حبشہ کے بعد کیا تھا تاکہ مادی فائدے بٹور سکے یا اسلامی ترقی کے ضرر سے محفوظ رہ سکے۔

عمرو بن عاص عمارہ بن ولید کے ساتھ قریش کا نمائندہ بن کر شاہ حبشہ کے پاس اس لئے گیا کہ جعفر اور ان کے رفقاء کو قریش کے حوالے کر دے، وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ جعفر کی طرف مائل ہیں اور اسلام بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے، نجاشی کی گفتگو نے اس کا خیال ہی بدل دیا۔ اس نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس قاصد رسول کو تمہارے حوالے کر دوں جو رسول مثیل موسیٰ ہیں اور جبرئیل ان پر نازل ہوتے ہیں۔ عمرو نے حیرت سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ نجاشی نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم میری بات مان لو اور اس رسولؐ کی پیروی کرو جو بخدا برحق ہیں اور حتمی طور پر غلبہ پالیں گے جس طرح موسیٰ نے فرعونیوں پر غلبہ پالیا تھا۔(۲)

اسی واقعہ نے عمرو کو پیغمبرؐ کے قریب آنے پر آمادہ کیا۔ مختصر یہ کہ اس کی پوری زندگی ظاہری اسلام یا اپنے تحفظ یا ریشہ دوانیوں میں گزری۔ اس نے رسول کی ستر شعروں میں مذمت کی اور ہر شعر کے بدلے رسولؐ نے اس پر لعنت کی۔ حضرت علیؑ نے اس کے متعلق شعر کہا ہے کہ: عمرو کب فاسقوں اور اسلامی

---

(۱) تاریخ ابن عساکر ج/۷ص/۴۳۸ (ج۹ص ۳۶۷، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۱۲ص۷۸)؛ الاصابہ ج/۲ص/۳۲۰

(۲) سیرۂ ابن ہشام ج/۳ص/۳۱۹ (ج۳ص۲۸۹) اور دیگر کتب سیر و تاریخ

دشمنوں کی گود میں نہ رہا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرح نہ ہو؟ حضرت کا خیال بالکل صحیح ہے''۔

آپ کا ارشاد ہے: اس خدا کی قسم جس نے دانہ شگافتہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا! اس نے صرف ظاہری اسلام قبول کیا ہے اور اپنا کفر چھپایا ہے تاکہ جب اپنے دوستوں سے ملے تو اصل کفر ظاہر کرسکے۔(۱)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میرے استاد ابوالقاسم بلخی نے معاویہ وعمرو کی گفتگو نقل کی ہے۔ معاویہ نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! لوگوں کا یہ کہنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم نے مادی فائدوں کے لئے اسلام قبول کیا ہے''۔ عمرو نے جواب دیا: ''اب اسے جانے بھی دیجئے''۔

ہمارے استاد کہتے ہیں کہ یہ جملہ واضح اشارہ ہے کہ عمرو ملحد و کافر تھا ''اس بات کو جانے دیجئے'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے قیامت کا یقین نہ تھا، معاویہ بھی اسی کی طرح تھا۔(۲)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کے حکیمانہ کلام اس لئے نقل کئے ہیں کہ کسی خوبی کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ چاہے وہ شخص کتنا ہی ناپسندیدہ ہو۔(۳)

رجاء محض کا اولین عقیدہ عمرو اور معاویہ ہی نے ایجاد کیا، ان دونوں کا خیال تھا کہ اسلام قبول کرلینے کے بعد کیسا ہی پاپ کیا جائے، بہرحال مغفرت ہوجائے گی۔ کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے کہ ''انّ الله ليغفر الذنوب جميعاً'' بے شک خدا تمام گناہ معاف کردیگا۔(۴)

معاویہ فاسق و بے دین تھا۔ اسی طرح اس کی فوج کے تمام افراد فاسق و بے دین تھے۔

رسول خداؐ کا ارشاد

زید بن ارقم معاویہ سے ملنے گئے، دیکھا کہ وہاں معاویہ وعمرو عاص ایک جگہ تخت پر بیٹھے ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الخواص ص/۵۶ (۹۷) اور سیرۂ حلبیہ (ج ۳ ص ۲۰) وغیرہ

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج/۱ ص/۱۳۷ (ج ۲ ص ۶۵ خطبہ/۲۶؛ ج ۶ ص ۳۲۱، ۳۲۵ خطبہ/۸۳؛ ج ۷ ص ۵۸ خطبہ/۹۲)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۱۱۳ ۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۱۱۴

زیدان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ عمرو عاص دہاڑے: دوسری جگہ نہیں تھی کہ یہاں بیٹھ کرامیر المومنین سے میری قربت ختم کر دی؟ زید نے کہا: رسول خداؐ جنگ تبوک میں تشریف لے گئے، تم بھی اس میں شریک تھے۔ جب رسول خداؐ نے تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تو آنحضرت نے تم پر خشم آلود نگاہ ڈالی، دوسرے دن بھی تمہیں گھورا، تیسرے دن فرمایا کہ جب تم معاویہ و عمرو عاص کو ایک جگہ دیکھو تو دونوں میں جدائی ڈال دو، کیوں کہ یہ دونوں کبھی خیر پر مجتمع نہ ہوں گے۔(۱)

امیر المومنینؑ کا ارشاد

ابوحیان توحیدی لکھتے ہیں کہ عمرو نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا کہ ان میں شوخی ومزاح بہت ہے، جب یہ خبر حضرت کو پہونچی تو فرمایا: فرزند نابغہ مجھے شوخ دیادہ گو کہتا ہے، یہ نسبت میری طرف قطعی درست نہیں ہے مجھے تو یاد آخرت، بے ہودگیوں سے باز رکھتی ہے۔ یاد آخرت انسان کو بہترین صفات سے آراستہ کرتی ہے جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ عمرو جب بھی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، زمانہ ہی اس کی اصلاح کرے گا، اس کی سب سے بڑی مکاری یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ جھٹ سے ظاہر کر دیتا ہے۔(۲)

جب شامیوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا:

''خدا کے بندو! میں سب سے زیادہ قرآن پر عامل ہوں لیکن معاویہ، عمرو عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ اور ابن ابی سرح نہ تو اہل دیانت میں سے ہیں اور نہ قرآن مانتے ہیں۔ میں انہیں تم سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ بچپن سے ان کے ساتھ رہا ہوں اور آج بھی دیکھ رہا ہوں، ان کا بچپن بدترین تھا۔ ان کی بات حق ہے لیکن ان کا ارادہ باطل ہے، بغیر معرفت کے قرآن بلند کیا ہے صرف مکر و حیلہ کر رہے ہیں، عمل نہیں کریں گے''۔(۳)

۱۔ صفین'' ص/۱۱۳ (ص ۲۱۸)؛ العقد الفرید ج/۲ص/۲۹۰ (ج۴ص۱۴۵)

۲۔ الامتاع والموانسۃ ج/۳ص/۱۸۳۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی امالی ص/۸۲ (ص۱۳۱ حدیث ۲۰۸۰) پر حافظ ابن عقدہ کے طریق سے اس کی روایت کی ہے نیز ملاحظہ کیجئے؛ عیون الاخبار ج/۱ص/۱۶۴؛ العقد الفرید ج/۲ص/۲۸۷ (ج۴ص۱۴۱)

۳۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۲۶۴ (ص ۴۸۹)

مسعودی کہتا ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کا ایک ضعیف العمر مجاہد یوسف بن ارقم بن عوف کا بیان ہے کہ میں صفین میں حضرت علیؑ کی فوج میں تھا، عمرو عاص اپنے نیزے میں چوکور سیاہ جھنڈے لگائے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ رسول خداؐ نے یہ جھنڈا عمرو کے حوالے کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: جانتے ہو، اس کا کیا واقعہ ہے؟ رسول خداؐ نے اس پرچم کو بلند کر کے فرمایا کہ اس کی شرطوں کے ساتھ کون لے گا؟ عمرو نے شرائط پوچھے تو فرمایا:

اسے لے کر مسلمانوں سے جنگ نہ کرے، عمرو نے اس کو لے لیا لیکن خدا کی قسم! آج یہ مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے، خدا کی قسم! انھوں نے ظاہری طور سے اسلام قبول کیا ہے۔ اپنا کفر چھپائے رہے لیکن جب مددگار مل گئے تو اپنا کفر ظاہر کر دیا، یہ نماز کو صرف بصورت ظاہر پڑھتے ہیں۔ (۱)

حضرت علیؑ کا خط عمرو عاص کے نام

''یہ خط بندۂ خدا علیؑ امیر المومنین کی طرف سے، ابتر فرزند ابتر عمرو بن عاص بن وائل کی طرف، جس نے محمدؐ و آل محمدؐ سے عناد کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، ہدایت قبول کرنے والے پر سلام!

امابعد: تو نے اپنی مردانگی ایک فاسق کے حوالے کر دی ہے۔ وہ شرفاء کی اہانت کرتا ہے، حلیم افراد اس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے احمق مشہور کئے جاتے ہیں۔ تیرا دل اس کا مطیع ہے، اس کی پیروی سے تیرا دین چھن گیا۔ اسلام، دنیا، آخرت، سبھی تباہی کے گھاٹ لگ گئے، خدا تیری کمینگی کو ازل ہی سے جانتا تھا تو معاویہ کے پیچھے کتے کی طرح یوں لگا ہے جیسے شیر کے پیچھے بھیڑیا کہ اس کا بچا کچا کھا سکے۔ اگر تو حق پر عمل کرتا تو مطلب پالیتا، اگر خدا نے مجھے تجھ پر اور فرزند جگر خوارہ پر قابو دیدیا تو تمھیں ان قریش کے ظالموں کے پاس پہونچا دوں گا، جنھیں زمانہ رسولؐ میں خدا نے ہلاک کیا تھا۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہ گئے تو خدا انتقام لینے کے لئے کافی ہے''۔

۱۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۱۱۰ (ص ۲۱۵)

ایک نکتہ

ابن ابی الحدید نے یہ خط نصر بن مزاحم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱) موجودہ کتاب صفین میں یہ خط نہیں ہے۔ ارباب نظر سمجھ سکتے ہیں کہ موجودہ کتاب صفین مکمل نہیں ہے بلکہ تلخیص ہے۔ موجودہ کتاب سے وہ کافی ضخیم تھی۔ حضرت کا ایک دوسرا خط بھی اس کی دین فروشی پر سرزنش کے لئے ہے مضمون تقریباً یہی ہے۔(۲)

بعد تحکیم خطبۂ امیر المومنینؑ

جب خوارج نے بغاوت کی اور ابوموسیٰ اشعری مکہ بھاگ گیا تو علیؑ نے بصرہ کا گورنر ابن عباس کو بنایا۔ آنحضرت نے کوفے میں اس موقع پر خطبہ فرماتے ہوئے حمد خدا اور نعت رسولؐ کے بعد فرمایا: ''تجربہ کار کی نصیحت ٹھکرانے سے ندامت ہوتی ہے۔ اگر تم میری اطاعت کرتے تو یہ صورتحال نہ پیدا ہوتی، سمجھ لو کہ یہ دونوں (عمرو اور ابوموسیٰ) حکم تھے لیکن قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کا فیصلہ خواہشات پر مبنی تھا۔ لہٰذا دونوں میں اختلاف ہوا اور صحیح فیصلہ نہ ہوسکا، سبھی ناخوش ہوگئے اب یہ دونوں شام جارہے ہیں''۔(۳)

عمرو عاص کے متعلق حضرت کے ارشادات بہت زیادہ ہیں، اختصار کے خیال سے آخری ارشاد نقل کیا جارہا ہے: ''نابغہ کا بیٹا، دشمن خدا اور دشمنان خدا کا دوست، مصر کا حاکم ہوگیا، خبیث ظالموں نے مصر فتح کرلیا، ان دو دلوں نے مخلوقات کو حق سے روک دیا ہے اور کجروی وانحراف کی تبلیغ واشاعت کر رہے ہیں''۔(۴)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۶۱ (ج۱۶ص۱۶۳ نامہ ۳۹) ۲۔ نہج البلاغہ ج۲ص۶۴ (ص۴۱۱ نامہ ۳۹)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۱۹ (ج۱ص۱۲۳)؛ تاریخ طبری ج۶ص۴۵ (ج۵ص۷۷ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ص۳۵ (ج۲ص۴۲۱)؛ نہج البلاغہ ج۱ص۴۴ (ص۷۹ خطبہ ۳۵)؛ تاریخ کامل ج۳ص۱۴۶ (ج۲ص۴۰۰ حوادث ۳۷ھ)؛ البدایۃ والنہایہ ج۷ص۲۸۶ (ج۷ص۳۱۷ حوادث ۳۷ھ)

۴۔ تاریخ طبری ج۶ص۶۲۔۶۱ (ج۵ص۱۰۷، ۱۰۸ حوادث ۳۸ھ)

قنوت میں امیر المومنینؑ نے عمرو پر متواتر لعنت کی

جنگ صفین کے بعد حضرت علیؑ اپنے قنوت میں معاویہ پر لعنت کیا کرتے تھے۔ کوفے والے بھی آپ کی پیروی میں لعنت پڑھتے تھے۔ معاویہ کا بھی یہی حال اور شام والے اس کی پیروی کرتے تھے۔ طبری میں قنوت کے یہ الفاظ ہیں

"اللھم العن معاویه وعمراً وابا الاعور اسلمی، وحبیباً وعبدالرحمن بن خالد والضحاک بن قیس والولید"

جب معاویہ کو اس کی خبر ملی تو اس نے بھی قنوت میں علیؑ، ابن عباس، مالک اشتر اور حسنؑ و حسینؑ پر لعنت پڑھنی شروع کر دی۔ (۱)

نصر بن مزاحم نے بھی اس روایت کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ یوں نقل کیا ہے: حضرت علیؑ نماز صبح و مغرب کے اختتام پر فرماتے تھے: اللھم اللعن معاویه و عمراً ... لیکن اس میں اشتر کے بجائے قیس بن عبادہ کا تذکرہ ہے۔ (۲)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ علیؑ و معاویہ واجبی و سنتی نمازوں کے قنوت میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے۔ (۳) کتاب الخصائص میں اس قدر اضافہ ہے کہ یہ رسم عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک جاری رہی، اس نے یہ رسم بند کی۔ (۴)

عائشہ کی لعنت عمرو پر

محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر عائشہ کو معلوم ہوئی تو بہت بیقرار ہوئیں اور ہر قنوت میں معاویہ و

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۴۰ (ج۶ ص۴۰ وقائع ۳۷ھ)

۲۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۳۰۲ (ص ۵۵۲)

۳۔ کتاب المحلی (ج۴ ص۱۴۵)

۴۔ خصائص دطواط ص ۳۳۰ (ص ۳۳۲)

عمرو عاص پر لعنت کرنا اپنا شعار بنالیا۔(۳)

امام حسنؑ اور عمرو عاص

زبیر بن بکار کتاب ''المفاخرات'' میں روایت کرتا ہے:

معاویہ کے پاس عمرو عاص، ولید بن عقبہ، عتبہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ بیٹھے تھے۔امام حسنؑ کی کچھ تلخ وتند باتیں انہیں معلوم ہوئی تھیں۔امام حسنؑ کو بھی ان کا طعن و تشنیع معلوم ہوا تھا۔ان سب نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! ذرا دیکھئے تو امام حسنؑ نے کس طرح سے اپنے باپ کا نام روشن کیا ہے کہ تمام مسلمان ان کی تصدیق کرتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں، وہ بلند مرتبہ مشہور ہو گئے ہیں۔ہم لوگ ان کی کچھ تشویشناک باتیں سن رہے ہیں، معاویہ نے کہا کہ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

سب نے کہا کہ ان کو یہاں بلائیے تاکہ ان کے سامنے ان کے باپ کو گالی دی جائے۔ان سے کہا جائے کہ تمہارے باپ نے عثمان کو قتل کیا اور ان سے اقرار لیا جائے۔آپ کے سامنے انہیں بولنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

معاویہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو، خدا کی قسم! ان کے پاس میں بیٹھتا ہوں تو ان کا رعب مجھ پر طاری ہو جاتا ہے۔سب نے اصرار کیا کہ کچھ بھی ہو آپ انہیں بلائیے۔

معاویہ نے کہا کہ اگر وہ یہاں آئے تو میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔

عمرو عاص نے کہا کہ آپ کو ڈر ہے کہ ان کا باطل ہمارے حق پر غالب آجائے گا یا ان کی بات ہماری بات پر برتری حاصل کرلے گی؟

معاویہ نے کہا کہ اگر تم میری مرضی کے خلاف انہیں بلانا ہی چاہتے ہو تو بات چیت میں ان سے جھگڑنا نہیں۔اچھی طرح سے سمجھ لو کہ وہ جس خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں ان پر عیب نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔طبری ج ۶ / ص ۶۰ / (ج ۵ ص ۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ / ص ۱۵۵ / (ج ۲ ص ۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ ابن ابی الحدید ج ۲ / ص ۳۳ / (ج ۶ ص ۸۸ خطبہ ۶۷)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ / ص ۳۱۴ / (ج ۷ ص ۳۴۹ حوادث ۳۸)

تم لوگ انہیں الزام دینا کہ تمھارے باپ خلفاء ثلاثہ کی مخالفت کرتے تھے اور انہوں نے عثمان کو قتل کرایا اس کے بعد معاویہ نے امام حسنؑ کے پاس آدمی بھیجا۔ امام حسنؑ نے پوچھا: وہاں معاویہ کے پاس کون کون ہے؟ قاصد نے نام لیا، فرمایا: ان سب پر آسمان پھٹ پڑے، عذاب الٰہی نازل ہو، آخر مقصد کیا ہے؟ پھر غلام سے لباس طلب کیا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے: خدایا! میں ان کی برائیوں اور ریشہ دوانیوں سے تیری ہی پناہ کا طلبگار ہوں، تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انہیں ذلت وخواری کا مزہ چکھا، تو نے ہر زمان و مکان میں اپنی قدرت سے میری نصرت فرمائی ہے، خدایا! سب سے زیادہ تیری ہی مہربانیاں میرے شامل حال رہی ہے۔

بزم معاویہ میں پہنچے تو پہلے عمرو عاص نے جی بھر کے علیؑ کو گالیاں دیں اور کہا کہ علیؑ نے ابوبکر کو گالیاں دیں اور ان کی خلافت سے خوش نہیں تھے۔ وہ عمرو عثمان کے قتل میں شریک تھے اور پھر خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ آئیں بائیں شائیں بکتے ہوئے کہا کہ تم فرزندان عبدالمطلب خلفاء کے قتل کے بعد بادشاہی کے قابل کہاں رہے۔ اقتدار کے اتنے حریص ہو کہ ہر گھٹیا حرکت پر آمادہ ہو جاتے ہو۔

پھر امام حسنؑ سے کہا: تم حماقت میں ہوس اقتدار لئے بیٹھے ہو۔ اپنی حرکتوں سے ہنسی اڑواتے ہو۔ اصل میں یہ سب نتیجہ ہے تمہارے باپ کے کرتوتوں کا۔ غرض ہم نے اس لئے بلایا ہے کہ تمہارے باپ کو گالیاں دیں، اپنی حرکتوں سے اکیلے رہ گئے ہو۔ خدا نے ان سے تو نجات دی لیکن تم ہمارے قبضے میں ہو ہم چاہیں تو تمہیں قتل کر دیں۔ نہ کوئی گناہ ہوگا نہ لوگ مذمت کریں گے۔ کیا تم ہمیں جھٹلا سکتے ہو۔ سمجھ لو کہ تمہارے باپ ظالم تھے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب میں حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: ''تو نے جنگوں میں رسولؐ سے جنگ کی، مکہ میں رسول خداؐ کی ہجو کر کے انہیں اذیت دی۔ رسولؐ کے خلاف تو نے تمام مکاریاں کی اور انہیں جھٹلایا، تکذیب وعناد میں تو سب سے بڑھا ہوا تھا، تو حبشہ بھی پہنچ گیا تھا تا کہ جعفر اور ان کے ساتھیوں کو قابو میں کر کے اہل مکہ کے حوالے کر سکے، لیکن نجاشی کے یہاں تیرا وار خالی گیا۔ خدا نے تجھے ناامید واپس کیا۔

تو نے اپنے ساتھی عمارہ بن ولید کے ساتھ حسد اور دھوکہ کیا۔ نجاشی کے سامنے اس کی چغلی کی لیکن خدا نے تجھے اور تیرے ساتھی کو رسوا کیا۔ اس طرح تو جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بنی ہاشم کا سخت ترین دشمن رہا...''۔

پھر فرمایا: ''تو بہتر جانتا ہے اور یہ سب بھی جانتے ہیں کہ تو نے رسولؐ کی مذمت میں ستر شعر کہے۔ رسول خداؐ نے جواب دیا کہ شعر کہنا میرے لئے مناسب نہیں، میں ہر شعر کے بدلے اس پر ہزار لعنت بھیجتا ہوں، اس طرح تجھ پر رسول خداؐ کی لعنت شمار سے باہر ہے''۔ (۱)

تو نے جو کچھ عثمان کے بارے میں کہا سب غلط ہے، یہ آگ تو نے ہی بھڑکائی تھی جب شعلے بھڑک اٹھے تو تو فلسطین بھاگ گیا۔ وہ قتل ہو گئے تو تو نے کہا:

یہ ابو عبداللہ کا کینہ تھا جب زخم کریدتا ہوں تو خونم خون کر دیتا ہوں۔ پھر خود کو معاویہ کی گود میں ڈال کر اپنا دامن بچا لیا اور اپنا دین دنیا کے بدلے بیچ دیا، پھر سمجھ لے میری ملامت، نفرت یا محبت کی بنا پر نہیں۔ تو نے زندگی میں عثمان کی کوئی مدد نہ کی، ان کے قتل کے بعد قاتلوں پر غضبناک بھی نہ ہوئے۔ عمرو عاص... کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو نے مکے سے حبشہ کی جانب روانہ ہونے سے قبل یہ اشعار نہیں کہے تھے:

''میری بیٹی پوچھتی ہے یہ سفر کیسا ہے؟ حالانکہ یہ سفر میرے لئے اجنبی نہیں، میں نے کہا: اس لئے جا رہا ہوں کہ نجاشی کے یہاں جعفر پر قابو پا سکوں، وہاں ان پر اتنے الزام لگاؤں گا کہ ان کا فخر ذلت میں بدل جائے گا۔ میں احمدؐ کی مذمت کرنے میں سب سے آگے ہوں اس کا بدلہ مجھے عتبہ دے گا، میں بنی ہاشم کی مذمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا''۔ (۲)

۱۔ محقق عبدالعزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں درج ذیل کتابوں سے نقل کیا ہے: طبقات ابن سعد حالات امام حسن نمبر ۱۳۶؛ معجم کبیر طبرانی حالات امام حسن ج ۳ ص ۲۷ حدیث ۲۶۹۸، ۲۶۹۹؛ تاریخ ابن عساکر حالات ابو اعور سلمی؛ تاریخ اسلام ذہبی حالات امام حسن ج ۲ ص ۳۹؛ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۳ ج ۹ ص ۱۷۸

۲۔ تذکرۂ سبط ابن جوزی ص ۱۱۴ (۲۰۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۹۱ خطبہ ۸۳)؛ جمہرۃ الخطب ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۱۸)

امام حسنؑ کے جواب میں کچھ توضیح طلب باتیں:

ا۔آپ نے عمرو سے فرمایا کہ تو جعفر کو مکہ واپس لانے گیا تھا۔ یہ اشارہ ہے عمرو عاص کے دوسرے شعر کی طرف۔لگ بھگ ۸۲مرد اور ۱۸عورتیں حبشہ ہجرت کر گئی تھیں، ان میں جعفر بن ابی طالبؑ بھی تھے جب قریش کو معلوم ہوا تو کچھ تحائف کے ساتھ عمرو عاص اور عمارہ کو نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا لیکن ان کی امیدوں کے خلاف نجاشی نے مسلمانوں کی طرفداری کی۔

۲۔عمارہ کے ساتھ چغلی اور دھوکے کا واقعہ یہ ہے کہ جب عمرو اور عمارہ کشتی پر سوار ہوئے تو عمارہ چونکہ جاذب نظر اور خوبصورت تھا۔اس لئے عورتیں اس کی طرف مائل ہو جاتی تھیں۔ایک رات دونوں نے شراب پی اور عمارہ نے عمرو کی بیوی سے کہا کہ میرا بوسہ لو، عمرو نے اجازت دے دی۔لیکن پھر عمارہ اس سے ہم بستر بھی ہونا چاہتا تھا۔عمرو نے منع کر دیا۔عمارہ کو سخت غصہ آیا، وہ موقع کی تاک میں تھا۔ایک بار عمرو کشتی کے کنارے پیشاب کر رہا تھا، عمارہ نے سمندر میں ڈھکیل دیا، عمرو تیرتا ہوا نکل آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا۔جب حبشہ پہونچے تو جاذبیت کی وجہ سے عمارہ نے نجاشی کی زوجہ سے ربط پیدا کر لیا۔روز اس کے بستر پر سوتا اور عمرو سے ڈینگیں مارتا۔عمرو نے کہا: ثبوت کے بغیر نہیں مانوں گا۔عمارہ نے عطر کی شیشی دکھائی، عمرو نے سارا ماجرا نجاشی سے کہہ دیا اور شیشی دکھادی۔نجاشی نے حکم دیا کہ برہنہ کر کے عمارہ کے آلۂ تناسل کو مسلیں۔اس رسوائی کے ساتھ اسے وہاں سے فرار ہوتے ہی بنی۔(۱)

ابن عباس کا خط عمرو کے نام

ابن عباس نے عمرو کے ایک خط کے جواب میں اس طرح تحریر فرمایا:

اما بعد! میں نے عربوں میں تجھ سے بڑا بے حیا نہیں دیکھا، معاویہ نے تجھے خواہشات کی پیروی میں الجھایا اور تو نے چند کھوٹے سکوں میں اپنا دین بیچ دیا۔پھر اقتدار کی للک نے مردم فریبی کا چکر

ا۔عیون الاخبار ابن قتیبہ ج/۱ص/۲۷؛ آغانی ج/۹ص/۵۶ (ج۹ص۶۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ص/۱۰۷ (ج۶ص۳۰۴ خطبہ۸۳)؛ قصص العرب ج/۱ص/۸۹ (ج۱ص۹۸نمبر۳۵)

چلایا، کامیابی نہ ملی، تو پارسا بن کر جنگ بھڑکا رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو حکومت مصر چھوڑ دو کیوں کہ یہ جنگ تم ہی نے بھڑکائی ہے۔ معاویہ، علیؑ کے مثل کہاں؟ علیؑ نے حق کے لئے جنگ شروع کی، معاویہ نے ناحق جنگ کی اور اب خونریزی کا اسراف کر رہا ہے۔ اہل عراق شامیوں کی طرح نہیں۔ انھوں نے بہترین مخلوقات کی بیعت کی ہے، اور شامیوں نے بدترین خلق کی، تو اور میں بھی اس سلسلے میں برابر نہیں، میرا مقصد خوشنودیٔ خدا کا حصول تھا لیکن تو حکومت مصر حاصل کرنا چاہتا تھا...''۔

پھر فضل بن عباس کو بلا کر کہا: اے بھائی! عمرو کے جواب میں اشعار کہو، چنانچہ فضل نے یہ اشعار کہے:

''اے عمرو! تیرے حیلوں کا صرف یہی علاج ہے کہ مسلسل تیرے زخروں پر ضرب لگائی جائے تاکہ غرور کا خاتمہ ہو سکے، علیؑ کو خدا نے برتری عطا کی ہے، تم جنگ سے باز آجاؤ تو ہم بھی ہاتھ کھینچ لیں گے۔(۱)

ابن عباس اور عمرو

ایک دن راستہ میں عمرو کی ابن عباس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عمرو نے جل بھن کر کہا: ابن عباس! جب بھی مجھے دیکھتے ہو ناپسندیدہ ہی نظر سے دیکھتے ہو جیسے تمہاری آنکھوں میں زخم ہو۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے ہوتے ہو تو نادانی، کمزوری اور وسواس ظاہر کرنے لگتے ہو۔ ابن عباس نے جواب دیا: کیوں کہ تم دوغلے ہو، قریش نیک شعار ہیں، باطل و جہالت سے پرہیز کرتے ہیں، حق پہچاننے کے بعد چھپاتے نہیں، معنوی بزرگی بھی ہے۔ تم قریش سے کہاں ہو، تم تو دو بستروں سے پیدا ہوئے ہو۔ بنی ہاشم، بنی عبدالشمس کوئی بھی تمھیں اپنانے پر آمادہ نہیں۔ تم تو گمراہ، حرامی اور گمراہ کرنے والے ہو، معاویہ نے حکومت دیدی تو تم پھولنے لگے۔ عمرو نے کہا: میں جب بھی تمھیں دیکھتا ہوں خوش ہوتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا:

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ص ۹۵ (ج ۱ص ۹۹)؛ کتاب صفین ص ۲۱۹/(ص ۴۱۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ص ۲۸۸/(ج ۸ص ۶۴ خطبہ ۱۲۴)؛ وقعۃ صفین ابن مزاحم ص ۳۰۰ (ص ۵۵۰)

میں حق کی طرف مائل اور حق کا پرستار ہوں۔(۱)

عبداللہ بن جعفر، معاویہ کی مجلس میں وارد ہوئے۔ وہاں ابن عباس اور عمرو عاص بھی موجود تھے۔ عبداللہ کو آتے دیکھ کر عمرو نے طعن وتشنیع شروع کر دی۔ ابن عباس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا خدا کی قسم تم جھوٹے ہو، یہ تو ذکر خدا، نعمتوں کے شکر گزار، برائیوں سے کنارہ کش، سخی، شریف اور سردار ہیں، یہ شریف النسب ہیں، حرامی نہیں ہیں اور نہ ہی کم ظرف ہیں۔ یہ ایسے بھی نہیں جن کے متعلق قریش کے آوارہ لوگوں نے دعویٰ کیا ہو، پھر ایک قصاب بازی لے جائے۔

ہاں! یہ عبداللہ ان ذلیل لوگوں کی طرح نہیں جن کے متعلق دو خاندان والے جھگڑا کریں کہ نہ معلوم کس محلے کا نوزائیدہ ہے! پھر عمرو کی طرف رخ کیا: کاش میں سمجھ سکتا کہ تم کس پاک نسب اور عظیم شخصیت کو چھیڑ رہے ہو، اے کمینے، حرامی! اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر۔ عبداللہ نے ابن عباس سے کہا: خدا کی قسم! اب رہنے بھی دیجئے، آپ نے اچھی طرح میرا دفاع کیا۔(۲)

معاویہ وعمرو عاص

معاویہ نے محسوس کیا کہ عمرو کی بیعت کے بغیر اس کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نے عمرو سے کہا: تم میری بیعت کرو۔ عمرو نے کہا: آخر کیوں؟ کیا آخرت کے لئے جس سے تم کوسوں دور ہو یا دنیا کے لئے جو تمہارے اختیار میں نہیں کہ مجھے شریک کر سکو۔ معاویہ نے کہا: میں تمھیں دنیا کے لئے شریک کرنا چاہتا ہوں۔ عمرو نے کہا: تو پھر مصر کا فرمان لکھ دو۔ معاویہ نے فرمان لکھ کر نیچے یہ شرط لکھ دی کہ عمرو کو تمام معاملات میں میری پیروی کرنی ہوگی۔ عمرو نے کہا: یہ بھی لکھ دو کہ یہ فرمان برداری معاہدے پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ معاویہ نے کہا: لوگوں کو اس مطلب پر توجہ نہ ہوگی۔ عمرو نے کہا: پھر تم اسے لکھ دو۔ مجبوراً معاویہ نے لکھ دیا۔ عمرو نے واضح لفظوں میں کہا: ''تم حکومت مصر میرے حوالے کر دو تو میں دنیا تمہارے

۱۔ العقد الفرید ج ۲ /ص ۱۳۶ (ج ۳ ص ۲۰۳)

۲۔ جاحظ کی المحاسن والاضداد ص ۱۰۱ (ص ۸۷)؛ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج ۱ /ص ۶۸ (ص ۹۰)

حوالے کردوں''۔ (عمرو نے اشعار پر مشتمل اس مطلب کا ایک خط بھی معاویہ کو لکھا تھا)۔(۱)

معاویہ وعمرو... تفصیلی واقعہ

حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھ کر بیعت کرنے کی تاکید فرمائی تو معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، اس نے مشورہ دیا کہ عمرو عاص سے مدد لو، وہ مکاری میں یکتا ہے۔ لیکن عمرو نے عثمان کے زمانہ میں کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اب وہ تم سے زیادہ ہی کنارہ کش رہے گا۔ ہاں! اگر تم نے اس کا دین خرید لیا اور مناسب قیمت دے دی، تو بیعت کرے گا، وہ دنیا طلب انسان ہے۔ اس وقت عمرو فلسطین میں تھا، معاویہ نے اسے خط لکھا کہ آپ علیؑ وطلحہ وزبیر کے واقعہ سے مطلع ہیں، مروان مجھ سے مل گئے ہیں اور جریر بن عبداللہ مجھ سے بیعت علیؑ لینے آئے ہیں، میں نے آپ کے مشورے تک معاملہ کو ٹال رکھا ہے، جلد آیئے۔

عمرو نے خط پڑھ کر اپنے دونوں بیٹوں سے مشورہ کیا، عبداللہ نے کنارہ کش رہنے کا مشورہ دیا لیکن محمد نے کہا: ''آپ بزرگ قریش ہیں، گوشہ نشینی مناسب نہیں، معاویہ سے مل کر خون عثمان کا نعرہ لگایئے اس طرح آپ بنی امیہ میں بھی محترم ہو جائیں گے''۔

عمرو نے عبداللہ سے کہا کہ تو نے میرے دین کا خیال کیا اور محمد سے کہا کہ تم نے مجھے دنیا بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ اب مجھے غور کرنے کا موقع دو۔ پھر رات میں ۱۹ اشعار پڑھے جس میں اپنے تذبذب کے بعد محمد کے مشورے کو اہمیت دی تھی۔ اشعار سن کر عبداللہ نے کہا: بڈھا گیا کام سے (اشارہ تھا کہ عمرو معاویہ سے مل گیا)۔ یعقوبی کے مطابق عبداللہ نے کہا: بڈھے نے اپنے پیروں پر پیشاب کر کے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا''۔

صبح کو اپنے غلام ''وردان'' سے کبھی سامان سفر درست کرنے کا حکم دیتا، کبھی کہتا کہ سامان سفر کھول دو غرض جب اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو اس کے غلام نے اس سے کہا: شاید آپ کی عقل ماری گئی ہے۔ آپ خود کہتے ہیں کہ معاویہ کے پاس دنیا ہے اور علیؑ کے پاس آخرت ہے پھر بھی صحیح فیصلہ نہیں کر پا رہے

۱۔العقد الفرید ج۲/ص۲۹۱ (ج۴ص۱۴۴)

ہیں ۔میرا خیال ہے کہ آپ گوشہ نشین ہو کر بیٹھے رہیئے ۔اگر دیندار غالب آئے تو آپ دین کی پناہ میں زندگی گزاریں گے اور اگر دنیا والے غالب آئے تو وہ آپ سے دنیاوی امور میں بے نیاز نہیں رہ سکتے ۔

عمرو نے کہا: یہ مشورہ تم اب دے رہے ہو جب سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں معاویہ کی طرف جانے کا عزم کر چکا ہوں، پھر سفر کرتے ہوئے ۹ شعر پڑھے جس میں علیؑ کے دین اور معاویہ کے دنیا کا تجزیہ کر کے دنیا اختیار کرنے کی بات کہی ہے۔

اس کے بعد عمرو معاویہ سے مل گیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اسے اس کی ضرورت ہے، شام پہونچ کر پہلے تو کھنچا کھنچا رہا۔ پھر جب بزم معاویہ میں وارد ہوا تو معاویہ نے کہا:

اے ابوعبداللہ! اس رات مجھے تین بھیانک باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، عمرو نے پوچھا: وہ کیا؟ معاویہ نے کہا: محمد بن ابی حذیفہ جو مصر میں قید تھے انھیں جیل توڑ کر نکال لیا گیا ہے، یہ واقعہ دین کے لئے بڑی آفت ہے۔ دوسری بات یہ کہ قیصر روم نے عوام کو ابھارا ہے کہ شام پر حملہ آور ہو جائیں۔ تیسرے یہ کہ علیؑ کوفے پہونچ گئے ہیں، اب وہ میری طرف رخ کریں گے۔

عمرو عاص نے کہا: ''تینوں باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں، محمد کے معاملے میں تجھے فوج بھیج دینی چاہئے، اگر اسے گرفتار کر لیا گیا تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ بھاگ گیا تب بھی تیرے حق میں ٹھیک ہے۔ قیصر روم کو کچھ سیم تن کنیزیں اور قیمتی ظروف تحفے میں بھیج کر صلح کی درخواست کر، تیری بات مان جائے گا۔ لیکن علیؑ کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے، عرب والے تجھ کو اور انھیں ایک میدان میں نہیں دیکھ سکتے۔ علیؑ جس بلند مرتبے کے حامل ہیں ان کی رو سے تو ان پر غلط راستہ اختیار کر کے ہی قابو پا سکتا ہے''۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ معاویہ نے عمرو سے کہا: میں نے آپ کو ایسے شخص سے لڑنے کے لئے بلایا ہے جس نے عصیان خدا کیا، خلیفۂ رسول کو قتل کیا، فتنہ پھیلایا اور تمام امت کو انتشار میں مبتلا کر کے قطع رحم کیا۔ عمرو نے پوچھا: کون ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: ''علیؑ''۔

عمرو نے کہا: بخدا! تم علیؑ کے پاسنگ بھی نہیں۔ ہجرت، سبقت اسلامی، نرم و گرم حالات میں رسولؐ

کی رفاقت اور علم و دانش، کوئی بھی افتخار تم کو علیؑ کے مقابلے میں حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ علیؑ کے کچھ مخصوص فضائل ہیں، راہ خدا میں وہ ہر آزمائش میں کھرے اترے، اس کے باجود اگر تمھارا ساتھ دوں تو مجھے کیا ملے گا۔ معاویہ نے کہا: یہ معاملہ آپ ہی کے اختیار میں ہے۔ عمرو نے کہا: حکومت مصر اور اس کے منافع مجھے بخش دے۔ یہ سن کر معاویہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہا۔ (ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے دنیا کے لئے مجھے اختیار کیا ہے۔ عمرو نے کہا: یہ سب باتیں چھوڑیئے)۔

معاویہ نے کہا: اگر میں تمہیں دھوکہ دینا چاہتا تو اب تک یہ کام کر چکا ہوتا۔ عمرو نے جواب دیا: خدا کی قسم! مجھ جیسا تیری باتوں کے فریب میں نہیں آسکتا۔ معاویہ نے کہا: اپنے سر کو میرے نزدیک لاؤ تا کہ تمہارے کان میں ایک راز کی بات کہوں۔ عمرو نے سر نزدیک کیا تو معاویہ نے کان میں دانت کاٹ کر کہا: یہ خود ایک دھوکہ ہے، اس کمرے میں میرے اور تمہارے سوا کیا کوئی اور ہے؟

عمرو عاص نے چھ اشعار میں واضح طور سے کہا کہ جب تک دنیا حاصل نہ کرلوں، تمہارے ہاتھ دین نہ بیچوں گا، مجھے مصر حوالے کردو۔(۱) معاویہ نے کہا: مصر کا علاقہ اہمیت میں عراق سے کم نہیں ہے۔ عمرو نے کہا: ہاں! لیکن اگر میرے حوالے کردو گے تبھی تمھارے پاس رہ سکے گا، عراق پر علیؑ کا قبضہ ہے اور عراقی انھیں چاہتے ہیں۔ اتنے میں معاویہ کا بھائی عتبہ آگیا۔ معاویہ سے بولا: تمہیں عمرو کے ہاتھ مصر بیچنے میں اندیشہ کیا ہے؟ کاش! تم شام کے حکمران نہ ہوتے''۔

اس رات معاویہ و عتبہ ایک ساتھ رہے۔ عتبہ نے آٹھ اشعار میں کہا کہ اگر تم نے مصر کو عمرو کے حوالے نہ کیا تو یہ حرص ایک دن مصر کو ہمارے ہاتھوں سے نکال دے گی۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر عمرو کو بلوایا اور حکومت مصر کا پروانہ عطا کر دیا۔ عمرو نے کہا: اس پر خدا گواہ ہے۔ یہ کہہ کر قیام گاہ پر آیا۔ بیٹوں نے پوچھا: کیا ہوا؟

جواب دیا: حکومت مصر کا پروانہ مل گیا۔ بیٹوں نے پوچھا: پورے عرب میں صرف مصر ہی ملا۔ عمرو نے کہا: اگر تم لوگوں کا پیٹ مصر سے نہ بھر سکا تو خدا تمہارا پیٹ نہ بھرے، معاویہ نے شرط لگا دی تھی کہ ہر

۱۔ عیون الاخبار ابن قتیبہ ج ۱ ص ۱۸۱

حال میں میری اطاعت کرنی ہوگی۔

عمرو نے شرط کی تھی کہ معاہدہ کسی حال میں ٹوٹے گا نہیں (دونوں ہی اپنی اپنی چال میں تھے)۔

عمرو عاص اور عمار یاسر

عمار یاسر کی عمرو سے جنگ صفین میں مدبھیڑ ہوئی، عمار اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لگائے سواری سے اتر پڑے، اسی وقت عمرو نے کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا۔ عمار نے کہا: چپ رہ! تو نے زمانۂ محمدؐ میں یہ کلمہ ترک کر دیا تھا اور آج بھی تو ترک کئے ہوئے ہے، اس کلمے کے ہم تجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر تو نے عناد میں پڑھا ہے تو ہمارا حق، تیرے باطل کا دفاع کرے گا اور اگر بطور خطبہ پڑھا ہے تب بھی ہم تجھ سے بہتر خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ تو جھٹلا نہ سکے گا۔

عمرو نے کہا: خیر چھوڑیئے اب اس جنگ کو روکنے کی کوشش کیجئے، میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔ آخر ہماری جنگ کی بنیاد کیا ہے، کیا ہم ایک خدا اور ایک کعبہ کو قبلہ نہیں مانتے، کتاب ایک ہے، رسولؐ ایک اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں۔

عمار نے کہا: خدا کا شکر تو نے اقرار کیا کہ میں اور میرے ساتھی اہل قبلہ و دین ہیں۔ لیکن تمھارے ساتھی اس سے منحرف ہیں، تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہو، اب میں اپنی جنگ کی بنیاد بتاتا ہوں، مجھ سے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ ناکثین سے جنگ کرنا وہ میں کر چکا ہوں، حکم دیا تھا کہ قاسطین سے جنگ کرنا وہ تم لوگ ہو، لیکن مارقین کو پتہ نہیں پاسکوں گا یا نہیں۔ اے ابتر! کیا تو نہیں جانتا کہ رسولؐ نے علیؑ کے متعلق فرمایا تھا: **"من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"** میں تو دوستدار خدا اور رسولؐ اور پیرو علیؑ ہوں، تیرا کوئی مولا نہیں۔ عمرو نے کہا: اے ابوالیقظان! مجھے گالی کیوں دیتے ہو، میں نے تو تمھیں گالی نہیں دی۔ عمار نے کہا: تم کس بنیاد پر گالی دوگے، کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ عمرو نے کہا: لیکن دوسرے عیوب تو تم میں ہیں۔ عمار نے فرمایا: اس خدا کا شکر جس نے مجھے عظمت عطا کی، میں پست تھا خدا نے بلند فرمایا، غلام تھا آزاد کیا،

ناتواں تھا توانائی بخشی، فقیر تھا دولتمند کیا۔

عمرو نے پوچھا: قتل عثمان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے فرمایا: انھوں نے تم لوگوں کیلئے برائیوں کے در کھول دیئے۔(۱)

نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ عمار نے فرمایا: تو نے مصر کے بدلے دین بیچ دیا تیرا برا ہو...... تو نے اسلام کو ہمیشہ غلط سمجھا۔(۲) تذکرۂ سبط ابن جوزی میں اس کے بعد اضافہ ہے: تمہارا اور دشمن خدا کے بچے کا ارادہ ہے کہ خون عثمان کو دستاویز بنا کر دنیا حاصل کر سکو۔(۳)

ابونوح حمیری اور عمرو

صفین میں ابونوح حمیری، ذوالکلاع کے ساتھ عمرو سے ملنے گئے، اس وقت معاویہ کے پاس عمرو کے علاوہ بہت سے لوگ تھے، عبداللہ بن عمر کھڑے ہو کر لوگوں کو جنگ پر ابھار رہے تھے، ذوالکلاع نے عمرو سے پوچھا: کیا آپ ایسے خیر خواہ، دانشمند مہربان سے ملنا پسند کریں گے، جو عمار یاسر کے متعلق صحیح خبر دے سکے؟ عمرو نے پوچھا: وہ کون؟ ذوالکلاع نے کہا: یہ میرا چچیرا بھائی کوفہ کا باشندہ ہے۔ عمرو نے اس کو غور سے دیکھ کر کہا: تیرے اندر ابوتراب کی علامت پا رہا ہوں۔ ابونوح نے جواب دیا: مجھ میں محمدؐ و اصحاب محمد کی علامتیں ہیں اور تیرے اندر ابوجہل اور فرعون کی علامت ہے۔(۴)

ابوالاسود دوئلی اور عمرو

جب اسلامی ممالک معاویہ کے زیر نگیں آگئے اور حضرت علیؑ کی شہادت ہو چکی تو ایک بار ابوالاسود

۱۔ کتاب صفین ص/۱۷۶ (ص ۳۳۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۲۷۳ (ج ۸ ص ۲۱ خطبہ/۱۲۴)

۲۔ کتاب صفین ص/۱۶۵ (ص ۳۲۰)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص/۵۳ (ص ۹۲)

۴۔ صفین نصر بن مزاحم ص/۱۷۴ (ص ۳۳۴)؛ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۱۸ خطبہ ۱۲۴)

دوئلی معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا، یہ دیکھ کر عمرو جل پڑا، حسد کے مارے بے موقع اذن باریابی لے کر معاویہ سے بولا: میں آپ کی خیر خواہی میں آیا ہوں، ایک خطرناک بات نے میری نیند اڑادی ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ عمرو نے کہا: امیر المومنین! یہ ابوالاسود دوئلی بڑا ہی زیرک اور طرار ہے، کوئی اس کی زبان کے آگے نہیں جاسکتا، وہ آپ کی مملکت میں مدح علیؑ اور دشمنان علیؑ کی مذمت بڑے دھڑلے سے کرتا ہے۔ اگر آپ نے ذرا بھی تساہلی برتی تو گردن پر سوار ہو جائے گا، آپ اس کو بلوا کر جانچیے، اگر وہی زبان سے عقیدہ ظاہر کردے گا تو آپ کو ثبوت فراہم ہو جائے گا اور اگر دل کے برخلاف کہا تو یہ آئندہ آپ کے کام آئے گا، میری اس مفید رائے پر ضرور عمل کیجئے۔ معاویہ نے کہا: بخدا! میں ہوشمندوں کی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتا ہوں، اگر اپنے نظریات کا برملا اظہار کر دیتا ہے تو اس کے گرد و پیش کا ضرور جائزہ لیتا ہوں، اگر اس کو بلواؤں تو اس کی طاقت لسانی کا مقابلہ کون کرے گا۔ ممکن ہے اس کی طرّاری مجھے غضبناک کر دے، کیوں کہ میں اس کے عقیدے سے آگاہ ہوں، مصلحت یہی ہے کہ اسے کریدا نہ جائے، ظاہری حالت کو قبول کرلیا جائے۔

عمرو نے کہا: میں آپ کا ساتھی ہوں، صفین میں جس طرح قرآن بلند کیا تھا، اس سے آپ نے میری ہوشمندی سمجھ ہی لی، میری رائے کی مخالفت مناسب نہیں۔

معاویہ نے ابوالاسود دوئلی کو بلوایا اور کہا کہ میں اور عمرو عاص اصحاب محمدؐ کے بارے میں بحث کر رہے ہیں، آپ اپنی رائے سے دونوں کا فیصلہ کیجئے''۔

ابوالاسود دوئلی نے کہا: جو چاہے پوچھئے۔

معاویہ: محبوب ترین اصحاب رسول کون ہے؟

ابوالاسود: جو رسول کو سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا اور ان کا فدا کار تھا۔

معاویہ نے عمرو کی طرف دیکھ کر دوسرا سوال کیا: اس بنیاد پر آپ کے نزدیک افضل ترین صحابی کون ہے؟

ابوالاسود: جس کے پاس سب سے زیادہ تقویٰ تھا۔

اب کی معاویہ نے عمرو پر خشمگین نظر ڈالی اور ابوالاسود سے سوال کیا: بنابریں دانا ترین کون تھا؟

ابوالاسود: جو اپنی گفتار میں خطا سے زیادہ محفوظ تھا۔

معاویہ: سب سے زیادہ شجاع کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے میدان جنگ میں سب سے زیادہ مشقتیں اٹھائیں اور دشمنوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کئے، موت کا سب سے زیادہ مشتاق تھا۔

معاویہ: رسولؐ کا معتمد ترین کون تھا؟

ابوالاسود: جس کے لئے رسولؐ نے اپنے بعد وصیت فرمائی۔

معاویہ: نبیؐ کا صدیق کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے سب سے پہلے رسولؐ کی تصدیق کی۔

معاویہ نے عمرو سے کہا: تیرا برا ہو، کیا کسی بات کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔

ابوالاسود نے کہا: میں سمجھ رہا ہوں، آپ کہاں سے بول رہے ہیں، مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے بارے میں کچھ کہوں۔ معاویہ نے اجازت دی تو فرمایا:

''اسی منحوس نے رسولؐ کی ستر شعروں میں مذمت کی تھی، رسولؐ نے بددعا میں فرمایا: شعر کہنا، میرے شایان شان نہیں، اس لئے ہر شعر کے بدلے اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ایسے شخص سے بھلائی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ بخدا! جس کا نسب قرعہ سے پہچانا جائے، اس ذلیل کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اسے تو دوسروں کے بھروسے رہنا چاہیے، اپنی رائے دوسروں پر نہیں تھوپنی چاہئے، دو بہادر بات کر رہے ہوں تو چپ سادھے سننا چاہئے، بزم میں کتوں کی طرح کنارے بیٹھنا چاہئے، ایسا شخص گناہوں کے بوجھ سے ریاکاری پر قائل ہوتا ہے، اپنی اوقات نہیں دیکھتا، شریفوں سے الجھ جاتا ہے، انجام کار اندھیروں میں ٹٹولنے لگتا ہے، مکاری و بے حیائی کو اپنا شعار بنا لیتا ہے، حالانکہ مکاری کا انجام جہنم ہے''۔

عمرو نے کہا: تم ذلیل ہو، بنی کنانہ سے اپنا حسب نہ ملاتے تو یوں نہ اڑتے بلکہ تمہارے آس پاس کے لوگ تمہیں اچک لیتے، اب بزرگی نہ جتاؤ، لمبی زبان نہ نکالو، بہت جلد یہ طراری وبال بن جائے گی۔

بخدا! اب بھی تم معاویہ سے دشمنی رکھتے ہو، اگر میری بات مانی جاتی تو تمھاری زبان کاٹی جاتی۔

معاویہ نے مداخلت کی: اے ابوالاسود! تم نے بڑا اچھا دفاع کیا۔ پھر عمرو سے کہا: اب اتنا بھی نہ اڑو، تمہیں نے تو ابتدا کی تھی۔ پہل کرنے والا باغی اور تیسرا حلیم ہے۔ قبل اس کے کہ میں نکالوں تم یہاں سے نکل جاؤ۔

عمرو نے کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا:

لعمري لقد اعيى القرون التي مضت　　لغش ثوى بين الفواد كمين

''میری جان کی قسم! اندرونی ناپاکیوں اور گندگیوں نے عہد رفتہ کو آلودہ کر رکھا ہے''۔

ابوالاسود دوئلی نے بھی کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا:

الا ان عمراً رام ليث خفية　　و كيف ينال الذئب ليث عرين

''آگاہ ہو جاؤ کہ عمرو نے ایسے شیر سے چھیڑ چھاڑ کی جو اپنی کچھار میں آرام کر رہا تھا، کوئی بھیڑیا بپھرے ہوئے شیر تک پہونچ کر اسے نقصان کیسے پہونچا سکتا ہے''۔(۱)

ابوجعفر و زید کی بات

ابوجعفر اور زید کہتے ہیں:

''معاویہ نے عمرو سے عراقیوں کے مقابل صف درست کرنے کی تاکید کی، اس نے شرط رکھی کہ علیؑ قتل ہو جائیں تو عراق میرے حوالے کر دو گے۔ معاویہ نے کہا: تم تو مصر لے چکے ہو۔ عمرو نے کہا: وہ تو بہشت کی قیمت تھی، قتل علیؑ پر جہنم کی بھی تو قیمت ملنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: اے ابوعبداللہ! اگر علیؑ قتل ہو جائیں تو پروانہ حکومت مصر باقی رہے گا، ذرا آہستہ بولو، کہیں اہل شام سن نہ لیں۔''

اس موقع پر عمرو نے شامیوں سے کہا: شام والو! اپنی صفیں درست کرلو، خدا کو اپنا سر عاریتاً دے دو، خدا سے مدد چاہو اور اپنے و خدا کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو، انہیں قتل کرو اور صبر کرو، زمین صابروں

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۰۶-۱۰۴ (ج ۸ ص ۶۰۶؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ ص ۲۲۱)

ہی کے زیر اقتدار رہے گی اور انجام پرہیز گاروں کے حق میں ہے۔(۱)

یہ عمرو عاص کا سب سے اہم قول ہے جو اس کے دینی کمزوری پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ وہ حق علیؑ کو جان بوجھ کر معاویہ کے سامنے حق کو مشتبہ کر رہا ہے۔ یہ گفتار ان لوگوں کی بھی تردید کر رہا ہے جو عمرو عاص کی عدالت یا خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔

چچا، بھتیجا

عمرو کا ایک ہوشیار بھتیجا قبیلہ بنی سہم سے تھا، مصر سے ملنے کے لئے آیا اور عمرو عاص سے بولا کہ تم قریش کے درمیان کس نظریہ پر زندگی گزار رہے ہو؟ تم نے اپنا دین حوالے کر دیا اور دوسرے کی دنیا میں الجھے ہوئے ہو، کیا تم سمجھتے ہو کہ مصر والے جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، معاویہ کا اقتدار تسلیم کر لیں گے، حالانکہ علیؑ زندہ ہیں، پھر کیا مصر، معاویہ کے ہاتھ آ بھی جائے اور جس طرح اس نے زبانی تمہارے حوالے کر دیا ہے وہاں کے لوگ مان لیں گے۔

عمرو نے کہا: بھتیجے! معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ علیؑ و معاویہ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اس جوان نے عمرو کے جواب میں یہ پندرہ اشعار کہے:

ترجمہ: (حاصل مطلب)

''اے خواہر قبیلہ بنی زیادہ ''ہند''! آگاہ ہو جا کہ عمرو عاص بہت چالاک ہے وہ اپنی مکاری کے ذریعہ دانشمندوں کے پتے پانی کرنے والا ہے، معاویہ نے اپنے عہد نامے میں مکارانہ شرطیں لکھی ہیں۔ عمرو عاص نے بھی مکارانہ شرطیں لکھ دی ہیں۔ اس کے بعد عمرو سے مخاطب ہو کر بولا: تو تو ابھی مصر کی حکومت نہیں پا سکا ہے، شروع ہی سے تو کامیابی سے کبھی ہمکنار نہ ہو سکا، تو نے اپنا دین، دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ بڑا نقصان کیا تو بڑا بدترین انسان ہے، مصر آسانی سے تیرے قبضے میں نہیں آئے گا تو معاویہ سے آ کے مل گیا جیسے قوم عاد سے مل جایا جائے۔ منھ کالا کر لے، کیا تو ابو الحسنؑ کو نہیں پہچانتا؟ انھیں چھوڑ کر

۱۔ صفین ابن مزاحم ص۱۴۳-۱۲۳ (ص ۳۴۷)، شرح ابن ابی الحدید (ج۵ ص۱۸۹)

معاویہ سے ملنا ایسا ہی ہے جیسے نور کو چھوڑ کر ظلمت اختیار کر لینا۔ آدمی کی انگلیاں کتنی ہی لمبی ہوں ستارۂ سہیل تک نہیں پہنچ سکتیں، صلاح وفساد میں بڑا فرق ہے کیا علیؑ تند مرکب پر سوار ہو کر حملہ آور ہوں تو کوئی بے خوف ہوسکتا ہے؟ اس وقت تم کیا عناد کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟

عمرو نے کہا: بھتیجے! اگر میں علیؑ کے ساتھ ہوتا تو میرے لئے میرا گھر کافی تھا، لیکن اب تو میں معاویہ کے ساتھ ہوں۔

اس نے جواب دیا: اگر آپ معاویہ سے سروکار نہ رکھیں تو وہ آپ سے بھی سروکار نہ رکھے گا۔ لیکن وہ آپ کا دین چاہتا ہے، آپ اس سے دنیا چاہتے ہیں۔

جب اس جوان کی باتیں معاویہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے طلب کیا لیکن وہ جوان بھاگ کر علیؑ سے مل گیا اور حضرت سے پوری بات کہہ دی، حضرت نے خوشحال ہو کر اسے اپنا مقرب بنالیا۔

مروان نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے معاویہ سے کہا: عمرو کی طرح مجھے بھی خرید لے۔ معاویہ نے کہا: تیرے جیسے لوگ بیچے جاتے ہیں؟ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے چودہ شعر کہے۔ جس میں اس نامناسب صورتحال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے، دین فروشی کے مظاہرے کے برخلاف اپنی دینی حیثیت اور زمانۂ رسالت میں اپنی فداکاریوں کو یاد فرمایا ہے۔ (۱)

غانمہ بنت غانم اور عمرو

یہ خاتون مکہ میں رہتی تھیں، جب معلوم ہوا کہ معاویہ اور عمرو عاص حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں تو فرمایا: اے قریش! بخدا معاویہ امیر المومنین نہیں ہے۔ وہ جیسا اپنے آپ کو سمجھ رہا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں خود معاویہ سے مل کر اسے پانی پانی کردوں گی۔ گورنر نے یہ بات معاویہ کو لکھ بھیجی۔ معاویہ مدینہ میں تھا جب سنا کہ غانمہ ان سے ملنا چاہتی ہے تو مہمان خانہ صاف کرا کے ان کے آؤ بھگت کی تاکید کی۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ص ۸۴/ (ج ۱ ص ۸۸)؛ کتاب صفین ص ۴۴/ (ص ۴۴۔۴۱)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱/ ص ۱۳۸/ (ج ۲ ص ۶۸ خطبہ ۲۶/)

غانمہ مدینہ پہنچیں تو یزید نے اپنے غلاموں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ غانمہ اپنے بھائی عمر کے یہاں اتریں۔ یزید نے اپنے باپ کی فرمائش سے باخبر کیا کہ مہمان خانہ ہی میں فروکش ہوں۔ غانمہ اس کو پہچانتی نہ تھیں، پوچھا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں یزید ہوں معاویہ کا بیٹا۔ بھڑ کے بولیں: خدا تیرا ستیاناس کرے، تجھے مہمان نوازی نہیں آتی۔ یزید نے سارا واقعہ باپ سے بیان کیا۔ معاویہ نے کہا: ان سے نہ بولو وہ قریش کی سب سے سن رسیدہ عورت ہیں۔ یزید نے عمر پوچھی تو معاویہ نے کہا کہ وہ زمانہ رسولؐ میں چار سو سال کی تھیں۔ کچھ دن بعد معاویہ ان سے ملنے آیا اور سلام کیا۔ غانمہ نے کہا: اہل ایمان پر سلام اور ناشکروں پر ذلت و خواری۔ پھر پوچھا: تم دونوں میں عمرو عاص کون ہے؟

عمرو نے کہا: میں ہوں۔ فرمایا: تو بنی ہاشم کو گالیاں دیتا ہے جب کہ تو خود لائق دشنام ہے۔

گالیاں تیرے حصار میں ہیں۔ بخدا! میں تو تیری ماں کے ایک ایک کرتوت کو بخوبی جانتی ہوں۔ پیشاب کرتی تھی اور ہر پست و خوار کا پہلو گرم کرنے پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ جب کوئی مرد اس سے ہم بستر ہوتا تو اس کا نطفہ مرد پر غالب آجاتا (کثرت شہوت کا کنایہ ہے)۔ ایک دن میں چالیس مرد اسے بھنبھوڑتے تھے۔ یہ تو تیری ماں تھی، تو بھی ایک ایسا بدمعاش اور آوارہ ہے کہ نیکی سے دور کا واسطہ نہیں، تو نے اپنی بیوی کے بستر پر دوسرے کو دیکھا اور ذرا بھی غیرت جوش میں نہ آئی۔ اے معاویہ! تو بھی خیر و صلاح سے واسطہ نہیں رکھتا اور نہ تیری اچھی طرح سے پرورش ہوئی۔ کیا بنی ہاشم کی عورتوں کی طرح بنی امیہ کی عورتیں ہو سکتی ہیں۔(۱)

یہ تھا عمرو عاص کا جاہلی عہد، دور نبوت اور عہد امیرالمومنینؑ کا نفسیاتی خاکہ۔ اس شخص کی پوری زندگی میں کہیں تعریف کا پہلو نہیں۔ معاویہ سے مل کر تو اس نے عاقبت ہی خراب کر لی۔ کچھ لوگ اس کے ذات السلاسل میں امارت کا شاخسانہ چھوڑتے ہیں۔

لیکن اس سے اس کی فضیلت نہیں ظاہر ہوتی وہ ہمیشہ منافق رہا۔ رسول خداؐ محض تالیف قلب فرماتے تھے تاکہ بتدریج اسلامی روح سما سکے۔ رسول اللہ کا اکثر صحابہ کی حالت دیکھ کر یہی برتاؤ تھا۔

۱۔ جاحظ کی المحاسن والاضداد ص ر۱۰۴۔۱۰۲ (ص ۹۰۔۸۸)؛ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج ر ۱ ص ر ۷۰۔۶۹ (۹۴۔۹۱)

قرآن نے اسی بات کی طرف تاکید کی ہے: **ومن اهل المدينة مردوا علىٰ النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم** ''بعض مدینہ کے منافقین نفاق میں اڑ گئے ہیں، تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں''۔ اس بنا پر متذکرہ غزوے میں بھی رسولؐ اس کے نفاق سے آگاہ تھے۔ آپ نے اس کا انجام ملاحظہ فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے نشاندہی فرمائی ہے۔

جن شرطوں پر علم اس کے حوالہ کیا گیا تھا ان شرطوں پر عمرو نے عمل نہیں کیا۔ اس کی دلیل عمرو وغیرہ کے تبصروں سے فراہم کی جاسکتی ہے۔

عمرو عاص نے اسکندریہ والوں پر شکستِ معاہدہ کا الزام عائد کیا، پھر حملہ کر کے فتح کرلیا، بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اکثر لوگوں کو قید کر دیا۔ عثمان کو اس کے اقدام پر بڑا غصہ آیا اور ان کے نقض عہد کی بات نہ مانی، تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور حکومت مصر سے عمرو عاص کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو گورنر بنا دیا۔ اسی وجہ سے عثمان اور عمرو عاص میں ٹھن گئی۔ عمرو فلسطین چلا گیا۔ مدینہ میں تھا تو لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتا رہتا تھا۔ (۱)

عثمان سے پہلے عمر نے عمرو عاص کو مصر کا پروانہ دیا تھا، عثمان کے ابتدائی زمانہ تک یہ گورنری باقی رہی۔ عثمان نے معزول کیا تو اس قدر کینہ تھا کہ قتل عثمان کے بعد چہکتے ہوئے بولا: میں ابی عبداللہ ہوں۔ زخم کھرچتا ہوں تو خونم خون کر دیتا ہوں۔ عثمان نے حکومت مصر سے معزول کر کے صرف پیش نمازی کا عہدہ باقی رکھا تھا۔

مالیات کا انچارج ابن ابی سرح کو بنا دیا تھا۔ کچھ دن بعد پیش نمازی بھی چھن گئی تو مدینہ آکر ان کے متعلق زہرافشانی کرنے لگا۔ ایک دن عثمان نے طلب کر کے اس سے کہا: نابغہ کے جنے! تیرا دامن کتنی جلدی گندہ ہوگیا، تو مجھ پر تنقید کرتا ہے اور میرے سامنے آکر ریاکاری کرتا ہے۔ واللہ اگر میری وجہ سے تجھ کو فائدہ پہنچا ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتا۔ عمرو عاص نے کہا: لوگ میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کے واسطے مجھ سے بدظن نہ ہوں۔ میں عمر کے وقت سے مصر کا گورنر تھا اور وہ مجھ سے راضی تھے۔

۱۔ الاستیعاب ج ۲/ص ۴۳۵؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ص ۱۱۲

عثمان نے کہا کہ اگر میں نے عمر کی طرح سختی کی ہوتی تو تجھ سے یہ بدعنوانی سرزد نہ ہوتی۔ میری نرمی نے تجھ کو گستاخ بنا دیا ہے۔ عمرو عاص وہاں سے غصہ میں بھرا باہر آیا۔ جب بھی حضرت علیؑ سے ملتا تو آپ کو عثمان کے خلاف مشتعل کرنے کی کوشش کرتا۔ طلحہ اور زبیر کو بھی نفرت پر ابھارتا۔ حاجیوں کو مکہ میں عثمان کی غلط حرکات بتا کر ابھارتا۔

جب مصریوں نے خانہ عثمان کا محاصرہ کیا تو عثمان نے علیؑ کو بلا بھیجا۔ حضرت آئے اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر ہٹا دیا۔ عثمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ مصری آئے تھے لیکن جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو پلٹ گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے مسجد کے گوشہ سے پکارا: عثمان! خدا سے ڈرو، تم نے حادثے پیدا کر دئے ہیں تم توبہ کرو۔ عثمان چلائے: نابغہ کے جنے! تم یہاں موجود ہو، تمھیں حکومت مصر چھننے کا عناد ہے۔

جب پہلی بار محاصرہ ہوا تو عمرو فلسطین چلا گیا، مقام سبع میں قیام کیا اور وہاں بھی لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ اکثر کہتا کہ جب نچوڑتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ ایک دن قصر فلسطین میں بیٹھا تھا کہ مدینہ کا سوار نظر آیا۔ حالات پوچھے تو محاصرہ عثمان کی خبر معلوم ہوئی۔ یہ اپنی گندی خودستائی کرنے لگا۔ جب قتل کی خبر آئی تو کہا: میں نے انہیں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے ہی قتل کرا دیا۔ پھر پوچھا: خلیفہ کون ہوگا! طلحہ تو بخشش وعطا میں مشہور ہے لیکن علیؑ ہوئے تو بہرحال حق ہی کو ملحوظ رکھیں گے، وہ میرے نزدیک اس مقام و مرتبہ کے لئے ناپسندیدہ ترین شخص ہیں۔

جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو سخت پریشان ہوا۔ پھر پتہ چلا کہ معاویہ نے بیعت علیؑ سے انکار کیا ہے اور انتقام خون عثمان کی آواز بلند کی ہے تو بیٹوں سے مشورہ کیا۔ عبداللہ نے خاموشی کا مشورہ دیا، مگر محمد نے معاویہ کی طرفداری کی رائے دی۔ اس طرح دنیا کی لالچ میں کل لوگوں کو جس طرح خون عثمان پر ابھارتا تھا اسی طرح اب انتقام خون عثمان پر ابھارنے لگا۔ (۱)

۱۔ انساب الاشراف ج/۵ص/۷۴، ۸۷ (ج۲ص۲۸۶۔۲۸۲ نمبر ۳۶۰، ۳۶۴)؛ تاریخ طبری ج/۵ص/۱۱۱۔۱۰۸ اور ص/۲۲۴ (ج۴ص۳۶۱، ۳۵۶ حوادث ۳۵ھ، ۵۶۰ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج/۳ص/۶۸ (ج۲ص ۳۵۸ حوادث ۳۶ھ: تذکرۃ الخواص ص/۴۹ (ص ۸۷۔۸۶)؛ جمہرۃ رسائل العرب ج۱ص ۳۸۸

عمرو نے معاویہ کے غلام حریث کو بھی علیؑ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ معاویہ نے حریث سے کہا: علیؑ کو چھوڑ کر جہاں جی چاہے اپنا نیزہ پھینکو۔ عمرو نے اس سے کہا کہ اگر تو قریشی ہوتا تو معاویہ تجھے قتل علیؑ کا مشورہ دیتے، وہ یہ افتخار کسی غیر قریشی کو نہیں دینا چاہتے، اسی لئے تم موقع پا کر علیؑ پر حملہ کر دو۔(۱)

امیر المومنینؑ کی خبر شہادت سن کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، خوشی سے پاگل ہوا جارہا تھا۔

یہ ہے اس شخص (عمرو عاص) کی حقیقی تصویر، جس کا اس نے خود ہی اپنی زبان سے اظہار و اقرار کیا ہے، یہ ہے اس کی اپنی حیثیت، جس میں کفر والحاد، نفاق اور دوغلے پن کے علاوہ کسی اور چیز کا سراغ نہیں ملتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی اتنے پست معاملہ پر قانع نہیں ہوتا، وہ حق کی معرفت کے بعد بھی اس سے بہت دور تھا، اس کا خود کہنا ہے: اگر خلافت کی باگ ڈور علیؑ کے ہاتھ میں پہونچ گئی تو وہ حق کو باطل کی کثافتوں سے پاک ومنزہ کر دیں گے۔ اس کے باوجود بھی وہ حضرت سے شدید کینہ و دشمنی رکھتا تھا۔ وہ کہتا: علیؑ کا خلیفہ ہونا میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

داستان شجاعت

پسر نابغہ کے جنگی کارناموں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ دور جہالت میں نہ دوران نبوت میں البتہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے سامنے شرمناک طریقے سے عریاں ہونے اور مالک اشتر سے فرار ہونے کا ثبوت ملتا ہے، لوگ اس پر تمثیلی شعر کہتے ہیں۔ عتبہ، حارث بن نصر، ابوفراس، زاہی، عبدالباقی وغیرہ نے اشعار کہے ہیں۔ اگر وہ واقعی بہادر ہوتا تو دفاع کرتا، مکاری میں شرمگاہ عریاں نہ کرتا، اپنے بیٹے عبداللہ سے کہتا کہ خبردار! علیؑ سے بچ کر رہنا۔(۲) عبدالبر نے استیعاب میں اس کو بہادران عرب اور دلیران قوم میں شمار کیا ہے۔ ابن منیر کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر معاویہ نے خطا کی تو تقدیر نے خطا نہیں کی، یہ سمجھ لو کہ معاویہ اور عمرو نے کوئی مکاری نہیں کی، عمرو وہ بہادر تھے کہ جنہوں نے اپنی شرمگاہ سے جنگ کی، تلوار سے نہیں۔ عمرو کی اس بزدلی کے لئے اب ذرا ابن حجر کا فقرہ سنئے کہ رسول خداؐ نے عمرو کی معرفت و شجاعت کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ص ر ۱۳۳ (ج ۴ ص ۳۳۰)
۲۔ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج ۱/ص ۳۹ (ص ۵۴)

وجہ سے اپنے سے قریب رکھا تھا۔(۱) اب ہم کیا پوچھیں کہ رسول خداؐ نے کب اس منافق کو اپنے سے قریب کیا تھا؟

امیر المومنینؑ اور عمرو جنگ صفین میں

عمرو عاص کو صحابی حضرت علیؑ حرث بن نضر خثعمی سے شدید نفرت تھی، ان سے تمام شامی بہادر ڈرتے تھے۔ انہوں نے سات شعروں میں عمرو کو علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے للکارا۔ عمرو یہ سن کو بولا: میں علیؑ سے ضرور مقابلہ کروں گا خواہ ہزار بار موت ملے۔ جب علیؑ سے سامنا ہوا تو علیؑ نے نیزہ سے حملہ کیا، یہ دیکھ کر عمرو ننگا ہو گیا، علیؑ نے منھ پھیر لیا۔ حضرتؑ کی یہ شرافت ضرب المثل ہوگئی۔(۲)

الامامۃ والسیاسۃ (۳) میں ہے کہ عمرو نے معاویہ کو بزدلی کا طعنہ دے کر علیؑ سے مقابلہ کیا اور اپنی شرمگاہ عریاں کی اور مسعودی کے مطابق معاویہ نے عمرو کو قسم دی تھی۔ ایک دن علیؑ نے میدان میں معاویہ کو للکارا کہ بلاوجہ لوگوں کا خون ناحق بہہ رہا ہے۔ ہم لوگ آپس میں جنگ کر کے فیصلہ کرلیں۔ عمرو نے کہا کہ علیؑ نے انصاف کی بات کہی۔

معاویہ نے کہا: میں زندگی کا دھوکہ نہیں کھاؤں گا، بخدا! جس نے علیؑ کا سامنا کیا زمین خون سے لال ہوگئی۔ ایک دن علیؑ نے مالک اشتر کے ساتھ رجز پڑھ کر حملہ کیا اور آخری صف میں پہنچ گئے اتنے میں بسر بن ارطاۃ اپنی خول سے ڈھکا ہوا باہر آیا، وہ پہچان میں نہیں آرہا تھا علیؑ نے نیزہ سے حملہ کر کے زمین پر دے پٹکا۔ اچانک بسر نے اپنی شرمگاہ عریاں کردی اور علیؑ نے منھ پھیر لیا تو وہ بھاگا۔ مالک اشتر نے عرض کی: امیر المومنینؑ! یہ تو دشمن خدا بسر تھا۔ آپ نے فرمایا: چھوڑو میں عریاں شرمگاہ کی حرکت کے بعد کیا ماروں۔(۴)

ایک دن معاویہ نے عمرو کو عریاں شرمگاہ کرنے کا طعنہ دیا۔ عمرو نے کہا: آپ مجھے طعنہ دے رہے

۱۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۲

۲۔ کتاب صفین ص ۲۲۴ (ص ۴۲۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۶ ص ۳۱۳)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۹۵)

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۱۰

ہیں اور علیؑ کی للکار پر خود آپ کی سانس پھول رہی تھی، گھگھی بندھ گئی تھی۔ معاویہ نے کہا: چھوڑو بھی علیؑ سے بھاگنا عار نہیں۔(۱)

معاویہ وعمرو

ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو آیا تو معاویہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ عمرو نے کہا: آپ کو ہنسی کیوں آئی؟ جواب دیا: مجھے اس وقت تمھارا اور علیؑ کا مقابلہ یاد آ گیا۔ عمرو نے کہا کہ آپ مجھے ملامت کر رہے ہیں جب کہ آپ کی بھی گھگھی بندھ گئی تھی، بخدا! آپ اگر مقابلہ کرتے تو آپ کا خاندان یتیم ہو جاتا۔(۲) ہم سب انتقام کے طلبگار ہیں۔ آپ کے دادا عتبہ، بھائی حنظلہ اور چچا شیبہ کو علیؑ نے بدر میں قتل کیا، ولید اور ابن عامر کے باپ اور چچا کو قتل کیا، طلحہ کو جنگ جمل میں قتل کیا اور مروان کو تو مردار ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

معاویہ نے کہا کہ اب انتقام کا طریقہ یہی ہے کہ علیؑ کے ٹکڑے کر ڈالو۔

مالک اشتر اور عمرو جنگ صفین میں

معاویہ کو جنگ صفین میں مالک اشتر کی وجہ سے بھی سخت پریشانی تھی۔ مروان سے کہا کہ قبیلہ ''**بحصب والکلاعیین**'' کو لیکر اس پر ٹوٹ پڑو۔ مروان نے کہا کہ عمرو کو بھی بلا لیجئے۔ عمرو آیا تو تھوڑی دیر تک نوک جھونک ہوئی لیکن جب معاویہ کے کہنے پر کہ میں نے تم کو سب پر مقدم کیا ہے تو عمرو نے لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ جب مالک کی نظر عمرو پر پڑی تو فرمایا کہ کاش میں عمرو کو پا جاؤں۔ میں نے نذر مانی ہے کہ اس کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرونگا۔ میں اکثر جوش نفرت میں سوچتا ہوں کہ اس کی لاش چیل کووں کو کھلا دوں۔ عمرو نے مالک کا رجز سن کر گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا اور بولا: کاش! میں جانتا کہ مالک کے ساتھ کیا

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۲۵ (ج۲ص۴۰۵)

۲۔ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج۱ص۳۸ (ص۵۳)

برتاؤ کروں۔ یہ سنتے ہی مالک اس کے سر پر پہنچ گئے اور وہ منہ چھپا کر بھاگ گیا۔(۱)

ابن عباس اور عمرو

ابن عباس اکثر عمرو کو لتاڑتے رہتے تھے۔ موسم حج میں، دوسرے مواقع پر معاویہ کے ساتھ دین بیچنے کا طعنہ، جنگ صفین میں شرمگاہ عریاں کرنے کا طعنہ اور عقل کے مارے جانے کا طعنہ دیتے رہے۔(۲)

عبداللہ مرقال اور عمرو

صفین میں معاویہ کو ہاشم بن عتبہ سے سخت اذیت پہنچی تھی۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ کو پابہ زنجیر عراق سے بلوایا۔ عمرو نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ سن کر عبداللہ نے عمرو سے کہا: اے حرامی کے جنے! یہ سب صفین میں کیوں نہیں کہا، میں نے تو تجھے للکارا تھا تو کالی لونڈیا کی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے چپکا ہوا تھا۔ اگر معاویہ مجھے قتل کرے گا تو تو ایک لائق ستائش جوان کو قتل کرے گا۔

عمرو نے کہا: یہ باتیں چھوڑو تلوار کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عبداللہ نے کہا: بکواس کئے جاؤ تم وہی ہو کہ آسائش میں اینٹھتے ہو اور جنگ میں شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچاتے ہو۔ معاویہ نے عبداللہ کو ڈانٹا: اے بے مادر! چپ نہیں رہے گا!۔

عبداللہ بھی دہاڑے: او ہند کے جنے! مجھے دھمکی دیتا ہے، میں تجھ کو بھی وہ کہوں گا کہ پانی پانی ہو جائے گا یہ سن کر معاویہ ٹھنڈے ہو گئے اور بولے: بھتیجے! بس کرو اور آزاد کرنے کا حکم دیا۔ عمرو نے اصرار کیا کہ اسے قتل کر دیجئے ورنہ کل آپ کو پریشانی ہوگی اور پشیمانی ہوگی۔ معاویہ نے کہا: میں نے عفو و بخشش کو وراثت میں پایا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کے قتل سے صفین کی تلافی ہو جائے گی۔ البتہ اس کا باپ

۱۔ کتاب صفین ص/۲۳۲ (ص ۴۴۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۲۹۰ (ج ۸ ص ۸۰)

۲۔ البیان والتبیین ج/۲ ص/۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۰۶)؛ العقد الفرید ج/۲ ص/۱۳۶ (ج ۳ ص ۲۰۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۱ ص/۱۹۶ (ج ۲ ص ۲۴۷)

میرے خلاف انگارہ تھا، ہمارے نیزوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔(۱)

درس دین واخلاق

ارباب تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عمرو کی پوری زندگی برائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ شخص پستی، حیلہ گری، مکاری، خیانت، بدکاری، بدعہدی، جھوٹ اور کینہ توزی کا پشتارہ تھا، یہ باتیں نفاق کی علامت ہیں، حدیث رسول کی روشنی میں یہ باتیں ایمان سے دور کر دیتی ہیں۔(۲) بے شمار احادیث نبوی کی روشنی میں عمرو عاص کے نفاق کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔اس سے زمین میں فساد پھیلانے والوں کو سبق لینا چاہئے۔

وفات

صحیح ترین روایت کے مطابق عمرو عاص سنہ ۴۳ ہجری شب عید فطر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔اس کے علاوہ بھی روایات ہیں۔لگ بھگ ۹۰ رسال عمر پائی۔عجلی کے مطابق ۹۹ رسال عمر پائی۔

یعقوبی لکھتا ہے کہ مرتے وقت بیٹے سے کہا:

''اگر تیرا باپ جنگ ذات السلاسل میں مرجاتا تو اچھا تھا، مجھ سے ایسی حرکات ہوئیں ہیں کہ پیش رب کوئی دلیل و حجت کام نہ آئے گی، پھر اپنی دولت فراوان کی طرف دیکھ کر کہا کہ کاش! یہ دولت اونٹ کے مینگنی کی طرح ہوتی، کاش! میں تیس سال قبل ہی مر گیا ہوتا، میں نے معاویہ کی دنیا بنائی اور اپنا دین برباد کر لیا، دنیا کو مقدم کر کے آخرت سے ہاتھ دھونا پڑا، صلاح وہدایت سے دور ہوا، موت قریب آ گئی ہے شاید میری موت کے بعد معاویہ میری دولت چھین لے اور تم لوگوں کے ساتھ برا سلوک

۱۔کتاب صفین ص۱۸۲؛ مروج الذہب ج۲ص۵۹، ۵۷؛ شرح نہج البلاغہ ج۲ص۱۷۶؛ کامل مبرد ج۱ص۱۸۱

۲۔صحیح بخاری (ج۱ص۲۱)، صحیح مسلم (ج۱ص۹۲)، سنن ابی داؤد (ج۱ص۱۱۱)، سنن ترمذی (ج۵ص۲۰)، سنن نسائی (ج۶ص ۵۳۵)، سنن ابن ماجہ (ج۲ص۱۴۰) اور احمد (ج۳ص۵۹۴)، بزاز، طبرانی (ج۱۰ص۲۲۷)، ابن حبان (ج۱ص۴۲۲)، ابو یعلی (ج۵ص۴۴۷) اور بیہقی (ج۶ص۲۸۸) وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

کرے''۔(۱)

ابن عبدالبر لکھتا ہے کہ عمرو بستر مرگ پر تھا تو ابن عباس ملنے آئے۔ مزاج پرسی کی۔ جواب دیا: میں محسوس کررہا ہوں کہ دنیا آباد کر کے دین برباد کیا، جسے آباد کیا اسے تباہ کرنا چاہئے تھا اور جسے تباہ کیا اسے آباد کرنا چاہئے تھا تبھی نجات ہوتی۔ اگر کفارہ ادا کیا جا سکتا ہو تو ضرور کروں۔ ممکن ہوتا تو ان ممالک سے بھاگ جاتا، اب زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں نہ اوپر چڑھ سکتا ہوں اور نہ نیچے اتر سکتا ہوں۔

ابن عباس نے کہا: اب پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں، تمہارا تو آخرت پر ایمان ہی نہیں تھا۔ عمرو نے کہا: اب جبکہ میں ۸۸ر سال کا ہو گیا ہوں تو مجھے رحمت خدا سے مایوس کر رہے ہو۔ خدایا! ابن عباس مجھے تیری رحمت سے مایوس کر رہے ہیں، تو مجھ سے جو چاہتا ہے لے لے تاکہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ ابن عباس نے کہا کہ افسوس یہ آرزو بعید ہے، تم پرانا کے بدلے نیا لینا چاہتے ہو۔ یہ سن کر عمرو عاص نے کہا کہ اے ابن عباس! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو جب بھی کوئی بات کہتا ہوں تم مجھے الٹا جواب دیتے ہو۔(۲)

عبدالرحمٰن بن شمامہ کہتا ہے کہ عمرو عاص اپنے آخری وقت رونے لگا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو، کیا موت سے ڈر گئے؟ کہا کہ موت کے بعد کے حالات سے ڈر رہا ہوں۔ اس نے تسلی دی: آپ تو صحابی رسولؐ ہیں، شام فتح کیا۔ عمرو بولا: اس سے بڑھ کر تو میں توحید کی گواہی دیتا ہوں، میری تین حالت تھی: ابتدا میں کافر اور دشمن رسولؐ تھا۔ اس وقت مرتا تو دوزخ میں جاتا۔ پھر رسولؐ کی بیعت کی تو حیادار تھا اور موت آتی تو امید جنت کی تھی۔ پھر حکومت مل گئی اور ایسے معاملات میں پھنس گیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ نفع ہوگا یا نقصان۔ مرنے کے بعد مجھ پر کوئی نہ روئے، نہ جنازہ کی مشایعت کرے۔ میرا بند کفن مضبوط باندھنا، میں اختلافی شخص ہوں اچھی طرح مٹی سے ڈھانپنا۔

اہم نکتہ: عمرو کے باپ کا نام اکثر نے عاصی لکھا ہے۔ حضرت علیؑ اور مالک اشتر کے رجز میں عاصی ہی ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۹۸ (ج۲ص۲۲۲)

۲۔ استیعاب، ج۲، ص۴۳۶ (نمبر۱۹۳۱)

محمد حمیری

بحق محمد قولوا بحق — فان الافک من شیم اللئام
ابعد محمد بابی و امی — رسول اللہ ذی الشرف التہامی
الیس علی افضل خلق ربی — و اشرف عند تحصیل الانام

"تمہیں محمدؐ کے حق کا واسطہ! سچ ہی بولو۔ کیونکہ اتہام طرازی بری خصلت ہے۔ کیا محمدؐ کے بعد، ان پر ہمارے ماں باپ قربان! جو خدا کے رسولؐ اور صاحب مجد و شرف ہیں، علیؑ تمام مخلوقات رب سے افضل اور نادرۂ روزگار لوگوں میں شریف ترین نہیں ہیں؟

حق بات تو یہ ہے کہ ان کی ولایت ہی ایمان ہے پھر مہمل باتوں سے مجھے کیا سروکار! انہیں کے بارے میں اطاعت رب ہے اور بیمار دلوں کی شفاعت ہے۔ ابوالحسن علیؑ ہمارے امام ہیں، ان پر ہمارے ماں باپ قربان! وہ حرام سے پاک و پاکیزہ ہیں، راہ ہدایت کے امام ہیں، خدا نے انہیں کے ذریعے حلال و حرام کو پہچنوایا۔ اگر میں ان کی محبت میں جان دے دوں تو یہ گناہ نہیں ہے، ان کے دشمن تمام عمر روزہ نماز کریں پھر بھی جہنم میں جائیں گے۔ خدا گواہ! اس امام عادل کے بغیر کوئی نماز و روزہ مقبول نہیں۔ اے امیر المومنینؑ! آپ پر پورا اعتماد و بھروسہ ہے، آپ کے درخشاں اطمینان بخش حصار سے وابستہ ہوں، یہ میرا قول، میرا دین ہے۔ اے رب! میں آخری سانسوں تک اسی بات پر جمار ہوں گا، علیؑ کے دشمن سے بیزار ہوں، ان کمینی نسل کے لوگوں سے بھی بیزار ہوں جنہوں نے علیؑ سے جنگ کی، لوگ غدیر خم میں ان کا خدا اور رسولؐ کی طرف سے امام متعین ہونا بھول گئے، جو لوگ ان پر کیچڑ اچھال رہے ہیں ان کے برخلاف علیؑ فضائل کا سمندر ہیں، میں ان سے بھی بیزار ہوں جو علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ

علیؑ مرتبے کے لحاظ سے مقدم ہیں اور جب علیؑ کے ہاتھ میں شمشیر آبدار ہو تو باطل شکن ہیں''۔

شعری تتبع

اس قصیدے کو حموینی نے نقل کیا ہے۔(۱) وہ جید ترین سند کے ساتھ ہشام بن احمد سے ان کے باپ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دن طرماح طائی، ہشام مرادی اور محمد بن عبداللہ حمیری معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ معاویہ نے ایک ہزار کی تھیلی نکال کر اپنے ہاتھ میں رکھ لی اور کہا: اے شاعران عرب! تم لوگ علیؑ کے بارے میں صرف حق بات کہنا جس کی بات سب سے اچھی ہوگی اسے یہ تھیلی عنایت نہ کردوں تو حرب کا بیٹا نہیں۔ یہ سن کر طرماح اور ہشام مرادی نے حضرت علیؑ کی مذمت میں تقریریں کیں۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ، تمہاری نیت سے خدا واقف ہے۔ اس وقت عمرو عاص نے اپنے جگری دوست حمیری سے کہا: تم کچھ کہو لیکن حق ہی بولنا۔ حمیری نے متذکرہ قصیدہ سنایا تو معاویہ نے تھیلی اسے دیتے ہوئے کہا: تو اپنی بات میں سچا ہے۔

شاعر کے حالات

''محمد بن عبداللہ حمیری'' عمرو عاص کے رفیق کار تھے۔ میرے خیال میں یہ انہیں عبداللہ بن محمد حمیری کے صاحبزادے ہیں جنہیں معاویہ نے دیوان خاتم کا انچارج اور قاضی بنایا تھا۔ جشیاری نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دیوان خاتم ایجاد کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ معاویہ نے عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دینے کی گورنر عراق کو تحریر لکھی، عمرو نے اسے دو لاکھ کر دیا، جب زیاد نے حساب دیا تو معاویہ نے کہا کہ میں نے تو ایک لاکھ کی تحریر لکھی تھی، پھر انہوں نے ایک لاکھ عمرو کے وصول کرنے کا حکم دیا اور دیوان خاتم ایجاد کی، قاضی عبداللہ بن محمد کو انچارج بنایا۔(۲)

قوی احتمال یہ ہے کہ متذکرہ اشعار انہیں عبداللہ کے ہیں، تذکرہ نگاروں کو باپ بیٹے میں اشتباہ ہو گیا ہے۔

۱۔ فرائد حموینی باب ۶۸/ (ج ۱ ص ۳۷۵) بحوالہ خصائص نطنزی ۲۔ کتاب الوزراء والکتاب ص ۱۵ (۲۴)

عندلیبان غدیر

دوسری صدی ہجری

۱۔کمیت بن زید اسدی ۲۔سید اسماعیل بن محمد حمیری

۳۔عبدی سفیان بن مصعب کوفی

ابوالمستہل کمیت

نفی عن عینک الارق الھجوعا — و ھم یمتری منھا الدموعا
دخیل فی الفؤاد یھیج سقما — و حزنا کان من جذل منوعا
و توکاف الدموع علی اکتئاب — احلّ الدھر موجعہ الضلوعا
ترقرق اسحما درراً وسکباً — یشبہ مسحھا غربا ھموعا
لفقد ان الخضارم من قریش — و خیر الشافعین معاً شفیعاً

''شب بیداری نے تیری آنکھوں کی نیندیں اڑا دیں ہیں اور دل میں آنسو بھرے درد انگیز غموں نے بسیرے لے لئے ہیں کہ خوشیاں بھولی بسری چیز بن گئی ہیں۔
دل میں اندوہ کی فروانی سے آنسوؤں کا ساون بھادوں جاری ہے، دنیا بھر کے غم سمائے ہوئے ہیں، آنسوؤں کی بارش یوں ہو رہی ہے جیسے بڑے بڑے ڈول سے پانی اونڈیلا جا رہا ہو۔ یہ سب اس لئے ہے کہ قریش کے سخی ترین بہادر اور بہترین شفاعت کرنے والے کی شفاعت کو کھو دیا ہے''۔

لدی الرحمن یصدع بالمثانی — و کان لہ ابو حسن قریعا

''وہ رسول اکرمؐ کے مثانی خواں اور ان کی طرف سے ابوالحسن (حضرت علیؑ) برگزیدہ و رئیس ہیں''۔

حطوطا فی مسرتہ و مولا — الی مرضاۃ خالقہ سریعاً
و اصفاہ النبی علی اختیار — بما اعیاء الرفوض لہ المذیعا

''مولا (علیؑ) اپنی مسرتوں سے گریزاں اور اپنے خالق کی خوشنودی کے حصول میں کوشاں ہیں۔

رسولؐ نے انہیں اس طرح منتخب فرمایا کہ ان سے بدکنے والوں کے سامنے علیؑ کو زانو پر رکھ لیا''۔

و یوم الدّوح دوح غدیر خم ابان لہ الولایۃ لو اطیعا

و لکن الرجال تبایعوھا فلم ار مثلھا خطراً مبیعا

''ہائے وہ درختوں کے جھنڈ کا دن، غدیر خم کے گھنے درخت حضرت علیؑ کی ولایت آشکار کی گئی۔ کاش اس کی اطاعت بھی کی جاتی! لیکن لوگوں نے پیمان ولایت توڑ دیا۔ میں نے ایسا خطرناک سودا نہیں دیکھا''۔

فلم ابلغ بھا لعناً و لکن اساء بذاک اولھم صنیعا

''میں ان لوگوں پر لعنت تو نہیں بھیجتا لیکن پہلے شخص نے بڑی بری حرکت کی''۔

فصار بذاک اقربھم لعدل الیٰ جور و احفظھم مضیعا

''اس سے قریب تر دوسرے شخص سے جور و گردانی اور ستمرانی میں اس کا قریب ترین اور اس کی کارستانیوں کا محافظ تھا (وہ بھی تباہی کے اسی گھاٹ لگا)''۔

اضاعوا امر قائد ھم فضلّوا و اقومھم لدی الحدثان ریعا

تناسوا حقہ و بغوا علیہ بلا ترّۃٍ و کان لھم قریعا

''جو ان کے قائد اور حادثوں میں ثابت قدم اور بلند تر تھے، ان لوگوں نے ان کے حق کو فراموس کر کے بغاوت کی اور اپنی باطل پرستی کا ثبوت دیا''۔

فقل لبنی امیّۃ حیث حلّوا و ان خفت المھند و القطیعا

الا افّ لدھر کنت فیہ ھدانا طائعا لکم مطیعا

اجاع اللّٰہ من اشبعتموہ و اشبع من بجورکم اجیعا

''بنی امیہ اور ان کے اقتدار سے کہہ دو اگر چہ تمہیں اپنی تلوار اور تازیانے کا ڈر ہو۔ ہاں! میں بیزار ہوں ایسے زمانے سے جس میں ہمیں تمہاری اطاعت کے لئے مجبوراً آمادہ ہونا پڑا ہے۔ خدا اسے بھوکا رکھے جسے تم نے سیر کیا اور جسے تم نے بھوکا رکھا خدا اسے سیراب و شاداب رکھے''۔

و یلعن فذّ امته جهارا اذا ساس البريه و الخليعا

بمرضى السياسة هاشمى يكون حيا لامته ربيعا

''اور خدا لعنت کرے اس جوئے کے پہلے منبر (معاویہ) پر اور عاق شدہ چھوکرے (ولید بن عبد الملک) پر جنہوں نے بہار آفریں ہاشمی سیاست کے برخلاف لوگوں پر حکومت کی''۔

و ليشافى المشاهد غير نكس لتقويم البرية مستطيعا

يقيم امورها و يذب عنها و يترك جد بها ابداً مريعاً

''بنی ہاشم میدان جنگ میں شیر مرد تھے، جنہیں دنیا میں کوئی پچھاڑنے والا نہ تھا اور امت کی اصلاح اور ان کے دفاع کے سلسلے میں موزوں ترین اور خشک سالی کے موسم میں ابد آثار نعمت فراواں تھے''۔

نغمۂ کمیت پر تحقیقی نظر

یہ اشعار ہاشمیات کمیت کے تابندہ قصائد کا ٹکڑا تھے جو صاحب حدائق وردیہ کے مطابق پانچ سو ستاسی (۵۸۷) اشعار پر مشتمل تھے، لیکن علم دشمنوں نے اس کی اشاعت وطبع میں خیانت کا مظاہرہ کر کے بیشتر حصہ حذف کر کے غارت گری کی ہے۔ یہی مجرمانہ حرکت دیوان حسانؓ، دیوان فرزدق، دیوان ابونواس کے ساتھ بھی کی گئی ہے، اب تو اس کے آثار بھی مٹ گئے ہیں۔ کاش! کوئی محقق ان مجرمانہ حرکتوں کی نقاب کشائی کرتا۔

یہ قصیدہ ۱۹۰۴ء میں لیدن میں طبع ہوا تھا جس میں پانچ سو چھتیس (۵۳۶) اشعار تھے۔ استاد محمد شاکر خیاط کی شرح کے ساتھ پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) اشعار اور استاد رافعی کی شرح کے ساتھ پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) شعر ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ترتیب کا پہلا شعر یہ ہے:

من لقلب متيّم مستهام غير ما صبوة و لا احلام

مطبوعہ لیدن میں ایکسو تین (۱۰۳) اور شرح رافعی میں ایکسو دو (۱۰۲) شعر ہیں۔ جس کا پہلا شعر ہے:

طربت و ماشوقاً الىٰ البيض اطرب و لا لعباً منى و ذو الشيب يلعب

مطبوعہ لیدن کی ترتیب شاکر میں ایکسو چالیس (۱۴۰) اور شرح رافعی کے ساتھ ۱۳۸ شعر ہیں، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

انّــی و مــن ایــن آبک الـطــرب　　مــن حیـث لا صبوۃ و لا ریـب

مطبوعہ لیدن میں (۱۳۳) اور شرح خیاط میں ایکسو بتیس (۱۳۲) شعر اور شرح رافعی میں (۶۸) شعر ہیں اور طبع لیدن کا وہ قصیدہ جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

الا هــل عــم فــی رایــه متــأمّـل　　و هـل مـدبـر بـعد الاسائۃ مقبل

خیاط کے یہاں ایکسو گیارہ (۱۱۱) شعر اور رافعی کے یہاں (۸۹) شعر ہیں۔

اور جس کا مطلع "طـربـت و هـل بک من مطـرب" ہے مطبوعہ لیدن میں، شرح خیاط میں تینتیس (۳۳) شعر اور شرح رافعی میں اٹھائیس (۲۸) شعر درج ہیں۔

اور جس قصیدہ کا شعر "نفی عن عینک الا رق الهجوعا" ہے مطبوعہ لیدن میں ۲۰ اور شرح خیاط میں اکیس (۲۱) شعر ہیں اور رافعی میں صرف انیس (۱۹) ہی شعر ہیں۔

اور جس کا مصرع "سـل الهـمـوم لقلب غیر متبول" سے شروع ہوتا ہے، مطبوعہ لیدن میں خیاط کے یہاں سات (۷) شعر اور رافعی کے یہاں پانچ (۵) شعر ہیں۔

اور لیدن کے مطبوعہ قصیدہ "اهــوی عـلیــا امیــر الــمــومـنیـن ولا" میں خیاط کے یہاں سات (۷) شعر ہیں، اس میں رافعی نے ایک شعر حذف کر دیا ہے۔

قصیدہ فائیہ، قافیہ اور نونیہ کے چھ شعروں میں رافعی نے دو شعروں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

ہم نے جس غدیریہ عینیہ کو یہاں نقل کیا ہے، وہ وہی ہے جسے اولین مرتبہ ترتیب دیا گیا تھا۔ بعد کے تمام قصائد ہاشمیات کو نقل کر کے بعض دوسرے قصائد بھی زیر بحث لائیں گے۔

قصیدہ عینیۂ ہاشمیات

شیخ مفید نے معنی مولا پر مشتمل رسالے میں فرمایا ہے کہ کمیت ان شعراء میں سے ہیں جن کے اشعار

کو معنی مولا کی تفہیم کے سلسلے میں قرآن سے استشہاد کیا گیا ہے اور اہل علم ان کی فصاحت، لغت شناسی اور نظم پر ان کی مکمل اقتدار کا کلمہ پڑھتے ہیں:

ویوم الدوح دوح غدیر خم　　ابان له الولایة لو اطیعا

حدیث غدیر سے حضرت علیؑ کی امامت واجب قرار پاتی ہے اور لفظ مولا سے ان کی اسلامی قیادت ثابت ہوتی ہے۔ اگر لفظ مولا کے متذکرہ معنی کی وضاحت نہ ہوتی تو کمیت جیسا ادب و زبان کا شہباز کبھی اس معنی میں استعمال نہ کرتا۔ کیونکہ اگر یہ بات کمیت کے لئے جائز ہوتی تو دوسرے کے لئے بھی جائز ہوتی اسی طرح اگلے پچھلے لوگوں کے لئے بھی پھر تو لغت کا حقیقی مفہوم ہی فوت ہو کر رہ جاتا اور لغت شناسی صرف معنی حقیقی ہی میں محدود ہو کر رہ جاتی۔ (۱)

کراجکی بسند خود ہناد بن سری (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ آواز دے رہے ہیں: اے ہناد! میں نے عرض کی: لبیک یا امیر المومنینؑ! فرمایا: ''ذرا کمیت کا نغمہ تو سناؤ''۔ (۳)

''ویوم الدوح دوح غدیر خم'' میں ایک ایک شعر پڑھنے لگا اور حضرت ''ہاں! ذرا آگے'' بھی فرماتے رہے۔

پھر آنحضرت نے فرمایا: اے ہناد! سنو۔ میں نے عرض کی: میرے آقا فرمایئے۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

ولم ارمثل ذاک الیوم یوماً　　ولم ارمثله حقا اضیعا (۴)

ابو الفتوح اپنی تفسیر میں کمیت کا بیان نقل کرتے ہیں:

۱۔ رسالہ فی معنی المولی، مطبوع در ضمن مصنفات شیخ مفید (ج ۸ ص ۱۸)

۲۔ بخاری علاوہ بہت سے محدثین نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں، نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، ابو حاتم نے (الجرح و التعدیل ج ۹ ص ۱۱۹ نمبر ۵۰۱) میں تصدیق کی ہے۔ ۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱ (ج ۱۱ ص ۶۳، ۶۲ نمبر ۱۰۹)

۳۔ کنز الفوائد ص ۱۵۴

۴۔ تفسیر ابو الفتوح، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۴ ص ۲۸۰)

میں نے امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا: ذرا اپنا قصیدہ عینیہ تو سناؤ۔ میں گنگنانے لگا:

و یوم الدوح دوح غدیر خم ابان لہ الولایۃ لو اطیعا

حضرت نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر خود اس طرح شعر پڑھا:

ولم ار مثل ذاک الیوم یوما و لم ار مثلہ حقا اضیعا

اس کی روایت سید نے کی ہے۔(۱) عقیلی نے حموینی کی منہاج الفاضلین اور ابن جوزی کی مرأت الزمان سے نقل کیا ہے، سبط بن جوزی نے اپنے شیخ "عمرو بن صافی موصلی" اور دوسرے سے اس کی روایت کی ہے۔(۲)

مرزبانی لکھتے ہیں: بنی امیہ کے بھیانک ترین زمانے میں بھی کمیت کا مذہب "تشیع اور مدح اہل بیتؑ" تھا۔(۳)

ان کا شعر ہے:

فقل لبنی امیۃ حیث حلوا و ان خفت المھند القطیعا

اجاع اللہ من اشبعتموہ و اشبع من بجورکم اجیعا

روایت کی گئی ہے کہ پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ کے سامنے جب کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ نے دعائے خیر فرمائی۔

"بیاضی عاملی" فرزند کمیت کا بیان نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت نے فرمایا: ذرا مجھے اپنے بابا کا قصیدۂ عینیہ سناؤ۔ میں پڑھنے لگا: "و یوم الدوح دوح غدیر خم" رسول خداؐ بہت روئے، فرمایا: تیرے باپ نے سچ کہا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ خدا کی قسم! "لم ار مثلہ حقا اضیعا" ایسا حق کا زیاں کبھی نہ دیکھا گیا۔(۴)

۱۔ درجات الرفیعہ (ص ۵۶۹)

۲۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۴۔۳۳)

۳۔ معجم الشعراء صفحہ ۳۴۸ (ص ۲۳۹)

۴۔ صراط مستقیم (ج ۱ ص ۳۱۰)

ہاشمیات

مسعودی نے مروج الذہب میں ہاشمیات کو کمیت کی شعری کاوش بتایا ہے۔(۱)

ابوالفرج اور سید عباسی نے قصائد کمیت ہاشمیات کو ان کے بہترین ونفیس ترین اشعار بتائے ہیں۔(۲)

آمدی اور ابن عمر بغدادی نے کہا ہے کہ شاعر اہلبیتؑ کمیت کے مشہور اشعار نفیس ترین شعری کاوش ہیں۔(۳)

سندوبی کہتے ہیں: کمیت عہد اموی کا بہترین شاعر تھا، ہاشمیات اس کے بہترین اشعار ہیں، وہ لغات عرب اور اس کے ماحول پر پورا عبور رکھتا تھا، اپنے بہترین اشعار میں اس نے مدح اہل بیتؑ کے پھول کھلائے ہیں۔(۴)

ابوالفرج اصفہانی (۵) نے محمد بن علی نوفلی کی روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کمیت نے اپنے اشعار ''ہاشمیات'' کہے تو پہلے چھپایا پھر وہ فرزدق بن غالب کے پاس آئے اور کہا: ''اے ابوفراس! آپ خانوادۂ مصر کے بزرگ ہیں اور شاعر ہیں۔ میں آپ کا بھتیجہ کمیت بن زید اسدی ہوں''۔ فرزدق نے کہا کہ تم نے سچ کہا، تم میرے بھتیجے ہو اپنی ضرورت بیان کرو؟ کمیت نے کہا کہ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ کو سناؤں اگر اچھے ہوں تو آپ کی اجازت سے نشر کروں، برے ہوں تو چھپاؤں، آپ مجھ سے زیادہ چھپانے کے مستحق ہیں۔

فرزدق نے کہا کہ تم دانشمند ہو، مجھے یقین ہے کہ تمہاری شعر بھی تمہارے عقل کے مطابق ہوں گے

۱۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۲۵۳)

۲۔ الآغانی، ج ۳، ص ۱۱۳ (ج ۱۷ ص ۳)؛ معاہد التنصیص، ج ۲، ص ۲۶ (ج ۳ ص ۹۴ نمبر ۱۴۸)

۳۔ الموتلف والمختلف ص ۱۷۰ (نمبر ۵۷۲)؛ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۱۴۴

۴۔ تعلیقہ بر جاحظ، البیان والتبیین جاحظ، ج ۱، ص ۴۵)

۵۔ الآغانی، ج ۱۵، ص ۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۳۰)

سناؤ جو کچھ کہا ہو۔

کمیت نے مصرع پڑھا: **طربت و ما شوقا الی البیض اطرب**

''میں خوش ہوں لیکن یہ خوشی ان کے شوق کے اجالوں کی نہیں ہے''۔

فرزدق نے کہا: ''بھتیجے پھر کس خوشی میں''؟

کمیت نے آگے پڑھا: **لا لعبا منی و ذو الشیب یلعب؟!**

''مجھے کھیل کود کا بھی شوق نہیں حالانکہ بوڑھا بھی کھیل کود کو پسند کرتا ہے''۔

فرزدق نے کہا: میاں یہ تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔

کمیت کا ترنم آگے بڑھا:

ولم یلهنی دار و لا رسم منزل　　ولم یتطرب بنی بنان مخضب

''مجھے گھر اور منزل کی رسم نے بھی خوشی کا تحفہ نہیں دیا اور نہ حنائی انگلیوں نے شادکام کیا''۔

فرزدق نے پوچھا: بھتیجے پھر تمہیں کس نے مسرور کیا ہے؟

کمیت نے کہا:

و لا السانحات البارحات عشیة　　امر سلیم القرن ام مر اغضب

میری یہ خوشی وشوق صبح وشام پرندوں کے سعد ونحس اڑان پر بھی نہیں۔

فرزدق نے کہا: ہاں میاں! اب زیادہ مت اڑاؤ (بیان بھی کر دو)۔

کمیت نے کہا:

و لکن الی اهل الفضائل التقی　　و خیر بنی حواء و الخیر یطلب

''مجھے خوش کیا ہے، ارباب فضائل وتقویٰ ومحاسن اور بہترین مخلوقات کی طلب نے''۔

فرزدق بولا: وہ کون سے لوگ ہیں؟ بابا! ذرا جلدی بتاؤ۔

کمیت نے کہا:

الی النفر البیض الذی بحبهم　　الی الله فیما نابنی اتقرب

''وہ ایسے تابندہ چہروں والے افراد ہیں جن کی محبت کے واسطے سے میں تقرب خداوندی ڈھونڈتا ہوں''۔

فرزدق چیخ پڑا: اونہیں! مجھے مطمئن بھی کردو۔ وہ کون لوگ ہیں؟

کمیت کا ترنم بلند آہنگ ہوگیا:

بنی هاشم رهط النبی فاننی بهم و لهم ارضی مرارا و اغضب

خفضت لهم منی جناحي مودة الی کیف عطفاه اهل و مرحب

و کنت لهم من هولاء و هو لاء محبا علی انی اذم و اغضب

و ارمی و ارمی بالعداوة اهلها و انی لاوذی فیهم و ائونب

''وہ بنی ہاشم اور خاندان رسولؐ ہیں، میری تمام خوشی صرف انہیں کے لئے ہے اور میرا تمام غصہ ان کے دشمنوں کے لئے ہے، ان کی مودت میں میرے شانے جھکے ہوئے ہیں، ان کی عطوفت و مہربانی، شائستگی اور نوازش پر سو جان سے عاشق ہوں، میں ان کی محبت میں کسی مذمت اور غصہ کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ دشمنوں نے میری عداوت میں مجھ پر نشانہ بازی بھی کی، میں نے ان پر نشانہ بازی کی، اب تو میں ان کی سرزنش و آزار میں گرفتار ہوں''۔

فرزدق نے پیٹھ ٹھونکی: بھتیجے! اپنے اشعار کی نشر و اشاعت کردو۔ ہاں! خوب اشاعت کرو۔ خدا کی قسم! خانوادۂ مصر کے تم بہترین شاعر ہو، تم نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو مات دیدی ہے۔(۱)

رجال کشی میں ابوالمسیح عبداللہ بن مروان جوانی کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک انتہائی شریف اور نیک شخص تھا اسے ہاشمیات کمیت کے اشعار یاد تھے، لوگ اس سے اشعار سنتے تھے، ان شعروں پر اس کی بڑی گہری نظر تھی لیکن پچیس سال سے ان شعروں کا پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر وہ پڑھنے لگا تو لوگوں نے پوچھا: کیا تم نے انہیں پڑھنا چھوڑ نہیں دیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا لیکن مجھے خواب میں بشارت ہوئی اور دوبارہ پڑھتے رہنے کی تاکید کی گئی۔ پوچھا گیا: کیا خواب دیکھا

۱۔ مروج الذہب، ج۲، ص۱۹۴ (ج۳ ص۲۵۳)، معاہد التنصیص عباسی ج۲، ص۲۶ (ج۳ ص۹۵۔۹۴ نمبر ۱۴۸)

تھا؟ کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے، محشر میں لوگوں کو ان کا نامہ اعمال دیا جارہا ہے مجھے دیا گیا تو میں نے کھول کر دیکھا اس میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ان دوستان علیؑ کے نام جو جنت میں داخل ہوں گے''۔ میں نے پہلی سطر میں دیکھا ایسا ہی تھا، دوسری تیسری میں دیکھا ایسا ہی تھا اور چوتھی سطر میں دیکھا تو کمیت بن زید ہی کا نام تھا۔ اسی خواب کے بعد ہی دوبارہ کمیت کے اشعار پڑھنے لگا۔ (۱)

بغدادی لکھتا ہے: خالد قسری کو جب کمیت کے سنہرے قصیدے "الاحییب عنا یامدینا" کی خبر ہوئی تو اس نے عہد کرلیا کہ خدا کی قسم! میں اسے قتل کئے بغیر نہیں رہوں گا، اس کے بعد اس نے انتہائی حسین و جمیل تیس کنیزیں خریدیں اور انہیں قصائد ہاشمیات کمیت یاد کروائے اس کے بعد اس نے بردہ فروشی کے ذریعے مخفی طور سے ہشام بن عبدالملک کے یہاں پہنچوا دیا۔ اس نے خرید لیا۔ ایک دن ان کنیزوں نے ہشام کے سامنے کمیت کے قصیدوں کو گانا شروع کیا۔ ہشام نے والی عراق خالد قسری کو لکھا کہ کمیت کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ خالد نے کمیت کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ کمیت نے زندان میں اپنی بیوی کو بلوایا اور اس کا نقاب اوڑھ کر خود فرار ہوگیا۔ خالد کو معلوم ہوا تو اس نے کمیت کی بیوی کو سزا دینی چاہی، بنی اسد کے لوگوں نے گھیراؤ کر کے خالد سے کہا: ٹھیک ہے اس عورت نے دھوکا دیا ہے لیکن تم اس کو سزا نہیں دے سکتے۔ خالد ڈر گیا اور اسے بھی آزاد کر دیا۔ (۲) اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

ثعالبی کہتا ہے کہ مجھے خوارزمی کی بات بڑی اچھی لگی: ''حولیات زہیر، اعتذرات نابغہ، ہجویات حطیئہ، ہاشمیات کمیت، جریر و فرزدق کی نوک جھونک، خمریات ابونواس، زھدیات ابوعتاعیہ، مراثی ابو تمام، مدائح بحتری، تشبیہات ابن معتز، روضیات صنوبری، لطائف کشاجم اور زیورات متنبی پڑھنے کے بعد بھی جو شخص بھرپور شاعر نہ ہو سکے اس کی جوانی غارت ہو جائے اور اس کی عمر دراز نہ ہو''۔ (۳)

۱۔ رجال کشی ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۴۶۸ نمبر ۳۶۷)

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱ ص ۱۸۰)

۳۔ ثمار القلوب ص ۱۷۱ (ص ۲۱۶ نمبر ۲۸۸)

بہت سے شعراء نے ہاشمیات کمیت کو مخمس کیا ہے۔ ان میں شیخ ملا عباس زیوری بغدادی، علامہ شیخ محمد ساوی، سید محمد صادق آل صدر الدین کاظمی خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔ استاد محمود رافعی مصری نے ہاشمیات کی شرح کرتے ہوئے قیمتی مقدمہ اور حالات زندگی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاشمیات کمیت بہترین کلام، نفیس شعری کاوش اور آہنگ و ترنم کا حسین ترین سرمایہ ہے۔ اس کی شرح استاذ محمد شاکر خیاط نابلسی نے بھی کی ہے۔

میمیۂ ہاشمیات

من لقلب متیم مستھام — غیر ما صبوۃ و لا احلام

''اس سرگشتہ وحسرت زدہ دل میں عشق و آرزو کے سوا کچھ بھی نہیں''۔

کمیت کا غلام صاعد کہتا ہے: ہم لوگ حضرت ابو جعفر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا تو امام نے دست دعا بلند کر کے فرمایا: ''خدایا! کمیت کی بخشش فرما''۔(۱)

نصر بن مزاحم کا بیان ہے کہ میں نے رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا، آپ کے پہلو میں بیٹھا ایک شخص یہی قصیدہ پڑھ رہا تھا: ''من لقلب متیم مستھام''. میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: یہ کمیت بن زید اسدی ہے۔ نصر کا بیان ہے کہ رسولخداؐ نے کمیت سے فرمایا: خدا تجھے جزائے خیر دے اور اس کی بڑی تعریف کی۔(۲)

رجال کشی میں زرارہ سے روایت ہے: میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں موجود تھا، کمیت داخل ہوئے، میرے سامنے انہوں نے اپنا قصیدہ'' من لقلب '' پڑھا، جب وہ پڑھ چکے تو حضرت نے کمیت سے فرمایا: جب تک تم ہماری مدحت سرائی کرتے رہو گے جبرئیل کی تائید سے سرفراز ہو گے۔(۳)

۱۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۳ (ج ۱۷ص ۲۷)

۲۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۴ (ج ۱۷ص ۲۹)، المعاہد التنصیص ج/۲، ص/۲۷ (ج ۳ص ۹۵ نمبر ۱۴۸)

۳۔ رجال کشی ص ۱۳۶ (ج ۲ص ۴۶۷ نمبر ۳۶۶)

یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ کمیت نے صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں یہ شعر پڑھا:

اخلص اللّٰہ فی ہوای فما اغر   ق نزعا و ما تطیش سھام

امام نے فرمایا:" فما اغرق نزعا " کے بجائے" قد اغرق نزعا" کہو۔

''خداوندعالم مجھے عشق میں خلوص عطا کرے، میں کمان کو سختی سے نہیں کھینچتا اور میرا تیر خطا بھی نہیں کرتا''۔

امام نے اصلاح فرمائی:" قد اغرق نزعا" کہو۔(یقیناً کمان تیزی سے کھینچتا ہوں)(۱) مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ کمیت نے عرض کی: حضور کو مجھ سے زیادہ شعری بصیرت ہے۔(۲)

مسعودی کہتا ہے: کمیت مدینہ میں آیا تو بارگاہ امام محمد باقرؑ میں بھی حاضری دی۔ ایک رات امام نے اس سے قصیدہ پڑھنے کی فرمائش کی، وہ اپنا میمیہ پڑھنے لگا:

و قتیل بالطفّ غودر منھم   بین غوغاء امّة و طغام

''اور وہ مقتول کربلا جس کو ذلیل امت نے دغادی اور ہنگامہ کیا''۔

امام رو دیئے اور فرمایا: اے کمیت! اگر ہمارے پاس دولت ہوتی تو تمہیں ضرور عطا فرماتے لیکن ہم تم سے وہی کہتے ہیں جو حسان سے رسولؐ نے فرمایا تھا'' جب تک تم ہماری مدح میں ڈوبے رہو گے جبرئیل کی تائید سے سرفراز ہو گے''۔

کمیت وہاں سے نکل کر عبداللہ بن حسن کی خدمت میں آئے، وہاں بھی قصیدہ پڑھا، انہوں نے کہا: اے ابوالمستھل! مجھے اپنی زمینداری سے چار ہزار درہم ابھی ملا ہے یہ اس کی تحریر ہے۔ یہاں موجود تمام لوگوں کو گواہ بنا کر میں اسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔

کمیت نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! مدح اہل بیتؑ کے سوا جتنے بھی میرے شعر ہیں

۱۔ رجال کشی، ص/۱۳۵ (ج ۲ ص ۴۶۱ نمبر ۳۶۶)

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب (ج ۴ ص ۲۲۴)؛ اعلام الوریٰ طبرسی، ص/۱۵۸ (ص ۲۶۵)

ان کی غرض حصول دنیا تھی لیکن آپ حضرات کی مدح صرف خدا کے لئے کی ہے جسے خدا کے لئے کہا ہے میں اس کا دنیاوی اجر نہیں چاہتا۔(۱)

عبداللہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو کمیت نے اسے لے لیا اور چلا گیا۔ کچھ دن کے بعد عبداللہ کی خدمت میں پھر آیا اور کہا: فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میری ایک حاجت ہے۔ پوچھا: کیا ہے؟ تمہاری ہر حاجت پوری کرنے پر آمادہ ہوں۔ کمیت نے پوچھا: کوئی بھی حاجت؟ کہا: ہاں! جو بھی حاجت ہو پوری کروں گا۔ کمیت نے وہ قبالہ عبداللہ کی خدمت میں واپس کرتے ہوئے کہا: اسے واپس لے لیجئے اور زمینداری کی آمدنی کو اپنی ضرورت پر خرچ کیجئے۔ ناچار انہوں نے لے لیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے پوتے ''عبداللہ بن معاویہ'' اٹھے، اپنے ہاتھ میں چمڑے کی تھیلی لئے ہوئے چار غلاموں کے ساتھ بنی ہاشم کے گھروں میں آئے۔ ان سے کہا کہ اے بنی ہاشم! کمیت نے دنیاداروں کی مدح سے منھ موڑ کر تمہاری مدح میں اشعار کہے ہیں اور اپنی جان کو بنی امیہ کے خطروں میں جھونک دیا ہے لہٰذا تم سے جو کچھ ہو سکے اس کی قدر دانی کا مظاہرہ کرو، یہ سن کر تمام بنی ہاشم کے مردوں نے اپنے حوصلے کے مطابق اس تھیلی میں درہم و دینار اونڈیلنا شروع کیا۔ عورتوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی پیسے دیئے، یہاں تک کہ اپنے زیور بھی اتار کر دے دیئے، ایک لاکھ درہم و دینار ہو گئے، عبداللہ وہ تھیلی لئے ہوئے کمیت کے پاس آئے اور کہا: اے ابوالمستہل! ہم نے استطاعت بھر پونجی جمع کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں زندگی گزار رہے ہیں، جو کچھ ہے تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو کہ عورتوں نے بھی اپنے زیور دے ڈالے ہیں، اسے لے لو اور اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔

کمیت نے کہا: میرے ماں باپ قربان! یہ بڑی پاکیزہ دولت ہے، لیکن میں نے صرف خوشنودی خدا کے لئے اشعار کہے ہیں۔ آپ سے انصاف کا طلبگار ہوں انہیں واپس کر دیجئے، جب بہت اصرار کے بعد بھی کمیت نے قبول نہیں کیا تو عبداللہ نے کہا۔ اگر تم قبول نہیں کرتے تو میری رائے میں ایسے اشعار کہو جس پر لوگ تم سے برہم ہو جائیں تا کہ اس طرح ایسا فتنہ اٹھے کہ جس کے نتیجے سے کچھ بہرہ مند

۱۔ مروج الذہب، ج۲، ص۱۹۵ (ج۳ ص۲۵۴)

ہوسکو۔ اس وقت کیت نے اپنی قومی نازش پر مشتمل قصیدہ کہا۔ اس میں نصر بن نزار، ربیعہ بن نزار اور اباد وانمار کے خاندانوں کے فضائل نظم کیے گئے اور انہیں قحطانیوں پر فضیلت دی، اس کی وجہ سے یمانیوں اور نزاریوں میں ٹھن گئی۔ اس قصیدے کا پہلا شعر ہے:

الاحیّیت عنا یا مدینا و ھل ناس تقول مسلّمینا

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جب کیت نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں "من لقلب متیم مستھام" کا قصیدہ پڑھا تو امام نے کعبہ کی طرف رخ کر کے تین بار فرمایا: خدایا! کیت پر رحم فرما اور اسے بخش دے۔ پھر فرمایا کیت یہ ایک لاکھ درہم ہے، میں نے اپنے خاندان کے لوگوں سے تمہارے لئے جمع کیا ہے۔ کیت نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ کوئی نہ جانے کہ میں نے آپ سے کچھ لیا ہے یہاں تک کہ خدا میری کفالت کرے، بس میں اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی قمیص عطا فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔ امام نے قمیص عطا فرمادی۔ (۱) عباسی نے لکھا ہے کہ امام نے روپیہ اور کپڑا دونوں منگوایا۔ کیت نے عرض کی: خدا کی قسم! اگر مجھے دنیا پسند ہوتی تو کسی دنیادار کے پاس جاتا، نہیں ہرگز نہیں، خدا میری کفالت کرے گا۔ کوئی نہ جانے کہ آپ سے روپیہ لیا ہے۔ صرف اپنا کپڑا عنایت فرمادیجئے۔ اس نے روپیہ واپس کردیا اور قمیص رکھ لی۔ (۲)

بغدادی نے غلام کیت "صاعد" کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کیت کے ساتھ علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کیت نے عرض کی: میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ امید ہے کہ رسولخداؐ میری شفاعت فرمائیں گے۔ پھر قصیدہ پڑھنا شروع کیا: "من لقلب متیم مستھام" جب قصیدہ ختم ہوا تو امام نے کہا: ہم تمہارا بدلہ دینے سے عاجز ہیں، لیکن نہیں، ہم اتنے بھی ناتواں نہیں ہیں، خدا تمہارا بدلہ دینے پر عاجز نہیں۔ خدایا! کیت کو بخش دے۔ پھر اپنے اور اپنے خاندان کے خرچ کے لئے مخصوص چار ہزار درہم نکال کردیا اور فرمایا: اے ابوالمستہل! اسے لے لو۔ کیت نے عرض کی: آپ اگر درہم کا چھٹا

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۵، ص ۱۲، ج ۴ ص ۲۱۴۔۱۲۳)

۲۔ معاہد التنصیص ج ۲، ص ۲۷ (ج ۳ ص ۹۶ نمبر ۱۴۸)

حصہ بھی عطا فرماتے تب بھی بہت بڑی عنایت ہوتی لیکن اگر مناسب خیال فرمائیں تو اپنے جسم مبارک کا کپڑا عنایت فرما دیں تاکہ میرے لئے تبرک ہو۔ امام اندر تشریف لے گئے اور کپڑا اتار کر کمیت کو دیا اور فرمایا: خدایا! زمانہ تیرے رسولؐ کے خانوادہ کو فراموش کر چکا ہے۔ ایسے میں کمیت نے فراموش شدہ حقوق کی نشاندہی کی اسے سعادت و شہادت سے سرفراز فرما۔ دنیا میں بھی اجر دے اور آخرت میں بہترین جزا عطا فرما۔ میں اس کے حسن سلوک کا بدلہ نہیں ادا کر سکا ہوں۔ کمیت کا بیان ہے کہ میں نے امام کی دعاؤں کو اپنے وجود میں محسوس کیا۔(۱)

محمد بن کناسہ کہتا ہے کہ جب ہشام کے سامنے کمیت کا یہ شعر پڑھا گیا:

''آل محمدؐ کی محبت کی وجہ سے بیگانوں کا قریب اور رشتہ داروں کے مختلف اتہامات کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ اپنے موقف میں جانا پہچانا شخص ہو گیا ہوں، اب خدا ہی سے تمسک و قوت کا طلبگار ہوں''۔

اس نے جھلا کر کہا: اس ریاکار نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔(۲)

قصیدہ بائیہ ہاشمیات

و طربت ما شوقا الی البیض اطرن و لا لعبا منی و ذو الشیب یلعبْ

''میں شاداں ہوں لیکن میری شادمانی حسینوں کی محبت میں نہیں، نہ مجھے کھیل کود کا شوق ہے حالانکہ بوڑھے بھی کھیل کود پسند کرتے ہیں''۔

ابوالفرج، ابراہیم بن سعد اسدی کا بیان نقل کرتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے: میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: عرب ہوں۔ فرمایا: جانتا ہوں، عرب کے کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کی: قبیلہ بنی اسد سے۔ آپ نے فرمایا: قبیلہ بنی اسد بنی خزیمہ سے ہو؟ ہلالی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کمیت کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں

۱۔ خزانۃ الادب ج ۱، ص ۶۹ (ج ۱ ص ۱۴۵)

۲۔ الآغانی، ج ۱۵، ص ۱۲۷ (ج ۱۷ ص ۳۶)

اے خدا کے رسولؐ! وہ میرے چچا اور میرے قبیلے کے فرد ہیں۔ پوچھا: اس کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے ان کا قصیدہ "طربت و ماشوقا الیٰ البیض اطرب" پڑھنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:

میرے والی صرف اہل بیت رسولؐ ہیں اور مجھے صرف انہیں سے راہ و رسم بھی ہے۔

رسولخداؐ نے فرمایا: جب صبح ہو تو کمیت کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ خداوند عالم نے اس قصیدے کی بدولت تجھے بخش دیا۔(۱)

آغانی (۲) میں دعبل کا بیان ہے: میں نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا: تمہیں کمیت سے کیوں نفرت ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! عام شاعروں کی طرح صرف شعری نوک جھونک ہوتی ہے۔ فرمایا: اب ایسا مت کرنا۔ کیا اس نے یہ حسین شعر نہیں کہا:

فلا زلت فیهم حیث یتهموننی و لا زلت فی اشیاعکم القلب

بلاشبہ خداوند عالم نے اسی شعر کی برکت سے اس کی بخشش کی ہے۔ دعبل کہتا ہے کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد اس پر طعن سے میں نے زبان روک لی۔

متذکرہ شعر کو اس شعر کے بعد:

و قالوا ترابی هواه و رایه بذالک ادعی فیهم و القب

کمیت کے دیوان سے مصری مطابع نے حذف کر دیا ہے۔

سیوطی نے شرح شواہد المغنی میں بحوالہ ابن عساکر لکھا ہے کہ قبیلۂ بنی اسد کے افراد کہتے تھے کہ ہمیں ایسی فضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس فضیلت کا حامل نہیں، ہمارے ہر گھر میں کمیت کی برکت و وراثت ہے کیونکہ اس نے رسول خداؐ کو خواب میں "طربت و ماشوقا" کا قصیدہ سنایا۔ رسول خداؐ نے دعا دی کہ تجھے اور تیری قوم کو برکت عطا کی گئی۔ (۳)

۱۔ آغانی ج/۱۵، ص/۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۲۹)؛ معاہد التنصیص، ج/۲، ص/۲۷ (نمبر ۱۴۸)

۲۔ الآغانی ج ۱۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۲۹۔۲۸)

۳۔ شرح شواہد ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۷)

شرح شواہد المغنی میں بحوالۂ ابن عساکر یہ بھی ہے کہ کوفہ میں جو بھی متذکرہ قصیدے کی روایت نہیں کرتا تھا اسے ہاشمی نہیں سمجھا جاتا۔(۱) درجات الرفیعہ میں ہے کہ اسے شیعہ نہیں سمجھا جاتا۔(۲) سیوطی بحوالہ ابن عساکر کہتے ہیں کہ کمیت جس زمانے میں درویشی کی زندگی گزار رہے تھے ایک بار رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا، فرمایا: تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟ کمیت نے عرض کی: بنی امیہ کا خوف ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

الم ترنی من حب آل محمد　　　اروح و اغدو خائفا اترقب

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آل محمدؐ کی محبت میں صبح و شام خوف اور اپنے بچاؤ کی زندگی گزار رہا ہوں''۔

رسولخداؐ نے فرمایا: ''اپنے کو ظاہر کردو، خدا کی طرف سے دنیا و آخرت میں امان ہے''۔(۳)

نیز سیوطی (۴) لکھتے ہیں: ابن عساکر نے جاحظ کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے شیعوں کی طرف سے کمیت نے احتجاج کیا ہے۔ اس کا شعر ہے کہ

فان هی لم تصلح لحی سواهم　　　فان ذوی القربیٰ و احق اوجب

یقولون لم یورث و لو لا تراثه　　　لقد شرکت فیها بکیل و ارحب

''اگر وہ لوگ اپنے سوا کسی میں صلاحیت خلافت نہیں سمجھتے تو سن لیں کہ یقیناً رسولؐ کے ذوی القربیٰ سب سے زیادہ مستحق اور حقدار خلافت تھے۔ وہ کہتے ہیں: رسولؐ نے وارث نہیں بنایا اگر وارث نہیں بنایا تو دوسرے قبائل کو بھی ناپ تول میں حصہ دار بنانا چاہئے''۔

شیخ مفید نے جاحظ کے اس قول کا جواب دیا ہے کہ کمیت سے قبل خود زمانۂ پیغمبرؐ سے متصل زمانے

۱۔ شرح شواہد ص ۱۴ (ج ۱ ص ۳۹ نمبر ۶) بحوالۂ تاریخ ابن عساکر ج ۱۴ ص ۶۰۱)

۲۔ درجات الرفیعہ (ص ۵۶۷)

۳۔ شرح شواہد مغنی ص ۱۴ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۸ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲۱ ص ۲۱۴)

۴۔ شرح شواہد المغنی ج ۱۴ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۹ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲۱ ص ۲۱۵)

میں شیعوں نے احتجاجات کئے ہیں۔ شاید جاحظ کو اس کا پتہ نہیں یا شاید اپنے اس قول سے زمانۂ رسولؐ میں شیعوں کے وجود سے انکار کرنا چاہتا ہے لیکن تاریخ اس کی اس گستاخی کا منھ توڑ جواب دے گی۔ صحابہ و تابعین کے اشعار بھرے پڑے ہیں جبکہ ابھی کمیت کا نطفہ بھی قرار نہیں پایا تھا۔ ان میں خزیمہ ذو الشہادتین، عبد اللہ ابن عباس، فضل ابن عباس، عمار یاسر، ابوذر، قیس بن سعد، ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب، عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب، زفر، نجاشی، جریر و عبد الرحمٰن وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

امیر المومنینؑ کے خطبوں اور خطوط کو کتب تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے جن سے شیعوں کے استدلال کا پتہ چلے گا۔ شیخ مفید کے مطابق کمیت نے فقط امیر المومنینؑ کے ارشاد کو نظم کیا ہے۔ اس کے بعد بھی شیعوں نے انہیں نقل کیا ہے، ان منقولات کا جنہیں پتہ ہے ان پر جاحظ کا دروغ واضح ہے۔(۲)

قصیدہ لامیۂ ہاشمیات

الاھل عم فی رایہ متأمّل و ھل مدبر بعد الاِسائۃ مقبل

''کیا کوئی کور دل اتنا فکر مند ہے اور کیا کوئی اپنی تباہکاریوں کے بعد حق کی طرف واپس آنے والا ہے''؟

ابو الفرج نے ابوبکر حضرمی سے روایت کی ہے کہ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) میں کمیت نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں میں نے کچھ شعر کہے ہیں انہیں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا: اے کمیت! ان دنوں یاد خدا کرو، کمیت نے اصرار کیا تو امام نے اجازت دی، اس نے شعر پڑھا:

یصیب بہ الرامون عن قوس غیرھم فیا آخر اسدیٰ لہ الغی اول

۱۔ الفصول المختارہ، ج ۲، ص ۸۴ (ص ۲۳۲)

۲۔ الفصول المختارہ ج ۲، ص ۸۵ (ص ۲۳۳)

''...انہوں نے دوسروں کی کمان میں رکھ کر اس کی طرف تیر چھوڑا۔ اس آخری پر لعنت جس نے اول کے لئے تباہی کی فضا سازگار کی''۔

امام نے فرمایا: خدایا کمیت کو بخش دے۔(۱)

محمد بن سہل، کمیت کے ساتھی کا بیان ہے کہ ہم کمیت کے ساتھ بارگاہ صادق آل محمدؐ میں داخل ہوئے۔ اس نے کہا: قربان جاؤں، کچھ اشعار پڑھوں؟ فرمایا: یہ مقدس ایام ہیں، اس نے کہا: یہ اشعار آپ کی شان میں ہیں۔ فرمایا: پڑھو۔ پھر امام نے گھر پر کہلوا دیا تو عورتیں بھی جمع ہوگئیں۔ جب متذکرہ شعر پڑھا تو آواز گریہ بلند ہوئی۔ امام نے دست دعا بلند کرتے ہوئے فرمایا: ''خدایا! کمیت کے اگلے پچھلے اور ظاہر و باطن گناہ بخش دے، اسے اتنا دیدے کہ خوش ہوجائے''۔(۲)

بغدادی نے روایت کی ہے کہ جب اس نے امام حسینؑ کے متعلق یہ اشعار پڑھے:

''گویا کہ حسینؑ اور ان کے جامع الفضائل ساتھی گرد اگرد ہیں، اپنی تلواروں سے سرفروشی پر آمادہ ہیں۔ رسولخداؐ ان کے درمیان سے غائب ہیں اور ان کا فقدان ہی لوگوں کے لئے دردناک مصیبت بن گئی، تنہائی کی وجہ سے جس کی مدد کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں حسینؑ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں پاتا''۔(۳)

امام نے دست دعا بلند کر کے متذکرہ دعا فرمائی اور لباس و ایک ہزار دینار عطا فرمایا۔ کمیت نے عرض کی: خدا کی قسم! مجھے دنیا کی محبت ہوتی تو دنیادار کے پاس جاتا لیکن مجھے آخرت پسند ہے۔ میں صرف برکت کے خیال سے لباس لے لوں گا، دینار نہیں لوں گا۔

آغانی میں ہے کہ ہشام کو خالد بن عبداللہ سے کچھ رنجش ہوگئی تھی۔ لوگ خالد سے کہتے تھے: ہشام تجھے معزول کرنا چاہتا ہے۔ ایک دن ہشام کے محل میں ایک رقعہ پڑا ملا، جس میں یہ اشعار تھے:

۱۔ الآغانی ج۱۵ ص۱۲۶ (ج۷ ص۳۳)

۲۔ الآغانی ج ر۱۵، ص ر۱۲۳ (ج۷ ص۲۶)، المعاہد التنصیص، ج ر۲، ص ر۲۷ (ج۳ ص۹۶ نمبر ۱۴۸)

۳۔ خزانۃ الادب، ج ر۱، ص ر۷۰ (ج۱ ص۱۴۵)

''ہمارے سامنے برق چمکی اور وہ جنگ بھڑکانے کے لئے میرے تعاقب میں ہے۔ میں اس سے خوف زدہ ہوں، دیگ جنگ جب تک پرسکون ہے، جوش میں نہیں آئی ہے تھام لو اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرو، جنگ اپنے انجام سے پہلے ٹھنڈی نہیں ہوتی، دوسروں کے قابو میں جانے سے پہلے نرمی برتو، شورش سے قبل اس کے تدارک کی سبیل کرو، ابھی مجھے چارہ گر سمجھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ چارہ گری خود ہی کرنے لگیں، رزمیہ زبان سخت جنگ کی خبر دیتی ہے، اگر چہ ہوشمند پر بھی واضح نہیں''۔(۱)

ہشام نے تمام دربار کے ہوشمندوں کو جمع کر کے شعر پڑھوایا اور پوچھا کہ یہ کس شاعر کا اسلوب ہے، پتہ لگاؤ۔ سب نے بیک زبان کہا کہ یہ لہجہ کمیت بن زید اسدی کا ہے۔ ہشام نے حیرت سے کہا: ارے یہ کمیت ہے جس نے مجھے خالد بن عبداللہ سے ڈرایا ہے۔ ہشام نے خالد کو خط لکھ کر یہ اشعار اس کے پاس بھیجے، خالد ان دنوں واسط میں تھا اس نے کوفے کے حکمراں کے پاس خط لکھ کر تاکید کی کہ کمیت کو قید کرلو، پھر اپنے دوستوں سے کہنے لگا: یہ شخص بنی ہاشم کی مدح اور بنی امیہ کی ہجو کرتا ہے ذرا اس کے اشعار میرے سامنے پیش کرو، لوگوں نے کمیت کا قصیدہ لامیہ سنایا۔ جس کا پہلا شعر ہے:

الاھل عم فی رایہ فتامل　　　و ھل مدبر بعد الاسائۃ مقبل

خالد نے اس قصیدہ کو ہشام کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ یہ کمیت کے اشعار ہیں اگر ان اشعار میں اس نے حق بات کہی ہے تو وہ یقیناً سچا ہے۔ ہشام نے خط پڑھا تو غصے میں سرخ انگارہ ہوگیا۔ جب یہ شعر پڑھا:

فیا ساسۃ ھاتوا لنا من جوابکم　　　ففیکم لعمری ذو أفانین مقول

''اے حکومت کے زمامدارو! میرے سوالوں کا جواب دو، میری جان کی قسم! تمہارے درمیان ہر فن مولا حضرات بھی ہیں''۔

تو انتہائی مشتعل ہو کر خالد کو خط لکھا کہ کمیت کے ہاتھ پیر کاٹ کر قتل کردو اور اس کا گھر برباد کردو۔ خالد نے خط پڑھا، اسے کمیت کے خاندان سے جھگڑا مول لینا گراں گزر رہا تھا۔ وہ لوگوں کے

۱۔الاغانی ج۱۵ص۱۱۹(ج۱۷ص۱۸)

سامنے خط کو بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ جس میں کمیت کی رہائی واضح تھی اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے خط لکھا ہے لیکن مجھے کمیت کے خاندان سے جھگڑنا پسند نہیں۔ پھر کمیت کا نام بلند آواز سے لیا۔ عبدالرحمٰن بن عتبہ بن سعید نے اس کا مطلب سمجھ لیا۔ ایک تیز رفتار سواری پر اپنے غلام کو بیٹھا کر کہا: اگر تم نے کوفہ جا کر کمیت کو بقید زندگی یہ خبر پہنچادی تو تم خود آزاد ہو اور یہ سرخ خچر تمہاری ملکیت۔ تمہیں اس کے علاوہ بھی انعام واکرام سے نوازوں گا۔

وہ غلام رات دن مسلسل سفر کر کے واسط سے کوفہ آیا۔ زندان میں پہنچ کر اجنبی کی طرح کمیت سے ملا اور تمام واقعہ کی خبر دی۔ کمیت نے کسی کو بھیج کر اپنی بیوی جو اس کی چچیری بہن بھی تھی بلا بھیجا اور تاکید کر دی کہ اپنے کپڑے بھی ساتھ لیتی آئے۔ کمیت نے بیوی سے کہا: اپنے یہ کپڑے مجھے پہنا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہر طرف سے جائزہ لے کر کہا: تمہارے بالوں کے سوا اب کوئی اشتباہ نہیں، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ کمیت یہ شعر پڑھتا ہوا زندان سے نکل گیا:

''کتوں کی سعی اور ان کے شکار کے برخلاف میں زندان سے یوں فرار ہو گیا جیسے ابن مقبل کی کمان سے تیر۔ میرے جسم پر عورتوں کے کپڑے ہیں لیکن اس کے اندر اپی ہوئی تلوار جیسا حوصلہ ہے''۔

اس موقع پر خالد کا خط کوفہ کے فرمان روا کے پاس پہنچا کہ ہشام کے حکم کے مطابق کمیت کو قتل کر دے اور اس کا گھر برباد کر دے۔ جب اس فرمان کے اجراء کے لئے قید خانہ میں سپاہی گئے تو وہاں عورت کو پایا جو کہہ رہی تھی کہ اس قید خانے میں صرف میں ہوں، کمیت فرار ہو گیا ہے۔ حکمران نے خالد کو سارا ماجرا لکھ مارا، خالد نے جواب دیا کہ اس شریف عورت نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے چچیرے بھائی کی حمایت کی ہے، اسے آزاد کر دو۔ جب یہ خبر شام میں اعور کلبی کو پہنچی تو اس نے کمیت کے قید سے فرار ہونے کو نظم کرتے ہوئے ''اسودینا واحمرینا'' کی ہانک لگائی۔ کمیت نے اس مہمل آہنگ کا اس قدر اثر لیا کہ تین سو شعر پر مشتمل قصیدہ بنی امیہ کی ہجو میں لکھ مارا، جس کا پہلا مصرع ہے: ''**الا حییت عنا یا مدینا**''

آغانی (۱) لکھتا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری نے قصائد کمیت ''ہاشمیات'' کو حسین وجمیل کنیزوں کو

۱۔ الاغانی ج ۱۵ ص ۱۱۴ (ج ۷ ص ۶

یاد کرا کے ہشام کی خدمت میں تحفۃً پیش کر دیا۔ اس قصیدے میں بنی امیہ کی ہجو ہے جس کا پہلا شعر ہے:

فیارب ھل الا بک النصر یبتغی　　و یا رب ھل الاعلیک المعول

کمیت نے اس قصیدے میں زید بن علی اور ان کے فرزند ''حسین بن زید'' کا مرتبہ اور بنی ہاشم کی مدح و ستائش کی ہے۔ جب ہشام نے اس قصیدہ کو سنا تو غصے میں خالد کو قسم دے کر تاکید کر دی کہ کمیت کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔

آبان بن ولید نے کمیت کے پاس غلام کو تیز رفتار سواری دے کر کہا کہ اگر تم نے اس خبر کو کمیت تک پہنچا دیا تو خدا کی راہ میں آزاد کر دیئے جاؤ گے (تفصیل آگے بیان ہوگی)۔ کمیت نے غدیر کے متعلق اشعار بھی کہے ہیں:

''علیؑ مومنوں کے امیر ہیں، ان کا حق خدا کی جانب سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، یقیناً رسولِ خداؐ نے ان کے حق کے متعلق جو سفارش کی ہے وہ حق تمام حقوق میں شریک ہے۔ ان کی تزویج صدیقہؑ سے ہوئی، جن کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے، سوائے بتول مریم عذرا کے۔ مسجد کی طرف لوگوں کے بنائے ہوئے تمام دروازے بند کر دیئے گئے سوائے علیؑ کے دروازے کے، ان کا دروازہ بند نہیں تھا۔ اور غدیر کے دن ان کی ولایت تمام عربی و عجمی لوگوں پر واجب قرار دی ہے''۔ (۱)

شاعر کے حالاتِ زندگی

''ابوالمستہل کمیت بن زید بن خنیس بن مخالد بن وہیب بن عمرو بن شبیع بن مالک بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار''۔

ابوالفرج کے خیال میں کمیت عظیم شاعر، ماہر لغات تھا۔ اسے تاریخ عرب پر عبور تھا۔ وہ مصر کا چرب زبان شاعر اور قحطانیوں پر متعصب تھا۔ شعراء کے عیوب سے آگاہ، ایام روزگار کے نشیب و فراز اور کشاکش حیات سے آشنا تھا۔ اس نے بنی امیہ کے زمانے میں زندگی بسر کی اور بنی عباس کا زمانہ نہیں

۱۔ تفسیر ابوالفتوح، ج۲، ص۱۹۳ (ج۴ص۲۸۰)

دیکھ سکا، ان سے پہلے ہی گزر گیا۔ کمیت کا ہاشمی تشیع معروف تھا۔

معاذ ہراء سے پوچھا گیا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اس نے سوال کیا: جاہلی دور کا شاعر یا اسلامی دور کا؟ کہا: پہلے جاہلی دور کا بیان کرو۔ معاذ نے کہا: امراء القیس، زہیر، عبید بن الابرص۔ پھر پوچھا گیا: اسلامی دور کے شعراء میں کون ہے؟ معاذ نے جواب دیا: فرزدق، جریر، اخطل، راعی۔ اس سے پوچھا گیا: اے ابو محمد! تم نے کمیت کا نام کیوں نہیں لیا؟ معاذ نے جواب دیا کہ وہ تو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے بڑا شاعر تھا۔(۱)

گزشتہ صفحات میں فرزدق کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کمیت سے کہا تھا: خدا کی قسم! تم تمام گزرے اور آئندہ لوگوں میں سب سے بڑے شاعر ہو۔

کمیت کے شعروں کی تعداد آغانی اور معاہد التنصیص کے مطابق (۵۲۸۹) ہیں۔(۲)

کشف الظنون میں بحوالہ عیون الاخبار نقل ہوا ہے کہ کمیت کے پانچ ہزار سے زیادہ قصیدے ہیں جسے صمعی نے جمع کیا اور ابن سکیت نے مرتب کیا ہے۔ بعض شعراء نے اس کے شعر کو ابو محمد عبداللہ بن یحیی معروف بہ ابن کناسہ (متوفی ۲۰۷ھ) سے نقل کیا ہے اور ابن کناسہ نے جزی ابو موصل اسدی اور ابو صدقہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ اس سے متعلق ایک کتاب بھی بنام ''سرقات الکمیت من القرآن'' (سرقہ سے مراد اخذ معانی القرآن ہے جو کمیت کے لئے باعث افتخار ہے) لکھی ہے۔(۳)

اشعار کمیت کے راوی ابن سکیت بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے استاذ نصران سے اور انہوں نے ابو حفص عمر بن ابی بکر سے اشعار کمیت کی روایت کی ہے۔

ابن ندیم کے مطابق شعر کمیت کے عامل ابو سعید حسن بن حسین سکری متوفی ۲۱۵ھ اور ابن عساکر کے مطابق ندیم شعر محمد بن انس ہیں۔(۴) یاقوت حموینی نے ابن عبدہ نستاب کا بیان نقل کیا ہے کہ کمیت

۱۔ الآغانی، ج ۱۵، ص ۱۱۵، ۱۲۷ (ج ۱۷ ص ۳، ۳۵)

۲۔ آغانی (ج ۱۷ ص ۳۱)؛ معاہد التنصیص ج ۲، ص ۳۱ (نمبر ۱۴۸)

۳۔ کشف الظنون (ج ۱ ص ۸۰۸)؛ عیون الاخبار شاکر کی ج ۱ ص ۳۹۷

۴۔ فہرست ابن ندیم ص ۱۰۷، ۲۲۵ (ص ۷۸، ۱۷۹)؛ تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۴۲۹ (ج ۱۴ ص ۶۰۳)

کے قصیدۂ نزاریہ نے ماہرین انساب عرب کو وقیع معلومات فراہم کی ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں نے کمیت کے تمام اشعار جمع کئے، تاریخ عرب کی ترتیب میں مجھے اشعار کمیت نے مدد کی۔(۱)

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ کمیت میں دس ایسی خصلتیں تھیں جو دوسرے کسی شاعر میں نہیں تھیں۔ وہ خطیب بنی اسد، فقیہ شیعہ، حافظ قرآن، بلند حوصلہ، خوش خط کاتب، جھگڑالو نسب شناس، تشیع کا اولین مناظر (کمیت سے قبل بھی شیعوں میں مناظر ہوئے ہیں)، بنی اسد کا بے مثل تیر انداز، بے باک شہسوار، اور دیندار سخی تھے۔(۲)

عدنانیوں کے خلاف اس کی عصبیت مستقل تھی۔ شعرائے یمن سے اس کی شعری نوک جھونک تمام عمر چلتی رہی۔ اس کے نہج پر دعبل وابن عینیہ نے اس کی وفات کے بعد جواب میں سنہرا قصیدہ لکھا ہے۔ ابوزلفاء نصری نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔

کمیت اور حکیم اعور کلبی کے درمیان مناظرہ ومفاخرہ برابر چلتا رہا۔

فائدہ

حکیم اعور کلبی بنی امیہ کا زلہ خوار دمشق میں رہتا تھا، پھر کوفہ منتقل ہو گیا۔ ایک شخص عبد اللہ بن جعفر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی شان میں حکیم اعور کلبی نے ہجو یہ اشعار کہے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا کہ کچھ یاد ہو تو پڑھو۔ اس نے کہا: ''ہم نے زید کو درخت خرما پر پھانسی دیدی اور کسی مہدی کو ہم نے دار پر نہیں دیکھا۔ تم عثمان کا مقابلہ علیؑ سے حماقت کی بنیاد پر کرتے ہو۔ عثمان تو علیؑ سے بہتر اور پاکیزہ تر ہیں''۔

عبد اللہ نے کپکپاتے ہاتھ بلند کر کے بددعا کی: خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر کسی کتے کو مسلط کر دے۔ حکیم اعور ایک رات کوفے میں آیا اور اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔(۳)

۱۔ معجم الادباء ج ۱۷، ص ۴۱۰ (ج ۳ ص ۸)

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۲، ص ۶۹ (ج ۱ ص ۱۴۴)، شرح الشواہد، ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)

۳۔ معجم الادباء، ج ۴، ص ۱۳۲ (۱۰ ص ۲۴۸)

کمیت کی مذہبی زندگی

ایک محقق، کتب وسیَر میں واضح روشنی پاتا ہے کہ یہ مردمیدانِ وفا، خانوادۂ رسالت کی محبت میں اپنے مادی فوائد کا کبھی حریص نہ رہا، نہ اس نے چاپلوسی اور خوف میں صلہ وانعام حاصل کیا، نہ شعری کاوشوں کا بدلہ کھنکتے سکوں کو قرار دیا، نہ عہدہ اور رتبہ حاصل کرنے کی فکر کی، ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟ کیوں کہ دعبل کے بقول:

''ان کا مال غنیمت دوسروں میں تقسیم ہوگیا اور ان کے ہاتھ خالی رہ گئے۔ انہیں کی طرح شیعہ بھی الگ تھلگ رکھے گئے، اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے، گویا وہ ناقابل معافی جرم کے مرتکب ہوئے تھے''۔

اگر کسی دیندار کو دنیا یا دولت حاصل کرنے کی فکر ہوتی تو اموی حکومت کے سامنے حاضر ہونا پڑتا۔ جو ناجائز طریقہ سے اقتدار پر قابض تھے۔ ایسی صورتحال میں کمیت جیسے مردمیدان وفا سے امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ مردم آزار بنی امیہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے، جنہوں نے ستمرانی اور خوف و دہشت کی وجہ سے بیابانوں کی خاک چھاننے پر مجبور کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا دل صرف آل محمدؐ سے وابستہ تھا۔ دوسروں سے قطعی بے تعلق تھا کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آل محمدؐ بارگاہ خداوندی میں اس کی نجات کا ذریعہ ہیں اور ان کی مودت عظیم اجر رسالت ہے۔

صفار نے بصائر الدرجات میں جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی حاجت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس درہم نہیں ہے، اتنے میں کمیت داخل ہوئے۔ عرض کی: میں قربان جاؤں! کچھ آپ کی شان میں شعر پڑھوں؟ اجازت ملی تو ایک قصیدہ پڑھا، امام نے غلام سے فرمایا: کمرے سے درہموں کی تھیلی لاکر کمیت کو دیدو۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں! دوسرا قصیدہ پڑھوں؟ اجازت ملی تو قصیدہ پڑھا اور غلام پھر حکم پاکر درہموں کی تھیلی لایا۔ تیسری بار بھی اجازت لے کر قصیدہ پڑھا اور اسی طرح درہموں کی تھیلی ملی۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں، میں نے یہ قصیدے دنیا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ سے صلہ پانے کے لئے کہے ہیں اور یہ کہ آپ کا

میرے اوپر یہ حق تھا جسے ادا کیا۔ امام نے غلام سے فرمایا: ان درہموں کو واپس کمرے میں رکھ دو۔ میں نے عرض کی: قربان جاؤں، آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس درہم و دینار نہیں اور آپ نے کمیت کو تیس ہزار درہم عطا کر دیئے (مناقب میں ہے کہ پچاس ہزار)۔ آپ نے فرمایا: کمرے میں جا کر دیکھ لو، میں داخل ہوا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ امام نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ تم پر ظاہر کئے ہیں اس سے کہیں زیادہ چھپایا ہے۔(۱)

صاعد کہتا ہے: ہم کمیت کے ساتھ فاطمہ بنت الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ہم اہلبیت کا شاعر ہے۔ پھر آپ نے ستو میں شیرینی گھول کر کمیت کو پلایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ تیس ہزار دینار اور ایک سواری کمیت کو مرحمت کی جائے۔ کمیت نے آنسو بھر کر کہا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے محبت نہیں کرتا''۔(۲)

بنی ہاشم نے کمیت کو جن عظیم القابات واحترام سے نوازا، وہ انہیں زندہ و جاوید بنانے کی ضامن اور اس کے خلوص ولایت، قوت ایمانی، صفائے نیت، حسن عقیدت، دینی رسوخ، استغفار، علو ہمت اور شاہراہ مودت میں ثبات وصدق مقال کی گواہ ہے۔ اس کا سید سجادؑ سے عرض کرنا: لا واللہ! میں نے صرف اس لئے آپ کی مدح کی ہے کہ یہ رسولخداؐ کی شفاعت کا وسیلہ بن سکے۔ امام محمد باقرؑ سے عرض کرنا کہ میری غرض حبّ دنیا نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ سے اس کا صلہ طلب کرنا ہے اور یہ آپ کا میرے اوپر حق تھا۔ امامین صادقینؑ کی خدمت میں عرض کرنا کہ خدا کی قسم! اگر میری غرض دنیا ہوتی تو کسی دنیادار کے پاس جاتا، میں نے آخرت کے لئے آپ کی مدح کی ہے۔ عبداللہ بن حسن بن علیؑ سے کہنا کہ میں نے صرف خدا کی خوشنودی کے لئے مدح کی ہے، میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا۔ عبداللہ بن جعفر سے کہنا کہ میری مدح صرف خدا کے لئے تھی، آپ سے مال نہیں لوں گا۔ فاطمہ بنت حسینؑ سے کہنا کہ خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے ہرگز محبت نہیں کرتا۔ یہی شیعوں کا نقطۂ نظر سلف وخلف میں جاری رہا اور وہ اسی

۱۔ بصائر الدرجات (ص۳۷۶ حدیث ۵) مناقب ابن شہر آشوب، ج/۵، ص/۷ (ج۴ ص۲۰۳)

۲۔ الاغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۳ (ج۱۷ ص۲۷)

رویہ پر باقی رہے۔ بارگاہ علویؑ سے ان کی وابستگی مادی کے بجائے روحانی رہی ہے۔ یہی روح تمام شیعہ جعفری میں موجود ہونا چاہئے کیونکہ یہی شعار تشیع ہے، عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔

ائمہ معصومینؑ اور معززین بنی ہاشم اصرار کر کے جائزہ و انعام دینا چاہتے ہیں، اس کی قدردانی فرماتے ہیں، عزت و احترام کے ساتھ سپاس گزاری کے احساسات کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ جیسے امام سجادؑ کا ارشاد ''تمہارے مدحیہ اشعار کا بدلہ دینے سے ہم عاجز ہیں، لیکن خدا عاجز نہیں''۔ یہ کمیت کی خاصان خدا سے شدید وابستگی کا واضح ترین ثبوت ہے۔ کمیت نے سید سجادؑ کا چار لاکھ درہم واپس کر دیا اور آپ کے بدن مبارک کا کپڑا برکت کے خیال سے رکھ لیا۔ امام محمد باقرؑ کے انعام کو ایک بار ایک لاکھ اور دوسری بار پچاس ہزار واپس کر دیا، صرف قمیص طلب کی۔ کمیت نے امام صادق کے ایک ہزار دینار واپس کر دیئے، صرف بدن کا لباس برکت کے خیال سے قبول کیا۔ عبداللہ بن حسن نے زمینداری کا بٹہ عطا کر دیا تھا، عاجزی کے ساتھ اسے واپس کر دیا جو چار ہزار دینار کے متبادل تھا۔ عبداللہ بن جعفر نے بنی ہاشم سے جو کچھ درہم و دینار فراہم کیا تھا سب کو واپس کر دیا۔ یہ تمام باتیں گواہ صادق ہیں کہ کمیت کا مدح آل محمدؑ اور مودۃ میں جی جان سے گزر جانا اور ایثار نفس، مخلصانہ تھا۔ اس کا مطمع نظر محض اہل بیتؑ سے تولاّ اور دشمنان اہلبیتؑ سے تبرا تھا اور یہ محض خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اس کی شعری کاوشیں دنیاداری کے لئے نہیں تھیں بلکہ چند روزہ زندگی کے بجائے ابدی زندگی کے لئے اجرت کی طلبگار تھیں۔ وہ اپنی زبان کی تلوار کے ساتھ بنی امیہ کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ خود کو موت کے منہ میں جھونک دیتے ہیں، اپنا خون پیش کرتے ہیں۔ خالد قسری نے کمیت کے قتل کا ارادہ کیا تو کنیزیں خرید کر انہیں قصائد ہاشمیات یاد کرا دیئے۔ ہشام نے سن کر کہا: اس ریاکار نے اپنے قتل کا سامان کر لیا اور خالد کو قتل اور زبان کاٹنے کا حکم دیدیا۔ اس طرح کمیت نے اپنی وہ جوانی جس میں ہاشمیات کی تخلیق کی تھی۔ خوف اور گوشۂ گمنامی میں گزاری لیکن حق کی للکار کے ساتھ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کی اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کی شعری کاوشوں کا شہرہ ہوا تو امام محمد باقرؑ سے بنی امیہ کی مدح کی اجازت طلب کی تا کہ اپنی جان کی حفاظت کر سکے۔ امام نے اسے اجازت دیدی۔ اس کا ثبوت ابوالفرج کی آغانی سے ملتا ہے۔ وہ کمیت

کے بھائی ورد بن زید کا بیان نقل کرتا ہے کہ کمیت نے مجھے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بھیجا تا کہ میں حضرت سے عرض کروں کہ کمیت سے جو بنا اور جو سمجھ میں آیا انجام دیا۔ اب اسے اجازت مرحمت فرمایئے کہ بنی امیہ کی مدح کرے۔ امام نے فرمایا: وہ آزاد ہے جو چاہے کہے، تب کمیت نے قصیدہ رائیہ کہا:

فالأن صرت الی امیة و الامور الیٰ المصائر

اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے پوچھا: تو نے یہ شعر کہا ہے: ''فالأن صرت''۔ اس نے کہا: ہاں! میں نے ہی کہا ہے لیکن خدا کی قسم! فقط اپنی جان بچانے کے لئے کہا ہے، میں آپ کے فضائل سے واقف ہوں۔ امام نے فرمایا: اگر تم یہ صفائی نہ بھی دو تو تمہارے لئے تقیہ جائز ہے۔(۱)

رجال کشی میں درست بن منصور سے روایت ہے کہ میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں تھا، کمیت بھی شرفیاب ہوا تو امام نے اس سے پوچھا: تم نے یہ شعر کہا ہے: ''فالأن صرت''۔؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! لیکن خدا کی قسم! میں اپنے ایمان سے پھرا نہیں ہوں میں آپ کا دوستدار اور آپ کے دشمن کے لئے برہنہ تلوار ہوں۔ میں نے صرف بطور تقیہ کہا ہے۔ فرمایا: اگر تم نہ بھی کہتے تو تقیہ میں شراب خوری بھی جائز ہے۔(۲)

قابل توجہ:

میرا خیال ہے کہ روایت میں امام مذکور حضرت صادق آل محمدؑ ہوں گے کیونکہ کمیت کا انتقال ۱۲۶ھ میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کی ولادت سے دو یا تین سال قبل ہوا ہے اسی طرح ابوالفرج کا راوی درست بن منصور بھی امام محمد باقرؑ کے زمانے کا راوی نہیں ہے۔

کمیت اور دعائے ائمہؑ

واضح بات ہے کہ نفوس قدسیہ اور مشیت الٰہیہ کے ترجمان حضرات کی دعاؤں میں جسے نوازا گیا ہو وہ

۱۔ الآغانی، ج۱۵، ص۱۲۶ (ج۱۷ ص۳۳، ۳۵)

۲۔ رجال کشی، ص۱۳۵ (ج۲ ص۴۶۵ نمبر ۳۶۴)

کوئی بھی ہو لازمی طور سے دیندار اور خیر و صلاح سے آراستہ ہوگا۔

اس کی دینداری مسلّم اور دنیاداری سے اس کا انقطاع قطعی ہوگا جس طرح کمیت کو دعاؤں سے نوازا گیا ہے ایسے کم ہی افراد دیکھنے میں آئے ہیں۔ رسول اکرمؐ اور آپ کے فرزندوں نے زیادہ دعائیں دی ہیں۔ حدیث بیاضی کے مطابق رسولخداؐ نے رحمت کی دعادی۔ نصر بن مزاحم کے مطابق دعائے رحمت کے ساتھ تعریف کی۔

سیوطی کے مطابق رسولخداؐ نے فرمایا: بورکت و بورک قومک ''تو اور تیری قوم مبارک ہے''۔ امام زین العابدینؑ نے دعا دی: ''خدایا! اسے حیات سعید و موت شہید اور جزائے عاجل عطا فرما''۔ امام محمد باقرؑ نے کئی موقعوں اور اہم مقامات پر مثلاً ''ایام التشریق'' میں منیٰ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے مغفرت کی دعا دی اور فرمایا: ''تمہیں روح القدس کی تائید حاصل رہے''۔

شیخ ابوالقاسم خزارقمی کی کتاب ''کفایۃ الاثر (ص ۲۴۸) میں خود کمیت کا بیان ہے میں اپنے آقا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: فرزند رسولؐ! میں نے آپ کی مدح میں کچھ شعر کہے ہیں پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یہ ایام البیض ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ اشعار خاص آپ ہی کے لئے ہیں۔ تب آپ نے اجازت دی۔ میں نے پڑھنا شروع کیا:

''مجھے زمانے نے رلایا بھی اور ہنسایا بھی اور زمانے کے تو رنگ ہی نرالے ہیں۔ میرا گریہ ان نو افراد پر ہے جو نینوا میں دھوکے سے قتل ہوئے اور سبھی بے کفن ہیں''۔

امام محمد باقرؑ اور صادق آل محمدؑ دونوں ہی رونے لگے۔ پس پردہ کنیزوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھی۔ جب میں نے یہ شعر پڑھے:

''اور میرا گریہ بنوعقیل کے چھ بہادروں پر ہے پھر ان کے مولا نیک شعار علیؑ پر جن کا ذکر ہیجان انگیز اور غم ناک ہے''۔

امام نے روتے ہوئے فرمایا: ''کوئی بھی شخص میرا ذکر کرے یا میرا ذکر سنے اور اس کی آنکھ سے پر مگس کے برابر بھی آنسو نکل جائے تو خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کے یہ آنسو جہنم کے

لئے حجاب بن جائیں گے"۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

من کان مسروراً بما مسّکم　　او شامتا یوما من الان

فقد ذللتم بعد عز فما　　ادفع ضیماً حین یغشانی

میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: خدایا کمیت کے گزشتہ وآئندہ گناہ بخش دے۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:

متی یقوم الحق فیکم متی　　یقوم مهدیکم الثانی

"کب آپ کی طرف سے حق کا قیام ہوگا اور کب آپ کا دوسرا مہدی قیام کرے گا"؟

فرمایا: بہت جلد انشاء اللہ بہت جلد!! پھر ارشاد فرمایا: اے ابوالمستہل! یقیناً ہمارا قائم ذریت حسینؑ کا نواں فرزند ہے، کیونکہ بعد رسولخدا بارہ امام ہیں، بارھواں امام قائم ہے۔ میں نے پوچھا: میرے آقا! وہ بارہ امام کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے حضرت علیؑ ان کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر علی بن حسینؑ پھر میں میرے بعد یہ (جعفر صادقؑ کی طرف اشارہ کیا) میں نے پوچھا: ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا: موسیٰؑ، موسیٰؑ کے بعد ان کے فرزند علیؑ پھر محمد بن علیؑ اور علیؑ کے بعد حسنؑ اور ان کے بعد فرزند حسنؑ جن کی کنیت ابوالقاسم ہے، وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ان کی وجہ سے شیعوں کے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ میں نے پوچھا: فرزند رسولؐ! وہ کب خروج کریں گے؟ آپ نے فرمایا: رسولؐ سے بھی یہی پوچھا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کی مثال قیامت کی ہے، اچانک آئے گی۔

کمیت کی فضیلت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام صادق آل محمدؑ نے زمانۂ حج میں کعبے کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کی: خدایا! کمیت کے گزشتہ وآئندہ، مخفی وعلانیہ گناہ بخش دے، اسے اس قدر عطا کردے کہ یہ خوش ہوجائے۔ اس دعا کی اجابت کا پتہ ابوابراہیم سعد اسدی کے خواب سے چلتا ہے کہ رسولؐ نے انہیں کمیت کو سلام پہنچانے کا حکم دیا نیز یہ کہ خدا نے اسے بخش دیا ہے۔ اسی طرح رسولؐ نے دعبل کو منع کیا کہ کمیت پر کیچڑ نہ اچھالے کیونکہ خدا نے اسے بخش دیا ہے خود کمیت کا قبیلہ بنی اسد رسولؐ کی دعا کو محسوس کرتا تھا جس میں کمیت اور اس کے قبیلے کے مبارک ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ قبیلہ کے افراد

کہتے تھے کہ ہمیں وہ فضیلت حاصل ہے کہ دوسرے کسی قبیلے کو نہیں، ہمیں کمیت کی برکت وراثت میں ملی ہے۔(۱)

قطب الدین راوندی کی خرائج و جرائح کے مطابق امام محمد باقرؑ نے کمیت کے متعلق جو دعا کی تھی اس کی اجابت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب دشمنان آل محمدؐ نے کمیت کو ہلاک کرنا چاہا اور وہ فرار ہوا تو راستے میں شیر نے کمیت کا راستہ روکا وہ جدھر جانا چاہتا شیر ادھر سے راستہ روک لیتا۔ وہ گویا اشارہ کر رہا تھا کہ واپس جایئے تا کہ دشمنوں سے نجات ملے۔(۲)

معاہد التنصیص کے مطابق مستہل کا بیان ہے کہ طویل عرصے تک کمیت نے روپوشی کی زندگی بسر کی، اسے یقین ہو گیا کہ اب تعاقب و تلاش میں کمی واقع ہو گئی ہے تو ایک رات بنی اسد کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا ساتھ میں غلام صاعد بھی تھا۔ وہ نجومی تھا۔ اسی کے سہارے راستہ طے کر رہا تھا جب پو پھٹی تو اس نے آواز دی جوانو! تم لوگ بھی سو جاؤ، ہم سو گئے تو وہ اٹھ کر نماز پڑھنے لگا تھوڑی دیر کے بعد دور سے کسی کو آتا دیکھ کر ہم لوگ لرزنے لگے۔ کمیت نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہماری طرف کوئی آ رہا ہے۔ اس نے نگاہ اٹھائی اور کہا کہ بھیڑیا ہے، اپنا چارہ تلاش کر رہا ہے۔ وہ بھیڑیا آیا اور ایک گوشے میں لیٹ گیا، ہم نے اس کے کھانے کے لئے اونٹ کا گوشت ڈال دیا اس نے کھا لیا پھر پانی دیا جسے اس نے پی لیا۔ جب ہم چلنے لگے تو وہ غرانے لگا۔

کمیت نے کہا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہم نے اسے کھانے کو نہیں دیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کیا چاہتا ہے؟

شاید یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم لوگ غلط راستے پر ہیں۔ پھر ساتھیوں سے کہا کہ داہنی جانب چلو، یہ دیکھ کر وہ بھیڑیا خاموش ہو گیا۔ ہم لوگ شام پہنچ کر بنی اسد اور بنی تمیم کے یہاں روپوش ہو گئے۔(۳)

۱۔ شرح شواہد المغنی ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۷)

۲۔ الخرائج والجرائح

۳۔ معاہد التنصیص ج ۲، ص ۲۸ (ج ۳ ص ۹۸ نمبر ۱۴۸)

یہ واقعہ کمیت کے کرامات وفضائل میں ہے۔ اسے نفسانی برتری اور مکارم اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں، ان باتوں سے کمیت کی جو تصویر ہمارے ذہنوں میں ابھرتی ہے وہ اس کی روحانی برتری کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ کمیت کی دانش وفقہ وادب، تہذیبی لطافت، حماسہ، ہمت، بلاغت وفصاحت، بلند نظری، عظیم اخلاق، حوصلہ مندی، دین خالص، واقعی تشیع وصلاح محض، رشد وسداد اور دیگر فضائل بے شمار ہیں۔

کمیت اور یزید بن عبدالملک

کمیت کے فرزند حبیش کا بیان ہے کہ میرے باپ یزید بن عبدالملک سے ملاقات کرنے اکثر جاتے تھے۔ ایک دن ملنے گئے تو سلامۃ القسی نامی کنیز اس کے سامنے خریداری کے لئے پیش کی گئی۔ یزید نے کہا: اے ابوالمستہل! اس کنیز کو بیچنے کے لئے لایا گیا ہے، کیا میں خریدلوں؟ کمیت نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! اے امیر! یہ بے مثال ہے۔ ضرور خرید لیجئے۔ اس نے کہا: ذرا اس کی شعروں میں مدح کرو تاکہ رائے ٹھہر سکے۔ کمیت نے چار شعر کہے:

''یہ حسن میں دوپہر کا سورج ہے، آنکھیں سرخ انگارہ ہیں، شاداب، نرم تن، شیریں سخن، کھیلنے والی، بڑی سرین والی ہے۔ اپنے ناز وادا کو سپید دانتوں اور برجستہ گوئی سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اے عبد مناف کے فرزندو! تخلیقی اعتبار سے انتہائے آرزو ہے اس لئے نصیحت قبول کرو''۔

یزید نے ہنس کر کہا: اے ابوالمستہل! میں نے تمہاری نصیحت قبول کی اور بہت سا انعام دیا۔(۱)

جس زمانے میں خالد بن عبداللہ قسری کوفے کا حاکم تھا اس کے اور کمیت کے درمیان بہت سے واقعات پیش آئے۔ ایک دن لوگ اس کی معزولی کا چرچا کر رہے تھے، اتنے میں وہ گزرا، کمیت نے یہ شعر پڑھا:

اراھا و ان کانت تحب کانھا ۔۔۔ سحابۃ صیف عن قلیل

''اپنے عہدے سے انتہائی وابستگی کے باوجود بھی دیکھ رہا ہوں کہ یہ بہت جلد موسم گرما کے بادل کی

۱۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۲ (ج ۱۷ ص ۲۵)

طرح بکھر جائے گا"۔

خالد سن کر واپس چلا گیا اور کہنے لگا نہیں، ہرگز نہیں بکھروں گا، جب تک تمہارے اوپر تازیانے نہ برسالوں۔ پھر حکم دیا: برہنہ کر کے سو تازیانے مارے جائیں، پھر آزاد کر دیا۔(۱)

کمیت کی شوخی

ایک بار فرزدق اس کی طرف سے گنگناتا ہوا گزرا۔ کمیت ابھی بچہ تھا۔ فرزدق نے اس سے کہا: کیا تم پسند کرو گے میں تمہارا باپ بن جاؤں؟ کمیت نے کہا: میں چاہتا ہوں تم میری ماں بن جاؤ۔ فرزدق بھونچکا ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ایسی کڑی مجھ پر کبھی نہ پڑی تھی۔(۲)

کمیت کی ولادت وشہادت

کمیت سنہ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے (جس سال امام حسینؑ کی شہادت واقع ہوئی) اور دنیا میں نیک اور پسندیدہ ترین زندگی گزاری۔ وہ راہ جس سے خداوند عالم خوشنود ہو، انہوں نے لوگوں کو اس راہ راست کی تلقین کی۔ یہاں تک کہ امام زین العابدینؑ کی دعا کی برکت سے شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے خون پاک کی نگراں خدا کی آنکھیں تھیں۔ کوفے میں حادثۂ شہادت پیش آیا۔

سنہ ۱۲۶ ہجری میں مروان بن محمد کے زمانۂ حکومت میں ان کی موت کا سبب حجر بن عبدالجبار کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ جعفریوں (مغیرہ بن سعید اور ان کے چھ ساتھی جو الوصفاء کے نام سے معروف تھے) نے خالد قسری کے خلاف بغاوت کی۔ وہ بے خبر منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا اچانک شلوار پوشوں (قبابین) نے نعرہ لگانا شروع کر دیا: "لبیک جعفر، لبیک جعفر"۔ خالد یہ سن کر منبر پر بدحواس ہو گیا، بغیر یہ سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے، چلایا: مجھے پانی پلاؤ۔

۱۔ الاغانی ج۱۵/ص۱۱۹ (ج۱۷/ص۱۷)

۲۔ الاغانی ج۱۵/ص۱۲۳ (ج۱۷/ص۲۶)

لوگوں نے جعفریوں کو گرفتار کر کے مسجد میں آگ میں جلا ڈالا۔ جب خالد عراق سے معزول ہوا اور یوسف بن عمرو حکمران ہوا تو اس سے کمیت ملاقات کی غرض سے گئے اور اس کے سامنے زید بن علی کے مرثیہ کے اشعار پڑھے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے جس کا مفہوم ہے ''جس وقت خالد بدحواسی میں پانی مانگ رہا تھا اور اس کے مقتول فریاد کر رہے تھے اس وقت تو نہیں تھا''۔

اسی وقت وہ آٹھ سپاہی جو یوسف کے سر پر کھڑے ہوئے تھے، انہیں خالد سے شدید ربط تھا۔ اپنی تلواروں کے ساتھ کمیت پر ٹوٹ پڑے، پیٹ میں تلوار اتار دی اور انہوں نے کہا: بغیر اجازت، امیر کے سامنے شعر پڑھتا ہے، وہیں مسلسل خون بہتا رہا اور کمیت مر گئے۔(۱)

مستہل کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے سرہانے موت کے وقت پہنچا وہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو فرمایا: خدایا! آل محمدؐ، خدایا! آل محمدؐ، خدایا! آل محمدؐ۔ پھر فرمایا: بیٹا کاش! میں نے زنان بنی کلاب کی ہجو نہ کی ہوتی، میں نے ان پر کیا کیا اتہامات لگائے۔ میں ہر رات سوچتا تھا ''کہیں میرے اوپر ستارے نہ ٹوٹ پڑیں''۔ پھر فرمایا: میرے لعل! روایت میں وارد ہے کہ پشت کوفہ پر خندق کھودا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے نکال کر دوسری قبروں میں دفن کیا جائے گا مجھے پشت کوفہ میں دفن نہ کرنا، جب میں مر جاؤں تو مقام مکران میں سپرد خاک کر دینا۔ کمیت کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ وہ اس مقام پر دفن ہونے والے پہلا شخص ہیں اور آج بھی وہ جگہ ''مقبرۂ بنی اسد'' کے نام سے معروف ہے۔(۲)

۱۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۱ (ج ۱۷ ص ۴۲)

۲۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۳۰ (ج ۱۷ ص ۴۳)؛ معاہد التنصیص، ج/۲، ص/۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۰۶ نمبر ۱۴۸)

سید حمیری

(۱)

یــا بــائــع الــدیــن بــدنیــاہ　　　لیــس بھــذا امــر الــلــہ

''اے دنیا کے بدلے دین بیچنے والے! اس بات کا خدا نے حکم نہیں دیا ہے۔ تو علیؑ وصی رسولؐ سے کیوں کینہ رکھتا ہے، جبکہ احمدؐ ان سے خوشنود و راضی تھے۔ وہی جسے احمدؐ نے غدیر خم کے دن کھڑے ہو کر نام لے کر پکارا اور صحابہ آپ کے گرداگرد تھے، پھر فرمایا: یہ علی ابن ابی طالبؑ اس شخص کے مولا ہیں جس کا میں مولا ہوں۔

پس اے آسمان والے! اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے''۔

(۲)

''اور جب کہ غدیر خم میں خداوند عالم نے تاکید کے ساتھ فرمایا: اے محمدؐ! کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کے سامنے تقریر کرو۔ اور ابوالحسن (علیؑ) کی امامت کا لوگوں کے درمیان اعلان کر دو کہ وہ ہادی ہیں اور اگر تم نے انہیں نصب نہ کیا تو گویا کار تبلیغ انجام ہی نہ دیا۔

اس وقت رسولؐ نے علیؑ کو بلایا اور لوگوں کو بلایا۔ تصدیق کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کے درمیان بلند کر کے اپنے بعد ہر مہذب انسان کے لئے علیؑ کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ اب کسی غیر مہذب کو ولی سمجھنا مناسب نہیں۔ علیؑ کے ایسے مناقب ہیں کہ ان کا کچھ حصہ بھی بے ہنگم افراد ہزار کوششوں کے

باوجود نہیں پاسکتے۔ میں آل محمدؑ سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے جو ان سے محبت کرتا ہے، ہمارا دینی شعار ہے کہ جو آل محمدؑ کے بجائے دوسروں سے محبت کرتے ہیں ہمیں وہ پسند نہیں۔

ایسا شخص مرنے کے بعد دوزخ میں جائے گا اور حوض کوثر پر رسولخداؐ کے سامنے حاضر نہیں ہوسکتا اور اگر پہنچنے کی کوشش کرے گا تو ہنکا دیا جائے گا جس طرح بیمار، خارش زدہ اونٹ ڈنڈا مار کر جھنڈ سے نکالا جاتا ہے تا کہ اس کی بیماری دوسروں تک سرایت نہ کر سکے۔

جس وقت احمدؐ اور ان کے وصی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو میرا دل زمین سے فضاؤں کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے، میرا دل ان دونوں کے شوق میں یوں سلگتا ہے کہ بس پردہ پھٹا اور پسلیاں پھڑ پھڑانے لگتی ہیں۔

یہ عطیۂ الٰہی ہے جسے خدا اپنے جس بندے پر چاہتا ہے موہبت فرماتا ہے اور اس کی توفیقات میں اضافہ کردیتا ہے، جسے یہ عطیہ نہیں ملتا اس پر توفیقات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے، اس کے پاس علم الکتاب ہے اور وہ علم ہے جسے ابھی لکھا بھی نہیں گیا ہے۔

قصیدۂ مذہبہ کے نام سے معروف یہ قصیدہ ۱۱۲ رشعروں پر مشتمل ہے۔

شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ ''وانصب اب حسن لقومک انه .....'' کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''النصب'' صرف معنی امامت وخلافت ہی کے لئے مناسب ہے، محبت ونصرت مراد نہیں ہوسکتے۔ پھر چوتھے شعر میں ''جعل الولایة'' کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں امامت کا واضح اشارہ موجود ہے کیونکہ رسالت کے بعد امامت ہی قرار دی گئی ہے۔ مفہوم محبت ونصرت اس وقت بہرحال حاصل تھے، بعد وفات اس کی چنداں خصوصیت نہیں رہ جاتی۔ حافظ نسابہ تاج العلی حسینی (متوفی ۶۱۰ھ) نے بھی اسی قصیدے کی شرح کی ہے۔

(۳)

سید حمیری اپنے باپ محمد سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

''اے محمد! خدائے خالق الاصباح سے ڈرو اور اصلاح کے بعد دینی فساد کا ارتکاب نہ کرو۔ کیا تم محمدؐ کے بھائی اور وصی پر دشنام طرازی کرتے ہو؟ اور اس کے بعد بھی اپنی کامرانی و نجات کی امید لگائے بیٹھے ہو۔

افسوس! قطعی بعید بات ہے۔ تم سے عذاب اور ملک الموت قریب ہیں۔

ان کے متعلق رسولؐ نے بہترین وصیت غدیر کے دن واضح الفاظ میں فصاحت کے ساتھ فرمائی، اچھی طرح سمجھ لو' جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں' واضح اشاعت و اعلان تھا۔ یہ میرا قرض ادا کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح تمہیں راہ راست کی ہدایت کرنے والے ہیں، جس طرح میں تمہاری ہدایت و فلاح کا ذمہ دار تھا۔

تم نے میری ماں کو جو بہت کمزور تھیں بہکا دیا اور انہیں گمراہ و گستاخی پر آمادہ کر دیا کہ وہ نشان ہدایت، امام اور وارث نبی پر سب و شتم کرتی ہے۔ ڈر ہے کہ تم دونوں پر ایسا عذاب نازل ہوگا جس کے زلزلے سخت پہاڑوں کو بھی زمین بوس کر دیں گے۔

اے میری ماں اور اے باپ! خدا سے ڈرو اور حق کا اعتراف کرو اور نجات کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو''۔

ان شعروں کی روایت مرزبانی نے کی ہے۔ ان میں سید نے اپنے اباضی مسلک کے والدین کو تشیع اور محبت اہل بیتؑ کی دعوت دی ہے اور امیر المومنینؑ پر سبّ و شتم سے روکا ہے۔(۱)

(۴)

''اگر میں محمد مصطفیؐ کی وصیتیں اور یوم غدیر کے تاکیدی عہد کی حفاظت نہ کروں تو گویا میں ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والا اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد یہودی و نصرانی ہوں۔

مجھے قبیلہ تیم و عدی سے کیا سروکار! میرے تو ولی نعمت خدا کی طرف سے آل احمدؐ ہیں۔ میں آل محمدؐ پر صلوات پڑھ کے اپنی نماز تمام کرتا ہوں، اگر تشہد میں صلوات و دعا نہ پڑھوں تو نماز کامل ہی نہیں ہوگی۔

۱۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۵)

میری مودت، خیر خواہی اور نصرت کی تمام توانائیاں انہیں کے لئے تا عمر وقف ہیں، جب سے مجھ کو سید پکارا جاتا ہے۔ یقیناً اگر کوئی شخص اس خانوادے کی محبت پر سرزنش کرتا ہے تو وہ جھٹلانے کے قابل ہے۔

اگر تو چاہے تو چند روزہ سایۂ غم اختیار کر، ورنہ خودداری کر، تا کہ محفوظ و پسندیدہ رہ سکے''۔

اس قصیدے کے پچیس (۲۵) اشعار ہیں۔ ابوالفرج نے بیان کیا ہے کہ ابو خلال عتکی، عقبہ بن سالم سے ملنے آیا۔ وہاں سید بھی موجود تھے۔ عقبہ نے سید کو انعام دینے کا فرمان جاری کیا۔ ابو خلال جو قبیلے کا بزرگ تھا کہنے لگا کہ اے امیر! تم نے ایسے کو انعام دیئے جانے کا حکم دیا ہے جو دھڑلے سے ابوبکر و عمر پر لعنت بھیجتا ہے۔ عقبہ نے کہا: مجھے تو اس کا پتہ نہیں، میں نے تو قدیم مراسم کی رعایت میں انعام دیا ہے، اس کے علاوہ اس کے دل میں ایسے خاندان کی محبت ہے جس کی رعایت ہم سب پر ضروری ہے۔ ابو خلال نے کہا: اگر وہ سچا ہے تو کہیئے کہ ذرا ابوبکر و عمر کی مدح کرے تا کہ اس کے متعلق تشیع کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ عقبہ نے کہا: انہوں نے خود ہی آپ کی بات سنی ہے اور چاہیں تو مدح کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر سید نے متذکرہ قصیدہ پڑھا، پھر غصے میں اٹھ گئے۔ ابو خلال نے عقبہ سے کہا: اے امیر! مجھے سید سے بچایئے۔ عقبہ نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن آئندہ ان کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرنا۔(۱)

(۵)

''مجھے تم لوگ بڑی ملامت کرتے ہو کہ میں ہدایت کے امام اور سردار سے عشق کرتا ہوں''۔

اسی قصیدہ میں وہ فرماتے ہیں:

''جس دن رسول خداؐ نے سخت چلچلاتی دھوپ میں درختوں کے سائے میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے مسلمانو! یہ میرا خلیل ہے، وزیر و وارث اور میرا چچیرا بھائی ہے، آگاہ ہو جاؤ! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، پس میرے عہد کی رعایت کرو۔ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ بن عمران کو ان کے پیارے بھائی (موسیٰؑ) سے تھی''۔

۱۔ الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۶۲ (ج ۷ ا ص ۲۸۲)

(۶)

''صبح دم آلِ فاطمہؑ پر بارش ہوئی اور آنسوؤں کے سیلان جاری ہوئے''۔

آگے کہتے ہیں:

''دوپہر کے وقت ان لوگوں نے غدیر خم میں رسولِ خداؐ کا ارشاد سنا کہ فرمارہے تھے: تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: (حالانکہ بہت زیادہ لوگ تھے) آپ ہمارے مولا ہیں اور ہمارے نفسوں پر بااختیار ہیں اور آپ ہمیں ڈرانے والے ہیں۔ تب فرمایا: یقیناً تمہارا ولی میرے بعد علیؑ ہے، یہ میرا وزیر اور تمہارا ہادی ہے۔ یہ میرا وزیر میری حیات میں اور میری موت کے بعد ہے۔ میرے بعد خلیفہ اور امیر ہے۔ پس اے خدا! جو اس سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھ اور موت کے وقت مسرتوں سے ہمکنار فرما اور جو اس سے نفرت وعناد کا مظاہرہ کرے اس سے نفرت کر اور موت کے وقت اس کو ذلتوں سے دوچار کر''۔

(۷)

''ہاں! خدا کی بے انتہا حمد، اسی سے مخصوص ہے جو ولی ستائش اور ربّ غفور ہے۔ اس نے مجھے توحید کی طرف ہدایت فرمائی اور میں درخشاں وخالص توحید پرست ہوگیا''۔

آگے فرماتے ہیں:

''اسی وجہ سے علیؑ کو ان کے پروردگار نے خیر الانام کا وصی ومددگار منتخب فرمایا، پس رسولؐ نے غدیر خم میں قیام فرمایا، سامان سفر اتارا گیا اور سفر روکا گیا، شاخیں کاٹ ڈالی گئیں، پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور عظیم اجتماع میں بلند آواز سے چھوٹے بڑے کو خطاب فرمایا، علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دن چڑھے، ان کی طرف اشارہ کیا۔

ہاں! جس کا بھی میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں۔ یہ حتمی فیصلہ ہے، کیا میں نے تبلیغ کردی؟ سب نے کہا: ہاں! پھر فرمایا: غائب وحاضر سبھی اس کے گواہ رہیں، تم میں جو یہاں حاضر ہے غائب تک سمیع وبصیر پروردگار کو گواہ بنا کر یہ پیغام پہنچا دے۔

پھر خدا کے حکم سے سب اٹھو اور علیؑ کی امامت پر بیعت کرو۔ سب نے ان سے مصافحہ کر کے تعمیل حکم کی۔ رسولؐ ان کے انکار کو محسوس کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، جو اسے چھوڑے تو بھی اسے چھوڑ دے، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔

پس تم دعوت مصطفیؐ کو کیسا پاتے ہو۔ قبول کیا گیا یا ملیا میٹ کر دیا گیا؟ اے ثانی مصطفیؐ! میں آپ سے اور جو لوگ غدیر خم میں موجود تھے، ان سے محبت کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی امینؐ نے آپ کے بارے میں واضح اعلان کیا۔ جو لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

(۸)

ایک قصیدہ ''قف بالدیار وحيّهن دیار'' میں کہتے ہیں:

''علیؑ وہ ہیں جنہوں نے محمد رسول خداؐ کی جوتیاں ٹانکیں تا کہ خدا راضی ہو۔ ان کے بارے میں خیر الوریٰ نے بلند اور واضح اعلان جس میں کوئی ڈھکا چھپا انداز نہیں تھا۔ فرمایا: یہ میرا وصی ہے اور میرا جانشین ہے، تم اس کے ساتھ نادانی مت برتو ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ انہوں نے علیؑ کے لئے گھنے درختوں کے دن عظیم خطبہ ارشاد فرما کر خداوند عالم کی وحی کا اظہار فرمایا''۔

(۹)

قاضی بصرہ سوار بن عبد اللہ کو معلوم ہوا کہ سید حمیری نے متفق علیہ حدیث طیر کے متعلق قصیدہ کہا ہے:

''جب یہ خبر زباں زد ہوئی کہ طائر مشوی رسولخداؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا گیا ہے، اس خبر کی اولین بار ابان نے انس سے روایت کی، قیس نے بھی سفینہ کا قول نقل کیا وہی سفینہ جو بے ہنگم اور لچر آدمی تھا۔ انجام کار یہ ہوا کہ سفینہ راہ راست پا گیا اور انس نے خیانت کی اور انصاف کا برتاؤ نہیں کیا، سردار کائنات اور از روئے قرآن مولا کی تردید کا مظاہرہ کیا پس آسمان والے نے اسے ہدایت سے باز رکھا اور چہرے پر برص کے داغ نمایاں کر دیئے''۔

قاضی سوار نے جھنجھلا کر کہا: اس شخص نے کسی صحابی کو بھی نہیں بخشا، سب کو شعری مذمت میں لتاڑا ہے اور سید کو قید کرنے کا حکم دیدیا۔ اس وقت بنی ہاشم اور شیعوں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے سید کو رہا نہ کیا تو ہم قید خانہ توڑ کر انہیں آزاد کرالیں گے۔ جو شاعر تمہاری مدح کرتا ہے تو تم اسے انعام دیتے ہو اور جو آل محمدؐ کی مدح کرتا ہے اسے قید کرتے ہو۔ سوار نے سید کو آزاد کر دیا تو سید نے اس کی ہجو کی:

''ذرا بے شرم اور پھکو سوار ابو شملہ سے کہہ دو کہ میں نے حدیث طیر کے متعلق کوئی خلاف آثار بات نہیں کہی ہے۔ تو نے خود اس کی روایت کی ہے۔ علیؑ کا حالت جنابت میں مسجد کے اندر آنا جانا واضح بات ہے آپ کے علاوہ سب کو وحی کے ذریعے نکال باہر کیا گیا۔ علیؑ، حسینؑ، حسنؑ، پاک نہاد، صاحب کساء فاطمہؑ سے محبت کرو۔ یہ افراد کرم و ایثار کا پیکر تھے۔ ان سے نفرت رکھنے والا جہنم واصل ہوگا۔ ان کینہ توزوں کی پہچان خود آسمان والا متعین کر دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل رہیں۔

اے سوّار تو ان (جہنمیوں) کا سردار ہے، تجھ پر ہر طرح پھٹکار ہے۔

تو اس کی مذمت کرتا ہے کہ سرور کائناتؐ نے تمام پاک اور نیک لوگوں کے درمیان اپنا بھائی بنایا۔ اس کے متعلق خم میں بلند آواز سے اعلان فرمایا جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ''جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے''۔ تم اس کا انکار نہ کرو، میرے بعد اسی پر بھروسہ کرو اور سراب کے پیچھے مت بھاگو''۔ (۱)

سید نے قاضی سوّار کی موت کے بعد اس کی یوں ہجو کی: (۲)

''اے وہ جس نے کل سوار کی لاش کو اس کے گھر سے جہنم تک پہنچایا! اس کی روح پاکیزہ نہ ہو۔ اس کا ڈھانچہ ہزار ذلتوں کے ساتھ وادی دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ میں نے خدائے رحمٰن کی طرف سے قاضی سوار کے بارے میں حیرتناک حکم کو نافذ ہوتے دیکھا کہ لے جاؤ اس کو۔ خدائے رحمٰن کی لعنت تیرے اوپر اے خدائے یکتا کی دنیا میں بدترین زندگی گزارنے والے۔

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۳ ص ۴۱۵)

۲۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۸۸) میں ان میں سے پانچ اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

اے امیر المومنینؑ سے بغض رکھنے والے! حالانکہ رسولِ خداؐ نے ان کے بارے میں بغیر انکار کے بروز غدیر سب کے سامنے فرمایا تھا: جس کا میں ظاہر و پوشیدہ مولا ہوں یہ میرا بھائی، میرے تمام امور کا وصی، میرا جانشین اور نصیحت ماننے والوں کا مولا ہے۔ اے پروردگار! جو اس سے نفرت کرے تو اس سے نفرت کر اور بھڑکتی جہنم کی آگ میں جھونک دے۔ اے سوار! تو نے بلاشبہ علیؑ سے عداوت کی۔ پس اے جہنم! پکڑ لے سوار کو'۔

(۱۰)

''ام عمرو کی قیام گاہ لوی میں ویرانی ہے اس جگہ کی نشانیاں بھی ملیامیٹ ہو چکی ہیں۔

پرندے وہاں سے وحشت کے مارے کناروں سے گزر جاتے ہیں اور درندے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔

اس جگہ سانپوں کو بھی موت کا ڈر ہے، اپنے زہر سمیت پھن اٹھائے ہوئے ہیں، اس گھر کے نشانات میں صرف یہ ہے کہ سرخ سانپ کنڈلی مارے ہوئے ہیں۔ بھیانک رات میں وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کی دلیری و مہربانی کے وہ انداز یاد آ گئے۔ پوری رات روتے گزر گئی۔ اروی کی محبت میں اندیشوں نے میرے دل کو ڈسا ہوا یا سلگتا ہوا بنا دیا ہے۔ مجھے حیرت ہے اس گروہ پر جو بے مقام سرزمین پر احمد مجتبیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ان لوگوں نے رسولؐ سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں بتا دیں کہ جب آپ وفات پا جائیں اور ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کس کو انتہائے آرزو اور فریادرس سمجھیں۔ ان کے درمیان ایسے افراد بھی تھے کہ جنہیں اقتدار کی طمع تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر ہم اس فریادرس کی نشاندہی کر دیں تو بھی ممکن ہے کہ تم وہی کرو جو ہارون کے بعد گوسالہ پوجنے والوں نے ان سے جدائی اختیار کرنے کی حرکت کی تھی۔ اس لئے اس کا بیان نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ رسولؐ نے جو کچھ فرمایا اس میں عقلمندی اور سننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

اس کے بعد خداوند عالم کی طرف سے فرمان قطعی پہنچا جس کو نظر انداز کرنے کی گنجائش نہیں تھی

،جس کی اب تک تم نے تبلیغ نہیں کی وہ تبلیغ کردو، خدا ان لوگوں سے تم کو محفوظ رکھے گا۔

اس وقت رسول خدا جو ہمیشہ حکم پروردگار کی طرف متوجہ رہتے تھے کھڑے ہوئے اور علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر کے سب کے سامنے ظاہر کیا اور خطبہ فرمایا۔

بلند کرنے والا اور بلند ہونے والا دونوں ہاتھ کس قدر بزرگ تھا۔

جس وقت آپ خطبہ فرمارہے تھے فرشتے آپ کے گرداگرد تھے اور خداوند عالم گواہ تھا اور سن رہا تھا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ وہ لوگ اس اعلان پر نہ راضی ہوئے نہ قناعت کی۔

اور ایک قوم گمراہ ہوگئی اور اس نے حکم ماننے میں ڈنڈی ماری گویا ان لوگوں کی ناک کٹی ہوئی ہے۔

یہاں تک کہ وہ لوگ رسول کو قبر میں چھپا کر پلٹے تو یہ فرمان ضائع کر چکے تھے۔ گزرے کل میں جو کچھ کہا گیا تھا اور جس کی نصیحت کی گئی تھی اس کو نقصان کے بدلے بیچ دیا جس میں انہیں کوئی فائدہ بھی نہ پہنچا''۔

(علامہ امینی کے مطابق قصیدہ ۵۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ مفتی محمد عباس صاحب کی ''موجۂ کوثری شرح قصیدہ حمیریؒ'' میں ۵۰ اشعار ہیں۔ یہ کتاب مترجمؒ کی لائبریری ''مکتبۂ مینارِ شعور'' میں موجود ہے۔ شاہد)

شعری تتبع

فضیل رسّان کہتے ہیں میں حضرت جعفرؑ بن محمد (چھٹے امام) کی خدمت میں ان کے چچا زید کی تعزیت پیش کرنے حاضر ہوا اور شعر سید حمیری پڑھنے کی اجازت مانگی:

''اور قیامت میں لوگ پانچ جھنڈوں تلے ہوں گے ان میں چار ہلاک ہوں گے۔ اس کا قائد گوسالہ ''اوان'' فرعون قباحتوں سے بھرپور اس امت کا سامری ہے اور دین سے تیر کی طرح نکل جانے والے لئیم اور تیرہ و تار چہرے والے بندے ہوں گے اور ایک جھنڈا وہ ہوگا کہ اس کے قائد کا چہرہ ابھرتے سورج کی طرح ہوگا''۔

میں نے در پردہ نالہ وشیون کی آواز سنی، امام نے پوچھا: یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ سید نے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ میں نے کہا: قربان جاؤں! وہ شراب پیتے دیکھا گیا ہے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے، خدا ہر وابستۂ علیؑ کے گناہ بخش دے گا۔

یقیناً دوستدار علیؑ کا اگر ایک قدم پھسلتا ہے تو دوسرا اثبات عطا کرتا ہے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ سید کے اشعار ہیں اور ان کی وفات کی خبر دی آپ نے دعائے رحمت فرمائی۔ میں نے کہا: وہ شراب پیتا ہے۔ فرمایا: دوستدار علیؑ کو گناہوں کا خطرہ نہیں، وہ بخش دیا جائے گا۔ (۲)

حافظ مرزبانی نے اخبار سید (ص ۱۹۵) میں فضیل ہی سے نقل کیا ہے کہ آپ (امامؑ) زید کے غم میں رو رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے: خدا زید پر رحمت نازل کرے، وہ عالم وصدوق تھے، اگر انہیں نیکیوں کے پھیلانے کا موقع ملتا تو بڑے کام ہوتے اور حق حقدار تک ضرور پہونچتا۔ میں نے شعرِ سید سنانے کی اجازت مانگی تو فرمایا: ذرا ٹھہرو۔ اور پردہ کر دیا تا کہ دوسرا نہ آسکے، تب اجازت دی۔ میں نے قصیدہ عینیہ سنایا۔ میں نے پس پردہ اہل حرم کے رونے کی آواز سنی۔ امامؑ نے فرمایا: اے اسماعیل! تیرا شکریہ۔ میں نے عرض کی: مولا! وہ بازاروں میں شراب پیتا تھا۔ فرمایا: ان جیسے لوگ توبہ کر لیتے ہیں خدا کے لئے مغفرت مشکل نہیں۔ ہمارے شاعر ومداح کی مغفرت مشکل نہیں۔ کشی نے بھی تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۳) ابو الفرج نے زید بن موسیٰ بن جعفر کا خواب نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے سامنے ایک سفید پوش آدمی کھڑا تھا میں نے اسے پہچانا نہیں۔ رسولؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سید اپنا قصیدہ عینیہ سناؤ۔ میں نے پورا قصیدہ یاد کر لیا۔

۱۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۲۷۲)

۲۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۴۱ (ج ۷ ص ۲۶۱)

۳۔ رجال کشی، ص ۱۸۴ (ج ۲ ص ۵۷۰ نمبر ۵۰۵)

ابو اسماعیل کا بیان ہے کہ زید بن موسیٰ خوش آواز تھے لیکن اس قصیدے کو ترنم سے نہیں پڑھتے تھے، اس روایت کو حافظ مرزبانی نے اخبار سید میں نقل کیا ہے(۱)۔ آغانی میں ابو داؤد مسترق کا خواب نقل ہے کہ رسولؐ نے سید کو قصیدہ عینیہ سنانے کا حکم دیا، جب وہ اس شعر کو پڑھ رہے تھے "قالوا له لو شئت اعلمتنا"۔ تو رسولخداؐ نے سید حمیری کا ہاتھ تھام کر فرمایا: بخدا میں نے انہیں آگاہی دیدی تھی۔ (۲)

شریف رضی نے زید بن موسیٰ کا خواب نقل کیا ہے کہ ایک بلند جگہ پر رسولخداؐ اور علیؑ بیٹھے ہیں اور حمیری اپنا قصیدہ عینیہ سنا رہے ہیں۔ رسولؐ نے " قالوا له لو شئت" پر حضرت علیؑ کو مسکرا کر دیکھا اور تین بار فرمایا: کیا میں نے متنبہ نہیں کر دیا تھا۔ (۳)

علامہ مجلسی نے سہل بن ذبیان کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز میں امام ضامن ثامنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے شب گزشتہ کا خواب بیان فرمایا کہ میں گنبد خضرا میں پہنچا وہاں رسولخداؐ موجود تھے، دائیں بائیں حسنؑ و حسینؑ اور سامنے حضرت علیؑ و فاطمہؑ بیٹھے تھے۔ رسولؐ کے سامنے ایک شخص قصیدہ عینیہ پڑھ رہا تھا۔ رسولؐ نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو سلام کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل حکم کی تو فرمایا: میرے شاعر و مداح کو بھی سلام کرو۔ میں نے انہیں بھی سلام کیا، جب حمیری نے " وجهه كالشمس تطلع" پڑھا تو رسولؐ، علیؑ و فاطمہؑ بھی رونے لگے۔ جب " قالوا له لو شئت" پڑھا تو رسولؐ نے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا! تو گواہ رہنا میں نے تبلیغ کر دی تھی کہ فریاد رس علیؑ کی ذات ہے۔

جب حمیری قصیدہ سنا چکے تو رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اس قصیدے کو یاد کر لو اور میرے شیعوں کو یاد کرنے کی تاکید کرو۔ ان سے کہہ دو جو بھی اس کا ورد رکھے گا اس کے جنت کی ضمانت میں دیتا ہوں۔ رسولؐ نے مکرر مجھے قصیدہ سنایا یہاں تک کہ مجھے یاد ہو گیا۔ (۴)

۱۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۲۷۱)

۲۔ الآغانی ج ۷، ص ۲۹۷ (ج ۷ ص ۲۵۹)

۳۔ خصائص الائمہ (ص ۴۵۔۴۴)؛ خصائص امیر المومنین (ص ۱۱۔۹)

۴۔ بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۵۰ (ج ۴۷ ص ۳۲۳۔۳۲۸)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خواب قاضی شہید (نور اللہ شوستری) نے رجال کشی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱) مطبوعہ رجال کشی میں یہ نہیں ہے شاید اصل نسخہ میں رہا ہو جس سے قاضی نے نقل کیا تھا۔ یہ واقعہ رجال ابو علی میں عیون الاخبار صدوقؒ سے نقل ہے۔(۲)

اس کے علاوہ تنقیح المقال، اعیان الشیعہ، ریاض الجنۃ اور ریاض المصائب میں بھی ہے۔(۳)

اس قصیدہ کی مندرجہ ذیل علماء نے شرح کی ہے:

۱۔ شیخ حسین بن جمال الدین خوانساری (متوفی ۱۰۹۹ھ)

۲۔ مرزا علی خاں گلپائگانی شاگرد علامہ مجلسیؒ

۳۔ محمد قاسم ہزار جریبی متوفی بعد از ۱۱۱۲ھ، اس قصیدہ کی شرح کا نام ''تحفۂ احمدیہ'' ہے، جو نجف اشرف میں موجود ہے۔

۴۔ بہاؤ الدین ابن تاج الدین اصفہانی معروف بہ فاضل اصفہانی (متوفی ۱۱۳۵ھ)

۵۔ محمد حسین قزوینی (متوفی قرن/۱۲)

۶۔ صالح بن محمد برغانی

۷۔ مرزا محمد رضا قراچہ داغی تبریزی، ان کی شرح ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی۔

۸۔ مفتی محمد عباس (متوفی ۱۳۰۶ھ) اس کا مطبوعہ نسخہ مترجم کے پاس موجود ہے۔

۹۔ مولی حسن بن محمد ابراہیم بن محتشم اردکانی (متوفی ۱۳۱۵ھ)

۱۰۔ شیخ بخش علی یزدی حائری (متوفی ۱۳۲۰ھ)

۱۱۔ مرزا فضل علی بن مولی عبد الکریم ایروانی تبریزی (متوفی ۱۳۳۰ھ) مؤلف حدائق العارفین

۱۲۔ شیخ علی بن علی رضا خوئی (متوفی ۱۳۵۰ھ)

۱۔ مجالس المومنین صفحہ ۴۳۶ (ج۲ص ۵۰۹۔۵۰۸)

۲۔ منتہی المقال، ص/۱۴۳ (ص ۱۲۲)

۳۔ تنقیح المقال، ج/۱، ص/۵۹ (ج۱ص ۱۴۳)؛ اعیان الشیعہ ج/۱۲، ص/۱۷۰؛ ریاض المصائب (ص ۴۷۹۔۴۷۵)

۱۳۔سید انور حسین ہندی متوفی (۱۳۵۰ھ)

۱۴۔سید علی اکبر بن سید رضی رضوی قمی (متولد ۱۳۱۷ھ)

۱۵۔حاج مولی علی تبریزی مؤلف وقائع الایام

کچھ شعراء وعلماء نے اس کا مخمس بھی لکھا ہے ان میں ''شیخ حر عاملی، شیخ عبدالغنی، شیخ حسن محل الحطی اور سید علی نقی النقوی ہندی'' لائق ذکر ہیں۔

(۱۱)

حاصل مطلب:

''مجھے ملامت کرنا شروع کیا اور بولا کہاں تک شعر کہتے رہو گے؟ اس شرارت سے باز آؤ۔ میں نے کہا: ایسا نہ کہو اور خلل دماغی میں نہ رہو کہ میں بہترین عمل سے باز آ جاؤں گا۔

بلاشبہ میں حیدر کرارؑ کا دوست اور بہی خواہ ہوں اور جوان سے منہ موڑے، میں اس سے گریزاں ہوں۔

علیؑ جو مباہلے میں نفس رسولؐ تھے۔ خدا کی صلوات ہو ان پر، وہ زیر کساء رسولؐ کے بعد دوسرے شخص تھے۔ نیز پیغمبرؐ نے فرمایا: قرآن و اہل بیتؑ کو تم لوگوں کے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں۔ کاش! تمہیں معلوم ہوتا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرو گے۔

مکے سے واپس ہوتے ہوئے حاجیوں کے ساتھ خم میں پہنچے اور جبرئیل تبلیغ ولایت کے لئے خدمت پیغمبرؐ میں آئے۔ پس رسولؐ اتر پڑے اور پالان شتر کے منبر پر جا کر علیؑ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ یہ میرا نمائندہ اور تم لوگوں کا تکیہ گاہ ہے، پھر دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا: ہم اور یہ اس طرح ہیں، علیؑ جیسا پاکیزہ تمہیں ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔ پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر پورا بلند کیا اور فرمایا: اس کی بیعت کرو اور اپنے امور اس کے حوالے کر دو تا کہ لغزش سے محفوظ رہو۔ کیا میں تمہارا مولا نہیں ہوں؟ پس یہ علیؑ تمہارا رہبر ہے اور خدا اس پر گواہ ہے۔ خدایا! جو حیدرؑ کو دوست رکھے اسے تو دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو اس کا دشمن ہو جا۔ خدایا! گواہ رہنا کہ جبرئیل جو کچھ پیغام لائے تھے میں نے اسے پہنچا دیا اور سستی نہیں کی۔

اس کے بعد لوگوں نے علیؑ کی بیعت کی، تہنیت پیش کی، بخ بخ کہا۔ حالانکہ ان کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا تھا۔

جو علیؑ سے بیزار ہے اس سے کہہ دو کہ تم نے ان میں کیا دیکھا جو ان سے منہ موڑے ہو اور پوچھو کہ کیوں ان سے روگرداں ہو؟''

(۱۲)

حاصل مطلب:

''مجھے سمجھاؤ تو آخر کس وجہ سے دوسروں کو علیؑ پر فضیلت دیتے ہو؟ جبکہ فخر کائنات احمدؐ نے غدیر خم کے دن لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر میں فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: یہ دین جو ابھی مکمل نہیں ہوا ہے علیؑ کی وجہ سے کمال کو پہنچے گا۔ وہ تمہارا مولا ہے جو انہیں مولا نہ مانے اس پر تف ہے۔ وہ میری شمشیر برہنہ، میری زبان و میرا ہاتھ ہے، وہ ہمیشہ میرا یاور و مددگار ہے، وہ میرا منتخب بھائی، اس کی محبت قیامت کا بہترین سرمایہ ہے، میرا نور اس کا نور اور وہ میرا جزو ہے، وہ میرا جانشین اس کا ہر حکم ماننا لازم ہے، اس کی بات میری بات ہے اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میرا زمانۂ رحلت نزدیک آیا وہ لازمی طور سے تمہارا رہبر ہوگا۔ وہ میرا چچیرا بھائی، جانشین اور میری دعوت پر پہلا لبیک کہنے والا اور باب علم ہے۔

ان باتوں سے دشمنوں پر پھٹکار پڑنے لگی اور انہوں نے روگردانی کی''۔

(۱۳)

''خدا اور اس کی نعمتوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں: انسان اپنے کہے کا جواب دہ ہے کہ علی بن ابی طالبؑ خدا کے عادل خلیفہ ہیں۔ انہیں رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن یہ کہ محمد مصطفیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے لیکن وہ علم خدا سے بھرپور جانشین ہیں، جس علم پر عمل کرنا چاہئے۔ گھنے درختوں کے دن سرور کائنات کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: ''جس کا میں رہبر ہوں اس کے یہ علیؑ رہبر و مولا ہیں'' لیکن لوگوں نے آپس میں سازش کر لی کہ علیؑ کو اس منصب سے الگ رکھا جائے اور ان کی سرداری

تسلیم نہیں کی جائے''۔

(۱۴)

پیغمبر اسلامؐ نے گھنے درختوں کے درمیان بروز غدیر خم کھڑے ہو کر فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے۔ خدایا تو گواہ رہنا''۔ یہ فقرہ کئی بار دہرایا۔

سب نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اس فقرے کو دہراتے رہے۔

بزرگانِ قوم نے علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیؑ کی سرداری پر یوں تہنیت پیش کی: ''مبارک ہو یا علیؑ! آپ مومنوں کے مولا ہو گئے''۔ حیرت کی بات ہے کہ پھر بھی سب گمراہ ہو گئے۔

جن لوگوں نے علیؑ کی بیعت کی تھی دراصل انہوں نے خدا کی بیعت کی تھی لیکن آخر ہوا کیا؟

انہیں لوگوں سے جب علیؑ نے گواہی مانگی تو انہوں نے گواہی نہیں دی اور کیوں اس کھوسٹ (انس) نے علیؑ کے قسم دینے کے باوجود جواب میں کہا: ''میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کچھ یاد نہیں''۔ علیؑ نے فرمایا: ''جھوٹے پر ایسی بلا نازل ہو گی کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے گا''۔

آخری شعر میں مقام رحبہ میں مناشدہ کی طرف اشارہ ہے (قسم دے کر کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کو مناشدہ کہتے ہیں)۔ اس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی۔

(۱۵)

۲۴۔ اشعار کا ماحصل:

''یہ خاموش خرابے اور یہ گونگے آثار صنادید کس کے ہیں۔ ہاں اے موذی! جو علیؑ کی بدگوئی سے باز نہیں آتا، میں بہت جلد ہی علیؑ کے فضائل سنا کر تجھے درد میں مبتلا کروں گا چاہے تو مانے چاہے نہ مانے۔ میں علیؑ کی تنقیص کرنے والوں کے خلاف علیؑ کی مدد کرتا ہوں۔ علیؑ کی مذمت کرنے والا مجھ پر حاوی نہیں ہو پاتا۔ میرے نزدیک علیؑ، محبوب رسولؐ تھے۔ اے مذمت کرنے والے! اپنی مذمت بند کر اور جان لے کہ علیؑ نائب رسولؐ، چچیرے بھائی اور مصلی و موحد تھے، علیؑ وہ امام ہیں کہ ہر حیات تاریکی میں روشنی پھیلائی، صاحب حوض، مجرموں کی پناہ گاہ، قسیم جنت و نار ہیں۔ لہذا جہنم سے کہہ دو کہ اس کو اپنی لپیٹ میں

لے لے اور اسی کو چھوڑ دے، ہمارے دشمنوں میں سے جو بھی تجھ سے نزدیک ہو اس کو اپنے شعلوں میں جلا کر بھسم کر دے اور جو ہمارے گروہ والے ہیں، ان کو نہ چھیڑے کہ اگر ایسا کیا تو ظلم کرے گی کل۔ آخرت میں خدا علیؑ کو بلا کر خلعت پہنائے گا۔ اے دشمن علیؑ! اگر اس دن جب علیؑ کا تقرب و رضا واضح ہوگا تو دیکھے گا کہ وہ امام، محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ حوض کوثر پر کھڑا ہے۔ علیؑ امیر المومنین ہیں، ان کا حق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ رسولؐ نے ان کے متعلق وصیت کی اور ہر مال غنیمت میں ان کا حصہ رکھا۔ ان کی رفیقۂ حیات صدیقہؑ مانند بتول مریم ہیں۔ انہیں رسولؐ نے وہی نسبت دی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ ان کی ولایت رسولؐ نے ہر عرب مرد و زن پر نام لے کر واجب قرار دی۔ گھنے درختوں کے سائے میں واضح الفاظ میں اعلان کیا، جس نے غدیر خم کی بات نہ مانی وہ گمراہ ہوا، جس دن امر ولایت و علمی میراث انہیں سپرد ہوئی۔ دین کے محکم ہونے کی سفارش فرمائی۔ (قصیدے میں بیالیس (۴۲) اشعار تھے)۔

حافظ مرزبانی کے مطابق سید نے یہ قصیدہ فرقۂ اباضیہ کے رئیس عبداللہ اباض کے پاس بھیجا کیونکہ وہ علیؑ کی تنقیص کرتا تھا اور سید کو منصور کے ذریعہ قتل کرانے کی دھمکی دیتا تھا۔ فرزند اباض قصیدہ دیکھ کر سخت برہم ہوا۔ وہ قصیدہ تمام فقہا و قراء کو نقل کر کے بھیج دیا، سب نے منصور کی خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ سید سلف کو گالیاں دیتا ہے۔ عقیدۂ رجعت کا قائل ہے اور امامت کو تیرے خاندان سے مخصوص نہیں سمجھتا۔ منصور نے ان علماء سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ سید نے کہا: میں اصحاب پر رحمت کی دعا کرتا ہوں۔ ذرا آپ بھی ابن اباض سے کہئے کہ علیؑ، عثمان و طلحہ و زبیر پر صلوات پڑھے۔ منصور نے اباض سے کہا اباض نے صلوات پڑھنے میں ہچکچاہٹ دکھائی۔ غصے میں منصور نے اس کو بہت مارا اور نکال باہر کر دیا۔ پھر قید خانے میں ڈال دیا اور اس کے تمام حمایتی افراد کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا اور سید کو پانچ سو درہم انعام کا حکم دیا۔(۱)

(۱۶)

''میری قوم نے پیغمبر مصطفیٰؐ اور بہتر مخلوقات کو پالیا اور کچھ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے غدیر خم کے

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۳،۱۷۲)

درختوں کے سائے میں اعلان ولایت کا انکار کر دیا۔

وہ اعلان تھا: ''اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اور جس پر میرا حق ہے یہ علیؑ بھی اس کا حتمی مولا ہے''۔ کیا فرمان پیغمبر نے ان کے دل پر اثر کیا؟ ارے واہ! وہ تو انگاروں پر لوٹ رہے ہیں''۔

(۱۷)

''ہاں! بلاشبہ وہ وصیت جو غدیر خم میں خدائے رحمان کی طرف سے بزبان رسولؐ واضح الفاظ میں بیان کی گئی وہ نسلی حام وسام کے لئے مفید تھی۔ بلند آواز میں علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس کا میں مولا اور سرپرست ہوں یہ میرا بھائی اس کا سرپرست و مولا ہے۔ میری بات پر دھیان دو۔ تمام مجمع امنڈ پڑا اور علیؑ کو مبارکباد پیش کی، اس مجمع میں تو ایک صاحب نے بہت ہی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یوں آواز دی: اے علیؑ! آپ میرے اور تمام مومنوں کے مولا و سرپرست ہو گئے۔ پھر لوگوں نے کیوں سرکشی کی، علیؑ کا حق کیوں چھین لیا؟ علیؑ تو نبی کی رداو سواری کے وارث تھے۔

(۱۸)

کیا وہ آسمان ہدایت کے ستارے اور ابدی عزت کی علامت نہیں ہیں....؟

اے گمراہی میں بھٹکنے والے! امیرالمومنینؑ امام ہیں۔

رسولؐ نے انہیں غدیر خم میں لوگوں کے سامنے بلند آہنگ فرمایا......

ابن معتز نے ''طبقات الشعراء'' میں حکایت کی ہے کہ کسی نے ایک حمال کو دیکھا کہ بھاری گٹھرا اٹھائے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ بولا: سید حمیری کے قصائد میمیہ۔ (۱)

(۱۹)

''میری جان رسولؐ کے اس دن پر قربان جب جبرئیلؑ نے نازل ہو کر فرمایا: ''اگر آپ نے ولایت کی صریحی تبلیغ نہ فرمائی تو کار رسالت ہی انجام نہ دیا''۔ پس رسولخداؐ نے تعمیل حکم الٰہی میں کھڑے

۱۔ طبقات الشعراء ص ۸ (ص ۳۶)

ہو کر فرمایا: آج روز غدیر خم سے قبل تمہارا مولا کون تھا؟ سب نے کہا: آپ تھے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں ہماری خیر خواہی فرمائی''۔

آپ نے فرمایا: میری جانب سے یہ علیؑ تمہارا مولا ہے۔ اس حتمی پیغام کے بعد اب تم اس کے دوست ہو جاؤ۔ یہ تم سب سے زیادہ نیک، دانشمند اور سابق الایمان ہے۔ اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی''۔

(۲۰)

''دن چڑھے جبرئیلؑ رسولخداؐ پر نازل ہوئے حالانکہ لوگ تیزی سے سرگرم سفر تھے۔ کہا کہ تبلیغ امر ولایت کر دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو کار رسالت ہی انجام نہ دیا۔ یہ سن کر رسولؐ اور سبھی لوگ اتر پڑے۔ گھنے درختوں کے سائے میں پالان شتر کے منبر پر صاف و بلند آواز میں فرمایا: ہاں! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، اچھی طرح سمجھ لو۔ اس مجمع میں ایک شخص نے اپنے پاس موجود شقی سے کہا: بد قسمتی سے لوگ لغزش اور فتنہ وفساد میں مبتلا ہوں گے۔ رسولؐ تو علیؑ کا بازو تھام کر پیغام الٰہی سنائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کو رسولؐ پر اعتماد نہیں تھا۔ پھر وہ مومن کیسے ہو گئے؟''

(۲۱)

''میں اپنی تمام وابستگی پائے وصی پر نچھاور کرتا ہوں، علیؑ کے سوا دوسرے سے عشق نہیں رکھتا۔ رسولؐ نے مجھے ان کی محبت کی طرف دعوت دی اور میں نے قبول کیا ہے۔ میں علیؑ کے دشمنوں کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں۔

غدیر خم میں رسولؐ نے کھڑے ہو کر بلند آہنگ اعلان فرمایا: ہاں! میری وفات کے بعد یہ علیؑ تمہارا مولا ہے، اس فرمان کو غیر عرب و عرب سب کو سمجھا دو''۔

(۲۲)

''رسولؐ نے غدیر خم میں دن چڑھے ولایت علیؑ کی سفارش کی، کاش! ان کی وصیت کو مان لیا جاتا۔

رسولؐ نے آواز دی: خدا کے بندو! میری بات سنو! کیا میں تمہارا مولا نہیں؟ سب نے کہا: آپ ہمارے مولا اور ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر علیؑ کو بلند کر کے تیز آواز میں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے ابوالحسنؑ مولا ہیں، اے خدا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ"۔

(۲۴)

محمدؐ غدیر میں کھڑے ہوئے اور بلند و موثر آواز میں عرب و عجم سے جو آپ کا حلقہ کئے ہوئے تھے، فرمایا:

ہاں! جس کا میں مولا ہوں، اس کے یہ علیؑ مولا و سردار ہیں۔
خدایا! اس کے دشمن کو دشمن اور دوست کو دوست رکھ۔(۱)

حالات زندگی

نام اسماعیل بن محمد بن یزید بن وداع حمیری۔ لقب سید اور کنیت ابو ہاشم، ابو عامر۔

ابوالفرج اور دوسرے مورخین نے ان کا نسب یزید بن ربیعہ مفرغ سے ملایا ہے جنہوں نے زیاد اور اس کے بیٹے کی ہجو کی اور بنی امیہ سے نسبی پیوندی پر اعتراض کیا تھا۔ نتیجے میں عبید اللہ بن زیاد نے انہیں قید کر دیا۔ معاویہ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔(۲)

مرزبانی نے ان کو یزید بن وداع کی طرف منسوب کیا ہے، وہ کتاب اخبار الحمیری میں لکھتے ہیں:

سید کی ماں حُدّان سے تھی، سید کے باپ جب اس قبیلے میں قیام پذیر تھے ایک عورت سے جو یزید بن ربیعہ مفرغ کی بیٹی تھی شادی کر لی تھی۔ شاعر مذکور کو کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اصمعی نے پدری اعتبار سے سید کی یزید بن مفرغ کی جانب نسبت دینے میں اشتباہ کیا ہے کیونکہ سید اس کے نواسے تھے۔(۳)

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۳ ص ۴۳۰)
۲۔ آغانی ج (۷ ص ۲۴۸)
۳۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۱)

مرزبانی نے معجم الشعراء میں سید کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

''میں مردِ حمیری ہوں، میرے دادا ''رعین'' اور ماموں ''ذویزن'' ہیں۔ میں ابوالحسن ہادی علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے قیامت میں نجات کا امیدوار ہوں''۔

ان کی کنیت ابوہاشم تھی لیکن شیخ الطائفہ نے ابوعامر لکھی ہے۔(۱) بچپن ہی سے ان کا لقب سید تھا۔ رجال کشی میں ہے کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا: ''ماں نے تیرا نام سید رکھا اور اسی وجہ سے تجھ کو سیادت کی توفیق ملی تو سید الشعراء ہے''۔(۲)

اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں:

''مجھے فخر ہے کہ امام نے مجھ سے ایک بار فرمایا: تیرا خاندانی نام سید صحیح ہے، تو سید الشعراء ہے اگر تو خاندان اہلبیتؑ کی مدح کرے تو دنیاوی شعراء میں کوئی تیرا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ وہ دولتمندوں کی ستائش کرتے ہیں اور تیری مدحِ اہلبیتؑ مخلصانہ ہے، پس تجھے مبارک ہو کہ تو حوض کوثر پر رسولخداؐ سے اس کا صلہ پائے گا''۔

سید کے والدین

آغانی کے مطابق سید کے والدین اباض مذہب (۳) تھے، عبداللہ بن اباضی خارجی کے گروہ سے وابستہ تھے، ان کا مکان بصرہ کے غرفہ بن ضبّہ میں تھا۔ سید کا بیان ہے کہ اس غرفے میں امیر المومنینؑ کو بہت گالیاں دی گئی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا: تم شیعہ کیسے ہوگئے؟ تو آپ نے فرمایا: اچانک مجھ پر رحمت خدا امنڈ پڑی۔

سید ہی کا بیان ہے کہ جب ان کے والدین کو شیعہ ہونے کی خبر ہوئی تو انہیں قتل کرنے کا تہیہ کرلیا۔

۱۔ رجال طوسی (ص ۱۴۸ نمبر ۱۰۸)　　۲۔ رجال کشی صفحہ ۱۸۶ (ج ۲ ص ۵۷۳ نمبر ۵۰۷)

۳۔ اباضیہ خوارج کا وہ فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض کی پیروی کرتا ہے، انہوں نے مروان بن محمد کے زمانے میں خروج کیا تھا، وہ اپنے مخالفین کو کافر سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ پر بھی کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

وہ بھاگ کر عقبہ ابن مسلم ہنائی کے یہاں پہنچے اور تفصیل بتائی، عقبہ نے سید کو گھر میں پناہ دی۔ سید وہیں رہے جب ان کے والدین مر گئے تو اپنے گھر گئے۔(۱) مرزبانی نے اسماعیل بن ساحر سے روایت کی ہے کہ ایک دن اسماعیل بن ساحر سید کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے، سید نے بیان کیا کہ اس گھر میں امیر المؤمنینؑ کو بڑی گالیاں دی گئی ہیں۔ ابن مساحر نے پوچھا: کس نے گالیاں دیں؟ جواب دیا: میرے والدین نے، وہ اباضی تھے۔ پوچھا: تم کیسے شیعہ ہوگئے؟ فرمایا: رحمت خداوندی اچانک مجھ پر امنڈ پڑی۔(۲)

مرزبانی نے ایک ثقہ روایت خردان حفار سے کی ہے کہ سیدان کے پاس شکایت لئے آئے کہ اکثر راتوں میں میری ماں مجھے جگا کر کہتی ہے: ڈرتی ہوں کہ شیعہ ہونے کی وجہ سے تو دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ تو اہل بیتؑ کا دوستدار ہے، ان سے نہ دنیا ملے گی نہ آخرت۔ میری زندگی اجیرن ہوگئی ہے، اب کبھی اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ ایک قصیدہ بھی اس سلسلے میں ہے۔(۳)

''میں اس خاندان (اہل بیتؑ) سے وابستہ ہوں جن کی ولایت مومنین کے لئے ناگریز ہے۔ میرے بھائی اور میری ماں مجھے سرزنش کرتے رہتے ہیں، مجھے گمراہی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اگر چہ عورتوں کی اخلاقی آفت سرزنش ہی ہے، وہ کہتی ہے کہ تو اپنے خاندان اور ہمسایوں سے جدا ہوگیا ہے، لوگ تجھ سے اچھوت کی طرح پرہیز کرتے ہیں، تم ان کے دین میں عیب نکالتے ہو اور وہ تمہارے دین میں اس سے زیادہ عیب نکالتے ہیں اور تمہیں سرزنش کرتے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو، خانہ خدا کے حاجیوں کی قسم! خانوادۂ اہلبیتؑ کے سوا دوسرے کی ستائش میں نہیں کرسکتا۔ مجھے حبّ آل محمدؐ سے روکتی ہے جبکہ وہ تقرب خدا کا ذریعہ ہیں اور ان کی محبت نماز کی طرح ہے اور آل محمدؐ کی محبت نماز کے بعد لازمی ترین چیز ہے۔

مرزبانی (۴) کا کہنا ہے کہ مجھ سے محمد بن عبیداللہ بصری نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زکریا علائی

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۳۰ (ج ۷ ص ۲۴۹)

۲۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۳)

۳۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۴)

۴۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۴)

سے اور انہوں نے عباسیہ بنت سید سے روایت کی ہے، عباسیہ نے کہا کہ میرے والد نے بیان کیا کہ بچپن میں والدین سے علیؑ کی مذمت سن کر میں گھر سے نکل پڑا اور مسجد میں رہنے لگا۔ دن دن بھر بھوکا رہتا ،جب بھوک پیاس پریشان کرتی تو مجبوراً گھر آ کر کھانا کھا لیتا۔ جب کچھ بڑا ہوا اور سمجھ بوجھ آئی اور شاعری شروع کی تو اپنے والدین سے کہا: آپ کے حقوق میرے اوپر ہیں، ان حقوق کے مقابلے میں میری حاضری ناچیز ہے، آپ علیؑ کو گالیاں نہ دیجئے مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے، مجھے عاق ہونا پسند نہیں۔ وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے تو چلا آیا اور یہ اشعار لکھ بھیجے:

''اے محمد! خالق الاصباح سے ڈرو اور اپنی تباہی و بربادی دین کے صلاح سے آراستہ کرو کیا تم برادر رسول خداؐ اور وصی رسول کو گالیاں دیتے ہو اور پھر اپنی نجات کی امید بھی رکھتے ہو......؟ (یہ قصیدہ گزر چکا ہے)۔

جب والدین نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا، تو امیر عقبہ بن مسلم کے پاس بھاگ آیا، اس نے پناہ دی اور ایک گھر دے کر میرا گزارا معین کر دیا۔

مرزبانی لکھتے ہیں: سید حمیری نے سنا تھا کہ نماز صبح کے بعد ان کے والدین علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں تو یہ اشعار کہے:

''میرے والدین پر خدا لعنت کرے اور انہیں جہنم میں ڈال دے۔ ان کا معمول ہے کہ نماز صبح کے بعد باب شہر علم علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں، وہ نیک ترین اور بہترین انسان پر لعنت بھیجتے ہیں، جب سے انہوں نے ان اہل بیتؑ سے نفرت شروع کی جو بقائے کائنات کے ذمہ دار اور عادل ترین انسان ہیں، اسی وقت وہ کافر ہو گئے تھے۔ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات ہو''۔ (۱)

عظمت سید اور ان کے تذکرہ نگار

احترام و محبت اہلبیتؑ شیعوں کی علامت ہے کیونکہ خدا اور رسولؐ نے ان کو محترم قرار دیا ہے۔

۱۔ فوات الوفیات ابن شاکر، ج ۱، ص ۱۹ (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۲۷) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

چنانچہ شیعہ دیکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کرام نے سید کی بڑی تعظیم وتوقیر کی ہے، انہیں مقرب بارگاہ قرار دیا، کیونکہ سید نے نشر فضائل آل محمدؑ میں سعی کی اور نغمۂ مدحت کے ڈھیر لگا دیئے۔ اگر انہیں مدح اہلبیتؑ کا دنیاوی صلہ ملتا تو رد کر دیتے تھے کیونکہ وہ صرف ادائے اجر رسالت اور آل محمدؑ سے وابستگی کی غرض سے شعر کہتے تھے، چنانچہ وہ اپنے والدین سے بھی لڑ گئے۔ یہ باتیں بجائے خود معجزہ ہیں، اسی وجہ سے شیعہ اس دن سے آج تک سید کا احترام کرتے ہیں۔

ابن عبدربہ کہتے ہیں کہ سید ممتاز ترین شیعہ تھے۔ ان کے لئے بطور اظہار عظمت مسجد کوفہ میں مخصوص مسند بچھائی جاتی تھی۔ شیخ الطائفہ طوسی نے جعفر بن عفان طائی کا بیان نقل کیا ہے کہ آپ ممتاز ترین شیعہ ہیں اور میں آپ کا حاشیہ بردار ان سے وابستہ بہت سے واقعات مثلاً حدیث انقلاب شراب وشیر، داستان قبر، گویائی سید کی بازیابی وغیرہ کرامتیں ان کی عظمت کا ثبوت ہیں۔ امام ان سے شعر سننے کی فرمائش کرتے۔(۱)

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ دربان امامؑ نے کہا کہ سید اذن باریابی چاہتے ہیں، امام نے اجازت دی اور گھر پر مخدرات کو بلالیا پھر شعر سننے کی فرمائش کی۔ وہ پڑھنے لگے۔ قبر حسینؑ پر جا کر ان پاکیزہ استخوانوں سے کہو....۔(۲)

راوی کا بیان ہے کہ امامؑ بہت روئے گھر سے صدائے گریہ سنائی دے رہی تھی۔ امام نے فرمایا: سید بس کرو۔ سید رک گئے۔(۳)

کچھ سچے خواب بھی ہیں جس سے سید کے تقرب بہ رسالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابوالفرج نے ابراہیم بن ہاشم عبدی کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول کو خواب میں دیکھا کہ سید اپنا قصیدہ ''اجدّ باکی فاطمہ البکور'' سنا رہے تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اس خواب کو طوس کے ایک آدمی سے سنایا، میں نے کہا کہ مجھے اس میں شک تھا۔ کل رات خواب دیکھا کہ ایک شخص خدمت رسالت میں یہی قصیدہ سنا رہا ہے۔

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۸۹ (ج۴ص۱۴۴)

۲۔ الآغانی، ج۷، ص۲۴۰ (ج۷ص۲۶۰)

۳۔ ثواب الاعمال ص۸۳

میں خواب سے بیدار ہوا اور محبت علیؑ دل میں راسخ ہوگئی۔(۱)

یہ خواب سید حمیری کی کرامت، بلندی مرتبہ، حسن عقیدت، خلوص نیت اور مذہب کی پاکیزگی کا ثبوت ہے۔

سید حمیری کی عظمت کے پیش نظر کچھ دانشوروں نے ان کے حالات پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابو احمد عبد العزیز جلودی
۲۔ شیخ صالح بن محمد صراحی
۳۔ ابوبکر محمد بن یحییٰ
۴۔ ابو بشیر احمد بن ابراہیم بصری
۵۔ ابو عبداللہ احمد بن عبد الواحد بن عبدون
۶۔ ابو عبداللہ محمد بن عمران مرزبانی
۷۔ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن عیاش جوہری
۸۔ اسحاق بن محمد بن احمد بن ابان نخعی
۹۔ فرانسی مستشرق، بربیہ دی منیار۔(۲)

ادبی وشعری عظمت

سید عرب کے تین ممتاز ترین شعراء میں ایک تھے جنہیں جاہلی عہد اور اسلامی دور میں منتخب شمار کیا گیا ہے۔ وہ تین یہ ہیں: سید، بشار، ابوالعتاہیہ۔ ابوالفرج کہتے ہیں کہ میں نے ان تین شعراء سے زیادہ مکمل ترین شاعر نہیں دیکھے۔ مرزبانی کہتے ہیں سید سے زیادہ جید اور کثیر الشعر میں نہیں جانتا۔

۱۔ ابوالفرج کی الآغانی، ج ۷، ص ۲۳۶ (ج ۷ ص ۲۶۶)

۲۔ فہرست نجاشی صفحہ ۵۳،۶۴،۷۰،۱۳۱،۱۷۱، فہرست شیخ الطائفہ (ص ۳۰)، معالم العلماء (ص ۱۶)، الاعلام (ج ۱ ص ۱۱۲)

عبداللہ بن اسحاق ہاشمی کہتے ہیں: میں نے سید کے دو ہزار قصیدے جمع کئے میرا خیال تھا کہ اب سید کا کوئی کلام باقی نہیں رہ گیا لیکن ایک شخص کو سید کے اشعار پڑھتے دیکھا، اسے بھی جمع کر لیا، پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آخر تنگ آکر جمع کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ ابوعبیدہ سے پوچھا گیا: سب سے پرگو شاعر کون ہے؟ بولا: سید و بشار۔ حسین بن ضحاک کہتے ہیں کہ سید کے انتقال کے بعد مروان بن ابی خوصہ سے بحث چھڑ گئی۔ مجھے سید و بشار کے سب سے زیادہ اشعار یاد تھے۔ فانم، وراق کا بیان ہے عمرو بن نعیمہ کے یہاں ارباب فہم کے مجمع میں سید کے اشعار میں نے سنائے: " القرف رسماً بالثويين قد وثر " ۔کیا ثویین کے خرابوں کو پہچانتے ہو؟

وہ لوگ بے تحاشا داد دیتے رہے، جعفر سنتے رہے، پوچھا: کس کے اشعار ہیں؟ میں نے کہا: سید حمیری کے۔ سب نے کہا: وہ بہترین شاعر بلکہ شاعر اعظم ہے۔ زبرین بن بکار کے چچا نے کہا: اگر سید حمیری کا یہ قصیدہ منبر پر پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس کے تمام اشعار میں کوئی حرج نہیں۔

''بلاشبہ آیت تطہیر جس دن نازل ہوئی۔ وہ عظیم دن تھا خدا نے اہل کساء کو اس فضیلت سے مخصوص فرمایا''۔

حسین بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی جریر کو بہترین شاعر مانتا تھا۔ اس نے جریر کے اچھے اشعار سنائے۔ میں نے اس موضوع پر سید کے اشعار سنائے۔ وہ بولا: کس کے اشعار ہیں؟ واللہ یہ تو میرے شاعر سے بہت اچھا ہے۔(۱)

اسحاق بن محمد نے عتبی سے سنا کہ اس دور میں سب سے اچھا شاعر سید ہے، اس نے اصرار کر کے قصیدہ لامیہ سنا: " هل عند من احببت تنويل " ۔اس میں وہ کہتا ہے: " اقسم بالله و آلائه " (ترجمہ گزر چکا)۔

عتبی نے سن کر کہا: واہ ماشاء اللہ! یہ شعر دلوں کو ہیجان میں لانے والا ہے۔(۲)

۱۔الآغانی ج ۷ص ۲۳۹ (ج ۷ص ۲۵۸،۲۵۹)

۲۔الآغانی، ج ۷، ص ۲۴۷ (ج ۷ص ۲۶۷)

ان تمام باتوں سے قبل خود صادق آل محمدؐ کا تعریفی فقرہ کہ تو سید الشعراء ہے، ان کے لئے مدح اہل بیتؑ، نفسانیت اور لطافت کی سند ہے اور ہماری تعریف سے باہر۔ شبلنجی نے انہیں امام ششم وہفتم کا شاعر کہا ہے۔

خاصان خدا کی بھرپور مدح

سید بلند ہمت اور اعلام کلمۃ الحق کے حریص تھے۔ وہ اپنی تمام تر توانائیاں مدح اہلبیتؑ میں صرف کرنے، ایمان کی تقویت کے لئے فداکاری و جانبازی میں فرد فرید تھے، وہ خاصان خدا کی مدح کر کے مردہ دلوں کو زندہ کرتے رہے اور دشمنان آل محمدؐ کی تنقیص میں سرآمد شعراء تھے۔ انہیں کا شعر ہے:

''اے رب! میں مدح علیؑ صرف تیری خوشنودی کے لئے کرتا ہوں پس مجھ پر رحم فرما''۔(۱)

اس کی شعری صداقت کے سلسلے میں خود اس کا خواب ہی اہم ثبوت ہے۔

ابوالفرج اور مرزبانی خود سید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے خواب میں: رسولخداؐ کو ایک ویران باغ میں دیکھا۔ جہاں صرف ایک بلند درخت تھا۔ کافوری زمین میں کہیں درختوں کا نام و نشان نہ تھا۔ رسولؐ نے سید سے فرمایا: جانتے ہو یہ کس کا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں، اے خدا کے رسولؐ! آپ نے فرمایا: یہ امراء القیس بن حجر کا درخت ہے۔ اس کو اکھاڑ کر اپنے یہاں لگاؤ اور خوب سینچو۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر میں ابن سیرین کے پاس آیا اور تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا: کیا تم شعر کہتے ہو؟ کہا: نہیں۔ بولا: بہت جلد تم اشعار کہو گے، لیکن وہ اشعار صرف مدح اہلبیتؑ میں ہوں گے۔ سید ہمیشہ ہی مدح اہلبیتؑ اور مذمت دشمنان آل محمدؐ میں سرگرم رہے۔ موصلی نے ان کے ۲۳۰۰/اشعار جمع کئے اور خیال کیا کہ سب مرتب ہو گئے۔ اسی طرح اشعار ملتے رہے اور تنگ آکر جمع کرنا چھوڑ دیا۔(۲)

سید نے اعمش سلیمان بن مہران سے فضائل علیؑ سنے اور باہر آکر انہیں نظم کر ڈالا۔ ایک دن سید

۱۔ نورالابصار (ص ۲۹۴)

۲۔ الاغانی، ج/۷، ص/۲۳۶، ۲۳۷ (ج ۷ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

امراء کوفہ کے پاس گھوڑے پر سوار خلعت زیبا پہنے کناسہ کوفہ میں آئے اور بولے: کوفے والو! اگر کوئی ایسی فضیلت جسے میں نے نظم نہ کیا ہو سناؤ تو یہ خلعت وسواری تمہیں دیدوں گا۔ لوگ فضائل سناتے رہے اور یہ شعر سناتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے روایت بیان کی کہ ایک دن امیر المومنینؑ لباس زیب تن فرما رہے تھے، نعلین پہننا چاہتے تھے کہ اچانک عقاب نے نعلین اٹھا کر جھٹک دیا اس میں سے سیاہ سانپ نکلا اور سوراخ میں گھس گیا۔ اس وقت علیؑ نے نعلین پہنا۔

سید نے اس پر شعر نہیں کہا تھا۔ پھر ذرا سوچ کر یہ اشعار سنائے۔

''الا یاقوم للعجب العجائب'' اے قوم! کس قدر حیرت انگیز ہے، حسینؑ کے باپ علیؑ کے نعلین کا واقعہ۔ (اس میں نفیس ترین ۱۳/اشعار ہیں)۔ (۱)

سید حمیری نے تمام خلعت وسواری اس شخص کے حوالے کردی اور کہا: بھئی! میں نے اس سلسلے میں شعر نہیں کہا تھا۔

ابوالفرج نے سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے سانپ اور نعلین کا واقعہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس قسم کا واقعہ رسولخداؐ سے بھی منسوب ہے۔

ابن معتز طبقات میں کہتے ہیں: سید احادیث واخبار کو نظم کرنے میں استاد تھے۔ تمام فضائل علیؑ کو نظم کرڈالا۔ ذکر علیؑ سے خالی محفلوں کو ویران اور ذکر علیؑ سے بھرپور مجالس کو زندہ کردیتے تھے۔ (۲)

حسن بن علی بن حرب کی روایت ہے کہ میں ابوعمرو اور ابوالعلاء کے پاس بیٹھا ہوا سید کے متعلق گفتگو کررہا تھا، اتنے میں سید آگئے۔ تھوڑی دیر تک کھجوروں اور انگوروں کا تذکرہ ہوتا رہا، سید اٹھ کر جانے لگے تو ہم نے کہا: ابوہاشم کہاں چلے؟ جواب دیا: جہاں ذکر آل محمدؐ کے علاوہ کوئی بات ہو وہاں میں نہیں رہتا۔

جہاں رسولؐ اور وصی رسولؐ کا تذکرہ نہ ہو وہ بزم ہی پلید ہے۔ (۳)

۱۔ الآغانی ج ۷ص ۲۵۷ (ج ۷ص ۲۷۷)؛ اخبار السید (ص ۱۷۱)

۲۔ طبقات الشعراء ص ۷ (ص ۳۲) ۳۔ الآغانی، ج/۷، ص/۲۶۶۔ ۲۴۶ (ج ۷ص ۲۸۶)

رواۃ حفاظ شعر سید

۱۔ ابوداؤد سلیمان بن سفیان (متوفی ۲۳۰ھ)۔(۱)

۲۔ اسماعیل بن ساحر۔(۲)

۳۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنی۔(متوفی ۲۱۰، ۲۱۱ھ)(۳)

۴۔ سدری۔(۴)

۵۔ محمد بن زکریا غلابی (متوفی ۲۹۸ھ)۔(۵)

۶۔ جعفر بن سلیمان ضبعی بصری (متوفی ۱۷۸ھ)۔(۶)

۷۔ یزید بن محمد بن عمر بن مذعور تمیمی۔(۷)

۸۔ فضیل بن زبیر رسان کوفی

۹۔ حسین بن ضحاک۔(۸)

۱۰۔ حسین بن ثابت

۱۱۔ سید حمیری کی بیٹی عباسہ وہ سید کے اشعار کی تصحیح کرتی تھیں۔ دو بیٹیاں اور تھیں جنہیں سید کے دو سو سے زیادہ قصیدے یاد تھے۔ سدری کہتے ہیں کہ سید کی چار بیٹیاں تھیں جنہیں چار چار سو قصیدے یاد تھے۔(۹)

۱۔ الآغانی ج (۷ص ۲۶۶)؛ رجال کشی ص ۲۰۵ (ج ۲ص ۲۰۸ نمبر ۵۷۷)

۲۔ الآغانی ج (۷ص ۲۴۹)

۳۔ لسان المیزان ج ۱ص ۴۳۷ (ج ۱ص ۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)؛ الآغانی (ج ۷ص ۲۵۵)

۴۔ طبقات بن معتز ص ۷ (ص ۳۳)

۵۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۶)

۶۔ الآغانی (ج ۷ص ۲۵۶)؛ لسان المیزان ج ۱ص ۴۳۷ (ج ۱ص ۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۷۔ الآغانی (ج ۷ص ۲۹۲)؛ اخبار السید (ص ۱۵۶)

۸۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۲)

۹۔ طبقات ابن معتز ص ۸ (ص ۳۶)

۱۲۔عبداللہ ابن اسحاق ہاشمی۔(۱)

۱۳۔موصلی کے چچا۔(۲)

۱۴۔حافظ ابوالحسن دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ)۔(۳)

سید کا مذہب

سید حمیری عرصے تک کیسانی رہے۔(۴) وہ محمد بن حنیفہ کی امامت وغیبت کے قائل رہے اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں۔ پھر امام جعفر صادق کی برکت سے حق سعادت نصیب ہوئی، منصور کے محل اور کوفہ میں نزول اجلال یا حج کے موقع پر امامؑ کی ملاقات سے تمام کیسانیت رفع دفع ہوگئی۔

عبد اللہ ابن معتز، شیخ صدوق، حافظ مرزبانی، شیخ مفید، کشی، سروی، اربلی جیسوں نے ان کے مذہب کی نشاندہی کی ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی گواہی کافی تھی۔ ان کے نصوص یہ ہیں۔ ابن معتز کہتے ہیں: سید پہلے کیسانی تھے محمد حنفیہ کی رجعت کے قائل تھے۔(۵) ان کے مشہور قصیدے کا شعر ہے:

حتی متی و الی متی المدی   یا بن الوصی و انت حي ترزق

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکہ میں ملاقات کے دوران امامؑ نے تمام شبہات دور کئے اور وہ اپنے عقیدے میں ثابت واستوار ہوئے۔ اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

۱۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۳)   ۲۔الآغانی (ج۷ص۲۵۶)

۳۔وفیات الاعیان (ج۳ص۲۹۷نمبر۴۳۴)؛ تاریخ بغداد ج۱۲ص۳۵؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۰۰ (ج۳ص۹۹۲نمبر۹۲۵)

۴۔۔مختار بن ابی عبید کے پیرو کو کیسانیہ کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مختار کا لقب کیسان تھا جیسا کہ کشی نے اپنی رجال ص۸۴ (ج۱ص۳۴۱نمبر۲۰۱) پر تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے انہیں کہا: یا کیس یا کیس۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کیسان ان کے پولیس افسر کا نام تھا، جس کی کنیت ابو عمرہ تھی جیسا کہ کشی نے اپنی رجال (ج۱ص۳۴۲نمبر۲۰۴) میں اور ابن حزم نے الفصل (ج۴ص۹۴) میں لکھا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ کیسان، امیر المومنینؑ کے غلام تھے جنہوں نے انتقام خون حسینؑ کے لئے مختار کو ابھارا تھا کشی کے بقول یہ ان کے رازدار اور مشیر تھے۔

۵۔طبقات الشعراء، ص۷ (ص۳۲)

تجعفرت باسم الله و الله اکبر و ایقنت ان الله یعفو و یغفر

و یثبت مهما شاء ربی بامره یمحو و یقضی فی الامور و یقدر

شیخ صدوق فرماتے ہیں:

سید عقیدۂ غیبت میں گمراہ تھے۔ محمد حنفیہ کی غیبت کے قائل تھے۔ صادق آل محمدؐ سے ملاقات کر کے علامات امامت پوچھی۔ امامؑ نے فرمایا: غیبت حق ہے لیکن وہ بارہویں امامؑ کے لئے مخصوص ہے۔ محمد حنیفہ تو مر گئے۔ میرے والد امام پنجم ان کے دفن میں موجود تھے۔ سید نے یہ سن کر اپنے مذہب سے توبہ کی۔

وہ محمد حنیفہ کے معاملے میں غلو کرتے تھے، غیبت کے قائل تھے۔ عرصے تک یوں ہی گمراہ رہے پھر خدا نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ذریعے احسان فرمایا اور جہنم سے نجات دی۔ میں نے ان میں امامت کی نشانیاں دیکھ کر سمجھ لیا کہ امام برحق وہی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: فرزند رسولؐ! غیبت کی احادیث کس کے لئے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: میرے چھٹے فرزند اور تمہارے بارہویں امام کے لئے، بخدا! وہ ضرور ظہور کریں گے اور دنیا کو عدل و داد سے بھر دیں گے۔ انہوں نے امام صادقؑ سے سن کر توبہ کی اور ایک طویل قصیدہ جس کا مصرع ہے:

" و لما رأیت الناس فی الدین قد غووا" کہا۔ پھر دوسرا قصیدہ " ایا را کبا نحو المد نیة جسرة" کہا۔ (۱)

مرزبانی کہتے ہیں سید بلاشبہ کیسانی تھے ان کا عقیدہ تھا کہ محمد حنیفہ قائم مہدی ہیں اور وہ جبال رضوی میں کہیں قیام پذیر ہیں۔ (۲) اس سلسلے میں اشعار بھی ہیں:

یا شعب رضوی ما لمن بک لایری و بنا الیه من الصبابة اولق

حتی متی و الی متی و کم المدی یابن الوصی و انت حی ترزق

ان لآمل ان اراک و اننی من ان اموت و لا اراک لا فرق

۱۔ کمال الدین ص ۲۰ (ص ۳۳)

۲۔ اخبار سید حمیری ص ۱۶۴

جب مذہب حق اختیار کیا تو کہا:

تجعفرت باسم اللہ و اللہ اکبر　　　و ایقنت ان اللہ یعفو و یغفر

جو سمجھتا ہے کہ سید کیسانی تھے وہ جھوٹا اوران پر طعن کرتا ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں دعادی ہے اوران کی تعریف کی ہے۔امام سے کہا گیا وہ شراب پیتا ہے۔امام نے فرمایا: اگر سید کا ایک قدم پھسلتا ہے تو دوسرا جم جاتا ہے۔

عباد بن صہیب کی حدیث ہے امام نے دعادی۔کہا گیا: آپ اسے دعادے رہے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتا ہے۔عمرو ابوبکر کو گالیاں دیتا ہے، رجعت کا قائل ہے۔

فرمایا: میرے والد (امام محمد باقرؑ) حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ دوستدار اہلبیت نہیں مرتے مگر یہ کہ توبہ کئے ہوئے۔ پھر سر اٹھایا اور مصلّی سے سید کا توبہ نامہ دکھایا۔ (آغانی میں بھی یہی بات تھوڑے الفاظ کے اختلاف سے موجود ہے) (۱)۔

جس میں یہ شعر تھا:

یا راکبا نحو المدینہ حسرة　　　غدا فرة یطوی بھا کل سبب

''اے وہ جو بزرگ اور سخت کوش اونٹ پر سوار ہو کر بیابان سے گذر رہا ہے''۔

خلف الحادی سے روایت ہے: اہواز سے کچھ تحفے آئے تھے۔ان کی تہنیت کے لئے میں حاضر ہوا۔فرمایا: بلاشبہ ابا بجیر (۲) میرے راہنما ہیں، انہوں نے مجھے حقیقی مذہب عطا کیا۔ وہ مجھے ہمیشہ سرزنش کرتے رہے اور آرزو رکھتے تھے کہ ان کا مذہب اختیار کرلوں میں نے انہیں لکھا کہ میں آپ کا مذہب اختیار کرتا ہوں اور شعر ''یا راکبا'' لکھ بھیجا۔ایک دن فرمایا: اگر مذہب امامیہ اختیار کرلیا ہے تو کچھ اشعار کہو، میں نے یہ شعر پڑھے:

عجبت لکر صروف الزمان　　　..................

۱۔الآغانی، ج ۷، ص ۲۷۷ (ج ۷ ص ۲۹۷)

۲۔ابو بجیر، عبداللہ بن نجاشی اسدی، منصور کی طرف سے اہواز کے گورنر تھے۔

آپ نے سجدہ شکر کیا اور کہا: "الحمد لله الذی لم یذهب حبی لک باطلا" خدا کا شکر کہ میری دوستی تیرے بارے میں باطل نہیں تھی۔ پھر یہ انعام جسے دیکھتے ہو مرحمت فرمایا۔

خلف الحادی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے ان سے "عجبت لکر صروف الزمان" شعروں کا مطلب پوچھا:

" مجھے حیرت ہے انقلاب زمانہ اور معاملہ ابو خالد پر۔ علی بن الحسینؑ نے جو اپنے چچا محمد حنفیہ کی امامت کی تردید کی۔ حجر اسود نے واضح گواہی دی جس طرح قرآن گواہی دیتا ہے کہ علیؑ میرے امام ہیں۔ پس میں نے ادھر ادھر کی بات سے ہاتھ اٹھا لیا"۔

انہوں نے کہا: صادق آل محمدؑ نے بیان فرمایا کہ ابو خالد کابلی محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔ وہ کابل سے مدینہ آئے اور سنا کہ محمد حنفیہ حضرت علی ابن الحسینؑ کو "اے سردار" کہہ کے خطاب کرتے ہیں۔ پوچھا:

آپ انہیں سردار کہتے ہیں حالانکہ وہ آپ کو سردار نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ وہ مجھے حجر اسود کے پاس لے گئے اور گواہی مانگی۔ میں نے حجر اسود کی گواہی سنی کہ اے محمد! امامت کو علی ابن الحسینؑ کے حوالے کر دو کیونکہ وہ اس کے سزاوار تر ہیں۔

مرزبانی نے سید کے عقیدے پر مشتمل یہ اشعار بھی لکھے ہیں:

میں امامت کے متعلق صحیح عقیدہ حاصل کر کے سلامتی پا گیا۔ میں جعفری ہو گیا۔ خدا نے نکبت دور کی ۔ میں نے کہا: حسینؑ کے بعد علی ابن الحسینؑ امام ہیں وہ ستون اسلام ہیں۔ مجھ پر خدا نے حقیقت ظاہر کی۔ اب خدا سے انجام تک باقی رہنے کا امیدوار ہوں تا کہ قیامت کی سختیوں کے دن اسی عقیدے کے ساتھ ملاقات کروں۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ایک کیسانی شاعر ابو ہاشم اسماعیل حمیری تھے کیسانیہ مذہب پر ان کے اشعار بہت ہیں:

الا حی مقیم شعب رضوی و اهد له بمنزله السلایا

لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضاحت حق کے بعد مذہب امامیہ اختیار کیا اور ان کی امامت کے قائل ہو گئے (۱) اور کہا:

تجعفرت باسم الله و الله اکبر ....

یہی بات اپنی کتاب الارشاد میں بھی لکھتے ہیں۔(۲)

مناقب ابن شہر آشوب میں داؤد رقی سے روایت ہے کہ سید حمیری کو معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں کافر کہا ہے۔ انہوں نے آ کر پوچھا: سیدی! آپ نے مجھے کافر کہا ہے؟ حالانکہ میں آپ سے والہانہ محبت اور آپ کے دشمنوں سے بے انتہا نفرت کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا فائدہ چونکہ تم اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانتے اس لئے کافر ہو۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں لے گئے۔ ایک قبر تھی جس پر دو رکعت نماز پڑھ کر ہاتھ مارا۔ قبر شگافتہ ہوئی ایک شخص نکلا امام نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں محمد حنیفہ ہوں۔ پوچھا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ حجۃ زمان امام وقت جعفر بن محمدؑ ہیں۔ اس کے بعد سید باہر آئے اور نغمہ سرا تھے: "**تجعفرت باسم الله فیمن تجعفرا**"۔(۳)

اخبار سید میں ہے کہ سید سے مومن طاق کا مناظرہ محمد حنفیہ کے بارے میں ہوا مومن طاق غالب آ گئے تو یہ اشعار کہے: **ترکت ابن خوله لاعن قلی** "میں نے پسر خولہ (محمد حنفیہ) کو چھوڑ دیا بغیر کسی کینے وعناد کے۔ کیونکہ میں ان کے خانوادہ کا دوستدار اور غیبت کے محافظ صادق آل محمدؐ کا شیعہ ہوں۔ کیونکہ وہ ہاشمی نسب اور خدائے رازق کے نور ہیں۔ ان کے واسطے سے تمام مخلوقات دولت مند ہوتی ہے اور بولنے والوں کو طاقت کلام ملتی ہے۔ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا کیونکہ ایسا نادان نہیں ہوں جو ہدایت واضح ہونے کے بعد حبتر وابو حامق کو مانے (شیخین کی طرف اشارہ ہے)"۔

طاق نے کہا: شاباش! اب ہدایت وبلوغ سے سرفراز ہوئے خیر وجنت سے بہرہ مند ہوئے۔

امام جعفر صادقؑ کے متعلق ان کے چودہ اشعار اور بھی ہیں:

۱۔فصول مختارہ ص ۹۳ (ص ۲۴۱)

۲۔الارشاد (ج ۲ ص ۲۰۶)　　۳۔مناقب ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴ ص ۲۶۶)

''میں ابوعبداللہؑ کی مدح کرتا ہوں۔ وہ جوان مرد، سبط محمدؐ، ریسمان محکم ہیں۔ ان کے جلال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ سخاوت کے درمیان، مخلوقات کے خالی پیالے بھرنے والے اتھاہ سمندر، بندے ان کے ہاتھ سے جام لیتے ہیں اور تمام شہر سیراب ہوتے ہیں۔ دست راست ابر باراں کی طرح ہے۔ زمین ان کی میراث اور لوگ عام طور سے ان کے عیال ہیں۔ اے محترم حجت خدا، زعیم اللہ، وصی مصطفیٰؐ کے فرزند، کمال محمدؐ کے آئینہ دار، آپ بنت رسولؐ کے فرزند اور حق کا نمونہ ہیں۔ آپ اسی نور کی ضیا اور اسی روحانیت کا جلال ہیں، بعد مرگ نجات اور گمراہی کے بعد ہدایت آپ کے اختیار میں ہے۔ میری تعریف آپ کے فضائل کا دسواں حصہ بھی نہیں بن سکتی''۔

اربلی لکھتے ہیں کہ سید حمیری کیسانی مسلک تھے جو رجعت محمد حنفیہ کے قائل تھے۔ جب صادق آل محمدؐ کی معرفت ہوئی تو مذہب امامیہ اختیار کیا۔ اس سلسلے میں مشہور اشعار ہیں۔ ان کے مذہب حقہ کے یہ اشعار واضح ثبوت ہیں:

''رسولؐ و آل رسولؐ پر سلام۔ جب تک کبوتروں کی آواز گونجتی رہے۔ کیا وہ آسمان کے ستارے اور عزت جاوید کی علامت نہیں ہیں؟ اے سرگشتہ گمراہی! امیرالمومنینؑ امام ہیں۔ رسولخداؐ نے بروز غدیر خم لوگوں کے سامنے ان کی امامت کا اعلان کیا، دوسرے امام حسنؑ ہیں مشاعر و کعبہ کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ تیسرے امام حسینؑ جو بلاشبہ تاریکیوں میں اجالے ہیں۔ چوتھے علیؑ ہیں سبب بقائے دین و دنیا۔ پانچویں محمدؑ جن سے خدا راضی بلند مرتبہ ہیں۔ (۱)

چھٹے وہ امام ہیں جو آسمان ہدایت کے بدر تمام ہیں، ساتویں موسیٰؑ ہیں عظیم افراد بھی جن سے قریب ہونے کی تاب نہیں رکھ سکتے۔ آٹھویں امام علیؑ ہیں جن کی قبر طوس میں ہوگی، بارش رحمت الٰہی ہیں۔ محمد زکیؑ وہ صاحب شمشیر نویں امام ہیں اور باغی انہیں نظر انداز کریں گے۔ دسویں علیؑ وہ محکم ستون ہیں کہ مکہ ان کے فقدان سے گریہ کناں ہوگا۔ گیارہویں امام حسنؑ ہیں جن کے وجود نور بخش سے کمال کی چوٹیاں ضیابار ہوں گی۔ بارہویں محمد ذکیؑ، قائم آل محمدؐ ہیں جن کی طرف سب پناہ پکڑیں گے۔

۱۔ کشف الغمہ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۴۰)

یہی ہماری آسائش بہشت کی امید ہیں اور میں پنجتنؑ کے زیر سایہ ہوں.........والسلام''۔

سید اور غیر شیعہ

سید اسماعیل اہلبیتؑ کے دشمنوں کا ذرا بھی احترام نہ کرتے انہیں پوری توانائیوں کے ساتھ دھتکار دیتے تھے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

ا۔ محمد بن سہل حمیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: سید کشتی سے اہواز جا رہے تھے۔ ایک شخص نے ان سے علیؑ کے معاملے میں تفصیلی مناظرہ اور مباہلہ کیا۔ رات ہوئی تو وہ شخص پیشاب کرنے کے لئے کشتی کے کنارے پہنچا۔ سید نے پانی میں ڈھکیل دیا۔ ناخدا نے شور مچایا۔ یہ شخص ڈوب گیا۔ سید نے کہا: چھوڑو بھی اسے میری بد دعا لگ گئی ہے۔ (۱)

۲۔ سید اہواز میں تھے۔ زبیر کی پوتی کا عقد اسماعیل بن عبداللہ بن عباس سے ہو رہا تھا۔ سید نے ہنگامہ کی آواز سنی۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے شادی کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے تین شعر کہہ ڈالے:

''ہمارے سامنے ایک خچر پر قبہ میں دلہن گزری۔ وہ زبیر کے خاندان کی لڑکی تھی۔ جس نے حرمت کعبہ کو حلال کیا تھا۔ اسے ایک عظیم بادشاہ کے یہاں لوگ لئے جا رہے تھے۔ کبھی دونوں میں میل نہ ہوگا، دلہن غارت ہو جائے''۔

آگے ایک خرابے میں دلہن قضائے حاجت کے لئے گئی اور سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ مر گئی۔ سید نے کہا: اسے میری بد دعا لگ گئی۔ (۲)

۳۔ عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر سے مروی ہے کہ اہل بصرہ طلب باراں کے لئے گھروں سے باہر نکلے۔ سید بھی جبہ وردا کے ساتھ عمامہ پہنے گھر سے نکلے۔ ردا زمین پر گھسٹ رہی تھی اور وہ گنگنا رہے تھے:

ا۔ الآغانی (ج ۷ ص ۲۷۲)

۲۔ الآغانی (ج ۷ ص ۲۷۰)

''اے بادل ان ناصبوں پر پتھر کی بارش کر۔ ایک قطرہ آب بھی نہ برسانا یہ سبھی خاندان اہلبیتؑ کے دشمن ہیں''۔(۱)

۴۔ابوسلیمان ناجی کا بیان ہے کہ ایک دن منصور کے ولی عہد، مہدی نے قریش کو انعامات دینے کے لئے دربار سجایا۔ بنی ہاشم سے شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سید نے حاجب کو ایک رقعہ تھمایا کہ اس میں امیر کے لئے نصیحت ہے۔

اس میں یہ اشعار تھے:

''محمد نامی ابن عباس سے کہہ دو کہ بنی عدی کو ایک کوڑی بھی نہ دینا اور بنی تیم کو بھی محروم کر دینا۔ یہ دونوں خاندان ماضی و مستقبل کے بدترین لوگ ہیں۔ وہ عطا و بخشش کا احسان نہیں مانیں گے۔ بدلے میں تمہاری مذمت کریں گے انہیں امانت سپرد کرو گے یا ذمہ داری سونپو گے تو خیانت کریں گے۔ صلہ و انعام روک لو، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ظلم و ستم روا رکھا۔ انہوں نے رسولؐ کے چچا اور فخر مریم دختر رسولؐ کو میراث سے روک لیا تھا اور ناحق امر خلافت پر قبضہ جما لیا تھا۔ اتنا ہی پاپ کافی ہے۔ جب رسولؐ کا شکران نعمت نہ کیا تو دوسرے کا کیا کریں گے، خدا نے محمدؐ کے ذریعہ ان پر منت و احسان کیا اور ان کی ہدایت کی، انہیں خوراک و پوشاک عطا فرمائی لیکن انہوں نے وصی رسولؐ کو رنجیدہ کیا اور مقصد اسلام میں زہر گھول دیا''۔

مہدی نے خط پڑھا اور اپنے کاتب ''معاویہ بن سیار'' کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ صلح و انعامات بند کرو۔ اتنے میں سید آ گئے۔ مہدی نے ہنس کر کہا: میں نے آپ کی بات مان لی اب کبھی انعام نہ دوں گا۔(۲)

۵۔سوید بن حمدان بن حصین کہتے ہیں کہ میرے پاس سید کی بہت زیادہ آمد و رفت تھی۔ ایک دن میری بزم سے اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا: آپ لوگ بادشاہ کے یہاں محترم ہیں۔ اس لئے اس (سید)

۱۔الآغانی (ج ۷ص ۲۷۰)

۲۔الآغانی (ج ۷ص ۲۶۳)

کے ساتھ نہ رہا کیجئے۔ یہ شرابی اور سب صحابہ کا قائل ہے۔ جب یہ خبر سید کو ملی تو سوید کو خط لکھا: اے فرزند حصین! میں نے تم سے حارث ہمدانی کی حدیث حوض سنائی تھی۔ اگر تم کو قیامت میں حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی مل گیا تو بڑی نعمت پا گئے۔ میرا گناہ صرف یہ ہے کہ خیبر کے بھگوڑے کا تذکرہ کیا۔ اگر میں اس مرد کا تذکرہ کرتا کہ وہ مرحب سے یوں بھاگا جیسے خچر شیر سے بھاگتا ہے تو تمہارا ذلیل ندیم میری بات پر ناک بھوں چڑھاتا۔ اس نے مجھے رہبر ہدایت، فاروق امت (علیؑ) کی دوستی پر سرزنش کی ہے عنقریب میں اس کی داڑھی چھیل دوں گا کیونکہ وہ مکاری کی گواہی دیتا ہے۔

سوید کہتے ہیں: بخدا اس ہجو کے بعد اس مرد کے سبھی دوست الگ ہو گئے اور سید کے دوست ہو گئے۔ (۱)

۶۔ معاذ بن سعید حمیری کا کہنا ہے کہ سید گواہی دینے کے لئے قاضی سوّار کے سامنے آئے۔ سوّار نے کہا: تم ہی اسماعیل بن محمد حمیری ہو؟ پوچھا: کیوں؟ کہا: تم سبّ صحابہ کے قائل ہو۔ سید نے کہا: خدا نے مجھے اولیائے خدا کی دشمنی سے نجات بخشی ہے اور میرا یہ شعار ہمیشہ رہے گا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ سوار دہاڑا: اٹھ جا اے رافضی۔ تو کچی گواہی نہیں دے گا۔ باہر آ کر سید نے یہ اشعار پڑھے:

''اے سوار! تیرا باپ رسولؐ کے خچر چور کا بیٹا تھا اور تو ابو جحدر کا نواسہ ہے اور میں تیرے برخلاف گمراہوں اور پاپیوں سے بیزار ہوں''۔

ایک کاغذ پر لکھ کر سوار کے پاس بھجوا دیا۔ سوار یہ پرچہ لئے ہوئے ابو جعفر منصور سے شکایت کرنے بڑے پل پر پہنچ گیا۔ سید اس سے پہلے پہنچ کر منصور کو قصیدے سنانے لگے:

''اے منصور، اے امین خدا، اے بہترین حکمراں! بلا شبہ سوار بدترین قاضی ہے، وہ عثمانی ہے، جمل کا ماننے والا اور تمہارا نافرمان ہے۔ اس کے دادا نے رسول کا خچر چرایا تھا اور رسولؐ کو پس دیوار سے مزاحیہ انداز میں بلاتا۔ مجھے اس کے شر سے بچایئے۔ وہ ہمارے درمیان سرکشوں کی سیرت کا پرچار کر رہا ہے میں نے اس کی ہجو کی ہے اور ہجو کرنے والا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے''۔

۱۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۴۔۲۵۰ (ج ۷ ص ۲۷۴۔۲۷۳)

منصور نے کہا: تو میں نے تمہیں قاضی معین کیا۔ اب جس طرح سوار کی ہجو کی ہے اپنی تعریف میں اشعار کہو۔ سید چہکنے لگے:

''میں خاندان حمیر سے ہوں۔ جوان مردوں کا شریفوں کا خاندان۔ بخدا! میں کسی خاندان کی ستائش نہیں کرتا صرف بنی ہاشم کی تعریف کرتا ہوں کیونکہ وہ سخی ہیں۔ ان کے احسانات ہم پر ہیں اگرچہ کافران احسانات کا انکار کرتے ہیں۔

اے احمدؐ! آپ کی وجہ سے ہم پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

حمزہؓ، جعفر طیارؓ جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ یہ ہمارے امام و ہادی ہیں۔ انہوں نے گمراہی کی تیرہ فضاؤں میں ستمگروں اور جباروں کے ماحول میں ہدایت کی۔ ہم نے اسی خاندان سے بصارت و بصیرت پائی۔ یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں فاتح خیبر، خندق میں عمرو کے قاتل''۔

اس کے علاوہ قاضی سوار اور سید کی نوک جھونک کی دوسری داستانیں بھی ہیں، حرث ربیعی کہتا ہے: ہم منصور کے ساتھ بڑے پل پر بیٹھے تھے۔ وہاں سوار بھی تھا سید نے یہ اشعار سنائے:

''لاشریک خدا نے تمہیں دنیا و دین کی حکومت عطا کی ہے تمہاری سلطنت خاقان چین، امیر ترک اور بادشاہ ہند کا احاطہ کرسکتی ہے''۔

قصیدہ ختم ہوا تو منصور ہنسا۔ سوار نے کہا: بخدا! یہ جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے نہیں کہہ رہا ہے۔ یہ دوسروں سے دوستی اور آپ سے عداوت رکھتا ہے۔ سید نے کہا: بخدا! یہ جھوٹا ہے۔ میں آپ کی سچی تعریف کررہا ہوں۔ آپ کی مہربانی دیکھ کر حسد سے جل بھی رہا ہے۔ آپ کی محبت میرے رگ و ریشہ میں ہے اور یہ مرد جاہلیت و اسلام میں آپ کے خاندان کا دشمن رہا ہے۔ یہ آیت اس کے دادا کے لئے اتری تھی: ﴿ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثر هم لا یعقلون﴾(۱) ''بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں ان کی اکثریت کچھ نہیں سمجھتی ہے''۔(۲) منصور نے کہا:

۱۔ (حجرات/۴)

۲۔ تفسیر خازن، ج/۴، ص/۱۷۴ (ج ۴ص ۱۶۵)

تم نے ٹھیک کہا۔ سوار نے پانسہ پھینکا: حضور یہ رجعت کا قائل ہے، شیخین کو گالیاں دیتا ہے۔ سید نے کہا: ہاں میں مطابق قرآن رجعت کا قائل ہوں۔ آیت ہے: ﴿و یوم یحشر من کل امة فوجا ممن یکذب بآیاتنا فهم یوزعون﴾ (۱) ''اور اس دن ہم ہر امت میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کردیے جائیں گے''۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿و حشرناهم فلم تغادر منهم احداً﴾ (۲) ''اور ہم سب کو اس طرح جمع کریں گے کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر دوبار ہوگا۔ ایک عام اور دوسرا خاص۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے: ﴿ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فهل الی خروج من سبیل﴾ (۳) ''وہ لوگ کہیں گے: خدایا! تو نے ہمیں دومرتبہ موت دی اور دومرتبہ زندگی عطا کی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا اس سے بچ نکلنے کی سبیل ہے''۔

پھر ایک آیت میں ہے: ﴿الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم و هم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم﴾ (۴) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے موت کے خوف سے اور خدا نے انہیں موت کا حکم دے دیا اور پھر زندہ کردیا''۔

رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ متکبروں کو خدا حشر میں چیونٹی کی طرح محشور کرے گا (۵) نیز فرمایا ہے: جو کچھ بنی اسرائیل میں گزرا وہی میری امت میں بھی پیش آئے گا یہاں تک کہ مسخ، خسف وقذف بھی۔ (۶) حذیفہ کہتے تھے: بخدا! اس امت کے افراد قریب ہے کہ سور اور بندر کی شکل میں مسخ ہوجائیں۔ (۷)

اس طرح عقیدۂ رجعت قرآن وسنت کے مطابق ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم اس قاضی

۱۔ (کہف ۴۷) ۲۔ (نمل ۸۳)

۳۔ (غافر ۱۱) ۴۔ (بقرہ ۲۴۳)

۵۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۵۶۷ حدیث نمبر ۳۰)؛ سنن ترمذی (ج ۴ ص ۵۶۵ حدیث ۲۴۹۲)؛ تیسیر الوصول ج ۴ ص ۱۵۱ (ج ۴ ص ۱۸۲ حدیث ۵)

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۵۰۳ (ج ۲ ص ۱۳۵۰ حدیث نمبر ۴۰۶۲)

۷۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۴۸۹ (ج ۲ ص ۱۳۳۳ حدیث نمبر ۴۰۲۰)، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۷ (ج ۳ ص ۱۱)

سوار کو کتا، بندر یا سور کی شکل میں محشور فرمائے گا کیونکہ یہ جبار، متکبر اور کافر ہے۔

منصور قہقہہ لگا رہا تھا اور سید گنگنا رہے تھے:

''ایک عادل حکمراں کے سامنے سوار سے میری ٹھن گئی۔ اس کی تمام باتیں مہمل تھیں۔ وہ اپنے خاندانی داغ دھونے سے قاصر تھا۔ میری صحت اور سوار کی غلط گوئی منصور پر واضح ہوگئی۔ وہ آسمان والے اور نور بخش رسولؐ سے نفرت کرتا ہے اور اس امام سے بھی نفرت کرتا ہے جو تمام بہتر لوگوں میں بہتر ہے۔ انہیں گالیاں دیتا ہے۔ وہ ارباب مودّت پر ظلم و ستم کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔ خدا نے اس کی ریاکاری واضح کر دی۔ وہ مبہوت ہو کے رہ گیا''۔

منصور نے کہا: اے سید! چھوڑو بھی سوار کو۔ سید نے کہا: امیر المومنین! پہل کرنے والا زیادہ پاپی ہوتا ہے۔ منصور نے سوار سے کہا: بات معقول ہے۔ انہیں چھیڑ دو گے تو ہجو سنو گے۔(۱)

سید نے سوار کی مذمت میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

''اس امام سے کہہ دو جس کی اطاعت جہنم سے نجات دیتی ہے۔ اے بہترین مخلوق! آپ قاضی سوار کی قضاوت میں مدد نہ کریں۔ وہ خبیث رائے، عیوب کا پلندہ، متکبر اور ظالم ہے۔ اس کے سامنے کوئی گواہی دینے آتا ہے تو یہ تکبر سے دیکھتا بھی نہیں اگر آپ اسے نوکری نہ دیتے تو بھوکو مر جاتا''۔

اتنے میں سوار آ گیا، منصور دیکھ کر ہنسنے لگا۔ بولا: تم نے ایاس بن معاویہ کے معاملے میں فرزدق کی گواہی کا واقعہ سنا ہے۔ پھر تم سید سے معترض کیوں ہوتے ہو اور حکم دیا کہ سید اس وقت سوار سے معذرت کر لیں۔ سید نے معذرت کی تو اس نے مسترد کر دیا۔

یہ دیکھ کر سید گنگنانے لگے:

''اس وقت میں نے بنی عنبر کے نابکار سے معذرت کی لیکن اس نے مسترد کر دیا۔ میں نے اپنے نفس کی ملامت کی۔ بس کرو۔ کیا تمہارے جیسا آزاد مرد ایک عنبری سے معذرت کرے گا۔ اے سوار! تمہارے باپ نے رسول کا خچر چرایا تھا اور تمہاری ماں ابوجحدر کی بیٹی ہے اور میں گمراہوں کے زعم میں

۱۔ الفصول المختار، ج۱، ص۶۴۔۶۱ (۶۳۔۵۹)

رافضی ہوں"۔

سید کو معلوم ہوا کہ سوار نے کچھ لوگوں کو اس بات کی گواہی دینے پر آمادہ کیا تھا کہ سید نے چوری کی ہے۔اس طرح وہ سید کا ہاتھ کاٹنا چاہتا تھا۔سید نے ابوجعفر سے شکایت کی۔اس نے سوار کو بلا کر ڈانٹا کہ سید پر جائز و ناجائز حکومت نہ کرو۔ پھر کبھی سوار نے ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔(۱)

۷۔اسماعیل بن ساحر سے مروی ہے کہ خانوادۂ بنی دارم کے دو آدمی باہم مناظرہ کر رہے تھے کہ رسولؐ کے بعد سب سے بہتر کون ہے۔ طے پایا کہ اس درمیان جو شخص سب سے پہلے آجائے اسی سے فیصلہ کرایا جائے۔اتنے میں وہاں سید آگئے وہ دونوں انہیں پہچانتے نہیں تھے۔ جو علیؑ کو برتری دے رہا تھا۔ کہنے لگا: میں اور یہ باہم بحث کر رہے ہیں کہ بعد رسول کون بہتر تھا۔ میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالبؑ سب سے بہتر ہیں۔

سید نے سب کی بات کاٹ کر کہا: اور یہ حرامزادہ کیا کہتا ہے۔تمام حاضرین ہنسنے لگے۔وہ دوسرا آدمی چپ ہی ہو گیا، گھگھی بندھ گئی۔(۲)

۸۔جاحظ کتاب الحیوان میں لکھتے ہیں کہ سید جنگ جمل میں مسلمانوں کی خونریزی پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ کو اس بلی سے تشبیہ دیتے تھے جو اپنے بچے کو کھا جائے۔ان کا شعر ہے:

"ہودج میں بیٹھ کر بدبختوں کے ساتھ آئیں بصرہ تک۔ان کا عمل بالکل اس بلی کا سا تھا جو اپنے بچے کھا جائے"۔(۳)

شوخی طبع

ابوالفرج وغیرہ نے سید کی شوخی و لطافت طبع کے بہت سے واقعات لکھے ہیں، انہیں جمع کیا جائے تو

۱۔الآغانی (ج ۷ص ۲۸۲۔۲۸۱)

۲۔الآغانی، ج ۷، ص ۲۳۱ (ج ۷ص ۲۶۱) طبقات الشعراء ابن معتز ص ۷ (ص ۳۲)

۳۔جاحظ کی کتاب الحیوان، ج ۱، ص ۹۱ (ج ۱ص ۱۹۷)

پوری کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں چند کو نقل کیا جاتا ہے:

ا۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں پسران قیس کے یہاں گیا وہ دشمن علیؑ ''حسن بن یسار'' کی روایت نقل کر رہے تھے۔ میں وہاں سے سید ھا سید کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: ذرا تختی لاؤ ورنہ اپنی باتیں بھول جاؤں گا۔ میں نے تختی حوالے کی۔ انہوں نے اس پر تین شعر تحریر فرمائے:

''پسران قیس اور صلت بن دینار کی روایتوں پر ایک لقمہ بغیر گوشت کا ستو پیش کرنے کا جی چاہتا ہے وہ فلاں کی فلاں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے''۔(۱)

۲۔ ایک بزم میں سید اپنے اشعار سنا رہے تھے اور لوگ متوجہ نہیں تھے، جھلا کے انہوں نے تین شعر پڑھ ڈالے:

''خدایا! میرا قیمتی ادب گدھوں، بکریوں اور گایوں نے ضائع کر دیا، یہ میری باتیں نہیں سنتے، آخر کیسے سنیں گے، کیا جانور کبھی انسانوں کی باتیں سن سکتے ہیں، جب تک وہ خاموش ہیں انسان ہیں اور جب بولتے ہیں تو پانی اور درخت کے مینڈک کے مانند ہو جاتے ہیں''۔(۲)

۳۔ ایک سفر میں سید کا ساتھ ایک ایسی عورت سے ہو گیا جو خارجی اور نسل عمر سے تھی۔ اس نے چہکتے ہوئے کہا: میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ سید نے کہا: تب تو ام خارجہ کے نکاح کی طرح ہو جائے گی، بغیر حضور ولی وشہادت۔(۳) وہ ہنسنے لگی بولی: آپ ہیں کون؟ سید نے چھ شعر پڑھ ڈالے جس میں اپنا تعارف تھا۔ کہنے لگی: میں سمجھ گئی یہ تو بڑی عجیب بات ہو گئی۔ رافضی اور اباضی کیسے مجتمع ہو سکتے ہیں۔ جواب دیا: میرا مذہب نہ پوچھو۔ مجھ سے حسن ظن رکھو، پھر اپنی خواہش انگیز کر دو، بولی: کہیں شادی چوری چھپے بھی ہوتی ہے۔ جواب دیا: تو پھر متعہ کر ڈالو، جسے کوئی نہ جانے۔ کہنے لگی: یہ تو زنا کی بہن ہے۔

ا۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۰ (ج ۷ ص ۲۷۱) ۲۔ الآغانی (ج ۷ ص ۲۷۳)

۳۔ نکاح ام خارجہ: یہ اس مثل کی طرف اشارہ ہے جسے کسی کام میں جلد بازی کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ ام خارجہ کا نام ''عمرہ بنت سعد بن عبد اللہ بن قدار بن ثعلبہ'' تھا، اس کے پاس جب کوئی شادی کا پیغام دیتا تھا وہ فوراً قبول کر لیتی تھی، اس نے متعدد شوہروں سے بیس سے زائد بچے پیدا کئے۔

سید سمجھانے لگے: ''معاذ اللہ'' خدا نے آیت میں فرمایا ہے: ﴿فما استمعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة و لا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضه﴾

بولی خدا سے خیر کی طلبگار ہوں اور تمہارے قیاس پر بھروسہ کر کے کرتی ہوں۔ سید نے رات اسی کے ساتھ گزاری، جب یہ خبر اس کے خاندان والوں کو ہوئی، اسے مار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے، تو نے کافر سے نکاح کیوں کیا۔ اس نے انکار کیا کیونکہ انہیں متعہ کی خبر نہ تھی۔ اس نے متعہ کی مدت میں سید کا پہلو جی بھر کے گرم کیا۔ (۱)

۴۔ علی بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں سید کے ہمراہ عقبہ بن مسلم کے گھر کے سامنے کھڑا تھا، سلمان بن علی بھی ساتھ تھا۔ سلیمان بن علی نے سید کو چڑھایا: عصر حاضر کے بہترین شاعر کا شعر ہے:

محمد خير من يمشي على قدم   و صاحباه و عثمان بن عفانا

''تمام لوگوں میں بہتر محمدؐ ہیں اور ان کے دونوں صحابی (ابو بکر، عمر) اور عثمان بن عفان''۔ سید اچھل پڑے: نہیں، سب سے اچھا شاعر وہ ہے جس نے یہ تین شعر کہے ہیں:

''اگر عقل کے اندھے ہو تو قریش سے پوچھو کہ سب سے زیادہ ثابت قدم کون تھا؟ جو سب سے زیادہ عالم تھا، حلیم ترین تھا، سب سے زیادہ سچا تھا۔ اگر وہ سچ بولیں گے اور حسد سے کام نہیں لیں گے تو کہیں گے کہ ابوالحسنؑ سے بہتر یہ لوگ نہیں تھے۔''

پھر سلیمان سے کہا: تم تو ہاشمی ہو، شریف خاندان سے ہو، اپنا شریف خاندان چھوڑ کر ملامتی خاندان کیوں پکڑ لیا۔ مفضول کو فاضل پر برتری دے رہے ہو۔ میں امیر المومنینؑ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ وہ جوان شرمندہ ہو گیا، بھاگتے ہی بنی۔ (۲)

۵۔ سید اہواز گئے، وہاں کا حاکم ابو بجیر بن سماک اسدی ان کا گہرا دوست تھا جس نے ایک غلام یزید بن مذعور کو صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ سید کے اشعار سناتا تھا۔ ایک رات سید اپنے دوستوں سے

۱۔ الآغانی (ج ۷ ص ۲۸۵، ۲۸۳)

۲۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۸۵

مٹر گشتی کے لئے نکلے، خوب شراب کا دور چلا، واپس ہونے لگے تو گشتی پولیس نے پکڑ کر جیل بھیج دیا۔ سید نے سولہ شعروں پر مشتمل ایک نظم یزید بن مزعور کو لکھ بھیجی کہ ابو بجیر کو سنا دے، اس میں قید ہونے کی تفصیل اور دشمنوں کے طعن کا تذکرہ تھا۔ یزید نے وہ نظم ابو بجیر کو سنائی تو سخت متوحش ہوا، جیلر کو بلا کر فوراً آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن سید اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ گزشتہ رات میرے ساتھ جس قدر مجرم گرفتار ہوئے ہیں سب رہا کئے جائیں۔ جیلر نے ابو بجیر سے تفصیل کہی۔ ابو بجیر نے کہا: شکر ہے کہ تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کی فرمائش نہیں کی۔ سب کو آزاد کر دو، جب سید ابو بجیر کے پاس آئے تو فہمائش کرنے لگا: تم نے بدمعاشوں کے ساتھ شراب پی اور نتیجہ جو کچھ ہوا میرے لئے سخت اندوہ گین ہے۔ سید نے معذرت کی اور پھر مزے سے کچھ دن رہے۔ (۱)

۶۔ ابوالفرج نے حاتم بن قبیصہ کی روایت لکھی ہے کہ سید نے ایک محدث سے یہ روایت سنی کہ رسولؐ سجدے میں تھے اسی وقت حسنؑ و حسینؑ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہا کہ کتنی اچھی اور فرماں بردار سواری ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، سید فوراً واپس ہوئے اور گیارہ شعروں میں یہ واقعہ نظم کر ڈالا۔ (۲) طبقات ابن معتز میں آٹھ شعر ہیں لیکن واقعہ نہیں ہے۔ (۳) مرزبانی کے یہاں چھ شعر ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سید کے ان اشعار میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جنہیں طبرانی اور ابن عساکر نے ابو ایوب سے نقل کیا ہے۔ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں: میں خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آغوش رسولؐ میں کھیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ ان سے محبت فرما رہے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں یہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔ (۴)

جابر سے مروی ہے کہ میں خدمت رسولؐ میں آیا تو دیکھا کہ حسنینؑ پشت رسولؐ پر سوار ہیں۔ میں

۱۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۹۱

۲۔ الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۵۹ (ج ۷ ص ۲۷۸) ۳۔ طبقات ابن معتز ص ۸ (ص ۳۵)

۴۔ معجم کبیر (ج ۴ ص ۱۵۶)؛ تاریخ ابن عساکر، ج ر ۴، ص ر ۳۱۴ (ج ۵ ص ۲۲)

نے کہا: بڑی اچھی سواری ہے، فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسولؐ چوپایوں کی طرح چل رہے تھے۔(۱)

دوسرے شعر میں اشارہ ہے اس روایت کی طرف جس کی طبرانی نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ خدمت رسولؐ میں تھے کہ ام ایمن نے اطلاع دی کہ حسنینؑ گم ہو گئے ہیں۔ وہ چاشت کا وقت تھا۔ پیغمبرؐ نے بھی فرمایا: اٹھو اور میرے فرزندوں کو تلاش کرو۔ ہر شخص ایک طرف نکل گیا۔ میں بھی رسولؐ کے ساتھ چلا، ایک پہاڑ کے دامن میں دیکھا کہ حسنینؑ بغلگیر ہو کر سو رہے ہیں اور ایک سانپ پھن نکالے حلقہ کئے ہوا ہے۔ رسولؐ تیزی سے سانپ کی طرف بڑھے، سانپ بھی آپ کی طرف بڑھا، پھر سوراخ میں گھس گیا، رسولؐ نے دونوں کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں، تم دونوں خدا کے نزدیک کتنے معزز ہو۔ پھر دونوں شانوں پر سوار کر کے چلے۔ میں نے کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، ان کے باپ دونوں سے بہتر ہیں۔(۲)

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ عمر نے دونوں کو کاندھے پر سوار دیکھ کر کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔(۳)

۷۔ سلیمان بن ارقم سے مروی ہے کہ میں سید کے ہمراہ، ابوسفیان بن علا کے گھر کی طرف سے گذرا، وہاں چوپال جمی تھی۔ ایک داستان گو کہنے لگا کہ روز قیامت ایک پلے میں رسولؐ کے اعمال اور دوسرے تمام امت کے اعمال رکھے جائیں گے، مگر رسولؐ کے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا۔ پھر فلاں کو لا کر ان کے اعمال تولے جائیں گے وہ بھی بھاری رہے گا۔ پھر فلاں کو لائیں گے وہ بھی۔ سید نے ابوسفیان سے کہا: یہ تو صحیح ہے کہ اعمال رسول کا پلہ بھاری رہے گا لیکن یہ دونوں اپنی بداعمالی میں تمام امت کی بداعمالیوں پر بھاری ہیں کیونکہ جو شخص غلط رسم جاری کرتا ہے اس پر جتنے لوگ عمل کرتے ہیں اس بدعتی

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۲۰۷ (ج ۴ ص ۵۱۲)

۲۔ سیوطی کی الجامع الکبیر، منقول از کنز العمال ج ۷، ص ۱۰۶ (ج ۱۳ ص ۶۶۲ حدیث نمبر ۳۷۶۸۵)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۳۱۷ (ج ۵ ص ۳۹)

کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔(۱) سلیمان کا بیان ہے کہ کسی میں ہمت نہ تھی کہ سید کا جواب دے سکے۔(۲)

۸۔محمد بن کناسہ سے مروی ہے کہ کوفے کے ایک افسر نے سید کو عدنی چادر تحفہ میں بھیجی، سید نے لکھ بھیجا:

''تمہاری ردا پہنچی شکریہ، لیکن کتنا اچھا ہوتا کہ اس کے ساتھ جامہ بھی ہوتا''۔

افسر نے ایک خلعت اور ایک بہترین گھوڑا سید کے پاس بھیجا اور کہا: یہ خلعت سید کی سرزنش میں کمی اور ہماری محبت میں اضافے کا باعث بنے گی۔(۳)

۹۔مرزبانی حرث بن عبید اللہ بن فضل سے نقل کرتے ہیں کہ منصور نے سید کو بلوا کر کہا: میرے لئے جو قصیدہ میمیہ کہا ہے سناؤ، مؤلف نے یہاں نو شعر درج کئے ہیں:

''ادھر ادھر کی بات چھوڑو صرف بنی ہاشم کے بارے میں بات کرو، وہی خدا کا توسل ہیں۔اے بنی ہاشم! تمہاری محبت و قربت ہر چیز سے بہتر ہے، تم سے خدا نے باب ہدایت کھولا اور تم پر ختم کرے گا۔ لوگ تمہاری محبت پر مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ وہی لائق ملامت ہیں۔مجھ پر شدید وابستگی کا الزام ہے۔میرا یہ گناہ فرعون کے گناہ سے بھی بڑا سمجھتے ہیں۔آج ان کی ملامت ہے کل آپ کی عطوفت ہوگی۔ میں علی الرغم اپنی ستائش تمہاری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں''۔

منصور نے کہا: تم نے ہماری مدح میں حسان کا انداز اختیار کیا، میں سمجھتا ہوں کہ تمام ہاشمیوں پر تمہارا حق ہے اور اتنی تعریف کی جتنی کسی کی نہیں کی تھی۔(۴)

۱۰۔مرزبانی نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ منصور نے سید کو بلا کر یہ قصیدہ سننے کی

۱۔سنن ابن ماجہ ج/۱ص/۹۰ (ج۱ص۵۷حدیث نمبر۲۰۷)، مسلم (ج۵ص۲۲۸)، ترمذی (ج۵ص۴۲حدیث/۱۵ کتاب العلم) اورنسائی (ج۲ص۴۰ حدیث/۲۳۳۵) وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(جیسے مسند احمد ج۵ص۴۸۲ حدیث ۱۸۱۷۸: مجمع الزوائد ج۱ص۱۶۸)

۲۔الآغانی، ج/۷، ص/۲۷۱ (ج۷ص۲۹۰)

۳۔الآغانی (ج۷ص۲۹۰)

۴۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۸)

فرمائش کی:

پندرہ شعروں کا حاصل مطلب:

"معاویہ وعثمان نے ایسی حکومت قائم کی تھی کہ اس کا ختم کرنا سخت پریشانی کا سبب تھا۔ مضافاً اس نے یزید کا عذاب بھی تھونپ دیا۔ خدا بنی امیہ کو خوار کرے انہوں نے بڑے ستم روا رکھے، ان پر بدبختی سوار ہوگئی، بنی امیہ بنی ہاشم کی حکومت پر نالاں تھے حالانکہ ان کی حکومت پر اسلام نالاں تھا۔ تم عم رسولؐ کے خاندان سے ہو، وارث پیغمبرؐ ہو۔ میں تمہاری فضیلت سے آگاہ اور خیر خواہ ہوں"۔

منصور کھانا کھا رہا تھا، خوش ہو کر لقمہ سید کے منہ میں ڈالنے لگا۔ بولا: شکر خدا کے ساتھ تمہاری ستائش کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، خدا جزائے خیر دے۔ گھوڑا، غلام وکنیز اور ایک ہزار درہم انعام دیا۔ نیز ایک ہزار ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔(۱)

۱۱۔ اسماعیل بن ساحر بیان کرتا ہے کہ میں سید اور ابودلامہ کو شراب پلا رہا تھا، سید پیتے پیتے مست ہو گئے، آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں ابودلامہ کی بدصورت بیٹی آ گئی، ابودلامہ مستی میں اسے آغوش میں لے کر نا چتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگے:

"تجھے مادر عیسیٰ مریم نے دودھ نہیں پلایا اور نہ لقمان حکیم نے پرورش کی"۔

سید نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا اور یہ شعر پڑھا:

"لیکن تیری بدترین ماں نے تجھے دودھ پلایا اور کمینے باپ نے پرورش کی"۔(۲)

۱۲۔ شیخ طوسیؒ کی روایت محمد بن جبلہ کوفی سے ہے: سید حمیری اور جعفر بن عفان طائی میرے یہاں آئے، سید نے کہا: او کمینے! تو نے آل محمدؐ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

ما بال بیتکم یخرب سقیفه   و تبابکم من ازذل الاثواب

بولا: میں نے کیا برا کہا ہے؟ سید نے جھاڑا: مدح کرنا نہ آئے تو چپ رہا کرو، کیا آل محمدؐ کی یونہی

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۲)

۲۔ لسان المیزان، ج۱/ص ۴۳۸ (ج۱ص ۴۸۹ نمبر ۱۳۵۹)

مدح کی جاتی ہے لیکن یہ تمہاری غلطی نہیں تمہاری شریعت کی غلطی ہے۔ دیکھو یوں مدح کی جاتی ہے:

حاصل مطلب:

''خدا اور اس کی نعمتوں کی قسم اور انسان اپنے کہے کا ذمہ دار ہے۔ بلا شبہ علیؑ بن ابی طالب تقویٰ شعار و پاک نہاد ہیں۔ وہ تمام امت سے افضل امام ہیں۔ ان کی حق گفتاری میں باطل کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہوتا۔ وہ میدان جنگ میں اپنے حریف بہادر پر نیزوں سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس شیر بیشہ کی طرح جس کے بچے اس کے سامنے پڑے ہوں، ان پر شب بدر جبرئیل و میکائیل ہزار ملائکہ کے ساتھ اس طرح نازل ہوئے جیسے ابابیل پرندے آسمان سے حفاظت کعبہ کے لئے نازل ہوئے تھے۔ پھر سلام کیا۔ یہ ہے ان کی باعظمت مدح''۔

اور کہا: اس طرح مدح کی جاتی ہے۔

تیرے اشعار تو پوچ ہیں۔ جعفر نے سید کا سر چوم کر کہا: اے ابو ہاشم! آپ میرے راہنما ہیں اور میں آپ کا پیرو و تابع۔(۱)

خلفائے عصر

سید نے بنی امیہ اور بنی عباس کے پانچ پانچ خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ بنی امیہ کے پانچ یہ ہیں: ہشام بن عبدالملک، سید اس کے ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئے۔ ولید بن یزید، یزید بن ولید، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد، بنی عباس میں'' سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون رشید''

مرزبانی لکھتے ہیں: جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ سید رافضی ہیں۔ سید بلوائے گئے جواب دیا کہ اگر رافضی اسے کہتے ہیں جو بنی ہاشم سے الفت رکھے اور دوسروں پر مقدم قرار دے تو میں عذر نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ میرا کوئی عقیدہ نہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

''کارواں چلا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے، شاید کوچ کے وقت میں مست و مدہوش تھا، قافلے میں

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۵۳)؛ امالی، ص ۱۲۴/۱ (ص ۱۹۸ حدیث نمبر ۳۲۹)

حوریں اور غزالاں سوار تھے، جب ٹھہریں تو دیکھا کہ سریں والی، چانداور نرم شاخوں کی طرح تھیں"۔

آگے کہا:

"علیؑ، ابوذر، مقداد، سلمان، عباس، عمار، ابن عباس سب ایک دوسرے کے بھائی تھے اور سبھی مقبول بارگاہ الٰہی، علم وحق کے نمائندے تھے، خالق نہیں۔ میں اسی دین کو اہمیت دیتا ہوں۔ جس کی حقانیت حق وبرہان کی روشنی میں بالکل واضح وآشکار ہے۔ سبطینؑ کے بارے میں میرے عقیدے کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کینہ توزوں کو میں پہچانتا ہوں۔ ان کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ بہت ساری نیکیاں ایسی ہیں جنہیں لوگ برا سمجھتے ہیں حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کتنوں نے آل محمدؐ کے ساتھ احسان فراموشی کی، ان کی محبت، ایمان اور بغض، نفاق وکفر ہے، دشمن اسی کو رفض خیال کرتے ہیں پس مجھے ان کے رافضی کہنے جانے پر ذرا بھی پرواہ نہیں۔(۱)

سید کا حلیہ

سید حمیری گندم گوں اور نازک خوش اندام تھے، دانت اجلے تھے، بال بھرے بھرے، خوبصورت کشادہ جبیں، بڑے شیریں گفتار اور خوش بزم تھے، بات کرتے تو سارا مجمع ان کی باتوں میں ڈوب جاتا۔

شیبان کہتا ہے کہ سید میرے پڑوسی تھے وہ سیاہ فاموں سے بھی گھل مل جاتے، سید کے بغل سے بدبو آتی تھی۔ ایک دن سید نے سیاہ فام سے کہا: تمہارے ہونٹ اور آنکھیں سیاہ ہیں۔ اس نے جواب دیا: تمہارے بغل سے بھی تو بدبو آرہی ہے، یہ سن کر سید گنگنانے لگے:

"جس دن رباح (نام غلام) کو بیچا اس کے سیاہ لب سپرد کردیئے، آؤ اپنی ناک میری آغوش میں دے دو کیونکہ تمہاری ناک بدترین ہے اور میرے بغل بھی بدترین ہیں"۔(۲)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۳)

۲۔ الآغانی، ج/۷، ص/۲۳۱ (ج ۷ ص ۲۵۱، ۲۸۹)، امالی شیخ طوسی، ص/۴۳۳ (ص ۶۲۷ حدیث نمبر ۱۲۹۳)

ولادت اور وفات

سید کی ۱۰۵ھ میں عمان میں ولادت ہوئی (۱) اور اپنے اباضی و خارجی مسلک والدین کے زیر سایہ بصرہ میں پرورش پائی۔ عقل و شعور پختہ ہوئے تو والدین سے بیزار ہو کر عقبہ بن مسلم کے یہاں والدین کے مرنے تک پناہ لی اور ان کی جائداد کے وارث ہوئے، پھر کوفہ آ کر اعمش سے حدیث کا درس لیا۔ اس طرح بصرہ و کوفہ آمد و رفت ہوتی رہی۔

رمیلہ بغداد میں وفات ہوئی، ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ قدر مسلم یہی ہے۔ ان کا کفن رشید نے اپنے بھائی کے ذریعہ بھیجا، ان کی نماز جنازہ علی بن مہدی نے شیعی طرز پر پانچ تکبیروں میں پڑھائی۔ قبر کو رشید کی ہدایت کے مطابق مسطح بنایا گیا۔ مضافات کرخ میں ایک باغ میں سپرد خاک کیا گیا، تاریخ وفات ۱۷۳ھ ہے (۲) قاضی نور اللہ شوستری نے اور ابن حجر نے ۱۷۸ھ بھی نقل کی ہے۔ (۳) ابوالفرج، ابن جوزی نے ۱۷۹ھ لکھی ہے۔ (۴)

مرزبانی (۵) کہتا ہے کہ ابن ابی حردان کا بیان ہے کہ سید کی حالت احتضار کے وقت، میں بغداد میں ان کے سرہانے تھا۔ انہوں نے غلام سے کہا: میں مرجاؤں تو بصریوں کے مجمع میں چلے جانا اور میری موت کی اطلاع کرنا۔ میرا خیال ہے کہ دو ایک سے زیادہ نہیں آئیں گے پھر کوفیوں کے پاس چلے جانا اور ان سے میرے یہ اشعار سنا دینا:

حاصل مطلب:

"کوفے والو!! میں بچپن سے آج ستر سے اوپر اس عمر تک تمہارا شیفتہ رہا ہوں، تمہاری دوستی اپنے اوپر حکم خدا کی طرح لازم سمجھی کیونکہ تم وصی مصطفیؐ اور حسنینؑ سے شدید محبت رکھتے ہو، علیؑ وہ امام ہیں جن

۱۔ لسان المیزان، ج ۱/ص ۴۳۸ (ج ۱ ص ۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۲۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۲)

۳۔ مجالس المومنین (ج ۲ ص ۵۱۷)؛ لسان المیزان (ج ۱ ص ۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۴۔ المنتظم (ج ۹ ص ۳۹ نمبر ۹۶۱)

۵۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۷۰-۱۶۹)

سے نجات کی امید ہے جہنم کی بھڑکتی آگ سے جوان کے دشمنوں کے لئے بنی ہے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس دنیا سے قبر میں جاؤں تو صرف تم ہی لوگ پارچہ سفید اور کم قیمت کفن میں دفن کرنا۔ غیر افراد خاص طور سے بصرہ والے، بدری، معاند و ناصبی میری تشییع جنازہ نہ کریں۔ کیونکہ ان کے زن و مرد بدترین مخلوقات ہیں۔

امید ہے کہ میں نے جو پاک نفس لوگوں کی مدح کی ہے اس کی وجہ سے خدا مجھ پر رحم کرے اور دوزخ سے نجات دے''۔

یہ سن کر کوفے والے میری طرف لپک کر تکبیر کہتے آئیں گے۔

سید مرے تو غلام نے ایسا ہی کیا۔ فقط تین بصرے والے کفن و عطر لے کر آئے لیکن کوفے والے ٹوٹ پڑے، ستر کفن ہمراہ لئے آئے، ہارون نے اپنے بھائی کے ہاتھوں کفن بھیجا تھا اس لئے سب کا کفن واپس کر دیا گیا۔ علی بن مہدی نے کفن رشید پہنایا، پانچ تکبیروں کی نماز پڑھی اور مسطح قبر میں دفن کر کے واپس گیا۔ (۱)

سید کا حادثہ مرگ جاودان کرامت تھی جو صفحۂ تاریخ کی زینت بنی رہے گی۔

بشیر ابن عمار کہتا ہے کہ میں رمیلۂ بغداد میں ہنگام مرگ موجود تھا۔ سید نے ایک شخص کو کوفے کے قصابوں کے یہاں بھیج کر اپنی موت کی اطلاع دی۔ وہ شخص راستہ بھول کر چماروں کی طرف پہنچ گیا۔ وہاں سید کی مذمت کی جارہی تھی اور گالیاں دی جارہی تھیں وہ کوفیوں کی طرف آیا اور انہیں وفات کی اطلاع دی وہ سبھی کفن لئے ہوئے آئے، جب سبھی آگئے تو سید نے ایک اذیت ناک آہ کھینچی اور چہرہ تارکول کی طرح سیاہ ہو گیا، وہ بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا تو چہرہ کعبہ و نجف کی طرف کر کے تین بار کہا:

''اے امیر المومنینؑ! کیا آپ اپنے دوستدار کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں''۔ خدا کی قسم! اچانک ان کی پیشانی سے سفید پسینہ نمودار ہوا اور پھیلنے لگا پھر پورا وجود چودھویں کا چاند ہو گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کفن دفن کا انتظام کر کے بغداد میں سپرد خاک کر دیا۔ (۲)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۰، ۱۶۹)　　۲۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۷۷ (ج ۷ ص ۲۹۷)

ابوسعید ہروی کا بیان ہے: وقت موت سید کا چہرہ سیاہ ہونے لگا سید نے کہا: امیر المومنینؑ! آپ اپنے دوستوں سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں؟ پھر چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا، اس کے بعد وہ یہ شعر پڑھنے لگے:

حاصل مطلب:

''میں اسے دوست رکھتا ہوں جو وقت مرگ بشارت دے کر اپنے دوست کو ہنسا دیتا ہے۔ جب ان کا دشمن مرتا ہے تو جہنم کی راہ دکھا دیتا ہے۔ اے ابوالحسنؑ! میری جان و مال و عیال تم پر قربان، تم وصی مصطفیؐ اور ان کے چچیرے بھائی ہو۔ میں تمہارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں اور دھتکارتا ہوں، تمہارا دوست کامران اور دشمن مشرک ہے۔ مجھے ملامت کرنے والے نے ملامت کی تو میں نے کہا: سخت نادان ہو، خدا تیرا دشمن...''(۱)

حسین بن عون کہتے ہیں: حالت احتضار میں سید کی عیادت کو گیا۔ تمام اعزہ و ہمسائے موجود تھے۔ کچھ عثمانی بھی تھے، سید خوش شکل اور کشادہ رو تھے، اچانک ان کے چہرے پر سیاہ نقطہ ظاہر ہوا۔ پھیلتے پھیلتے پورا وجود سیاہ ہوگیا۔ یہ دیکھ کر عثمانی خوش ہوئے اور تمام شیعہ اداس ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں وہیں سفید نقطہ ظاہر ہوا اور پھیلنے لگا۔ پھر تمام وجود چودھویں کا چاند ہوگیا۔ سید ہنسے اور یہ اشعار پڑھے:

''جو لوگ سمجھتے ہیں کہ علیؑ اپنے محب کو ہلاکت سے نہیں بچاتے وہ جھوٹے ہیں۔ بخدا! میں جنت عدن میں داخل ہوگیا اور خدا نے میرے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ آج علیؑ والوں کو بشارت دے دو کہ مرتے دم تک علیؑ سے محبت کرو''۔

پھر ایک ایک کر کے تمام ائمہ کے نام گنائے۔ اس کے بعد کہا: **اشهد ان لا الـه الاالله حقا حقا، اشهد ان محمدا رسول الله حقا حقا و اشهد ان عليا امير المومنين حقا حقا، اشهد ان لا اله الا الله۔**

پھر آنکھیں پتھرا گئیں جیسے ایک شعلہ خاموش ہوگیا یا پتھر لڑھک گیا۔(۲)

۱۔ رجال کشی ص ۱۸۵ (ج۲ ص ۵۷۱ نمبر ۵۰۶)؛ امالی طوسی ص ۳۱ (ص ۴۹ حدیث ۶۳)؛ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۷۶)

۲۔ امالی شیخ طوسی، ص ر ۴۳ (ص ۶۲۷ حدیث ۱۲۹۳)؛ مناقب ابن شہر آشوب، ج ر ۲، ص ر ۲۰ (ج ۳ ص ۲۵۸)، کشف الغمہ، ص ر ۱۲۴ (ج ۲ ص ۴۰)

علمی وتاریخی مہارت

جو بھی سید کے احتجاجات اور شعری مضامین یا مناظروں کو دیکھے گا اسے ان کی وسعت مطالعہ، عمیق بصیرت اور فہم معانی قرآن وحدیث کا اندازہ ہوگا۔ وہ بخوبی سمجھ جائے گا کہ سید نے ولائے اہلبیتؑ کے مظاہرے میں اپنی معرفت وسرشاری کو خوب خوب برتا ہے اور یہ چیز تقلید محض یا عدم واقفیت کی بنا پر نہیں حاصل ہوسکتی۔

اس کا کچھ نمونہ منصور کی بزم میں قاضی سوار کی لتاڑ سے ہوتا ہے کہ عقیدۂ رجعت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری طرح واضح کردیا۔ اس کے علاوہ مرزبانی لکھتے ہیں کہ ہشام کے زمانے میں سید حج کے لئے گئے۔ وہاں کمیت سے ملاقات ہوگئی انہیں سلام کر کے پوچھا: آپ ہی نے یہ شعر کہے ہیں:

''عمر وابوبکر نے فاطمہؑ سے جو فدک لے لیا تھا۔ میں نہیں کہتا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت میں وہ کیا عذر پیش کریں گے''۔

کمیت نے کہا: ہاں میں نے کہا ہے لیکن یہ تقیہ میں کہا ہے، پھر یہ کہ میں نے اس میں یہ گواہی دے دی ہے کہ جو کچھ تصرف فاطمہؑ میں تھا اسے ہڑپ لیا ہے۔ سید نے کہا: اگر آپ دلیل نہیں دیتے تو میرے خاموش رہنے کی گنجائش تھی لیکن آپ نے حق کے معاملے میں صریحی کوتاہی کی ہے۔ رسولؐ تو فرمائیں کہ فاطمہؑ میرا پارۂ جگر ہے جس نے اسے اذیت دی مجھے اذیت دی، خدا کی قسم! فاطمہؑ کا غضب خدا کا غضب ہے۔ جسے رسولؐ نے حکم خدا سے فاطمہؑ کے حوالے کیا تھا۔ امیر المومنینؑ وحسنینؑ وام ایمن نے گواہی دی تھی۔ آپ نے اس کی صریحی مخالفت کی، کیونکہ اس معاملے میں ابوبکر وعمر نے قطعی زیادتی کی تھی۔ خدا فرماتا ہے: ﴿یرثنی و یرث من آل یعقوب﴾ (۱) پھر کہا: ﴿و ورث سلیمان داؤد﴾ (۲) یہ اہلسنت ابوبکر کی خلافت کو نماز کی امامت سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں صرف اکیلی عائشہ کی گواہی مان لیتے ہیں لیکن فاطمہؑ وحسنینؑ وعلیؑ کی گواہی فدک کے بارے میں نہیں مانتے۔ فاطمہؑ جیسی خاتون سے ثبوت طلب کرتے ہیں اور پھر آپ جیسا شاعر اس قسم کا شعر کہتا ہے۔

---

(۱) (مریم/۶) ۲۔ (نمل/۱۶)

آپ کیا کہتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو مطالبہ فاطمہؑ و علیؑ و حسنینؑ کے بارے میں طلاق کی قسم کھائے۔ کیا اس کی طلاق ہو جائے گی۔ کمیت نے کہا: نہیں، کیونکہ وہ مطالبہ حق تھا۔ اچھا اب فرمایئے کہ وہ طلاق کی قسم کھائے کہ انہوں نے حق نہیں کہا۔ کہا کہ طلاق ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے صرف حق ہی کہا۔ سید چیخ پڑے: اب آپ اپنے نظریئے پر غور فرمایئے۔

کمیت نے کہا: میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اے ابو ہاشم! آپ مجھ سے زیادہ عالم وفقیہ ہیں۔ (۱)

ان کی قرآن وسنت پر بصیرت دینی، شہادت صادقہ اور بھرپور احاطہ بندی، ارشادات، عبور نصوص وتصریحات، واضح برہان کا اندازہ، حدیث غدیر، منزلت، تطہیر، رایت وطیر وغیرہ سے ہوتا ہے، انہوں نے دعوۃ ذوالعشیرہ پر مختلف انداز سے بلیغ فکری احاطہ بندی کی ہے۔

"بابی انت و امی یا امیر المومنینؑ" میں سولہ اشعار ہیں۔ (۲)

ایک قصیدہ جس کا پہلا شعر ہے:

مـن فـضـلـه انه قد كان اول من — صلى و آمن بالرحمن اذ كفروا (۳)

یا ایک قصیدہ: "**عـلی علیه اوت الشمش مرّه**" سے بھرپور تاریخی احاطہ بندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

داستان آغاز دعوت: حدیث، تاریخ اور ادب میں

پہلی صورت:

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ فریقین کے ائمہ حدیث نے بغیر سند حدیث پر تنقید کئے قبول کیا ہے۔ مورخین نے بھی اس کی صحت قبول کرتے ہوئے بطور ارسال مسلم اپنے صفحات میں جگہ دی ہے۔ شعراء نے بھی رشتہ نظم میں پرو دیا ہے۔ آگے ناشی صغیر کے حالات میں آئے گا۔

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۸)

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۴۲۷   ۳۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۴۲۳

طبری کا متن حدیث یہ ہے (حذف سند کے ساتھ): (۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب آیۂ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی رسولؐ نے مجھے بلا کر فرمایا: خدا نے مجھے قرابتداروں کو ڈرانے کا حکم دیا۔ میں نے پریشانیوں کے خوف سے چپ سادھ لی، دوبارہ جبرئیل آئے اور کہا: اے محمدؐ! اگر آپ حکم خدا بجا نہ لائے تو خدا آپ پر عذاب کرے گا۔ ذرا تم ایک صاع طعام، ایک بکری کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ فراہم کر کے بنی عبدالمطلب کو جمع کرو تا کہ ان سے گفتگو کروں اور حکم خدا کی تعمیل کروں، میں حکم رسولؐ بجالایا۔ اس دن چالیس افراد کم و بیش جمع ہوئے جن میں رسولؐ کے چچا ابوطالبؑ، حمزہؑ، عباسؓ و ابولہب بھی تھے۔ رسولؐ نے طعام منگوایا۔ میں نے لا کر رکھ دیا تو رسولؐ نے گوشت کا ایک پارچہ تناول فرمایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر پیالہ میں ہاتھ ڈالا اور کہا: بسم اللہ، کھاؤ، سب نے پیٹ بھر کھایا۔ میں صرف لوگوں کا ہاتھ ہی ظرف میں دیکھ رہا تھا، بخدا! اگر ایک ہی آدمی کھاتا تو اس کے لئے ناکافی تھا۔''

پیالے میں بھی بسم اللہ کر کے سب کے سامنے پینے کو بڑھایا حالانکہ وہ ایک آدمی کے لئے ناکافی تھا۔ جب رسول خداؐ نے تقریر شروع کی تو ابولہب چلایا: تمہارے صاحب پر جادو کر دیا گیا ہے۔ لوگ یہ سن کر متفرق ہو گئے، دوسرے دن رسولؐ نے فرمایا: اس شخص نے میری بات میں سبقت کر کے لوگوں کو متفرق کر دیا۔ کل کی طرح آج پھر انتظام کرو۔ لوگوں نے پیٹ بھر کھایا۔ پھر دودھ پینے کو کہا، سب نے سیر ہو کر پیا۔ رسولؐ نے فرمایا: اے فرزندان عبدالمطلبؑ! میں عرب کے تمام جوانوں میں سب سے بہتر پیغام لایا ہوں، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، پس تم میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا تا کہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہو۔ کسی نے جواب نہیں دیا اور میں کمسنی کمزور پنڈلیوں کے باوجود بولا: میں ہوں یا رسول اللہؐ! آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسولؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا: یہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، لوگ ہنستے ہوئے اور ابوطالبؑ سے یہ کہتے

۱۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۱۶ (ج۲ ص۳۱۹)

ہوئے اٹھ گئے: تمہیں تمہارے بیٹے کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱)

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں، صرف ابومریم پر تشیع کا الزام ہے لیکن ابن عقدہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو وضعی کہا ہے، یہ اس کا تعصب و غبار ہے، وہ عام طور سے مسلمات کا انکار کرتا ہے۔ بات واضح ہے کہ وضعی اس لئے کہا ہے کہ اس میں فضائل اہلبیتؑ ہیں۔

دوسری، تیسری صورت:

رسولؐ نے فرزندان عبدالمطلبؑ کو جمع کیا یا بلوایا، ان میں ایسے بھی تھے کہ پوری بکری اور بالٹی بھر دودھ ہضم کر جاتے تھے ان کے لئے سات سوگرام طعام کافی ہوگیا سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

کھانا ویسا ہی تھا جیسے ابھی ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔ یہی حالت دودھ کی تھی۔ پھر فرمایا: اے فرزندان عبد المطلبؑ! میں خاص طور سے تمہاری طرف اور عام طور سے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تم میں کون میری بیعت کرے گا کہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث ہو۔ کوئی نہ اٹھا۔ میں سب سے کمسن تھا۔ اٹھا۔ رسولؐ نے بٹھا دیا۔ تین بار کہا۔ ہر بار میں ہی اٹھا۔ آخر میرا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی بیعت انجام پذیر ہوئی)۔(۲)

۱۔ بالفاظ طبری جن دوسری کتابوں میں یہ روایت موجود ہے وہ یہ ہیں:

نقض العثمانیہ (ص ۳۰۳)؛ انباء نجباء الانبا ص ۴۸، ۲۶؛ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۴ (ج ۱ ص ۴۸۷)؛ تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۱۶، شرح الشفا خفاجی ج ۳، ص ۳۷ (ج ۳ ص ۳۵)؛ دلائل بیہقی (ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۷۸)؛ تفسیر خازن، ص ۳۹ (ج ۳ ص ۳۷۱)؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۲ (ج ۱۳ ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص ۱۳۱ ۳۶۴۱۹)، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۴ (خطبہ ۲۳۸)، تاریخ تمدن اسلامی، ج ۱، ص ۳۱، حیاۃ محمدؐ از استاد محمد ہیکل ص ۱۰۴۔

۲۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۵۹ (ج ۱ ص ۲۵۷ حدیث ۱۳۷۵)، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۱۷ (ج ۲ ص ۳۲۱)، خصائص نسائی، ص ۱۸ (ص ۸۳ حدیث ۶۶، سنن نسائی ج ۵ ص ۱۲۵ حدیث ۸۴۵۱)، کفایہ گنجی، ص ۷۹ (ص ۲۰۶)، ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۵ (ج ۱۳ ص ۲۱۰ خطبہ ۲۳۸) جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج ۶، ص ۴۰۸ (ج ۱۳ ص ۱۷۴ حدیث ۳۶۵۲۴)

امیرالمومنینؑ سے مروی ہے: جب آیۂ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی تو رسولؐ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اوران کے کھانے کا معمولی بندوبست کیا اور کہا: کھاؤ! بسم اللہ۔ سب نے سیر ہوکر کھایا۔ اس طرح دودھ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ ابولہب نے کہا: تمہارے صاحب پر جادو کا اثر ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلبؑ ! میں تمہاری طرف ایسا پیغام لایا ہوں جو کوئی بھی نہیں لایا۔ میں تمہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت، خداوقرآن کی صداقت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ لوگ متفرق ہوکر تتر بتر ہوگئے، دوسرے دن بھی بلایا اور ابولہب نے ویسا ہی کیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی کیا اور ہاتھ بڑھا کر کہا: میرے ہاتھ پر کون بیعت کرتا ہے کہ میرا بھائی، ساتھی اور ولی ہو میرے بعد۔ پس میں نے ہاتھ بڑھایا اور کہا: میں بیعت کرتا ہوں۔ حالانکہ میں کمسن تھا اور کھانے کا انتظام میں نے کیا تھا۔ (۲)

چوتھی، پانچویں صورت:

بعد ذکر صدر حدیث۔ رسولؐ نے فرمایا:

اے بنی عبدالمطلبؑ ! خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور تمہاری طرف خاص طور سے، پھر آیت پڑھی ﴿وانذر عشیرک الاقربین﴾ میں تمہیں دوکلموں کی دعوت دیتا ہوں جو زبان پر آسانی سے جاری ہوسکتے ہیں لیکن میزان کے لئے گراں ہیں "لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" گواہی دو، جو میری آواز پر لبیک کہے، میرا ہاتھ بٹائے وہ میرا بھائی اور وصی، وارث اور میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ علیؑ نے کھڑے ہوکر کہا: میں ہوں اے رسول اللہؐ۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر بات دہرائی اور تیسری بار علیؑ کھڑے ہوئے اور کہا: میں ہوں اے خدا کے رسولؐ! فرمایا:

ا۔ اس کی ابن مردویہ نے روایت کی ہے اور ان سے سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کریں (کنز العمال ج/۶، ص/۴۰۱ (ج ۱۳ ص ۱۴۹ حدیث ۳۶۴۶۵))

بیٹھ جاؤ، تم میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔(۱)

قیس و معاویہ کی گفتگو سلیم بن قیس ہلالی نے نقل کی ہے۔ قیس نے کہا:

رسولخدا نے تمام فرزندان عبد المطلب کو جمع کیا، ابوطالبؑ اور ابولہب کے ساتھ چالیس افراد تھے، اس کا انتظام علیؑ نے کیا تھا۔

رسولؐ نے آواز دی: کون اس بات کا امیدوار ہے کہ میرے بعد میرا بھائی، وزیر، وصی اور خلیفہ نیز ہر مومن کا ولی ہو؟ تمام قوم نے چپ سادھ لی، رسولؐ نے تین بار پکارا۔ میں نے کہا: خدا کے رسولؐ میں حاضر ہوں۔ رسولؐ نے میرا دہن دمیدہ فرماتے ہوئے علیؑ کا سر آغوش میں لیا اور فرمایا: خدایا! اس کے باطن کو دانش و فہم و فراست سے بھر دے۔ پھر ابوطالبؑ سے فرمایا: اے ابوطالبؑ! آپ اپنے بیٹے کی بات مانیں اور اطاعت کریں، خدا نے اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔(۲)

چھٹی، ساتویں صورت:

ثعلبی نے الکشف والبیان میں اپنی سند سے براء بن عازب سے روایت کی ہے:

جب آیۂ "**انذر عشیرتک الاقربین**" نازل ہوئی، رسولؐ خدا نے چالیس آدمیوں کے لئے گوشت و دودھ فراہم کیا علیؑ سے دست گوسفند مانگا پھر سب سے کہا: بسم اللہ کرو خدا کی برکت سے؛ دس دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے سب سیر ہو گئے، پھر دودھ کا بھرا ہوا پیالہ مانگا، خود منھ لگا کر سب کو پینے کا حکم دیا، سبھی سیراب ہو گئے، ابولہب نے کہا: اس کھانے میں اس شخص نے جادو کر دیا ہے۔ رسولؐ اس دن خاموش رہے کچھ نہ بولے۔

۱۔ حافظ ابن ابی حاتم اور حافظ بغوی سے ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج ۴، ص ۸۰ پر روایت کی ہے اور ان سے حلبی نے اپنی سیرت کی جلد ۱، ص ۳۰۴ (ج ۱ ص ۲۸۶) پر نقل کیا ہے۔

۲۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی (ج ۲ ص ۷۷۹ حدیث ۲۶)

دوسرے دن بھی کھانے کے بعد لوگوں کو انذار فرمایا: میں خدا کی طرف سے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں، اسلام قبول کرو میری اطاعت کرو، تا کہ ہدایت پاؤ۔ پھر فرمایا: کون ہے جو میرے ساتھ مواخات برتے، میرا بوجھ بٹائے اور میرا ولی، وصی و میرے خاندان سے میرے بعد خلیفہ اور میرا فرض ادا کرے۔

سب خاموش تھے، رسولؐ نے بار بار فرمایا۔ اکیلے علیؑ نے فرمایا: میں آمادہ ہوں تیسری بار پیغمبرؐ نے فرمایا: ہاں! تم ہو۔ لوگ یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے: اے ابوطالبؑ! اپنے بیٹے کی اطاعت کرو، اسی کا حکم دیا گیا ہے۔(۱)

ثعلبی نے الکشف والبیان (شعراء/۲۱۴ کی تفسیر میں) ابو رافع سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قرابتداروں کو ڈراؤ اور تم لوگ میرے قرابتدار ہو۔ ہر نبی مبعوث ہوتا ہے تو اس کے خاندان کی فرد اس کا بھائی، وزیر، وارث، وصی و خلیفہ ہوا۔ اب تم میں کون اٹھ کر میری بیعت کرتا ہے، تا کہ میرا بھائی و وزیر اور میرا وصی ہو، وہ میرے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے، مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ سب چپ رہے۔

رسولؐ نے فرمایا:

اگر تم نہ اٹھے تو یہ منصب تمھارے درمیان سے دوسروں تک چلا جائے گا اور تمھیں پشیمانی ہوگی، آپ نے تین بار فرمایا۔ علیؑ اٹھے اور آپ کی بیعت کی، ان کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے علیؑ کا منھ کھولا۔ اپنا لعاب دہن علیؑ کے منھ میں ڈالا پھر علیؑ کے سینہ پر مل دیا۔

ابولہب بولا: کیا بری چیز چچیرے بھائی کو دی ہے اس نے تمہاری دعوت قبول کی اور تم نے تھوک سے بھر دیا۔

رسولؐ نے فرمایا: میں نے اسے علم و حکمت سے بھر دیا۔

۱۔ کفایہ گنجی ص/۸۹ (ص ۲۰۵۔۲۰۴) نظم درر السمطین (ص ۸۳)

کتاب الشہید الخالد الحسینؑ بن علی (ص ۹) تالیف حسن احمد لطفی میں بھی وہی روایت نقل کی گئی ہے جو چوتھی صورت میں نقل کی گئی۔

کتاب محمد ص ۵۰ (ص ۲۷) تالیف توفیق حکیم میں ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: عرب میں مجھ سے بہتر دعوت کوئی نہیں لایا۔ خدا نے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعوت پر مامور فرمایا ہے، پس کون میری مدد کر کے میرا بھائی، وصی اور میرا خلیفہ بنے گا؟

قریش: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔

اعرابی: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ قبیلہ کا کتا بھی مدد نہ کرے گا۔

علیؑ: یا رسول اللہؐ! میں آپ کی مدد کروں گا اور جس سے آپ جنگ کریں گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔

مقتدر صحافی مسیح انطاکی مصری اپنے قصیدہ علویہ کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

کون میری دعوت پر جواب دے رہا ہے، جو میری مدد کرے گا، وہ میرا بھائی، وزیر اور خلیفہ میرے بعد ہوگا۔ فرزندان عبدالمطلب میں سے سوائے علیؑ کے کسی نے جواب نہیں دیا حالانکہ وہ کمسن تھے بولے: خدا کے رسولؐ میں ہوں۔ رسولؐ نے بٹھا دیا۔ تین بار یہی کہا اور ہر بار علیؑ ہی نے جواب دیا رسولؐ نے کہا: بیٹھ جاؤ، تم میرے بعد میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور خلیفہ ہو۔ تمام لوگ واپس چلے گئے۔

اس قصہ کو پچاس سے زیادہ شعروں میں نظم بھی کیا ہے جسے علامہ امینیؒ نے درج فرمایا ہے (یہ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئے گا) اس کا آخری شعر:

''علی اول دن سے آخر تک رسولؐ کے ساتھ رہے''۔

اسکافی کا اعتراض

اسکافی اپنی کتاب میں پہلی صورت نقل کر کے تبصرہ کرتے ہیں کہ کیا ناسمجھ بچہ اور بے وقوف جوان

انتظام طعام کرسکتا ہے۔کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار نبوت کا امین ہوتا ہے۔کیا عقلمند کے علاوہ بوڑھوں کے درمیان دعوت دی جاتی ہے۔کیا رسول خداؐ ولایت الٰہی کا بار ایسے ہاتھوں تھما سکتے ہیں، جو ابھی حد تکلیف تک بھی نہ پہونچا ہو۔اسے بھائی، وصی، خلیفہ بنا سکتے ہیں کہ وہ کینہ توزوں کی سختیاں بھگتے......؟؟(۱)

اگر علیؑ بچے تھے، تو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے کیوں نہیں تھے، اسلام لانے کے بعد کسی نے ان کو لہو ولعب میں مشغول کیوں نہ دیکھا، لوگ ان پر الزام لگاتے ہیں کہ ان کو ہوس دنیا تھی، بچپنا تھا۔ہم تو اس کے برخلاف دیکھتے ہیں کہ اسلام کے لئے مصمم ارادے کے ساتھ کوشاں ہیں۔ان کی گفتار، محققانہ کردار سے آراستہ تھی، اپنی عفت وزہد سے اسلام کی تصدیق کی، رسولؐ سے بہر حال وابستہ رہے۔دنیا و آخرت میں ان کے امین و مالوف رہے۔اپنی شہوت زیر کر لی تھی، ارمان اور نفس پر ثواب آخرت کی بھرپور چھاپ تھی۔اپنے ایک ارشاد میں ابتدائے بعثت کے حالات بیان فرماتے ہیں۔''جب رسولؐ نے درخت کو بلایا۔وہ جڑ سمیت حاضر ہو گیا۔قریش بولے: یہ چالاک جادوگر ہے۔علیؑ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ! میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لاتا ہوں۔آپ کے معجزہ کی تصدیق کرتا ہوں۔گواہی دیتا ہوں کہ بحکم خدا یہ درخت آپ کے نبوت کی تصدیق کیلئے آیا ہے''۔

کیا اس سے پائدار ایمان ہوسکتا ہے؟ لیکن عثمانیوں کی کینہ توزی اور جاحظ کے انحراف کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

حدیث پر مجرمانہ دست درازی

طبری اپنی تاریخ میں اس واقعہ کی تمام تفصیلات لکھنے کے باوجود اپنی تفسیر میں امانتداری کا ثبوت نہ دے سکے، انہوں نے روایت کو متن وسند کے ساتھ نقل تو کیا لیکن ارشاد رسولؐ کے اس حصے کو جو فضیلت علیؑ اور قبول دعوت سے متعلق تھا بطور اجمال بیان کیا۔انہوں نے لکھا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اس سلسلے

۱۔ النقض علی العثمانیہ ص ۲۷۸

میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا کہ وہ میرا بھائی اور ایسا ایسا ہو (ان یکون اخی و کذا و کذا) پھر ارشاد رسول کو نقل کرنے میں بھی خیانت کا مظاہرہ کیا، لکھتے ہیں: یہ (علیؑ) میرا بھائی اور ایسا ایسا ہے (ان ھذا اخی و کذا و کذا) (۱)

اس مجرمانہ دست درازی میں ابن کثیر نے بھی طبری کی پیروی کی ہے، تاریخ لکھتے وقت ابن کثیر کے پیش نظر تاریخ طبری تھی بلکہ اسی تاریخ پر ان کی تاریخ کا انحصار تھا، لیکن افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ طبری نے آدھا ہی سہی رسول کا فقرہ نقل کیا ہے ابن کثیر تو تمام فقروں کو صاف ہضم کر گئے ہیں۔ (۲)

یہی شرمناک جرم محمد حسین ہیکل نے کیا ہے۔ لکھتا ہے :

''رسولؐ پر وحی ہوئی ''انذر عشیرتک الاقربین'' اور مومنین کے لئے شانہ جھکایئے اور کہہ دیجئے کہ میں نذیر مبین ہوں، اپنی ماموریت کو ظاہر کیجئے اور مشرکین سے بچئے۔ رسولؐ نے اپنے خاندان والوں کو بلایا اپنی بات کہنی چاہی تو ابولہب نے روڑا اٹکا دیا۔ لوگ واپس چلے گئے، دوسرے دن رسولؐ نے دعوت کی، لوگ کھانا کھا چکے تو رسولؐ نے فرمایا: عرب والوں کے لئے مجھ سے بہتر کوئی بھی پیغام نہیں لایا، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، رب نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ تمھیں اس کی طرف دعوت دوں، کون اس معاملے میں میرا ہاتھ بٹائے گا، وہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہوگا تمھارے درمیان۔ سب تتر بتر ہو گئے لیکن علیؑ جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے، بچے تھے، کھڑے ہوئے اور کہا: میں مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ کرے گا میں اس سے لڑوں گا، لوگ ہنسنے لگے، بعض نے قہقہہ لگایا اور ابوطالبؑ کی طرف دیکھا''۔ (۳)

اس نے شروع کا ارشاد رسولؐ برائے علیؑ کہ تم میرے بھائی، وصی، وغیرہ صاف ہضم کر دیا ہے۔ دوسرے اس عبارت کو علیؑ کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ میں آپ کا مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ

۱۔ تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۷۴ (مجلد ۱۱ ج ۹ ص ۱۲۲)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۱/ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۰/ (ج ۳ ص ۵۳)

۳۔ حیاۃ محمد ص ۱۰۴/ (ص ۱۵۸)

کریگا میں اس سے جنگ کروں گا۔ کاش ہیکل مجھے اس کا ماٗخذ بتا دیتے کہ کس موٌرخ یا محدث نے اسے لکھا ہے۔

چونکہ اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اسی لئے ۱۳۵۴ھ کے دوسرے ایڈیشن میں اسے حذف کر دیا ہے۔(۱) وہ پہلے ایڈیشن میں صرف ابن کثیر وغیرہ کے معتقد کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے تھے یا پھر لوگوں نے اسی خیانت پر سرزنش کی ہوگی یا ممکن ہے کہ مصری مکتبوں کا معیار ہی کمزور ہے۔

کچھ بھی ہو، خدا بیدار شعور قائم رکھے، مجھے ان سادہ دل مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے، جو ایسی لچر کتابوں کے آب وتاب کے ساتھ طباعت پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ خاص طور سے مصریوں پر مجھے انتہائی افسوس ہے، یہ باطل کے ہاتھوں بکے ہوئے قلم ہیں۔

﴿قل هل ننبا کم بالاخسرین اعمالاالذین ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعا﴾

''پیغمبر! کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں''۔(۲)

۱۔ حیاۃ محمد ص/۱۳۶

۲۔ (کہف/۱۰۳)

عبدی کوفی

''غدیر خم میں جس وقت احمدؐ پالان شتر کے منبر پر گئے تھے اس جہالت سے باز رہنے کی تاکید کی تھی ،رسولؐ کے گرداگرد بیٹھے ہوئے توجہ سے سنتے ہوئے اصحاب سے فرمایا: اے علیؑ! اٹھو کیونکہ مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں لوگوں کو تبلیغ کر دوں اور میں ہی اس کے لئے مناسب شخص ہوں، میں علیؑ کو اپنے بعد امام وہادی کی حیثیت سے منصوب کرتا ہوں اور علیؑ منصوب شدہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، سب نے ہاتھ پھیلا کر اوپری دل سے آپ کی بیعت کی حالانکہ سب کے دل پھرے ہوئے تھے، سب نے آپ کو نظر انداز کر دیا حالانکہ اس کی وجہ سے نہ تو آپ کی عطا کا ہاتھ رکا، نہ آپ کی گفتار کا اور نہ ہی کینہ وشک کی وجہ سے آپ نے جلد بازی کی۔

آپ اسلام کی چکی کے وہ قطب تھے جس کے بغیر اسلام گردش کر ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ فضل ومرتبہ میں ان کے مماثل نہیں تھے، نہ گھر اور گھرانے کی مشابہت تھی۔

اگر ان کے ہاتھ میں نیزہ تھما دیا جائے تو مد مقابل کی ہتھیلی میں نیزہ تھرتھرانے لگے اور اگر آپ ذرا نیزہ کو تکان دے دیں تو انہیں لرزتے کانپتے بھاگتے ہی بنے، اگر جنگ کیلئے شمشیر نیام سے نکال لیں تو ان کی کھوپڑیاں ''خود'' سے چھپی ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو بچا نہ پائیں۔

جس طرح خیبر کے دن کسی بہادر کو بھی یہودیوں سے بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا، تب مصطفیٰؐ نے غصے میں علم کی سرنگونی پر فرمایا: کل میں ایسے جوان کو علم دوں گا جسے خدا اور اشرف رسل دوست رکھتا ہوگا۔ آپ نے دوسرے دن علم کاندھے پر لے کر دشمنوں کے ہجوم کا سامنا کیا، جہاں چمکتی تلواروں اور نیزوں والے آھنی زرہوں میں لپٹے بہادر تھے، لمبے تڑنگے گھوڑے اپنی ٹاپوں سے گرد اڑا رہے تھے، آپ نے

بڑی آسانی سے انہیں زیر کرلیا۔ اگر پیٹھ دکھاتے تو یہ فتح ہرگز نصیب نہ ہوتی۔

آپ کے وہ فضائل ہیں جنہیں شمار کرنے والے اور لکھنے والے احاطہ کرنے سے قطعی عاجز ہیں جیسے رجعت شمس کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور آفتاب چھپ گیا تھا اور آپ کے لئے یوں نکل آیا کہ جیسے آفتاب غروب نہیں ہوا تھا بلکہ بادل چھا گیا تھا۔

سورۂ براۃ کی خبر بھی حیرت ناک ہے، جو قریب و بعید سے پوشیدہ نہیں اور وہ شب ہجرت غار کی بات کہ آپ آرام سے سو رہے تھے اور آپ کے علاوہ جو تھا اس پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔

آپ ہادی برحق کے بھائی و مددگار ہیں، مظہر حق ہیں، آسمانی کتابوں میں آپ کی ستائش ہے، رسول خداؐ کے پارۂ جگر زہراءؑ کے شوہر ہیں اور ان کے نجیب فرزندوں کے باپ ہیں، ان فرزندوں کے جو راہ خدا میں جد و جہد کرنے والے، خدائی مددگار اور خدائی کام کرنے والے جن سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں، وہ گمراہی کی شب تاریک میں راستہ چلنے والوں کے لئے شہاب ثاقب ہیں۔

جب سے میں نے ان کی وابستگی کا اعلان کیا لوگ مجھے رافضی کہنے لگے اور یہ لقب میرا بہترین نام ہوگیا ہے، آسمان والے کی صلوٰت ہر لحہ ان فاطمہؑ کے فرزندوں پر جو (مشکل کشا ہیں)، ان میں ایک زہر سے شہید کیا گیا اور دوسرا اپنے خون میں آغشتہ زمین گرم پر پڑا ہے اور اس عابد و زاہد پر صلوٰت، پھر باقر العلم جو انتہائے طلب سے قریب ہے اور امام جعفر صادقؑ اور ان کے فرزند موسی کاظمؑ پھر امام رضاؑ اور امام جوادؑ عابد و فعال اور پھر دونوں عسکریؑ (امام علی نقیؑ و حسن عسکریؑ) پھر امام مہدیؑ پر جو شرافت مآب، ہدایت کا جامہ زیب تن کئے ہوئے ہیں، زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، نیز بدکاروں کا قلع قمع فرمائیں گے، جنگ میں بے باک بہادروں کے قائد ہیں، سرکشوں کی ناک رگڑ دیں گے، یہ لوگ اہل ہدایت ہیں، دین کو دنیا کے بدلے بیچنے والے نہیں، اگر ان کا کینہ آگ میں جھونک دیا جائے تو جہنم میں ایندھن کی ضرورت ہی نہ رہے، اے صاحب کوثر! جو دشمنوں کو ٹھنڈے پانی سے منع کریں گے، میں آپ کے عشق میں ملامت کی مصیبت میں پھنسا، پھر تو میں نے اپنے شعر و خطبہ کے داغ دشمنوں کی پیشانیوں پر لگا دیئے، میری صحبت آپ کی محبت وتقوی ہے

،حالانکہ میرے بہت سے دوست ہیں لیکن یہ دونوں دوست بہترین دوست ہیں، آپ قصیدہ عبدی کی داخلیت کو سنوار دیجئے، یہی میری عظیم اجرت ہے، میری فکر حیا وہدایت کا جامہ پہن کر آپ کی طرف مائل ہو رہی ہے اور آپ سے فضل وادب کی طلبگار رہے، میں نے اپنے نفس کو آپ کی مدح کی زحمت میں اس کی معرفت کے ساتھ مبتلا کر لیا ہے کہ اس کی مصیبت میں راحت ہے''۔(۱)

ابن شہر آشوب نے عبدی کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

''علیؑ درمیان خلق صرف محمدؐ کے بھائی ہی ہیں جب قریش نے شبخون مارا تو علیؑ نے رسولؐ کے بستر پر سو کر جان بچائی، رسولؐ نے بھی اس کے بدلے میں میدان غدیر خم میں علیؑ کو اپنی وزارت وخلافت کے لئے منتخب کر لیا''۔(۲)

شاعر کے حالات

کنیت ابو محمد، نام سفیان بن مصعب عبدی کوفی ہے، خانوادۂ آل محمدؐ کے شیدائی تھے، اپنی محبت وشعر کی وجہ سے مقرب اور صدق واخلاق کی وجہ سے مقبول بارگاہ تھے، ان کے شعروں میں فضائل ومناقب امیر المومنینؑ کا ترنم موجزن تھا، مصائب اہل بیتؑ پر مشتمل مرثیے بھی خوب کہتے تھے، انکی شاعری صرف خاصان خدا کیلئے مخصوص تھی۔

کلینیؒ کے مطابق صادق آل محمدؐ نے شعر سنانے کی فرمائش کی۔(۳) خود عبدی کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، امامؑ نے گھر والوں سے کہا: ام فروہ سے کہو کہ مصائب سید الشہداءؑ سنے، ام فروہ پس پردہ آکر بیٹھ گئیں اور میں شعر سنانے لگا:

فروجودی بدمعک المسکوب ....

۱۔۸۶ر اشعار پر مشتمل اس قصیدے کے ابتدائی ۳۹ر اشعار کا ترجمہ والد علام نے نہیں کیا ہے، شاید اس لئے کہ ان کا تعلق غدیر یا فضائل اہل بیت سے نہیں تھا۔

۲۔مناقب ج۱ص۱۸۱ (ج۲ص۷۵)

۳۔روضۃ الکافی (ج۸ص۲۱۵حدیث۲۶۳)

عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا تو شہر والے جمع ہو گئے، امامؑ نے ان سے کہلوا دیا کہ کوئی بات نہیں، بچہ بے ہوش ہو گیا تھا، اسی لئے عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا۔ امامؑ نے ابوعمارہ سے کہا: عبدی کا مرثیۂ حسینؑ پڑھو، میں نے پڑھا تو امام گریہ فرمانے لگے اور گھر سے بھی شور گریہ بلند ہوا۔(۱)

طوسی نے انہیں اصحاب امام صادقؑ میں شمار کیا ہے۔(۲) ان کی ارادت ومودت، خالص ولاء سے آراستہ تھی، چنانچہ امامؑ نے شیعوں کو حکم دیا کہ اپنے بچوں کو شعر عبدی کی تعلیم دو۔(۳)

وہ امامؑ سے مناقب اہل بیتؑ سن کر نظم فرمایا کرتے تھے، ابان بن عمر کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمدؑ کی بارگاہ میں حاضر تھا، اتنے میں عبدی آئے اور پوچھا:

قربان جاؤں، آیۂ ﴿و علی الاعراف رجال یعرفون کلّا بسیما هم﴾ (۴) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس سے مراد بارہ امام ہیں، انہیں پہچانے بغیر کوئی شخص بھی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ پوچھا: اعراف کیا ہے؟ فرمایا: مشک کا تودہ جس پر رسول خداؐ اور ان کے اوصیاء قیام فرمائیں گے اور ہر ایک کو چہرہ دیکھ کر پہچان لیں گے، انہوں نے اجازت لے کر پھر یہ ایک قصیدہ کہا جس کا شعر ہے:

ایار بعهم هل فیک لی الیوم مربع و هل للیال کن لی فیک مرجع

''اے خانۂ محبوب! کیا آج کے دن میرے لئے اس میں جگہ ہے اور راتوں میں تمہاری طرف بازگشت ہو سکتی ہے...؟''۔

آگے یہ تین شعر ائمہؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''آپ حضرات حشر ونشر اور جزا کے مالک ہیں اور آپ ہی پر ہول دن (قیامت) کی پناہ گاہ ہیں اور تمہیں اعراف ہو جو ایک خشک ٹیلہ ہے، اس میں سے آپ لوگوں کی شخصیت کی خوشبو چھلکتی ہو گی آپ

۱۔ کامل الزیارات ابن قولویہ ص ۱۰۵

۲۔ رجال طوسی (ص ۲۱۳ نمبر ۱۶۵)

۳۔ رجال کشی ص ۲۵۴ (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸) ۴۔ اعراف/ ۴۶

اس پر بیٹھے ہوں گے، آپ میں سے آٹھ افراد عرش پر قیام پزیر ہیں جسے فرشتے اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہیں اور چار افراد زمین پر ہدایت خلق فرما رہے ہیں''۔(۱)

اس قسم کی روایات سے عبدی کی شعری عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ امام کے معتمد تھے لہذا ان کی وثاقت پر توقف نہیں کر سکتے جیسا کہ علامہ حلی نے غیر معتمد کہا ہے(۲) اور انہیں حسان کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔(۳) ان پر غلو کا الزام بھی عائد نہیں ہوتا جیسا کہ ابوعمر کشی نے ان کے شعر سے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔(۴) ہم نے تو ان کی شعری کاوش میں صحیح عقیدہ کا ہی اندازہ کیا ہے، ان کی ولایت مخلص اور ان کا تشیع ہر قسم کے کھوٹ سے پاک تھا، کیوں کہ ان کے ہم عصر اصحاب امام انہیں موثق سمجھتے تھے اور متقدمین علماء نے انہیں علماء وفقہاء میں شمار کیا ہے، نشر فضائل آل محمدؐ میں بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا۔

علمی ودینی رسوخ

جو بھی عبدی کی شعری جزالت وروانی، مٹھاس اور عظمت واستواری سے واقف ہے ان کی فنی مہارت کی گواہی دے گا، سید الشعراء حمیری جسے اشعر الشعراء کہے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔
ابوالفرج نے ابوداؤد کا بیان نقل کیا ہے: ایک بزم میں سید حمیری وعبدی جمع ہوئے، سید نے یہ شعر پڑھا:

انی ادین بما دان الوصی به — یوم الخریبه من قتل المحلینا

و بالذی دان یوم النهروان به — و شارکت کفه کفی بصفینا

''میں وصی رسولؐ کے دین پر ہوں خریبہ کے جنگ جمل کے سلسلے میں اور جنگ نہروان میں بھی علیؑ کے دین پر ہوں اور صفین کے سلسلے میں علیؑ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے''۔

عبدی نے کہا: تم نے غلطی کی، اگر علیؑ کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ شریک ہے تو گویا تم ان کے مثل ہو گئے، مشارکت کے بجائے تابعت کہنا چاہیے، تم امام کے تابع ہو شریک نہیں!!

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۸)
۲۔ رجال الحلی (ص ۸۲)
۳۔ تنقیح المقال (ج ۲ ص ۴۰)
۴۔ رجال کشی (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸)

اس واقعہ کے بعد سید اکثر کہتے ہیں: میں عبدی کے سوا سب سے بڑا شاعر ہوں۔(۱)
جو شخص بھی عبدی کے شعر میں غور و فکر کرے گا اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ عبدی حدیثوں سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ وہ دشوار اور نادر احادیث کو بھی نظم کرنے میں پوری طرح مہارت رکھتے تھے، ان کی بلند فکری کا سرچشمہ اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی حدیثیں تھیں جن کا مشاہدہ ان کے اشعار میں کیا جا سکتا ہے۔

ولادت و وفات

ان کی ولادت و وفات کا پتہ نہ چل سکا، نہ اندازہ قائم کرنے کا تحقیقی ثبوت ہی فراہم ہو سکا لیکن صادق آل محمدؑ کے صحابی اور سید کے ساتھ اجتماع سے پتہ چلتا ہے کہ عبدی نے سید حمیری کے بعد بھی زندگی پائی، نیز عبدی کے واقعات ابو داؤد نے بیان کئے ہیں، ابو داؤد کی وفات ۲۳۱ھ (۲) یا کشی کے مطابق ۲۳۰ھ متعین ہوتی ہے۔(۳) کشی نے لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ۷۰ سال زندگی پائی، اس طرح ان کی تاریخ ولادت بقول کشی ۱۶۰ھ اور بقول نجاشی ۱۶۱ھ متعین ہوتی ہے۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدی نے سید کے بعد بھی زندگی پائی۔ اس طرح اعیان الشیعہ کی تحقیق کہ عبدی کی وفات لگ بھگ ۱۲۰ھ میں ہوئی، معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی۔(۴)

شعری نمونہ

انـا روینـا فـی الحدیث خبرا	یعـرفـه سـایـر من کـان روی
ان ابـن خـطـاب اتـاه رجـل	فـقـال : کـم عـدة تطلیق الامـا
فـقـال :یـا حیـدر کـم تـطـلیـقة	لـلامة ؟اذکره فاومی المرتضی

۱۔ الآغانی ج۷ص۲۲ (ج۷ص۲۹۳)
۲۔ رجال نجاشی (ص۱۸۳نمبر۴۸۵)
۳۔ رجال کشی (ج۲ص۶۰۹نمبر۴۸۵)
۴۔ اعیان الشیعہ ج۱ص۳۷۰ (ج۷ص۲۶۷)

باصبعیہ فثنی الوجہ الی سائلہ قال: اثنتان و انثنی
قال لہ: تعرف ھذا؟ قال: لا قال لہ: ھذا علی ذو العلا

....

''میں نے ایک حدیث کی روایت کی جسے تمام راویوں نے بیان کیا ہے:
ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور پوچھا: کنیزوں کی طلاق کا عدہ کتنا ہے؟ انہوں نے علیؑ سے پوچھا: یا حیدرؑ! کنیز کی طلاق کتنی ہے؟ آپ نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا، عمر نے سائل سے کہا کہ کنیز کا عدہ دو طہر ہے، پھر پوچھا: انہیں پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، عمر نے اس سے کہا: یہ بلند مرتبہ علیؑ ہیں''۔

''اور ایک روایت عکرمہ کی ہے جس میں کسی نے شک وشبہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ابن عباس کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے جو علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے، وہ حیران ہو کر رونے لگے، انہوں نے غصہ میں پوچھا: تم میں کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے رسولؐ کو گالی دی اور ظلم و گستاخی کی ہے؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے افضل کائنات علیؑ کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علیؑ کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا میں نے رسول مجتبیٰؐ سے سنا کہ جو شخص علیؑ کو گالی دے اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی پھر چپ ہو گئے''۔

محمد و صنوہ و ابنتہ و ابناہ خیر من تحفی و احتذ ا

....

''محمدؐ اور ان کے صنو ''شجر ہدایت کی شاخ'' ان کی بیٹی اور نواسے بہترین مخلوقات ہیں، ان پر خالق کائنات اور رب مخلوقات کی صلوات، خدا نے ان کو تمام لوگوں میں پاکیزہ، مرتضیٰ کر کے چن لیا اور مجتبیٰ بنایا، یہ پنجتنؑ نہ ہوتے تو نہ آسمان کا شامیانہ ہوتا، نہ زمین کا فرش بچھایا جاتا، خدا ان کی خالص ولا کے بغیر کسی بندے کا عمل قبول نہیں فرمائے گا، ان کے ذکر کے بغیر نماز تمام نہیں، نہ دعا قبول.... اگر یہ اشرف کائنات نہ ہوتے تو جبریل زیر کساء نہ کہتے: کیا میں بھی آپ حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں، انہوں

نے افتخارانہ انداز میں فرمایا: ہاں! اگر کوئی بندہ خدا سے عبادت وتقویٰ کی حالت میں ملاقات کرے اور ولایت علیؑ نہ ہوتو تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے، بلاشبہ جبریل امین نے زمین پر آ کر کراماً کاتبین سے کہا: پاک طینت علیؑ سے کبھی لغزش وخطا نہیں دیکھی اور نہ لکھی گئی''۔(۱)

تشریحات

عبدی کے پہلے واقعہ کو دارقطنی وابن عساکر نے یوں نقل کیا ہے کہ دومرد حضرت عمر کے پاس آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، حضرت عمر وہاں سے اٹھ کر ایک مرد اصلع کے پاس جس کے گرد لوگ حلقہ کئے ہوئے تھے، آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔

حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا کہ طلاق کنیز دو ہے۔انہوں نے کہا: سبحان اللہ! آپ امیرالمومنین ہیں، ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خود ان کے پاس چلے گئے اور ان کے اشارے پر مطمئن ہو گئے۔انہوں نے کہا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں، میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ اگر سات آسمان وزمین کو ایک پلے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں ایمان علیؑ رکھا جائے تو ان کا پلہ گراں رہے گا۔(۲) زمخشری کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خلیفہ ہیں، آپ نے اس مرد سے پوچھا، بخدا! اب کبھی آپ سے بات نہ کریں گے......آخر حدیث''۔

دارقطنی اور ابن عساکر سے گنجی نے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن وثابت ہے۔زمخشری کے طریق سے خوارزمی، ہمدانی، محب طبری اور صفوری نے بھی نقل کیا ہے۔(۳)

دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباس نابینا ہونے کے بعد کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے جو

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۰)
۲۔تاریخ دمشق (ج۱۲ص۲۹۶ حالات امیرالمومنین نمبر۱۸۷)

۳۔کفایہ گنجی ص۱۲۹ (ص۲۵۸ باب ۶۲)؛ مناقب خوارزمی ص۷۸ (ص۱۳۰ حدیث ۱۴۵)؛ مودۃ القربیٰ (مودت ر۷)؛ الریاض النضرۃ ج۱ص۲۴۴ (ج۳ص۱۸۱)؛ نزھۃ المجالس ج۲ص۲۴۰ (ج۲ص۲۰۷)۔

علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے، انہوں نے انگلی پکڑنے والے سے کہا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: علیؑ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ ابن عباس نے کہا: مجھے وہاں لے چلو۔ وہ ابن عباس کو ان لوگوں کے پاس لایا، ابن عباس نے پوچھا: کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے خدا کو گالی دی ، وہ مشرک ہے۔ پوچھا: کس نے رسولؐ کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے رسول خداؐ کو گالی دی وہ کافر ہے۔ ابن عباس نے پوچھا: کس نے علی بن ابی طالبؑ کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علیؑ کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا! میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی اس کو خدا اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ واپس ہوئے تو غلام سے کہا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا : کچھ بھی نہیں! پوچھا: ان کا چہرہ کیسا تھا؟ غلام نے شعر پڑھا:

''ڈھیلی پلکوں سے کن انکھیوں سے ذلیل انداز میں آپ کو دیکھ رہے تھے''۔

ابن عباس نے کہا: قربان جاؤں! پھر پڑھو، اس نے کہا: میرے پاس یہی تھا۔ ابن عباس نے یہ شعر پڑھا:

''یہ زندہ افراد مردوں کے لئے باعث ننگ ہیں اور مردہ افراد اپنے پس ماندگان کے لئے نصیحت ہیں''۔(۱)

عبدی کا شعر:

محـمـد وصـنـوه و ابـنـتـه   و ابـنـاه خير من تحفي و احتذا

تشریح:

ابو ہریرہ کی روایت ہے، رسولؐ نے فرمایا: جب خدا نے ابوالبشر آدمؑ کو پیدا کر کے روح پھونکی تو آدمؑ نے عرش کی داہنی جانب دیکھا، پانچ اشباح سربہ سجود تھے نور کے درمیان۔ آدمؑ نے پوچھا: خدایا! کیا

۱۔ ریاض محب طبری ج۱ص۱۲۶ (ج۳ص۱۱۰)؛ کفایہ گنجی ص۳۷ (ص۸۴،۸۲باب/۱۰)؛ فرائد حموینی باب/۵۶ (ج۱ص۳۰۲ حدیث ۲۴۱)، فصول ابن صباغ ص۱۲۶ (ص۱۲۵)۔

مجھ سے قبل بھی کچھ لوگوں کو خاک سے خلق کیا ہے، یہ اشباح پنجگانہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تیرے پانچ فرزند ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا، جنت و نار، عرش و کرسی، آسمان و زمین، فرشتے، جن وانس کسی کو پیدا نہ کرتا، میں محمود ہوں یہ محمدؐ ہے، میں اعلی ہوں یہ علیؑ ہے، میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ ہے، میں احسان ہوں یہ حسنؑ ہے، میں محسن ہوں یہ حسینؑ ہے۔

مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ میرے پاس ان سے ذرا بھی کینہ لے کر آئے گا اسے جہنم میں جھونک دوں گا، اے آدمؑ یہ میرے منتخب بندے ہیں، انہیں پر نجات و ہلاکت کا انحصار ہے، تمہیں ضرورت ہو تو انہیں سے متوسل ہونا، پس پیغمبرؐ نے حدیث سفینہ فرمائی: **مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق۔**

اسے فرائد حموینی، خطیب خوارزمی، مستدرک، تاریخ خطیب، طبرانی، ابونعیم، عبدالبر، محب الدین طبری نے لکھا ہے۔(۱) امام شافعی نے اپنے اشعار میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کا مذہب انہیں گمراہی کے سمندر میں لئے جا رہا ہے تو خدا کا نام لے کر کشتی نجات پر بیٹھ گیا، جو اہل بیت مصطفیؐ ہیں اور مضبوط رسی جو ان کی ولایت ہے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔(۲)

عبدی کا شعر:

لایقبل الله لعبد عملاً　　　حتی یوالیهم باخلاص الولا

تشریح

ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ ہے: اگر کوئی شخص رکن و مقام کے درمیان حالت نماز و روزہ

۱۔فرایدالسمطین باب۱/(ج۱ص۳۶حدیث۱)؛ مناقب خوارزمی ص۲۵۲(ص۳۱۸حدیث۳۲۰)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۱۵۱(ج۳ص۱۶۳حدیث۴۷۲۰)؛ تاریخ خطیب ج۱۲ص۹۱؛(المعجم الکبیر ج۳ص۴۵حدیث۲۶۳۶)

۲۔رشفۃ الصادی ص۲۴

میں مر جائے لیکن دشمن اہلبیت ہوتو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔(۱)

امالی سمان میں رسول خداؐ سے مروی ہے: اگر بندہ سات ہزار سال عبادت کر کے خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ دشمن علیؑ ہوتو خدا تمام بھلائیوں سے محروم کر دے گا۔(۲)

خوارزمی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اگر کوئی عمر نوحؑ پائے، کوہ احد کے برابر سونا انفاق کرے، پھر ہزار سال تک حج کرے پھر درمیان صفا و مروہ مظلوم قتل کیا جائے اور تمہارا دشمن ہوتو کبھی بوئے بہشت نہ سونگھے گا۔(۳)

رسولؐ نے ام سلمہ سے فرمایا: اسے پہچانتی ہو؟ کہا: ہاں! یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔فرمایا: ان کی خصلت میری خصلت، ان کا خون میرا خون ہے، یہ میرا گنجینۂ دانش ہے۔سنو! گواہ رہنا کہ اگر بندہ ہزار سال تک رکن و مقام کے درمیان عبادت کرتا رہے لیکن محبت علیؑ نہ ہوتو اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(۴)

تاریخ ابن عساکر میں جابر سے مروی ہے: اگر میری امت اس قدر روزہ رکھے کہ کثرت روزہ کی وجہ سے سوکھ کر لکڑی کے مانند ہو جائے، اتنی نمازیں پڑھے کہ کثرت رکوع کی وجہ سے اس کی کمر مثل کمان ہو جائے لیکن تمہارا دشمن ہوتو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۵)

عبدی کا شعر:

ولا یتم لامرء صلاته الا بذکراهم ولا یزکو الدعا

۱۔مستدرک حاکم ج۳ص۱۴۹ (ج۳ص۱۶۱حدیث۱۲)؛ معجم الاوسط ج۳ص۱۲۲حدیث۲۲۵ مجمع الہیثمی ج۹ص۱۷۲؛ صواعق محرقہ ابن حجر (ص۲۳۲)؛ اعجب ما رأیت ج۱ص۸، الشرف المؤبد ص۹۶، (ص۲۰۱) رشفۃ الصادی ص۴۳

۲۔مسند شمس الاخبار ص۴۰ (ج۱ص۱۰۷) ۳۔مناقب خوارزمی ص۳۹ (ص۶۷حدیث/۴۰)

۴۔کفایۃ الطالب (ص۳۱۲باب/۸۶)

۵۔تاریخ دمشق (ج۱۲ص۱۴۳)؛ کفایہ گنجی ص۱۷۹ (۳۱۸باب/۸۷)؛ مناقب مغازلی (ص۲۹۷حدیث۳۴۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر۱ (ج۱ص۵۱حدیث۱۶)؛ شمس الاخبار ص۳۳ (مسند شمس الاخبار ج۱ص۹۰)

اس سلسلے میں کتب فقہ وتفسیر میں بے شمار روایات ہیں کہ بغیر آل محمدؑ پر صلوت کے نماز مقبول نہیں ،ابن حجر(۱) نے "ان الله و ملائکته " کے ذیل میں اخبار صحیحہ نقل کی ہیں:

جب رسول اسلامؐ سے پوچھا گیا کہ آپ پر کیسے درود وسلام بھیجا جائے تو آپ نے اپنی آل کو شامل کرنے کی تاکید فرمائی ،پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ واضح دلیل ہے کہ اس آیت سے آل محمدؑ پر صلوٰت بھی مامور الٰہی ہے اور آل محمدؑ ان کے قائم مقام ہیں کیونکہ رسولؐ پر صلوٰت کا مطلب ان کی اور ان کے آل کی مزید تعظیم ہے،اسی لئے زیر کساء آپ کی دعا تھی "اللھم انھم منی و انا منھم فاجعل صلواتک وبرکاتک ورحمتک و مغفرتک و رضوانک علی و علیھم "(۲) خدایا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں پس تو اپنی صلوات، برکت، رحمت، مغفرت اور رضوان قرار دے میرے اوپر اور انکے اوپر۔اور اس دعا کے قبول ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ رسولؐ نے مومنین سے فرمائش کی ہے: میرے ساتھ ان پر صلوات پڑھو۔آپ سے روایت ہے کہ لا تصلوا علی الصلوة البتراء (مجھ پر دم کٹی صلوات نہ پڑھو)۔پوچھا گیا: دم کٹی صلوات کیا؟ فرمایا: "اللھم صل علی محمد" کہہ کے خاموش نہ ہو جاؤ بلکہ آل محمدؑ کو بھی شامل کرو،اس کے بعد شافعی کے دو شعر نقل کئے ہیں:

یا اھل بیت رسول الله حبّکم فرض من الله فی القرآن انزله

کفاکم من عظیم القدر انّکم من لم یصلّ علیکم لاصلوة له

"اے اہلبیتؑ رسول خداؐ! تمہاری محبت خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہے،تمہاری عظیم منزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر نماز میں صلوات نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں"۔(۳)

ابن حجر کا بیان ہے: ممکن ہے شعر کا آخری جملہ "لاصلوٰة له" کا مطلب یہ ہو کہ نماز درست نہیں اس لئے پہلے شعر میں کہا ہے کہ تمہاری محبت فرض ہے یا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نماز کامل نہیں!!

۱۔صواعق ص ۸۷ (ص ۱۴۶)

۲۔مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۴۵۵ حدیث ۲۶۲۰۶)

۳۔زرقانی نے شرح المواہب ج ۷ ص ۷ پر اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ (ص ۱۴۸)

ابن حجر صواعق میں کہتے ہیں کہ دار قطنی اور بیہقی کے حوالے سے حدیث نقل ہے: جو مجھ پر صلوٰت پڑھے اور آل کو چھوڑ دے وہ صلوات مقبول نہیں۔ یہ حدیث شافعی کے قول کو مستند بناتی ہے کہ اہلبیت پر صلوٰت نماز کی طرح واجب ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ لہذا اس کا استناد اس متفق علیہ حدیث پر ہے: ''**قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد**'' اس میں ''قولوا'' امر ہے اور امر قول صحیح کے مطابق وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آل محمدؐ پر صلوات منصب عظیم ہے اس لئے اس کو خاتمۂ تشہد قرار دیا گیا ہے۔ یہ عظمت، آل محمدؐ کے سوا دوسرے کو حاصل نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حب آل محمدؐ واجب ہے۔ پھر کہا ہے کہ اہل بیتؑ پانچ باتوں میں رسولؐ کے شریک ہیں:

۱۔ تشہد میں صلوٰت

۲۔ سلام

۳۔ طہارت

۴۔ تحریم صدقہ

۵۔ محبت (۲)

تفسیر نیشاپوری میں آیہ مودۃ کے ذیل میں لکھا ہے کہ آل محمدؐ کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ تشہد ناقص رہ جائے اگر ان پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔ (۳) ذخائر العقبیٰ میں جابرؓ کا قول ہے کہ اگر میں نماز میں آل محمدؐ پر درود نہ پڑھوں تو اسے غیر مقبول سمجھتا ہوں۔ (۴)

قاضی عیاض نے شفا میں ابن مسعود کی روایت لکھی ہے، رسولؐ نے فرمایا: جو میری آل پر درود کے بغیر نماز پڑھے وہ نماز مقبول نہیں۔ (۵) خفاجی نے شرح شفا میں قیمتی افادات فرمائیں ہیں۔ (۶) نیز اس سلسلے

۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۹ (ص ۲۳۴-۲۳۳)

۲۔ تفسیر رازی ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۲۷ ص ۱۶۶)

۳۔ غرائب القرآن (مجلد ۱۱ ج ۲۵ ص ۳۵)

۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۹

۵۔ الشفا شریف حقوق المصطفیٰ (ج ۲ ص ۱۴۷)

۶۔ (شرح شفا ج ۳ ص ۵۰۰-۵۰۵)

میں مجمع ہیثمی میں بریرہ سے یہ فقرے نقل ہیں، رسولؐ سے ہم نے پوچھا: سلام تو جان گئے، صلوات کیسے پڑھیں؟ فرمایا: یوں کہو "**اللھم اجعل صلوتک و برکاتک و رحمتک علی محمدؐ و آل محمدؐ کما آل ابراھیمؑ انک حمید مجید**"۔(۱)

عبدی کا شعر

و ان جبریل الامین قال لی عن ملکیہ الکاتبین مذدنا

خطیب بغدادی عمار یاسر سے نقل کرتے ہیں، رسول اسلامؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ کے دونوں محافظ فرشتوں کے مقابلے فخر کر رہے تھے کہ انہیں علیؑ پر متعین کیا گیا ہے کیونکہ جو کام موجب خشم خدا ہوا سے خدا کی بارگاہ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے: ہرگز پیش نہیں کیا جاتا۔(۲)

عبدی کا شعر

و لا یذکو الدعا.......... ....

یہ اس طرف اشارہ ہے جسے دیلمی نے اخراج کیا ہے کہ دعا حجاب میں رہتی ہے جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۳) ابن حجر نے اسے صواعق میں بھی لکھا ہے۔(۴) طبرانی نے اوسط میں امیرالمومنینؑ سے روایت نقل کی ہے: ہر دعا حجاب میں رہتی ہے جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۵)

۱۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۳

۲۔ تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۴۹؛ مناقب ابن مغازلی ص ۱۲۷ حدیث ۱۶۸؛ مناقب خوارزمی ص ۲۵۱ (ص ۱۶۔۳۱۵ ح ۳۱۵)؛ شمس الاخبار ص ۳۶ (ج ۱ ص ۹۷)

۳۔ الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۳۵۵ ح ۴۷۵۴

۴۔ صواعق محرقہ ص ۱۴۸ (ص ۸۸)

۵۔ المعجم الاوسط ج ۱ ص ۴۰۸ ح ۷۲۵

بیہقی، ابن عساکر اور شرح شفا خفاجی میں ہے کہ دعا و نماز زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں بلند ہوتی جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۱)

عبدی کا شعر

لو لم یکونوا خیر من وطی الحصا　　　وقال جبریل لهم تحت العبا

اس میں صحیح و متواتر اور متفق علیہ حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ زیر کساء جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو رسولؐ نے جگہ دی۔(۲)

عبدی کے اشعار

''آل نبیؐ مناقب و فضائل کے حامل ہیں، کور دلوں کو روشنی اور خستہ حالوں کی دستگیری کرتے ہیں، یہ سچے اور محاسن میں سبقت کرنے والے ہیں، ان کی ولایت خدا کی طرف سے قرآن میں واجب قرار دی گئی ہے، یہ صراط مستقیم ہیں، ان کی راہ پر چلنے والے رستگار اور کچھ ان سے منحرف ہیں۔ صدیقہؑ، صدیق کے لئے خلق فرمائی گئی ہیں، جن میں شریفانہ مناسبت پائی جاتی ہے، یہ ایک دوسرے کے لئے چن لئے گئے تھے، تمام گندگیوں سے پاک تھے، ان دونوں کے نام ظل عرش میں متقارب سطروں کے ساتھ مرقوم ہیں، خدا صدیقہؑ کے عقد کا ولی تھا اور جبریل خطبہ خواں تھے، ان کا مہر روئے ارض کا پانچواں حصہ تھا جو تمام عطایا میں سب سے بہتر تھا، ان پر طوبیٰ کے شاداب پھل نثار کئے گئے''۔(۳)

صادقون سے آیۂ ''**کونوا مع الصادقین**'' کی طرف اشارہ ہے۔ تاریخ ابن عساکر وغیرہ میں جابر سے مروی ہے کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: یعنی علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ۔(۴)

۱۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۶ ح ۱۵۷۵، ۱۵۷۶؛ شرح شفا ج ۳ ص ۵۰۶

۲۔ اسعاف الراغبین ص ۱۰۷؛ نور الابصار ص ۱۱۲ (ص ۲۲۶)　　۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۰)

۴۔ تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۳۰۷؛ کفایۃ الطالب ص ۱۱۱ (ص ۲۳۶ باب ۶۲)؛ در منثور ج ۳ ص ۲۹۰ (ج ۴ ص ۳۱۶)

اور تذکرۂ سبط ابن جوزی میں ہے کہ ابن عباس کہتے تھے: علیؑ سید الصادقین ہیں۔(۱)

عبدی کا مصرع "السابقون الی الرغائب" میں آیۂ "السابقون السابقون" کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار اور علیؑ کے لئے نازل ہوئی اور ہر امت کے سابق سے علیؑ افضل ہیں۔ ابوحاتم کے یہاں حزقیل کے بجائے یوشع بن نون کا نام ہے۔ دیلمی نے عائشہ سے اور ابن ضحاک، طبرانی، ثعلبی، ابن مردویہ اور ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے: سابق تین ہیں، موسیٰ کے سابق "یوشع بن نون"، عیسیٰ کے سابق صاحب یاسین اور محمدؐ کے سابق علیؑ ہیں۔(۲)
ثعلبی میں ہے کہ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیؑ افضل ہیں۔

کفایہ گنجی میں ہے: امتوں کے سابق تین ہیں جنہوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا: علیؑ، صاحب یٰسین، مومن آل فرعون۔ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیؑ سب سے افضل ہیں۔ یہ سند معتبر اور لائق احتجاج ہے۔(۳)

عبدی کا شعر:

فولاهم فرض من الرّ — حمان في القرآن واجب

اس میں آیۂ مودت (قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ) کی طرف اشارہ ہے، جسے بے شمار محدثین ومفسرین نے لکھا ہے، ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ان میں احمد بن حنبل، ابن منذر،

۱۔ تذکرۃ الخواص ص۱۰ (ص۱۶)

۲۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج۲ ص۴۲۱ حدیث ۳۸۶۶)؛ المعجم الکبیر (ج۱۱ ص۷۷ حدیث ۱۱۱۵۲)؛ مناقب ابن مغازلی (ص۳۲۰ حدیث ۳۶۵)

۳۔ کفایۃ الطالب ص۴۶ (۱۲۳ باب ۲۴)؛ الدر المنثور ج۶ ص۱۵۴ (ج۸ ص۶)؛ الصواعق المحرقۃ ص۷۴) (۱۲۵)؛ تذکرۃ الخواص ص۱۱ (ص۱۷)؛ ریاض النضرۃ ج۱ ص۱۵۷ (ج۳ ص۹۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۰۲۔

ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، ثعلبی، ابونعیم، ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آیۂ مودت کے لئے پوچھا گیا کہ کس کی مودت واجب قرار دی گئی ہے؟ تو فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹوں کی۔ (۱)

ابوعبداللہ ملا لکھتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: میری رسالت کا اجر تمہارے خدا نے میرے اہل بیتؑ کی مودت کو قرار دیا ہے اور میں کل قیامت میں تم سے اس کا سوال کروں گا۔ (۲)

جابر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی خدمت رسولؐ میں آیا اور کہا: مجھے اسلام بتائیے؟ فرمایا: کہو "**لا الہ الا اللہ وحدہ، لاشریک لہ، ان محمد عبدہ و رسولہ**" اعرابی نے کہا: کیا آپ مجھ سے اس کی اجرت بھی طلب کریں گے؟ فرمایا: صرف قرابتداروں کی محبت۔ پوچھا: میرے قرابتدار یا آپ کے قرابتدار؟ فرمایا: میرے قرابتدار۔ کہنے لگا: لائیے میں آپ کی بیعت کروں۔ جو بھی آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت۔ رسولؐ نے آمین کہی۔ (۳)

ابوامامہ باہلی کہتے ہیں: رسول اسلامؐ نے فرمایا: خدا نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور مجھے ایک درخت سے، میں جڑ ہوں علیؑ اس کی شاخ ہیں، فاطمہؑ اس کا پھول ہیں اور حسنینؑ اس کے پھل ہیں، جو بھی اس کی کسی ٹہنی سے وابستہ ہوگیا نجات پا گیا اور جس نے نفرت سے منھ موڑا ہلاک ہوگیا اور اگر کوئی بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار ہزار سال عبادت کرتا رہے اور ہم سے وابستہ نہ رہے تو اوندھے

۱۔ مناقب علی (ص ۱۸۷ حدیث ۲۶۳)، المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۳۵۱ حدیث ۱۲۲۵۹)؛ الکشف والبیان تفسیر آیہ ۲۳ شوریٰ؛ مناقب ابن مغازلی (ص ۳۰۹۔۳۰۷ حدیث ۳۵۲)؛ ذخائر محب طبری ص ۲۵؛ کشاف زمخشری ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۴ ص ۲۲۰۔۲۱۹)؛ فرائد حموینی (ج ۲ ص ۱۳ حدیث ۳۵۹ باب ۲)؛ مطالب السؤل ص ۸؛ تفسیر رازی (ج ۲۷ ص ۱۶۶)؛ تفسیر ابوسعود (ج ۸ ص ۳۰)؛ مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر رازی ج ۷ ص ۶۶۵؛ تفسیر ابوحیان ج ۷ ص ۵۱۶؛ تفسیر نسفی ج ۴ ص ۹۹ (ج ۴ ص ۱۰۵) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۸؛ فصول المہمہ ص ۱۲ (ص ۲۷) کفایہ گنجی ص ۳۱ (ص ۹۱ باب ۱۱)؛ المواہب اللدنیہ (ج ۳ ص ۳۵۸)؛ غرائب القرآن (مجلد ۱۱ ج ۲۵ ص ۳۵)؛ شرح المواہب زرقانی ج ۷ ص ۳، ۲۱؛ صواعق محرقہ ص ۱۰۱، ۱۳۵ (ص ۱۷۰، ۲۲۷)؛ احیاء المیت سیوطی مطبوع بر حاشیہ الاتحاف ص ۲۳۹؛ نور الابصار ص ۱۱۲ (ص ۲۲۷)؛ الاسعاف مطبوع بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۰۵۔

۲۔ وسیلۃ المتعبدین ج ۵ ص ۱۹۹؛ ذخائر محب طبری ص ۲۵، صواعق محرقہ ص ۱۰۲، ۱۳۶ (۱۷۱، ۲۲۸)

۳۔ کفایہ گنجی ص ۳۶ (ص ۹۰ باب ۱۱)

منھ جہنم میں جائے گا۔ پھر آیۂ مودت کی تلاوت فرمائی۔(۱)

احمد اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے آیہ " ومن یقترف حسنہ" کا مطلب آل محمدؐ کی مودت کو بتایا ہے۔(۲)

ابوالشیخ ابن حیان نے اپنی کتاب "الثواب" میں واحدی کے طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہم آل حم، ہیں صرف مومن ہی ہماری مودت کا تحفظ کرے گا، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی۔(۳)

ابوطفیل نے امام حسنؑ کے خطبے کی حکایت کی ہے: حمد وثنائے الٰہی، رسولؐ، وصی رسولؐ، صدیقین و شہداء پر صلوٰت کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا جس سے اول و آخر میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا، رسولؐ نے علم عطا فرمایا اور جبریل ومیکائیل نے دائیں بائیں ان کی مدد کی اور خدا نے فتح عطا فرمائی۔ خدا نے ان کی روح اس رات قبض فرمائی جس رات وصی موسیٰ کی روح قبض کی اور اسی رات روح کو بلند کیا جس رات عیسیٰؑ کو بلند کیا تھا، یہ وہی رات ہے کہ خدا نے فرقان نازل فرمایا، بخدا! انہوں نے سونا، چاندی کچھ نہ چھوڑا، اپنے بیت المال میں صرف ساڑھے سات سو درہم ام کلثوم کے لئے خادم خریدنے کی غرض سے چھوڑا ہے۔

پھر فرمایا: "جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے، میں حسن بن علیؑ ہوں۔ پھر آیۂ قرآنی تلاوت فرمائی: ﴿واتبعت ملة آبائی ابراهیم اسحاق و یعقوب﴾(۴) میں اپنے

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر (ج۱۲ص۱۴۳)؛ شواھد التنزیل حسکانی (ج۲ص۲۰۳ حدیث ۸۳۷)؛ کفایۃ الطالب ص۷۸؛ (ص۳۱۷ باب ۸۷)

۲۔ فضائل الصحابہ (ج۲ص۶۶۹ حدیث ۱۱۴۱)؛ احیاء المیت مطبوع بر حاشیہ الاتحاف ص۲۳۹؛ مناقب ابن مغازلی (ص۳۱۶)؛ الرشفۃ ص۲۳؛ الشرف المؤبد ص۹۵ (ص۱۹۹)؛ الفصول ص۱۳ (ص۲۷)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱ (ص۱۷۰) درمنثور ج۶ص۷ (ج۷ص۳۴۸)

۳۔ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰، ۲۲۸)؛ جواہر العقدین (ص۲۳۸)

۴۔ (یوسف/۳)۔

آباء واجداد ابراہیمؑ، اسحقؑ، یعقوبؑ کی پیروی کرتا ہوں، میں فرزند بشیر ونذیر، فرزند پیغمبر ہوں، میں فرزند نمائندۂ الٰہی ہوں، فرزند سراج منیر ہوں، میں فرزند رحمۃ للعالمین، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں، جسے خدا نے اچھی طرح پاک کیا، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جسکی مودت فرض ہے اور خدا نے آیۂ مودت نازل فرمائی''۔

زرندی کے الفاظ ہیں: ''میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جس کے یہاں جبریل آتے جاتے رہے، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جس کی مؤدت ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہمارے ہی بارے میں ''**قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی**'' و''**و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا**'' نازل ہوئی ہے اور آیۂ ''**و من یقتر ف حسنۃ**'' میں اقتراف حسنہ ہم اہل بیتؑ کی مودت ہے''۔(۱)

تفسیر طبری میں ابودیلم سے مروی ہے: سید سجادؑ اسیر ہوکر دروازۂ دمشق پر پہونچے تو ایک شخص نے کہا: اس خدا کا شکر جس نے تمہیں قتل کر کے فتنہ ختم کیا۔ سید سجادؑ نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ کہا: ہاں! فرمایا: کیا آل حم بھی پڑھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم نے آیۂ مودت نہیں پڑھی؟ بولا: کیا تم ہی رسولؐ کے قرابتدار ہو؟ فرمایا: ہاں۔(۲)

طبری نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ کے قرابتدار سے مراد فاطمہؑ ہیں۔ ان دونوں راویوں کے علاوہ سدی سے ابوحیان نے اپنی تفسیر میں اور سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا ہے۔(۳)

فخر الدین رازی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ آل محمدؐ وہی ہیں جن کا معاملہ رسولؐ کے سپرد ہے اور

۱۔ دررالسمطین (ص۱۴۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۱۱ (ج۱۶ص۳۰ خطبہ/۳۱)؛ مجمع الزوائد ھیثمی ج۹ص۱۴۶؛ الفصول ابن صباغ ص۱۶۶ (ص۱۵۹، ۱۵۸)؛ کفایہ گنجی ص۳۲ (ص۹۳ باب ۱۱)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰۔۲۲۸)؛ نزھۃ المجالس ج۲ص۲۳۱؛ الرشفۃ حضرمی ص۴۳؛ مقاتل الطالبین (ص۶۲)؛ سنن نسائی (ج۵ص۱۱۲ حدیث/۸۴۰۸)

۲۔ تفسیر طبری ج۲۴ص۱۶ (مجلد۱۳ ۲۵۱ص۲۵)؛ تفسیر ثعلبی (تفسیر سورۂ شوری آیہ/۲۳)؛ تفسیر ابوحیان ج۷ص۵۱۶؛ درمنثور ج۶ص۷ (ج۷ص۳۴۸)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰، ۲۸۸)؛ شرح المواہب زرقانی ج۷ص۲۰

۳۔ تفسیر طبری ج۲۴ص۱۶، ۱۷

جس کا تعلق شدید اور کامل تر ہو وہ آل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فاطمہؑ، علیؑ و حسنینؑ کا تعلق رسولؐ سے استوار ترین ہے اور جب یہ بات مسلم و متواتر طریقہ سے معلوم ہوگئی تو ان کا آل ہونا بھی ثابت ہوگیا(۱)۔ مناوی، حافظ زرندی سے روایت کرتے ہیں: تمام علماء و مجتہدین اور ہادیان برحق ولایت آل محمدؐ سے سرشار ہیں کیونکہ خدا نے آیۂ مودت اتاردی ہے۔(۲)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری نے کہا: '' وقفوهم انهم مسئولون'' کا مطلب ہے کہ ولایت علیؑ پوچھی جائے گی۔ یہی واحدی کہتے ہیں کہ کیونکہ خدا نے حکم دیا کہ تمام لوگوں سے کہہ دیں کہ تبلیغ رسالت کا اجر صرف مودۃ القربیٰ ہے، ان سے یہی پوچھا جائے گا، حق موالات اولیاء جس کی وصیت رسول نے کی تھی اسے ضائع کیا۔(۳)

صواعق میں ابن عربی کا شعر درج ہے:(۴)

رأيت ولائي آل طه فريضة   على رغم اهل البعد يورثني القربا

فما طلب المبعوث اجرا على الهدى   بتبليغه الا المودة في القربى

ابن صباغ نے کسی کے اشعار لکھے ہیں:(۵)

هم العروة الوثقى لمعتصم بها   مناقبهم جائت بوحي و انزال

مناقب في شورى و سورة هل اتى   وفي سورة الاحزاب يعرفها التالي

و هم آل بيت المصطفى فوداهم   على الناس مفروض بحكم و اسجال

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے:

و هم القوم من اصفاهم الود مخلصا   تمسک في اخراه بالسبب الاقوى

هم القوم فاقوا العالمين مناقبا   محاسنهم تجلى و آثارهم تروى

۱۔ تفسیر رازی ج۷ص ۳۹۰ (ج۲۷ص ۱۶۶)
۲۔ (نظم درر السمطین ص ۱۰۹)
۳۔ صواعق محرقہ ص ۸۹ (۱۴۹)
۴۔ صواعق محرقہ ص ۱۰۱ (۱۷۰)
۵۔ الفصول ص ۱۳ (ص ۲۸۔۲۷)

موالاتهم فرض و حبهم هدی　　و طاعتهم ودّ وودّ هم تقویٰ

شبلنجی نے ابن جبیر کے اشعار لکھے ہیں: (۱)

احب النبی المصطفی و ابن عمه　　علیا و سبطیه و فاطمة الزهراء

هم اهل بیت اذهب الرجس عنهم　　و اطلعهم افق الهدیٰ انجماًزهرا

موالاتهم فرض علی کل مسلم　　و حبهم اسنی الذخائر للاخریٰ

و ما انا للصحب الکرام لمبغض　　فانی اری البغضاء فی حقهم کفراً

عبدی کا شعر

و هم الصراط فمستقیم　　فوقه ناج و ناکب

ثعلبی نے ''الکشف والبیان'' میں " اهدنا الصراط المستقیم" کے ذیل میں مسلم بن حیان کے توسط سے ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے: ''وہ محمد وآل محمد کا راستہ ہے''۔(۲) ابن عباس کہتے ہیں: لوگو! یوں کہو کہ ہمیں محبت اہل بیتؑ کی ہدایت فرما۔(۳)

فرائد حموینی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس آیت "ان الذین لا یومنون بالآخرة عن الصراط لناکبون" کے بارے میں کہا: ہم اہل بیتؑ کی ولایت ہی صراط ہے۔(۴)

مناقب خوارزمی میں ہے: صراط دو ہیں: ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں۔ صراط دنیا علیؑ ہیں اور صراط آخرت ''پل صراط'' ہے جو صراط دنیا کو پہچان لے گا وہ صراط آخرت سے آسانی سے گذر جائے گا، اس کی وضاحت حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے، فرمایا: پل صراط پر وہی ثابت قدم رہے گا جو میرے اہل بیتؑ واصحاب کی شدید محبت میں گرفتار ہو۔(۵)

۱۔ نور الابصار ص ۱۳ (۲۳۳-۲۳۲)　　۲۔ تفسیر کشف والبیان تفسیر آیہ ۶ الحمد

۳۔ تفسیر وکیع　　۴۔ فرائد السمطین (ج ۲ ص ۳۰۰ حدیث ۵۵۶)

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۳۰۲ نمبر ۱۷۹۱)؛ صواعق محرقہ ص ۱۱۱ (ص ۱۸۷)

حموینی نے صادق آل محمد کا قول نقل کیا ہے: ''ہم خیرۃ اللہ، طریقۂ واضح اور صراط مستقیم ہیں۔(۱) جو خدا کے راہ مستقیم سے وابستہ ہوا اس نے راہ خدا کو پالیا''۔ جیسا کہ ابو سعد نے حدیث رسولؐ بیان کی: میں اور اہل بیتؑ درخت جنت ہیں، اس کی شاخ دنیا میں ہے جو اس سے وابستہ ہوا، راہ خدا پا گیا۔(۲)

عبدی نے صدیقہ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ زبان رسولؐ سے دیا گیا فاطمہؑ کا لقب ہے، حضرت علی نے فرمایا: رسولؐ نے کہا: مجھے تین باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ کسی کو بھی نہیں عطا ہوئیں، میرے جیسا داماد کسی کو عطا نہیں کیا گیا، فاطمہؑ صدیقہ جیسی میری بیٹی تمہیں زوجہ ملی اور تمہیں حسنؑ و حسینؑ جیسے تمہارے صلب سے میرے فرزند عطا ہوئے، تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔(۳)

عائشہ سے مروی ہے: میں نے فاطمہؑ سے زیادہ صادق لہجہ والی عورت نہیں دیکھی مگر یہ کہ انہیں کے والد جو انہیں کی طرح صادق اللہجہ ہیں اور یہ انہیں کی بیٹی ہیں۔(۴)

عبدی نے صدیق کا بھی لفظ استعمال کیا ہے جس سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور آپ کا یہ مخصوص لقب ہے۔

ریاض محبّ طبری میں ہے کہ رسولؐ نے آپ کا نام صدیق رکھا۔(۵) خجندی نے کہا ہے کہ آپ کا لقب صدیق اکبر اور یعسوب الامۃ ہے، اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں:

۱۔ ابن نجار و احمد نے مناقب میں ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ لکھی ہے: ''صدیق تین ہیں: حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار آل یٰسین، علی بن ابی طالبؑ اور علیؑ ان میں افضل ہیں''۔(۶)

۱۔ فرائد السمطین (ج ۲ ص ۲۵۴ حدیث ۵۲۳ باب ۴۸) ۲۔ شرف النبوۃ (ص ۲۵۱)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶

۳۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۱۵۲)

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۴۲؛ استیعاب ج ۴ ص ۳۷۸۔۳۷۷ (القسم الرابع ص ۱۸۹۶ نمبر ۴۰۵۷)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۴۴، تقریب الاسانید و شرح ج ۱ ص ۱۵۰؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۱..... ہیثمی کے بقول سارے راوی معتبر ہیں۔

۵۔ الریاض النضرۃ (ج ۳ ص ۹۵۔۹۴)

۶۔ مناقب علی (ص ۱۳۱ حدیث ۱۹۴)؛ معرفۃ الصحابۃ ابونعیم (ج ۱ ص ۳۰۲)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۳۱)؛ ریاض طبری ج ۲ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۹۴)؛ کفایہ گنجی ص ۴۷ (ص ۱۲۴ باب ۲۴)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۱۱ ص ۶۰۱ حدیث ۳۲۸۹۷)؛ صواعق ابن حجر ص ۴۷ (۱۲۵)

۲۔رسولؐ نے فرمایا: یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا، قیامت میں سب سے پہلے مصافحہ کرے گا ،صدیق اکبر اور اس امت کا فاروق ہے، حق و باطل میں فرق کرے گا، یہ یعسوب المومنین ہے، یہ میری طرف آنے کا دروازہ ہے، میرا خلیفہ ہے میرے بعد.....۔(۱)

۳۔ابن عباس سے اور ابوذر سے مروی ہے: میں نے رسول کو فرماتے سنا: یا علیؑ تم صدیق اکبر اور فاروق ہو، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے۔ بعض میں یعسوب المومنین کا بھی اضافہ ہے۔(۲)

ابن ابی الحدید نے ابورافع کا بیان نقل کیا ہے: جب ہم ابوذرؓ کو ربذہ جاتے ہوئے الوداع کہنے آئے تو انہوں نے مجھ سے اور میرے ہمراہ موجود تمام لوگوں سے کہا: جلد ہی فتنہ ظاہر ہوگا خدا سے ڈرنا اور اپنے بزرگ علی بن ابی طالبؑ کی پیروی کرنا کیونکہ میں نے رسول کو فرماتے سنا: اے علیؑ! تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے، آخرت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرو گے، تم صدیق اکبر، حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق، تم یعسوب مومنین ہو، کافروں کا یعسوب مال ہے، تم میرے بھائی، وزیر ،پسماندگان میں بہترین، میرا وعدہ وفا کرنے والے ہو۔(۳)

۴۔رسولؐ نے فرمایا: معراج میں مجھ سے رب نے فرمایا: اپنی امت میں کس کو خلیفہ بنا کے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: خدایا! تو جانتا ہے۔ خدا نے فرمایا: میں نے تجھے رسالت کے لئے چن لیا، اپنے نفس کے لئے اصطفیٰ کیا، تو میرا نبی ہے، میری بہترین مخلوق ہے۔ پھر صدیق اکبر، طاہر، مطہر جسے میں نے تیری طینت سے خلق کیا، تیرا وزیر بنایا، وہ تیرے سبطین، دونوں سید، دونوں شہید، دونوں طاہر، دونوں جوانان جنت کے سردار کا باپ ہے، اس کی زوجہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، تم درخت ہو علیؑ شاخ ہے فاطمہ پتی، حسنین پھل ہیں، ان دونوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور تمہارے شیعوں کو تم سے

۱۔المعجم الکبیر طبرانی (ج ۶ ص ۲۶۹ حدیث ۶۱۸۴)؛ بیہقی، عدنی، کنز العمال ج ۶ ص ۵۶ (ج ۱۱ ص ۶۱۶ ح ۳۲۹۹۰) کفایہ گنجی ص ۷۹ (ص ۱۸۷ باب ۴۴)، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۲؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۳)

۲۔ریاض محب طبری ج ۲ ص ۱۵۵ (ج ۳ ص ۹۶)؛ فرائد حموینی باب ۲۴ (ج ۱ ص ۱۴۰ احدیث ۱۰۲، ۱۰۳)؛ شمس الاخبار ص ۳۵ (ج ۱ ص ۹۴)

۳۔شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۲۵۷ (ج ۱۳ ص ۲۲۸ خطبہ ۲۳۸)؛ المواقف قاضی ایجی ج ۳ ص ۲۷۶ (ص ۴۰۹)؛ نزھۃ المجالس صفوری ج ۲ ص ۲۰۵

پیدا کیا، اگر ان شیعوں کی ناک پر تلوار سے بھی ضرب لگائی جائے تب بھی ان کی محبت میں اضافہ نہ ہوگا ۔ میں نے پوچھا: خدایا! صدیق اکبر کون ہے؟ فرمایا: تیرا بھائی علی بن ابی طالبؑ ۔(۱)

۵۔حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا، رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ دعویٰ صرف جھوٹا ہی کرے گا، میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔(۲)

طبقات شعرانی میں ہے: علیؑ نے فرمایا: میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد جھوٹا ہی یہ دعوی کرے گا۔(۳)

۶۔معاذہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے منبر بصرہ پر کہا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابوبکر سے قبل اسلام و ایمان لایا۔(۴)

عبدی کا شعر

اسماهما قرنا علی سطر بظل العرش راتب

خطیب بغدادی کی تاریخ میں ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ ہے کہ میں نے شب معراج

۱۔شمس الاخبار ص ۳۳ (ج ۱ ص ۸۹)

۲۔خصائص نسائی ص ۳ (ص ۲۵ حدیث ۷)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۲ (ج ۳ ص ۱۲۱ حدیث ۴۵۸۴)؛ معرفت ابونعیم (ج ۱ ص ۳۰۱)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۴۴ حدیث ۱۲۰)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۳۱۰)؛ کامل بن اثیر ج ۲ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۴۸۴)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳ ص ۲۵۷ (ج ۳ ص ۲۰۰ خطبہ ۲۳۸)؛ ذخائر طبری ص ۶۰؛ ریاض طبری ج ۲ ص ۱۵۵۔۱۵۸،۱۶۷ (ج ۳ ص ۹۶۔۱۰۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر ۴۹ (ج ۱ ص ۲۴۸ حدیث ۱۹۲)؛ جمع کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۴ (ج ۱۳ ص ۱۲۲ حدیث ۳۶۳۸۹)

۳۔طبقات شعرانی ج ۲ ص ۵۵ (ج ۲ ص ۶۰ نمبر ۳۱۵)

۴۔معارف ابن قتیبہ ص ۷۳ (ص ۱۶۹)؛ ذخائر محب طبری ص ۵۸؛ ریاض النضرہ طبری ج ۳ ص ۱۵۵۔۱۵۷ (ج ۳ ص ۹۵۔۹۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۱، ۲۵۷ (ج ۱۳ ص ۲۰۰، ۲۲۸ خطبہ ۲۳۸)؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۵ (ج ۱۳ ص ۱۶۴ حدیث ۳۶۴۹۸)۔

باب جنت پر مکتوب دیکھا: ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ والحسن و الحسین صفوۃ اللہ فاطمۃ خیرۃ اللہ '' ان کے دشمن پر خدا کی لعنت۔(۱)

عبدی کا شعر

کان الالہ ولیھا و امینہ جبریل خاطب

اس شعر میں عقد فاطمہؑ وعلیؑ کی طرف اشارہ ہے، جابر بن سمرہ سے مروی ہے، رسولؐ نے فرمایا: لو گو! یہ علی بن ابی طالبؑ ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے اپنی بیٹی کا عقد کیا ہے؟ اکثر اشراف قریش نے اس شادی کی خواستگاری کی لیکن میں نے خدا سے لو لگائی۔ جبریل ۲۴ رمضان کو نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! علی اعلیٰ تمہیں سلام کہتا ہے تمام ملائکہ و روحانیوں، وادی افیح میں شجر طوبیٰ کے نیچے جمع ہوئے ہیں، تم فاطمہؑ وعلیؑ کا عقد پڑھ دو، میں نے خطبہ پڑھا خدا ولی ہے''۔(۲)

خطیب وغسانی عبداللہ بن مسعود کی روایت نقل کرتے ہیں کہ عقد کی صبح فاطمہؑ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ رسولؐ نے پوچھا: اے فاطمہؑ میں نے تیرا عقد ایسے مرد سے کیا ہے جو دنیا میں سردار اور آخرت میں صالح ہے، جب تمہیں علیؑ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے جبریل کو حکم دیا کہ آسمان چہارم پر بیٹھیں، فرشتوں نے صف باندھی، جبریل نے خطبہ پڑھا اور خداوند عالم نے علیؑ سے تمہارا نکاح کر دیا ، پھر درخت بہشت کو حکم ہوا کہ آرائش و زیور سے بار آور ہو اور فرشتوں پر نچھاور کرے۔ ہر ایک نے زیادہ سے زیادہ لوٹنے کی کوشش کی تا کہ روز قیامت اس پر ناز کرے۔(۳)

ام سلمہ کہتی ہیں کہ فاطمہؑ دوسری عورتوں کے مقابلے میں ناز فرماتی تھیں کہ میں پہلی عورت ہوں کہ جس کا عقد جبریل نے پڑھا۔ گنجی نے مذکورہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث عالی السند ہے، ہم نے

۱۔ تاریخ خطیب ج ۱ص ۲۵۹؛ مناقب خوارزمی ص ۲۴۰ (ص ۳۰۲ حدیث ۲۹۷)

۲۔ کفایۃ الطالب ص ۱۶۴ (ص ۳۰۰ باب ۷۹)

۳۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۴ص ۱۲۹؛

اسے بہترین (اور کمترین سلسلہ سند کے ساتھ) نقل کیا ہے۔(۱)

صفوری نزهۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۵ پر لکھتے ہیں: جبریل نے رسولؐ سے بتایا کہ خدا نے رضوان کو حکم دیا کہ منبر کرامت بیت معمور پر نصب کرے، راحیل فرشتے کو حکم دیا کہ اس پر حمد وثنائے الٰہی کرے۔ اس طرح میں نے سرور ونشاط کے ماحول میں عقد زہرا پڑھا، جس کے الفاظ تھے: میں نے اپنی کنیز فاطمہؑ بنت محمدؐ کو علیؑ کے ازدواج میں منسلک کیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا، نیز اسے پارچۂ حریر پر لکھ کر مہر مشک لگا کر رضوان کے حوالے کرتا ہوں۔

اس سلسلے میں بے شمار اخبار وروایات ہیں۔

عبدی کا شعر

والمهر خمس الارض مو　　　هبة تعالت فی المواهب

اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جسے حموینی نے فرائد میں نقل کیا ہے:

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! زمین خدا کے لئے ہے وہ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کرے، اس نے مجھے وحی فرمائی کہ میں عقد فاطمہؑ زمین کے پانچویں حصے کے مہر پر پڑھ دوں، اب جو شخص بھی تم سے دشمنی رکھے اس کے لئے زمین پر چلنا پھرنا حرام ہے۔(۲)

عبدی کا شعر

ونهابها من حمل طوبیٰ　　　طیبت تلک المناهب

اس شعر میں بلال بن حمامہ سے مروی حدیث کی طرف اشارہ ہے:

ایک دن رسول خداؐ ہم لوگوں کے سامنے مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لائے، آپ کا چہرہ

۱۔ کفایہ گنجی ص ۱۵۶ (ص ۳۰۱ باب ۸۰)؛ محب الدین طبری نے بھی ذخائر العقبیٰ ص ۳۲ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ فرائد حموینی باب ۱۸/ (ج ۱ ص ۹۵ ح ۶۴/)

چاند کی طرح درخشاں تھا، عبد الرحمٰن بن عوف نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا: یہ اس بشارت پروردگار کی وجہ سے ہے کہ میں اپنی بیٹی کا عقد اپنے بھائی اور اپنے ابن عم سے کردوں، خازن جنت رضوان کو حکم ہوا کہ شجر طوبیٰ کو ہلائے، شجر طوبیٰ سے شیعیان اہلبیتؑ کے برابر پتے گرائے، ہر ایک میں جہنم سے نجات کا پروانہ درج ہے، جب قیامت میں فرشتے لوگوں کو بلائیں گے تو ہر محب اہلبیتؑ کے ہاتھ میں وہ پروانہ ہوگا، اس طرح فاطمہؑ و علیؑ میری امت کو جہنم سے نجات دلانے والے ہیں۔(۲)

ملا عبد اللہ کی کتاب ''سیرت'' میں انس سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں رسولؐ کے ساتھ بیٹھے تھے، آپ نے علیؑ سے فرمایا: یہ جبریل مجھے آگاہ کر رہے ہیں کہ میں تمہارا نکاح فاطمہؑ سے کردوں، اس پر چالیس ہزار فرشتے گواہ ہیں، شجر طوبیٰ کو حکم ہوا کہ یاقوت وموتی نثار کرے، حوروں نے ان یاقوت اور موتیوں کو طبق میں جمع کرلیا ہے، وہ انہیں قیامت میں ایک دوسرے کو تحفے میں پیش کریں گی۔(۳)

عبدی کے اشعار:

''اے میرے سردار، اے فرزند علیؑ، اے آل طٰہ، اے آل صاد!! تمہاری برابری کون کرسکتا ہے کیونکہ تم زمین پر خدا کے نمائندے ہو، تم ہدایت کے وہ ستارے ہو کہ خدا ہر رہرو کو تمہاری طرف اشارہ کرتا ہے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہوجاتے، ہدایت گمراہی سے مشتبہ ہوجاتی، میں اپنی تمام عمر تمہاری محبت میں موالات کا دم بھرتا ہوں اور تم سے نفرت کرنے والوں کو دشمن رکھتا ہوں، میرا توشۂ آخرت صرف تمہاری محبت ہے اور یہ بہترین توشہ ہے اور اسی پونجی پر مجھے حشر میں بھروسہ ہے، تمہاری دوستی اور تم سے نفرت کرنے والوں سے برأت میرا اعتقاد ہے''۔

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۲۱۰، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶ (ج ۱ ص ۲۴۲ نمبر ۴۹۲)، الفصول المہمہ (ص ۲۶)، مناقب خوارزمی (ص ۳۴۱ حدیث ۳۶۱)، صواعق محرقہ ص ۱۰۳ (ص ۱۷۳)، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۵، رشفۃ الصادی ص ۲۸

۲۔ ذخائر محب طبری ص ۳۲، ریاض محب طبری ج ۲ ص ۱۸۴ (ج ۳ ص ۱۳۰)، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۳

۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

عبدی کے یہ بھی اشعار ہیں:

''خدا کے حکم سے آسمان پر مہذب وطہور فاطمہؑ کا عقد کیا گیا، خدا نے فاطمہؑ کا مہر آباد وغیر آباد زمین کے پانچویں حصے کو قرار دیا پس یہ بہترین مرد اور وہ بہترین معظمہ اور مہر بہترین مہر ہے''۔(۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''جس وقت فاطمہؑ گریاں اور نالاں خدمت پیغمبرؐ میں آئیں اور کہا کہ عورتیں مجھ پر طعن کر رہی ہیں کہ نبیؐ نے تمہیں مفلس وفقیر کے حوالے کر دیا، رسولؐ نے فرمایا: فاطمہؑ صبر کرو، خدا کا شکر بجالاؤ کہ تم نے علیؑ کی وجہ سے عظیم بزرگی پائی، حکم خدا سے جبریل نے آسمان پر بلند آواز سے پکارا اور فرشتے گرد آگئے، بیت المعمور میں جمع ہو گئے، جبریل نے خطبہ پڑھا، حمد وثنائے الٰہی بجالائے، خدا نے فرمایا: زمین کا پانچواں حصہ مہر فاطمہؑ ہے، بقیہ دوسری مخلوقات کا ہے، اس وقت درخت طوبیٰ نے مشک وعنبر حوروں پر نثار کیا''۔

اذ اتتــه البتــول فــاطم تبكــى   و تــوالــى شهيقهـا والـزفيـرا

خطیب بغدادی نے فاطمہؑ کے گریاں ونالاں خدمت رسولؐ میں آنے کا واقعہ لکھا ہے، ابن عباس کا بیان ہے کہ جب رسولؐ نے فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کیا تو فاطمہؑ نے کہا کہ آپ نے میرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو فقیر ومفلس ہے، رسولؐ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ خدا نے اہل زمین میں مجھے اور تیرے شوہر کو منتخب فرمایا ہے۔(۲)

نزھۃ المجالس میں ہے کہ فاطمہؑ نے شب عروس گریہ کیا، رسولؐ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا پرست نہیں ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ علیؑ آئیں گے اور پوچھیں گے کہ اپنے ساتھ کیا

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۲۔تاریخ خطیب ج۴ص۱۹۵، مستدرک حاکم ج۳ص۱۲۹ (ج۳ص۱۴۰ حدیث ۴۶۴۵)، مجمع الزوائد ج۹ص۱۱۲، جمع الجوامع سیوطی منقول از کنز العمال ج۶ص۳۹۱ (ج۱۳ص۱۰۸ حدیث ۳۶۳۵۵)

لائی ہو؟

فرمایا: مطمئن رہو علیؑ ہمیشہ راضی برضا رہتے ہیں۔ نزدیک ہی ایک یہودی لڑکی کی شادی ہوئی تھی ، وہ دولتمند تھی اور عورتوں کو شادی میں مدعو کیا تھا، انہوں نے لباس فاخرہ پہنے اور کہا کہ ذرا چل کے دختر محمدؐ کی محتاجی کا تماشہ بھی دیکھیں، انہوں نے مدعو کیا تو جبریل جامۂ بہشت لے کر آئے ، فاطمہؑ اسے پہن کر فخریہ انداز میں یہودی عورتوں کے درمیان پہونچیں، چاروں طرف نور پھیل گیا، عورتوں نے پوچھا: یہ لباس کہاں سے ملا؟ فرمایا: میرے والد ماجد نے دیا۔ پوچھا: تمہارے والد کہاں سے لائے؟ جواب دیا: جبریل سے۔ پوچھا: وہ کہاں سے لائے تھے؟ کہا: بہشت سے۔ یہ سن کر تمام عورتیں مسلمان ہوگئیں۔ ان کے شوہروں میں سے بھی جو مسلمان ہوگئے ان کے ساتھ عورتیں باقی رہیں جو مسلمان نہیں ہوئے ان سے عورتیں الگ ہوگئیں۔ (۱)

عبدی کے دوشعر:

کان یقول: یا دنیا غری سوای فلست من الغرور

لم تشتمل قلبه الدنیا بزخرفها بل قال غری سوای کل محتقر (۲)

ان دونوں شعروں میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ضرار بن ضمرہ کنانی نے معاویہ کے سامنے اوصاف علیؑ بیان کئے: میں نے علیؑ کو ایک رات دیکھا کہ ریش اقدس ہاتھ میں لئے مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے ہیں، فرماتے تھے: اے دنیا! کسی دوسرے کو دھوکا دے، افسوس میں نے تجھے تین طلاق دے دی ہے، اب رجوع کی گنجائش کہاں؟ تیری مدت کم، عیش مختصر اور خطرات بے اندازہ ہیں۔ (۳)

۱۔ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۶

۲۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۴، استیعاب (القسم الثالث ص ۱۱۰۸ نمبر ۱۸۵۵)، تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۵ (ج ۸ ص ۴۷ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۵۸)

عبدی کے اشعار:

''جس وقت لوگ رسولؐ کے دولت سرا میں آئے اور پاک طینت علیؑ، رسولؐ کی جوتیاں ٹانک رہے تھے، پوچھا: اگر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا جس کی طرف ہم رجوع کریں؟ رسولؐ نے فرمایا: میرا وہ خلیفہ ہوگا جو میری جوتی ٹانک رہا ہے، پاک نفس، دانا اور پارسا ہے''۔(۱)

شاعر نے اس میں حدیث ام سلمہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جنگ جمل کا واقعہ رونما ہوا تو ام سلمہ نے عائشہ سے کہا: تمہیں یاد ہے کہ ہم اور تم ایک سفر میں ہمراہ تھے، علیؑ کے ذمے رسولؐ کی جوتیاں ٹانکنے اور کپڑے دھونے کا کام سپرد تھا، اتنے میں تمہارے باپ اور عمر آئے، پیغمبرؐ سے کہا: ہم نہیں جانتے کہ کیا واقعہ پیش آئے، کاش ہم جانتے کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ رسولؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں اگر تمہیں پہنچوا دوں تو تم لوگ اس سے الگ ہو جاؤ گے جس طرح لوگ جانشین موسیٰ، ہارونؑ سے الگ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ جب ہم تم واپس آئے تو تم گستاخ تھی، تم نے رسولؐ سے پوچھا: آپ کا جانشین کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میری جوتیاں ٹانکنے والا۔ ہم تم باہر آئے تو علیؑ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ تم نے رسولؐ سے کہا: وہاں تو صرف علیؑ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہی میرا جانشین ہے۔ عائشہ نے کہا: ہاں! مجھے یاد آ گیا۔ ام سلمہ بولیں: پھر علیؑ سے کیوں لڑنے پر آمادہ ہو؟ عائشہ نے کہا: لوگوں کی اصلاح کے لئے نکلی ہوں، خدا سے اجر کی امید وار ہوں انشاء اللہ....ام سلمہ بولیں: اب تم جانو۔(۲)

عبدی نے مدح علی میں یہ اشعار کہے:

''اے وہ کہ فرشتے تجھ سے والہانہ محبت کرتے ہیں، خدا سے انہوں نے زیارت کی شکایت کی، خدا نے تیری شبیہ متعین کر دی کہ تیری زیارت کرتے رہیں''۔

یہ مدحیہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۷۸ (ج۶ص۲۱۸خطبہ۷۹)

''فرشتوں کی زیارت کے لئے خدا نے تیری تصویر متعین کر دی تا کہ فرشتوں کا گروہ اس تمثال کے اعتکاف میں مشغول رہے، یہ وہ مشاہدہ ہے جو رسول کو شب معراج رفرف سے ہوا''۔(۱)

مذکورہ اشعار میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے بزرگ وثقہ راوی یزید بن ہارون نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: مجھے شب معراج آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے وہاں ایک فرشتے کو منبر نور پر جلوہ افروز دیکھا، تمام ملائکہ اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا کہ قریب جا کر دیکھ لیجئے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ میرے بھائی اور ابن عم علیؑ ہیں، میں نے جبریل سے کہا: یہ علیؑ مجھ سے پہلے آسمان چہارم پر آ گئے؟ جبریل نے کہا: نہیں! بات یہ ہے کہ فرشتوں نے خدا سے علیؑ سے والہانہ محبت کا شکوہ کیا اس لئے خدا نے اس فرشتے کو نوری پیکر میں تصویر علیؑ بنا دیا ہے ،فرشتے ہر جمعہ و شب جمعہ اس کی زیارت کرتے ہیں، ستر ہزار مرتبہ تسبیح و تقدیس کر کے اس کا ثواب دوستدار علیؑ کو ہدیہ کرتے ہیں۔(۲)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''زعم منافقین کے برخلاف بلند مرتبہ فاطمہؑ سے ان کا عقد ہوا اور زمین کا (۱/۵) مہر قرار پایا، واہ کیا مہر تھا''۔(۳)

یہ اشعار بھی ہیں:

کتنی ہی بار راہ خدا میں والہانہ پن کی وجہ سے موت کو نظر انداز کیا اور قیام حکم خدا کے لئے عمیق سمندروں کی گہرائی میں ڈوب گئے اور کتنی ہی راتیں تھیں جن میں نماز شب پڑھتے رہے اور کتنی ہی گرم صبحیں تھیں کہ حالت روزہ میں گذاریں۔

یہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۱)

۲۔ ''کفایہ گنجی ص ۵۱ (ص ۱۳۲ باب ۲۶) پر ہے کہ یہ حدیث حسن وعالی ہے، میں نے اسی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔

۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۰)

''آپ عین اللہ ہیں اور آپ جنب اللہ ہیں کہ لوگوں نے آپ کے حق میں تقصیر کر کے جہنم کی بھڑکتی آگ مول لی، آپ کشتی نجات اور ہدایت کے صراط مستقیم ہیں، پیاسے آپ ہی کے حوض پر وارد ہوں گے، آپ جسے چاہیں محروم کر دیں گے، آپ ہی وہ گذرگاہ (صراط) ہیں کہ جسے چاہیں گے جنت میں اور جسے چاہیں گے جہنم میں بھیج دیں گے''۔(۱)

ان میں بعض اشعار کی تشریح ہو چکی اب رہی حوض کوثر کی تشریح:

احادیث صحاح میں وارد ہے کہ قیامت میں حضرت علیؑ اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو جام کوثر سے سیراب کریں گے اور منافقین و کفار کو دھتکار دیں گے:

۱۔ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت میں تمہارے ہاتھ میں جنت کا ایک عصا ہوگا جس سے منافقوں کو حوض کوثر سے دور بھگاؤ گے۔(۲)

۲۔عبداللہ بن اجارہ سے مروی ہے: امیرالمومنینؑ منبر پر فرماتے تھے: میں ان ہاتھوں سے حوض رسول خداؐ سے اسی طرح منافقوں اور کافروں کو ہنکاؤں گا جس طرح اونٹ کو پانی پلانے والا اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو ہنکاتا ہے۔(۳)

۳۔ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تم قیامت میں لواء حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکاؤ گے۔(۴)

نیز کنزالعمال میں ابن عباس نے حضرت عمر سے ایک طولانی حدیث کی روایت کی ہے، جس میں

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۲۔المعجم الصغیر (ج۲ص۸۹)؛ ذخائر العقبیٰ ص۹۱؛ ریاض النضرہ ج۲ص۲۱۱ (ج۳ص۱۶۲)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۳۵؛ صواعق محرقہ ص۱۰۴ (ص۱۷۴)

۳۔احمد بن حنبل کی مناقب علیؑ (ص۲۰۰ حدیث ۲۷۹، فضائل الصحابۃ حدیث ۱۱۵۷)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۳۵؛ ریاض النضرۃ ج۲ص۲۱۱ (ج۳ص۱۶۳)؛ کنزالعمال ج۶ص۴۰۳ (ج۱۳ص۱۵۷ حدیث/۳۶۴۸۴)

۴۔تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ص۱۵۵)؛ جمع الجوامع سیوطی منقول از کنزالعمال ج۶ص۴۰۰ (ج۱۳ص۱۴۵ حدیث ۳۶۴۹۵ص ۱۱۷ح/۳۶۳۷۸)

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم لواء حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور میرے دشمنوں کو حوض سے بھگاؤ گے۔

۴۔ علیؑ کے سلسلے میں خداوند عالم نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں: روز محشر حساب ہونے تک میرا سہارا ہوں گے، لواء حمد ان کے ہاتھ میں ہوگا، تمام بنی آدمؑ اس کے نیچے ہوں گے، حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہوں گے اور میری امت کے افراد کو پہچان کر سیراب کریں گے.....(۱)

۵۔ رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! میں نے خدا سے پانچ باتیں طلب کیں اور خدا نے مجھے عطا کیں، حشر میں اٹھوں تو تم میرے ساتھ رہو، موقع میزان پر تم میرے ساتھ رہو، کامرانی کا عظیم لواء حمد تمہارے ہاتھ میں جنت تک رہے، تم ہی اپنے ہاتھوں حوض کوثر سے سیراب کرو، قیامت میں لوگ جنت تک تمہاری قیادت میں جائیں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ تمام چیزیں عطا فرمائیں۔(۲)

۶۔ رسولؐ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکار رہے ہو، وہاں ستاروں کے برابر صراحیاں رکھی ہوئی ہیں۔ میں، تم، حسنینؑ، فاطمہؑ، عقیل اور جعفرؑ بہشت میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔(۳)

۷۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روز قیامت تم میرے حوض کی حفاظت کرو گے اور اپنے عصا سے لوگوں کو اس طرح بھگاؤ گے جس طرح اجنبی اونٹ کو پانی کے چشمے سے بھگایا جاتا ہے۔ گویا میں حوض کوثر پر تمہارے مقام و مرتبہ کو دیکھ رہا ہوں۔(۴)

۸۔ علی ابن طلحہ کا بیان ہے کہ ہم حج کے لئے گئے تو امام حسنؑ سے ملنے مدینہ گئے، ہمارے ساتھ

۱۔ احمد بن حنبل کی مناقب علی (ص ۱۸۲؛ فضائل الصحابہ حدیث ۱۱۲۷)؛ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۳ (ج ۳ ص ۱۵۳۔۱۵۲)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۳ (ج ۱۳ ص ۱۵۴ حدیث ۳۶۴۷۹)

۲۔ مناقب خوارزمی ص ۲۰۳ (ص ۲۹۳ حدیث ۲۸۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر ۱۸ (ج ۱ ص ۱۰۶ حدیث ۷۵)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۲ (ج ۱۳ ص ۱۵۲ حدیث ۳۶۴۷۶)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۳، معجم اوسط طبرانی

۴۔ مناقب خوارزمی ص ۶۵ (ص ۱۰۹ حدیث ۱۱۶)

معاویہ بن حدیج بھی تھا جو علیؑ کو گالیاں دیتا تھا، میں نے کہا: یہ علیؑ کو گالیاں دیتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اسے یہاں لاؤ، کیا تو علیؑ کو گالیاں دیتا ہے؟ بولا: نہیں! فرمایا: بخدا! تو قیامت میں علیؑ کو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ پر منافقوں کو ڈنڈا لئے دھتکار رہے ہوں گے، اسی کو صادق و مصدوق (یعنی محمدؐ) نے بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ (۱)

طبرانی لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا: تو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ سے کفار و منافقین کو دھتکار رہے ہوں گے، اسی بات کو صادق و مصدوق محمدؐ نے بیان فرمایا ہے۔

عبدی کا شعر ہے:

و الیک الجواز تدخل من شئت جنانا و من تشاء جحیما

پل صراط سے علیؑ جسے چاہیں جنت اور جسے چاہیں جہنم میں بھیج دیں، اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں:

۱۔ ابن سمان ''الموافقۃ'' میں قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر نے علیؑ کو دیکھ کر تبسم کیا، علیؑ نے وجہ پوچھی تو کہا: رسول خداؐ سے میں نے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے نہیں گذرے گا مگر یہ کہ علیؑ اسے گذرنے کا پروانہ عطا کریں گے۔ (۲)

۲۔ مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خداوند عالم جبریل اور محمدؐ کو پل صراط پر متعین فرمائے گا، اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ ہوگا۔

اور مناقب ابن مغازلی میں ہے کہ قیامت کے دن علیؑ حوض کوثر پر ہوں گے اور بہشت میں وہی داخل ہوگا

۱۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۷۷، ۲۴۴ (ج ۳ ص ۱۲۲، ۲۰۳)، صواعق محرقہ ص ۷۵ (ص ۱۲۶)، اسعاف الراغبین ص ۱۶۱

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۸ (ج ۳ ص ۱۴۸ حدیث ۴۶۶۹)؛ محقق عبدالعزیز طباطبائی اس حدیث کے بارے میں حاشیہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی ابن سعد نے طبقات الکبری حالات امام حسنؑ حدیث نمبر ۱۴۴ میں، بلاذری نے انساب الاشراف حالات امام حسنؑ ج ۳ ص ۱۰ حدیث ۹ پر اور طبرانی نے المعجم الکبیر ج ۳ ص ۸۱، ۹۱ حدیث ۲۷۲۷، ۲۷۵۸ پر نقل کیا ہے، اسی طرح ابونعیم نے کتاب صفۃ النفاق میں، ابو القاسم خرفی نے اپنی امالی میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں معاویہ بن حدیج کے حالات میں چار طرق سے اور عصامی نے سمط النجوم عوالی ج ۲ ص ۴۹۵ پر نقل کیا ہے۔

جس کے پاس علی بن ابی طالبؑ کا پروانہ ہوگا۔(۱)

۳۔ حاکمی کے مطابق حضرت علیؑ سے مروی ہے، رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور جہنم پر پل صراط نصب کرے گا اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ ہوگا۔(۲)

۴۔ حسن بصری کے توسط سے عبداللہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: قیامت میں علیؑ جنت میں بیٹھیں گے ایک ٹیلے پر، اوپر رب العالمین کا عرش اور نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ کرسی نور پر رونق افروز ہوں گے، اس پر وہی گذرے گا جس کے پاس علیؑ اور اہلبیتؑ کی ولایت کا پروانہ ہوگا، آپ اپنے محب کو جنت میں اور دشمن کو جہنم میں داخل کریں گے۔(۳)

۵۔ قاضی عیاض نے رسولؐ کی روایت نقل کی ہے کہ آل محمدؐ کی معرفت جہنم سے آزادی کا برأتنامہ، ان کی محبت صراط سے گذرنے کا پروانہ اور ان کی ولایت عذاب الٰہی سے امان کا ذریعہ ہے۔(۴)

۶۔ ابن عباس سے حدیث رسولؐ مروی ہے: میں نے پوچھا: کیا جہنم سے گذرنے کا پروانہ بھی ہے؟ فرمایا: ہاں! پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا: حبّ علی بن ابی طالبؑ..... بقیہ حدیث "علی قسیم النار والجنة" میں بیان ہوگی۔(۵)

عبدی نے مدح علیؑ میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

"آپ کو علم عطا فرمایا علم البرایا کا اور آپ کو ان باتوں کا الہام عطا ہوا جسے ہم نہیں جانتے، کائنات میں آپ کا مجد و شرف لوگوں کے اوصاف بیان کرنے سے سوا ہے، مبارک ہو اے امیرالمومنینؑ!

۱۔ مناقب خوارزمی ص۲۵۳ (ص۳۱۹ حدیث ۳۲۴)، مناقب ابن مغازلی (ص۱۱۹ حدیث ۱۵۶)، شمس الاخبار قرشی ص۳۶ (ج۱ ص۹۷ باب ۶)

۲۔ فرائد حموینی باب ۵۴ (ج۱ ص۲۸۹ حدیث ۲۲۸)، ریاض النضرہ ج۲ ص۱۷۲ (ج۳ ص۱۱۶)

۳۔ مناقب خوارزمی ص۳۲ (ص۷۱ حدیث ۴۸)، فرائد حموینی باب ۵۴ (ج۱ ص۲۹۲ حدیث ۲۳۰)

۴۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج۲ ص۱۰۵؛ صواعق محرقہ ص۱۳۹ (ص۲۳۲)، رشفة الصادی ص۴۵۹؛ الاتحاف ص۱۵

۵۔ تاریخ خطیب ج۳ ص۱۶۱؛

آپ کو وہ کچھ عطا ہوا ہے جو کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا، فرشتے آپ کی زیارت کے اس قدر مشتاق تھے کہ خدا سے شکایت کی اور خدا نے آپ کی شبیہ خلق فرمائی''۔(۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''آپ اعراف میں ایسے پہچاننے والے ہیں، جو علامتوں سے اپنے دوستدار اور دشمن کو پہچانتے ہیں، اے ہمارے ائمہؑ کل آپ ہی کے ساتھ ہمیں پکارا جائے گا تب ہمیں بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے لئے اٹھایا جائے گا، آپ کے جد اشرف کائنات اور آپ کے والد ماجد کے وسیلے سے ہم کو راہ نجات کی ہدایت نصیب ہوئی، اگر آپ نہ ہوتے تو خدا نہ کائنات خلق کرتا نہ ہی فریب سے بھری دنیا خلق کرتا، خالق کائنات نے آپ ہی کی وجہ سے زمین و آسمان خلق فرمائے اور انسان و جنات کو آزمائش میں ڈالا، آپ حضرات تمام لوگوں سے برتر اور آپ کی شان اعلی اور منزلت رفیع تر ہے، جب بھی ہمیں مرض یا مصیبت سے پالا پڑتا ہے تو ہم آپ کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں اور مصیبت دفع ہو جاتی ہے، جب فلک کج رفتار ہم پر ستم کرتا ہے تو آپ کی عزت کی پناہ پکڑتے ہیں، وہ ستم ہم سے دور ہو جاتا ہے، جب ہمیں خوف گناہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کی امان بخش شفاعت چھٹکارا دلاتی ہے''۔(۲)

پہلے شعر میں سورۂ اعراف کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ''**وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم**'' اس سلسلے میں اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ ہم علیؑ کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ابن الکوا آیا اور اس آیت کا مطلب پوچھنے لگا: **علی الاعراف رجال** ۔فرمایا: وائے ہو تجھ پر! ارے ہم قیامت کے دن جنت و نار کے درمیان بیٹھیں گے جسے ہم پہچانیں گے کہ یہ ہمارا ناصر ہے، اسے جنت میں داخل کریں گے، جسے اپنا دشمن پہچانیں گے اسے جہنم داخل کریں گے۔(۳)

ابو اسحاق ثعلبی اس آیت پر افادہ فرماتے ہیں: ابن عباس کا بیان ہے کہ اعراف پل صراط پر ایک

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۱)

۲۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۳۔شواہد التنزیل (ج۱ص۲۶۳حدیث۲۵۶)

بلند مقام ہے، اس پر عباس، حمزہ، علی بن ابی طالبؑ وجعفر ذوالجناحین موجود ہوں گے، اپنے دوستوں کو چہرے کی سفیدی سے اور دشمنوں کو چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔(۱)

دوسرے شعر میں آیہ "**و یوم ندعوا کل اناس بامامھم**" کی طرف اشارہ ہے اور ائمہؑ شیعہ ہی ذریت پیغمبرؐ ہیں، شیعوں کو انہیں کے ذریعہ پکارا جائے گا اور انہیں کے ساتھ محشور کیا جائے گا، چنانچہ حدیث رسول بھی ہے، انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔(۲) نیز یہ کہ جو کسی قوم سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔(۳) جو کسی قوم سے محبت کرے گا، خدا اسی کی ٹولی میں محشور فرمائے گا۔(۴)

۱۔تفسیر الکشف والبیان سورۂ اعراف/۴۶؛ مطالب السؤل ص ۱۷، صواعق محرقہ ص ۱۰۱ (ص ۱۶۹)؛ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۰۸)

۲۔صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۲۸۳ حدیث ۵۸۱۶)؛ سنن ابی داؤد (ج ۴ ص ۳۳۳ حدیث ۵۱۲۷)؛ سنن ترمذی (ج ۴ ص ۵۱۳ حدیث ۲۳۸۵)؛ مسند احمد (ج ۴ ص ۵۶ حدیث ۱۲۶۵۵)

۳۔مستدرک صحیحین (ج ۴ ص ۴۲۶ حدیث ۸۱۶۱)، طیب من الخبیث ص ۱۵۳ (ص ۱۷۶ حدیث ۱۳۱۵)

۴۔المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۱۹ حدیث ۲۵۱۹)؛ جامع الصغیر ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۵۵۳ حدیث ۸۳۱۷)

عبدی معاصر عبدی

متذکرہ عبدی کے معاصر ایک شیعہ شاعر اور بھی تھے، دونوں کی کنیت ولقب، نشوونما اور مذہب میں یکسانیت ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ان کا نام ابو محمد یحیی بن ہلال عبدی کوفی ہے، ان کا تذکرہ صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اشتباہ نہ ہو، اگر چہ یحیی بن ہلال عبدی کا ذکر کم ہی ہوتا ہے۔

مرزبانی کہتے ہیں کہ وہ کوفی اور باشندۂ ہمدان تھے، بلند پایہ شیعی شاعر تھے۔(۱) ہارون کی مدح میں کہا ہے:

و للموت خیر من حیاة زهیدة   و للمنع خیر من عطاء مکدّر

فعش مثریا او مکدیامن عطیه   تمنی و الّا فاسال الله و اصبر

انہیں کا شعر ہے:

لعمری لان جارت امیة و اعتدت   لاول من سن الضلالة اجور

''اپنی جان کی قسم! اگر بنی امیہ نے ظلم وستم کیا تو چونکہ انہوں نے گمراہی کی بنیاد رکھی اس لئے زیادہ ظالم ہیں''۔

انہوں نے عبداللہ بن علی بن (عبداللہ بن) عباس ''سفاح کے چچا'' کی مدح میں یہ اشعار کہے:

اما الدعاة الی الجنان فهاشم   وبنو امیه من دعاة النار

أ امّی مالک من قرارفا لحقی   بالجن صاغرة بارض و بار

۱۔ معجم الشعراء مرزبانی ص۴۹۹ (ص۴۸۸)

ان اشعار سے وابستہ داستان بھی ہے، جسے ابن قتیبہ، یعقوبی اور ابن رشیق نے لکھا ہے۔(۱)

میرے خیال میں جن لوگوں نے ان کتابوں پر حاشیے لکھے ہیں وہ شاعر کی زندگی سے واقف نہیں تھے اسی لئے ستائش نہیں کی۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے:

جب منصور شام فتح کر کے مروان کو قتل کر چکا تو ابی عون اور اسکے خراسانی ساتھیوں سے بولا: اب ہمیں بقیہ مروانیوں کی فکر کرنی چاہئے، تم لوگ فلاں دن تیار رہنا۔ متعینہ دن تمام مروانیوں کو بلوایا، وہ یہ سمجھ کر حاضر ہو گئے کہ انہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔ اسی افراد خانہ منصور پر حاضر ہو گئے، ان میں ایک بنی کلب کا آدمی بھی تھا جو انہیں کے یہاں پلا بڑھا تھا، اس سے کہا گیا: تم واپس جاؤ لیکن وہ آمادہ نہیں ہوا بولا: میں ان کا نمک خوار ہوں۔ مجلس آراستہ ہوئی تو منصور برآمد ہوا، آواز دی: کہاں ہے؟ ۔حمزہ بن مطلب تم تو کلبی ہو ان کے نمک خوار ہو۔ سب نے اس قوم کی ہلاکت کا یقین کر لیا پھر حسین بن علی اور زید علی بن حسن کو باری باری بلایا گیا اسکے بعد اپنے دوست عمر بن یزید کو اشارہ کیا کہ آگے آئے، اس کو اپنے پاس بلا کر سب کو بیٹھنے کا حکم دیا تمام خراسانی ہاتھ میں ڈنڈا لئے کھڑے تھے ،منصور نے پکارا: عبدی کہاں ہے؟ اور عبدی نے اٹھ کر قصیدہ پڑھنا شروع کیا:

''**اما الدعاة الی الجنان فهاشم**'' قصیدہ سن کر درمیان میں عمر نے ٹوکا: اے حرام زادہ! عبدی خاموش ہو گیا عبداللہ نے ذرا تامل کے بعد کہا:

اپنا قصیدہ تمام کرو، جب قصیدہ تمام ہو گیا تو اس نے ۳۰۰ سو دینار کی تھیلی انعام دی پھر تمثیل حسینیت سے یہ اشعار پڑھنے لگا:

''بنی امیہ کرسیوں اور منبروں سے کیا قریب ہوئے کہ خود بھی غارت ہوئے اور دوسروں کو بھی غارت کیا، خدا نے جو انہیں ذلت اور خواری عطا کی ہے۔ انہیں بھیج دو، مقتل حسینؑ اور مقتل زید نیز مقتول مہراس (حمزہ) کو یاد کرتے رہو''۔

پھر خراسانیوں سے کہا کہ ان پر پل پڑو پھر تو انہوں نے ان امویوں کو مار مار کر بھیجا نکال دیا، یہ دیکھ

۱۔ عیون الاخبار ج ۱ص ۲۰۷؛ تاریخ یعقوبی ج ۳ص ۹۱ (ج ۲ص ۳۵۵)؛ عمدہ ابن رشیق ج ۱ص ۴۸ (ج ۱ص ۶۳)

کر وہ کلبی اٹھا، کہنے لگا: اے امیر! میں کلبی ہوں اموی نہیں ہوں۔ حکم دیا: اسے بھی وہیں پہونچا دو۔ خراسانیوں نے اس کلبی کو بھی مار مار کر بھوسہ بنا دیا پھر عمر کی طرف متوجہ ہوا: ان کے بعد تمہاری زندگی بھی خاک ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں! پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا پھر دسترخوان بچھا کر اسی پر ناشتہ کیا ، ناشتہ ختم بھی نہیں ہوا تھا مگر لاشوں کے تڑپنے اور سسکنے کی آواز آرہی تھی، پھر بولا: جب سے مقتل حسینؑ سنا تھا اس دن سے آج سیر ہو کر کھانا کھایا ہے، ان تمام لاشوں کو پائیں باغ میں لٹکانے کا حکم دیا۔ ایک دن دروازہ کھلوا کر دیکھنے لگا اس کی بدبو سے لوگوں نے ناک بند کرتے ہوئے کہا: کاش! اس دروازہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا جاتا۔ عبداللہ بولا: خدا کی قسم! یہ خوشبو مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ پھر شعر پڑھا:

''بنی امیہ سمجھتے تھے کہ بنی ہاشم ان سے راضی ہو جائیں گے، زید اور حسینؑ کا حادثہ فراموش کر جائیں گے، ہرگز نہیں خدا و محمدؐ کی قسم! جب تک دشت و کہسار، ان سے پاک کر کے انتقام نہیں لیا جائے گا چین نہیں ہوگا''۔

یعقوبی کہتا ہے کہ عبداللہ بن علی فلسطین گیا، بنی امیہ اس سے ملنے آئے تو اس نے اعلان کیا کہ کل انعام لینے آنا، دوسرے دن اسّی (۸۰) افراد حاضر ہوئے، عبداللہ نے ہر ایک پر دو سپاہی متعین کر دیئے، تھوڑی دیر تامل کے بعد عبدی نے شعر پڑھا:

''اما الدعاۃ ...'' نعمان بن زید بن عبدالملک ٹھیک عبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، قصیدہ سن کر چلایا:

اے چپ حرام زادے! جھوٹ بولتا ہے۔ عبداللہ بن علی نے کہا: نہیں سچ کہتا ہے، پھر واقعہ قتل حسینؑ یاد دلانے لگا، پھر تو سپاہیوں نے سبھی کو مار مار کر ڈھیر کر دیا، ان میں ایک چلایا:

''عبد شمس آپ کے بھی دادا تھے اور میرے بھی، ہم سے آپ کی گہری رشتہ داری ہے''۔

عبداللہ نے کہا: قتل حسینؑ نے یہ رشتہ داری توڑ دی، پھر کہا: آج کا دن قتل حسینؑ سے زیادہ بھیانک نہیں ہے، انہیں میں ایک مرد کلبی بھی تھا، کہنے لگا کہ حضور! ہم یہ سمجھتے تھے کہ ان امویوں کے ساتھ ہم بھی

بہرہ مند ہوں گے۔ عبداللہ نے کہا: اس کی بھی گردن ماردو۔(۱)

و مدخل راسہ لم یدنہ احد بین الفریقین حتی لذہ القرن

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ص۳۵۵

عندلیبان غدیر

تیسری صدی ہجری

۱۔ ابوتمام طائی

۲۔ دعبل خزاعی

ابو تمام طائی

۷۳/شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے۔(۱) علامہ امینی نے ۴۵/اشعار نقل کئے ہیں، موضوع ولایت سے متعلق اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

''تم نے فرزندان رسولؐ اور اہل بیتؑ کے ساتھ خیانت وغداری جیسے برتاؤ کئے، اس سے قبل وصی رسولؐ کے ساتھ دھوکا دہی اور فریب کاری کے بے انداز مصائب انڈیل چکے تھے، تم نے ان پر پرانی اور نئی جنگیں چھیڑ دیں کہ اس سے قبل کبھی اس کا سابقہ پیش نہ آیا تھا، موقع افتخار میں وہ نبیؐ کے بھائی اور داماد تھے کہ ان جیسا نہ تو بھائی ہوگا اور نہ داماد....

رسولؐ کی کمر علیؑ کی وجہ سے اس طرح مضبوط کی گئی جس طرح ہارونؑ سے موسیٰؑ کی کمر مضبوط کی گئی تھی۔ ہمیشہ مصائب کی تاریکیوں میں انہوں نے اپنے چہرے کی نمایاں فتح ونصرت کی روشنی پھیلائی، وہ ہر معرکہ میں خدا ورسولؐ کی کبھی کند نہ ہونے والی برہنہ شمشیر تھے، کون سا مذموم ہاتھ، جسے انہوں نے نہ کاٹا اور کون سا گمراہ چہرہ تھا جس پر انہوں نے داغ نہ لگایا ہو۔ وہ ایسی پناہ تھے جہاں دینداروں کو امن اور بے دینوں کو لرزہ تھا، خطرناک سرحدوں پر ان کی وجہ سے ہلاکت کی بندش تھی وہ دشمن کی زمین کو سرحد بنا دیتے تھے، احد وبدر میں جہاں پیادہ وسواروں کا ہنگامہ تھا پھر جنگ حنین، بنی نضیر، خیبر اور خندق میں تو عمرو نے میدان میں دھوئیں اڑا دیئے تھے ان موقعوں پر خون برساتی تلواروں اور نیزوں کی مصیبت دفع کی، یہ وہ معرکے تھے کہ ان میں مصیبتوں کو دفع کرنے والا خدا ہی تھا حالانکہ حالات ومعاملات پیچیدہ تر ہوتے جاتے تھے۔

۱۔ دیوان ابو تمام طائی ص ۱۴۳

اور غدیر کے دن حق والوں پر حقیقت پوری طرح آشکار ہوگئی، دن چڑھے نہ حجاب باقی رہا نہ پردہ ...پیغمبر خداؐ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو حق کی دعوت دی تاکہ نیکی ان کے قریب ہو اور برائی دور ہو سکے، علیؑ کے بازوؤں کو تھام کر اعلان فرمایا کہ یہ تمہارے مولیٰ اور ولی ہیں، کیا تم نے اعلان کا متن سن لیا؟ رسول خداؐ اپنے اس اعلان کے ساتھ لوگوں کے کینہ وعناد کا صبح وشام سامنا کرتے رہے تاکہ ان پر حق آشکار ہو سکے اور وہ لوگ بھی آشکارا حق قبول کرسکیں۔''(۱)

شعری تتبع

اس قصیدہ میں کسی صاحب نظر کو غدیر کی شناخت میں دشواری کا سوال ہی نہیں، کتب حدیث وسیر کا واضح بیان جس عظیم واقعہ کی طرف ہوتا ہے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن ڈاکٹر ملحم ابراہیم نے شرح دیوان ابوتمام میں ''یوم الغدیر استوضح الحق اهله'' کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یوم غدیر ایک مشہور واقعۂ جنگ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ''یمدّ بضبعیه ویعلم انّه'' میں دور کی کوڑی لاتے ہوئے کہا کہ یہ جنگ غزوات رسولؐ میں سے تھی، یمد بضبعیه کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی مدد ونصرت کی اور اس میں ''ھـا'' کی ضمیر امام علیؑ کی طرف پھرتی ہے، اس طرح جمع کا مطلب یہ ہوا کہ رسول خداؐ نے ان کی مدد ونصرت کی اور یہ جانتے تھے کہ آپ ولی ہیں، آپ رسولؐ کے تنہا مددگار وناصر غدیر میں تھے، پیغمبرؐ نے بھی آپ کی مدد ونصرت کی، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ میرے بعد امت کے ولی وخلیفہ ہوں گے۔ یہ ہے حقیقت! کیا آپ جانتے ہیں؟

اس شخص سے کون پوچھے کہ اس مشہور غزوہ کا نام کس کتاب میں درج ہے، اس کے واقعات کیا ہیں؟ تمام ارباب سیرت نے غزوات رسولؐ کی نشاندہی تو کردی ہے، یہ خیالی جنگ غدیر کہاں سے پیدا ہوگئی؟ جس میں علیؑ ورسولؐ نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر ملحم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، البتہ حقیقت غدیر چھپانے کی سعی میں اپنا کلیجہ ضرور ٹھنڈا کرلیا، شاید یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا

۱۔ علامہ امینیؒ نے ۴۵ر اشعار نقل کئے ہیں والد علامؒ نے چوبیسویں شعر سے بیس اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

علمی محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔

البتہ زمانۂ جاہلیت کا ایک مشہور دن ہے جس میں درید بن صمہ فتح مکہ کے بعد حالت کفر میں مرا تھا اس نے قوم عطفان پر انتقامی شورش کی، بنی عبس کے ساعدہ بن مرہ کو قتل کر کے ذواب بن اسماء جشمی کو قید کرلیا، بنی جشم نے نے فدیہ دے کر چھڑانا چاہا لیکن وہ راضی نہ ہوا اور اپنے بھائی عبداللہ سے قتل کرادیا پھر تو بنی مرہ اور بنی ثعلبہ وعطفان پر اس جنگ کی وجہ سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، آغانی کے مطابق یہ جنگ ۱۸؍ذی الحجہ (غدیر) کے دن واقع ہوئی، اس سلسلے میں درید کے اشعار بھی ہیں۔(۱)

عقد الفرید میں بھی زمانۂ جاہلیت کی جنگوں میں ایک ''جنگ روز غدیر قلیاذ'' کی نشاندہی کی گئی ہے، اس جنگ کے متعلق ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ قبائل نے آپس میں صلح کر لی تھی لیکن بنی ثعلبہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے وہ انتقام پر تلے ہوئے تھے پھر وہ ''قطن'' سے ''غدیر قلیاذ'' میں آئے، بنی عبس نے وہاں پہلے پہونچ کر پانی پر قبضہ کر کے بندش آب کردی کہ جانور بھی پیاسے مر جائیں، بنی ثعلبہ کے عوف ومعقل نے ان کی مدد کی، انہیں کے متعلق زہیر کے کچھ اشعار ہیں۔(۲)

کلمۂ قلیاد کے متعلق معجم البلدان اور بلوغ الارب میں کہا گیا ہے کہ یہ عرب کے مشہور دنوں میں سے تھے۔(۳)

یہ تھی وہ تفصیل.........اس میں نہ تو رسول کا پتہ ہے، نہ وصی رسول کا۔ اس داستان سے داستان غدیر کا کوئی تعلق ہی نہیں، جس میں رسولؐ نے گھنے درختوں کے سائے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے درمیان اعلان ولایت علیؑ فرمایا۔ کیا ابوتمام جیسے دانشور سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مدح علیؑ میں قصیدہ کہہ کے ایسے واقعہ کی طرف اشارہ کرے جس کا علیؑ سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر یہ کہ ابوتمام نے بدر واحد و بنی نضیر، خیبر و خندق کو نظم کر کے اس مصرع پر اپنی بات ختم کی ''مشاھد کان اللہ کاشف کربھا'' اور اس کے بعد کے شعر میں شمشیر کی بات نہیں بلکہ زبان واعلان کی منقبت نظم کر کے ''ویوم الغدیر

۱۔ آغانی ج۹ ص۲ (ج۱۰ ص۱۵،۱۴) ۲۔ عقد الفرید ج۳ ص۷۱ (ص۵ ص۹۹)

۳۔ معجم البلدان ج۷ ص۱۵۴ (ج۴ ص۳۹۳)؛ بلوغ الارب ج۲ ص۷۳

استوضح الحق اهله" کہا ہے۔

حالات زندگی

ابوتمام، حبیب بن اوس طائی کا سلسلہ نسب ۲۷ پشتوں کے بعد یعرب بن قحطان سے مل جاتا ہے۔(۱) جاحظ کے بقول وہ ممتاز ترین شیعہ اور اپنے عہد کے منفرد شیعی ادیب اور ماہر لسانیات تھے۔(۲) اسلوب شعر اور کلاسکی ادب پر مکمل عبور حاصل ہونے کے متعلق سب کا اتفاق ہے اور نہ ہی آل محمدؑ سے وابستہ ہونے پر کسی کو اختلاف ہے، قوت حافظہ و ذہانت بلا کی تھی، بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار شعری دیوان حفظ تھے، مفردات وقطعات اور قصائد اس کے علاوہ ہیں۔(۳)

معاہد التنصیص میں ہے کہ قصائد وقطعات کے علاوہ چودہ ہزار ارجوزہ (چھوٹی بحر کے اشعار) یاد تھے۔(۴) تکملہ میں ہے کہ انہوں نے پانچ سو عظیم شعراء کو گوشۂ گمنامی میں پہونچا دیا۔

یہ اصلاً شامی تھے، وہاں کے قصبۂ جیدور کے مضافات میں واقع گاؤں جاسم میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کو ندوس عطار کہا جاتا تھا، پھر انہیں ندوس کہا جانے لگا۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ہے کہ ان کے باپ نصرانی تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا، ان کا بچپن مصر میں گذرا۔ وہاں مسجد جامعہ میں پانی بھرتے۔ پھر بزم ادباء میں بیٹھنے لگے اور شعری تذکروں سے بہرہ مند ہوئے تو فہم و فراست نے شعری ذوق چمکایا، شہرہ دور دور ہوا اور خلیفہ معتصم تک خبر پہونچ گئی، اس نے سمن رائے (سامراء) میں بلوایا۔ ابوتمام نے وہاں اس کی مدح میں چند قصائد سنائے جسے سن کر انعام دیا اور تمام درباری شعراء میں برتری دے دی۔ وہ وہاں سے بغداد آئے اور عراق وایران میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محمد بن قدامہ نے قزوین میں انہیں دیکھا کہ ادباء وعلماء سے ان کی گاڑھی چھنتی تھی، وہ رہن سہن، حسن اخلاق اور شرافت نفس سے پوری طرح آراستہ تھے۔

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۸ ص ۲۴۸
۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۰۲ (۱۴۱ ح نمبر ۳۶۷)
۳۔ مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۰۲ (وفیات ۲۳۱ھ)
۴۔ معاہد التنصیص (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)

حسین بن اسحاق نے ''بحتری'' سے کہا:

لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوتمام سے اچھے شاعر ہیں۔ جواب دیا: بخدا! یہ بات نہ تو مجھے فائدہ پہونچا سکتی ہے اور نہ ابوتمام کو نقصان پہونچا سکتی ہے، میں تو اسی کی روٹیاں توڑتا ہوں۔ کاش! جیسا کہہ رہے ہیں ویسا ہی ہو جاؤں لیکن میں اس کا تابعدار اور زلہ خوار ہوں، اس نے میری ہوا باندھی ہے، میری زمین اس کے آسمان سے بہت پست ہے۔(۱)

ابوتمام حمص میں تھے تو ''بحتری'' نے ابتداء میں ان کو کلام دکھایا، اشعار سنائے۔ ابوتمام نے اس پر توجہ دی، جب سبھی چلے گئے تو بحتری سے کہا: یہاں جتنے افراد نے شعر سنائے ان میں تمہارے اشعار سب سے اچھے تھے، پھر تمہاری عادت سقیم کیوں ہے؟ اس نے ناداری کا شکوہ کیا۔ ابو تمام نے باشندگان ''معرۃ النعمان'' کو خط لکھ کر اس کی صداقت کی تعریف کر کے سفارش کی، بحتری سے تاکید کی کہ ان کی شان میں اشعار کہہ کے لے جاؤ۔ ان لوگوں نے ابوتمام کے خط کی وجہ سے ''بحتری'' کا بڑا احترام کیا اور چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ ''بحتری'' کو پہلی دولت نصیب ہوئی تھی، اس کے بعد ابوتمام بحتری کو سراہتے رہے اور وہ بھی ان سے چپک گیا۔

بحتری سے پوچھا گیا: تم بڑے شاعر ہو یا ابوتمام؟ اس نے کہا: ان کے اچھے اشعار میرے اچھے اشعار سے بہتر ہیں اور ان کے پست اشعار میرے پست اشعار سے بہتر ہیں۔ ''ابو العلاء معری'' سے پوچھا گیا: ابوتمام، بحتری اور متنبی میں کون اچھا شاعر ہے؟ اس نے کہا: ابوتمام اور متنبی تو دانشور ہیں صرف بحتری شاعر ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بحتری نے ان کے سامنے شعر پڑھا۔ ابوتمام نے کہا: تو میرے بعد امیر الشعراء ہے، بحتری نے کہا: یہ سند میرے لئے تمام پونجی سے بہتر ہے۔ ابن معتز کہتا ہے: ابوتمام کے تمام اشعار اچھے ہیں۔ وہ مسلم بن ولید صریع غوانی اور ابونواس کے اشعار کو بہت سراہتے تھے۔(۲)

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۸ ص ۲۴۸

۲۔ طبقات الشعراء (ص ۲۸۴)

عمارہ بن عقیل کے سامنے ابوتمام کے یہ اشعار پڑھے گئے:

وطول مقام المرء بالحی مخلق لدیباجتیه فاغترب تتجدد

فانی رایت الشمس زیدت محبة الی الناس ان لیست علیهم بسرمد

وہ چیخ پڑا: اگر شعری خوبی حسن الفاظ اور لطافت معانی کا نام ہے تو شاعر صرف ابوتمام ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی شاعر ہو تو میں نہیں جانتا۔(۱)

ابوتمام کی زبان میں لکنت تھی، ابن معدل یا ابوالعمیثل نے اس بارے میں کہا ہے:

یانبی الله فی الشعر و یا عیسی بن مریم انت من اشعر خلق الله مالم تتکلم

''اے شاعری کے پیغمبر خدا اور اے عیسی بن مریم! تم تمام مخلوقات میں بہترین شاعر ہو جب تک بات نہ کرو''۔

ابوتمام نے امرأو خلفاء کی بڑی نفیس مدح کی ہے۔

ابوتمام نے مندرجہ ذیل افراد سے اشعار نقل کیا ہے: صہیب شاعر، عطاف، کرامہ، ابوعبدالرحمٰن، سلامہ بن جابر، محمد بن خالد۔

مندرجہ ذیل نے ان سے روایت کی ہے: خالد بن شرید، ولید بن عبادہ بحتری، محمد بن ابراہیم بن عتاب اور عبدی بغدادی۔(۲)

کہتے ہیں کہ جب اس نے محمد بن عبدالملک بن زیاد کی مدح میں شعر پڑھا:

دلیمة سمصة القیاد سکوب مستغیث بها الثری المکروب

ابن زیات نے ابوتمام سے کہا: تم اشعار کو اس طرح جواہرات لفظی سے سنوارتے ہو کہ دوشیزہ کے گلوبند سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتے ہیں۔ ابوتمام کی ذہانت، جودت اور ذکاوت کو دیکھ کر عظیم فلسفی کندی نے کہا تھا کہ اس کی جوانی میں موت ہو جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ جواب دیا: اس کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ص۲۲؛ (ج۴ص۱۵۷؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۶ص۱۸۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ص۱۸؛ (ج۴ص۱۵۲، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۶ص۱۷۸)

تیزی فہم اور روحانی ذکاوت جسم کو اس طرح کھا جائے گی جیسے شمشیر ہندی نیام کو کھا جاتی ہے۔(۱)

صولی (۲) کا بیان ہے کہ ابوتمام نے احمد بن معتصم کی مدح میں قصیدہ پڑھا تھا:

اقدام عمرو فی سماحة حاتم　　فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

کندی نے وہیں ٹوکا: امیر تمہاری توصیف سے کہیں بلند ہے۔ یہ سن کر ابوتمام نے ذرا گردن جھکائی اور سر اٹھا کر یہ شعر پڑھا:

لاتنکروا ضربی له من دونه　　مثلا شرودا فی الندی والباس

فالله قد ضرب الاقل لنوره　　مثلا من المشکاة و النبراس

''کمتر مثالوں پر ناپسندیدگی کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ خود خدا نے اپنے نور کی مثال قندیل اور شمعدان سے دی ہے''۔

لوگ اس کی ذہانت اور سرعت فہم پر عش عش کرنے لگے۔

ابوتمام کا شعری دیوان

کہتے ہیں کہ ابوتمام نے اپنا شعری دیوان مرتب نہیں کیا تھا لیکن بظاہر عثمان بن مثنی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں دیوان مرتب کر لیا تھا۔(۳)

جن بلند پایہ ادباء نے اس دیوان پر شرح و تلخیص اور ترتیب کا کام کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

''ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن کیسان (م.۳۲۰)، ابوبکر محمد بن یحیی صولی (م.۳۳۵)، علی بن حمزہ اصفہانی، ابومنصور محمد بن احمد ازہری، حسن بن بشر آمدی، حسین بن محمد رافعی، وزیر حسین بن علی مغربی، ابو ریحان بیرونی، ابوالعلاء معری، ابوزکریا تبریزی، ابوالبرکات بن متوفی، ابوفتح نصر بن محمد، ابوالحجاج

۱۔ وفیات الاعیان ج۱ص۱۳۲ (ج۲ص۱۶ نمبر ۱۴۷)

۲۔ اخبار ابی تمام (ص۲۳۱)

۳۔ بغیة الوعاة ص۳۲۴ (ج۲ص۱۳۶ نمبر ۱۶۳۴)

یوسف بن محمد انصاری، محی الدین خیاط، ڈاکٹر ملحم ابراہیم اسود"۔(۱)

مطبوعہ دیوان بظاہر صولی کی ترتیب کے مطابق ہے جو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے لیکن اس میں بہت سے اشعار ساقط کردیئے گئے ہیں کیونکہ نجاشی کے مطابق ابوتمام نے بہت سے اشعار اہلبیتؑ کی مدح میں کہے ہیں۔(۲) احمد بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے دیوان ابوتمام کا قدیم نسخہ دیکھا تھا اس میں امام جوادؑ تک ائمہ کی شان میں قصائد تھے، موجودہ دیوان میں متذکرہ قصیدۂ رائیہ کے علاوہ کوئی قصیدہ نہیں ہے، دوسری کتابوں کی طرح ناشرین نے اس کتاب کو بھی نشانۂ خیانت بناڈالا۔

دیوان حماسہ اور شرحیں

ابوتمام کے وقیع آثار میں ایک دیوان حماسہ بھی ہے جس سے ہر زمانے کے اہل علم فائدہ اٹھاتے رہے۔ابوتمام کی یہ تالیف نفیس پیرایۂ کلام کی مفید کتاب ہے، اس نے ابوالوفا ابن سلمہ کے گھر پر ہمدان میں جس وقت برف وباراں کی وجہ سے پناہ گزیں تھا، ترتیب دیا۔ ہر باب ایک مخصوص فن کا حامل ہے اس پر ۲۷ر سے زیادہ ارباب فن نے شروح اور حواشی لکھے ہیں۔ کچھ ارباب فن نے ابوتمام کی نقل کرتے ہوئے دوانین بھی ترتیب دیئے ہیں، علامہ امینیؒ نے تیرہ (۱۳) ناموں کی نشاندہی کی ہے۔

ابوتمام نے مندرجہ ذیل علمی وادبی آثار چھوڑے ہیں:

۱. الاختیار من شعر الشعراء

۲. الاختیار من شعر القبائل

۳. اختیار المقطعات

۴. المختار من شعر المحدثین

۵. نقائص جریر و الاخطل

۱۔فہرست ابن ندیم ص ۲۳۵ (۱۹۰)، فہرست نجاشی ص ۱۰۲ (۱۴۱ نمبر ۳۶۷)، طبقات ابن ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۲۰، تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۰، ۱۳۳ (ج ۱ ص ۱۱۴ نمبر ۴۷)، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۴، ۴۰۴، ۴۲۳ (ج ۲ ص ۳۱۵ نمبر ۲۰۶۴ ص ۳۵۹ نمبر ۲۱۸۹) کشف الظنون (ج ۱ ص ۷۷۰)، معجم المطبوعات (ج ۱ ص ۲۹۷۔۲۹۶)

۲۔رجال نجاشی (ص ۱۴۱ نمبر ۳۶۷)

۶۔ الفحول (جس میں جاہلی واسلامی شعراء کو جمع کیا گیا ہے)۔(۱)

اکثر دانشوروں نے ابوتمام کے حالات، نوادرات، خوش بزمی اور نکتہ سنجی کو سوانحی شکل میں جمع کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

''ابوالفضل احمد بن ابی طاہر؛ ابوبکر محمد بن یحیی؛ ابوقاسم الحسن بن بشر آمدی؛ ابوبکر محمد بن ہاشم اور ابو عثمان سعید بن ہاشم؛ ابوعلی احمد بن محمد؛ ابوعبداللہ محمد بن عمرانی؛ ابوالحسین علی بن محمد؛ ابوضیا بشر بن یحیی؛ احمد بن عبداللہ؛ الشیخ یوسف بدیعی؛ الشیخ محمد علی بن ابی طالب زاہدی؛ سید محسن امین عاملی''۔

ان دانشواروں کے علاوہ جن دانشوروں نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

''طبقات ابن معتز ص ۱۳۳؛ فہرست ابن ندیم ص ۱۳۵؛ تاریخ طبری ج ۱۱ص ۹؛ فہرست نجاشی ص ۱۰۲ تاریخ خطیب ج ۸ص ۲۴۸؛ تاریخ ابن عساکر ج ۴ص ۱۸۔۲۸؛ تاریخ ابن خلکان ج ۱ص ۳۷؛ کشف الظنون ج ۱ص ۵۰۱؛ امل الآمل ص ۸''۔

ولادت اور وفات

کثرت اختلاف کی وجہ سے ابوتمام کی پیدائش اور وفات کا یقینی اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کچھ تحقیق سے قریب بات ان کے بیٹے کی ہوسکتی ہے، کیونکہ گھر والے گھریلو حالات بہتر جانتے ہیں، لیکن اس میں بھی اختلاف اقوال ہے، کچھ اقوال یہ ہیں کہ ان کی ولادت ۱۷۲/، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۲ ہے اور وفات ۲۲۸/، ۲۳۱ اور ۲۳۲ ہے۔

موصل میں انتقال کیا اور وہیں دفن کیے گئے۔ ابونھشل بن حمید طوسی نے قبر پر قبہ تعمیر کرایا۔ علی بن جہم نے ابوتمام کا مرثیہ کہا ہے:

غاصت بدائع فطنة الاوھام — وغدت علیھا نکبة الایام(۲)

اور حسن بن وھب نے مرثیہ کہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن بن وھب کا مرثیہ دیک الجن یا عبداللہ بن

۱۔ فہرست ابن ندیم ص ۲۳۵ (ص ۱۹۰)   ۲۔ دیوان علی بن جہم (ص ۱۸۱)

زبیر ثانی کی طرف منسوب ہے۔

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں

ابوتمام جیسے راسخ العقیدہ اور مذہبی شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح ان دشمنوں کے فریب میں آ گئے جو اچھے لوگوں کو بدنام اور درخشاں چہروں کو کریہہ بنا کر پیش کرتے ہیں، دشمنوں نے جن بہترین شخصیتوں کو آلودہ کرنے کی کوشش کی ان میں پرچمدار ہدایت، مجاہد وانقلابی جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی بھی ہیں۔ دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ابوتمام نے جناب مختار کے متعلق یہ اشعار کہے:

''ستم رسیدہ ہاشمیوں کے قافلے نے کربلا سے کوچ کیا اور مختار نے خونخواہی کے ذریعہ ان کے زخموں پر مرہم رکھا۔ گرچہ وہ (مختار) صحیح دین پر نہیں تھے''۔

حالانکہ جو شخص بھی تاریخ وحدیث ورجال کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجے پر پہونچے گا کہ مختار دین وہدایت واخلاص کے پیشوا تھے، ان کا انقلاب اقامۂ عدل، ملحدوں کی بنیاد ڈھانے اور امویوں کے ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے علاوہ کچھ نہ تھا، آئین کیسانی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، ان پر جو بھی تہمت لگائی گئی وہ صحیح نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام زین العابدینؑ، امام باقر اور امام صادق علیھم السلام نے ان سے اپنے دلی خوشی کا اظہار فرمایا، خاص طور سے امام باقرؑ نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔ اہل بیتؑ کی نظر میں وہ اور ان کا کارنامہ ہمیشہ لائق ستائش رہا ہے۔

جید علماء نے ان کی بڑی تجلیل کی ہے، سید جمال الدین بن طاؤس، علامہ حلی، ابن داؤد، فقیہ ابن نما، محقق اردبیلی، صاحب معالم، قاضی نور اللہ شوستری، شیخ ابوعلی اور دوسرے علماء نے ان کی عظمت و جلالت بیان کرنے کے بعد ان پر ہونے والے الزمات واتہامات کا دفاع کیا ہے۔(۱)

۱۔ دیوان علی ابن جہم ص ۱۸۱؛ رجال ابن طاؤس؛ خلاصۃ الاقوال حلی (ص ۱۶۸ نمبر ۲)؛ رجال ابن داؤد (ص ۲۷۷ نمبر ۴۹۳)؛ رسالہ ذوب النضار (مطبوع در بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۶)؛ حدیقۃ الشیعہ (ج ۲ ص ۳۰)؛ تحریر طاؤس (ص ۵۵۸ نمبر ۴۱۸)؛ مجالس المومنین (ج ۲ ص ۲۴۵)؛ منتہی المقال (ص ۳۶۴)

دعبل خزاعی

قصیدہ تائیہ ایک سو اکیس شعروں پر مشتمل ہے، یہاں موضوع ولایت سے متعلق سترہ شعروں کا ترجمہ پیش ہے:

فکم حسرات هاجها بمسحر و قوفي يوم الجمع من عرفات

''میں تمام عرفات پر حسرت واندوہ کے ہیجان میں کھڑا تھا، تم نے زمانہ کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح ظلم و جور کا برتاؤ کیا، لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور تماشہ پردازی کے تماشے کیے، ماضی کی وہ مضحکہ خیز حکومتیں جو کور باطنی کی وجہ سے نور کی متلاشی تھیں۔ کیا میں ان کے بعد بھی اپنے نماز روزوں سے تقرب خداوند حاصل کر سکتا ہوں؟ ہاں! فرزندان رسولؐ کی محبت اور اہلبیتؑ کی وابستگی کے ساتھ، آل مروان و بنی امیہ و ہندہ و سمیہ کی نسل سے شدید نفرت کا مظاہرہ کیا جائے تبھی خوشنودیٔ خدا حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سبھی کفر کے سرغنہ اور اسلام کو کمزور کرنے والے تھے، انہوں نے قرآن کے عہد و فرائض کو مکاریوں سے ملیامیٹ کر دیا، آیات محکم میں شبہات کی فصیل اٹھا دیں، یہ سخت آزمائش تھی جس نے ان کے چہروں سے گمراہی و ضلالت کے تمام پردے چاک کر دئے۔ میراث بغیر قرابت، اقتدار بغیر ہدایت، حکم بغیر مشورہ اور بغیر و جود رہبر....

یہ ہیں درد و غم کے وہ طوفان جس کی وجہ سے میری آنکھیں خوں فشاں ہیں اور آب شیریں کے گھونٹ تلخ ترین ہو گئے ہیں، یہ بے ہنگم پن اتنا آسان بھی نہیں تھا کہ لوگوں کو رام کر لیا جاتا، لیکن ناگہانی بیعت، ارباب سقیفہ کی ناعاقبت اندیشی اور دعویٰ میراث پدر کو مختلف گمراہ بہانوں سے رد کرنے کی وجہ سے یہ سب تماشہ ہوا۔ اگر انہوں نے وصی رسولؐ کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہوتا اور تمام

معاملات ان کے حوالے کردئے گئے ہوتے تو تمام غلطیوں سے پاک رہتے۔ وہ خاتم النبیینؐ کے بھائی اور میدان جنگ میں منافقوں کے پتے پانی کرنے والے تھے، ان منکروں کے لئے غدیر کی گواہی کافی تھی پھر بدر واحد کی بلند پہاڑیاں نیز قرآنی آیات جن میں فضائل علیؑ موجود ہیں کہ شدت ضرورت کے باوجود سامنے کا کھانا ایثار کردیا۔ ان آیات کے علاوہ بھی بے شمار فضائل ومناقب سے آراستہ تھے اور دوسروں سے برتر تھے''۔(۱)

دانشوروں کے نظریات

۱۔ ابوالفرج لکھتا ہے کہ قصیدۂ دعبل ''مدارس آیات خلت من تلاوة... ''جلال آفریں مدح آل محمدؐ ہے، اس نے امام رضاؑ کو ان کی بارگاہ خراسان میں اس وقت سنایا جب آپ نے اشعار سنانے کی فرمائش کی، جب اس نے یہ شعر پڑھا:

اذا وتروا مدّو الی واتریهم اکفّا عن الاوتار منقبضات

امام روتے روتے بے ہوش ہوگئے، خدمت گار نے خاموش ہونے کا اشارہ کیا، دوبارہ ہوش میں آئے تو سنانے کی فرمائش کی، تیسری بار بھی اسی طرح فرمائش کی اور تحسین سے نوازا پھر حکم دیا کہ دس ہزار درہم رضوی مہر والے جو ابھی تک کسی کو نہیں دیئے گئے اسے عطا کئے جائیں پھر وہ عراق چلا آیا۔ اس نے وہ درہم شیعوں کے ہاتھوں ایک کے بدلے دس درہم میں فروخت کئے، اس طرح ایک لاکھ ہاتھ لگ گئے، یہ اسے پہلی دولت نصیب ہوئی تھی۔(۲)

ابن مردویہ کے توسط سے حذیفہ بن محمد کی روایت کے مطابق دعبل نے امام کے بدن مبارک کا لباس طلب کیا تا کہ کفن میں کام آسکے امام نے اپنا جبہ عطا فرمایا، جب قم والوں کو خبر پہونچی تو دعبل سے

۱۔ اعیان الشیعہ (ج۶ ص۴۱۸)

۲۔ آغانی ج۱۸ ص۲۹ (ج۲۰ ص۱۳۲، ۱۶۲)؛ معاہد التنصیص ج۱ ص۲۰۵ (ج۲ ص۱۹۹ نمبر ۱۱۵)؛ عیون اخبار رضا ص۲۸۰ (ج۲ ص۲۹۶ ح نمبر۳۴)

تین لاکھ میں فروخت کرنے کی درخواست کی اس نے قبول نہ کیا تو راستہ روک کر شور مچانے لگے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ بخوشی ہرگز قبول نہ کروں گا، آخر اس نے مصالحت کی کہ تیس ہزار میں صرف آستین فروخت کردے، اس کے بعد دعبل نے جبہ پر "مـــدارس آیـــات" لکھ کر اسی سے احرام باندھا اور وصیت کردی کہ کفن میں ساتھ کردیا جائے۔(۱)

دعبل کا بیان ہے کہ جب میں خلیفہ کے خوف سے بھاگا، نیشاپور میں ایک رات اکیلے گذاری، وہیں سوچا کہ عبداللہ بن طاہر کی مدح میں قصیدہ لکھ ڈالوں، فکر شعری میں تھا کہ دروازے پر آواز آئی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اندر آنے کی اجازت ہے، خدا آپ پر رحم کرے۔

آواز سنتے ہی سارے بدن میں رعشہ پڑ گیا، اس نے کہا: ڈرو نہیں عافیت میں ہو، میں یمن کا رہنے والا جنّات ہوں، میرے عراقی دوست نے تمہارا قصیدۂ مدارس سنایا تو مجھے خواہش ہوئی کہ خود تم ہی سے وہ قصیدہ سنوں۔ دعبل نے وہ قصیدہ پڑھا تو وہ روتے روتے وہیں بے ہوش ہوگیا۔ پھر دعائے رحمت کے ساتھ روحانی تقویت کے لئے حدیث سنائی: میں ایک دن حضرت جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے جد کا ارشاد ہے کہ یا علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ کامیاب ہیں۔ وہ خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو میں نے نام پوچھا: بولا: میرا نام ظبیان بن عامر ہے۔(۲)

۲۔ ابواسحاق قیروانی لکھتا ہے کہ دعبل متعصب مداح آل محمدؐ تھا، اس کا مشہور مرثیہ "مـــدارس آیات خلت من تلاوۃ" ہے۔(۳)

۳۔ تاریخ ابن عساکر(۴) میں ہے کہ مامون نے اقتدار مستحکم ہونے کے بعد فضائل آل محمدؐ کے آثار جمع کرنے کی سعی شروع کردی، انہیں میں ایک قصیدہ مدارس آیات بھی ہے، یہ قصیدہ ہمیشہ اس کے

۱۔ معجم الادباء ج ۴ ص ۱۹۶ (ج ۱۱ ص ۱۰۳)، عصر المامون ج ۳ ص ۲۵۵، معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ نمبر ۱۱۵)

۲۔ معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ نمبر ۱۱۵)؛ الاغانی ج ۱۸ ص ۳۹ (ج ۲۰ ص ۵۵)

۳۔ زہر الآداب ج ۱ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۱۳۴)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۳۴ (ج ۶ ص ۷۷، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۲)

دل میں ہیجان برپا کرتا رہا، ایک دن دعبل ملا تو اس نے قصیدہ کی فرمائش کی اور کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم میری امان میں ہو، میں اس قصیدے سے آگاہ ہوں صرف تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، اشعار سنتے سنتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔(۱)

۴۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ قصیدہ تائیہ دعبل کی بہترین شعری کاوش ہے پھر خراسان میں امام کو سنانے کا واقعہ، لباس طلب کر کے جامہ احرام طلب کر کے کفن بنانے کا حال لکھ کر کہتا ہے کہ یہ قصیدہ برکت کے خیال سے ہاتھوں ہاتھ شائع ہوتا رہا ان میں کا اکثر حصہ میرے خیال میں الحاقی ہے، شیعوں نے بہت سا اضافہ کر دیا ہے، ۴۳ شعروں کو لکھ کر کہا ہے کہ صحیح اشعار یہاں نقل کر رہا ہوں:

''آیات قرآنی کی تلاوت و تعلیم سے مدرسے خالی ہوگئے، منزل وحی پر ویرانیوں نے بسیرے لے لئے، خانوادۂ رسولؐ کی منزلیں منیٰ، خیف، رکن، عرفات اور صفا و مروہ ہیں، یہاں علیؑ و جعفر و حمزہؑ نیز سجادؑ ذوالثفنات کے ڈیرے تھے جو بے پناہ رحمت سے ویران ہوگئے، گردش روزگار سے نہیں۔ ذرا ٹھہرو! مکتبوں سے خالی ان مکانوں سے پوچھوں۔

کہاں تک روزگار سے عہدہ برآئی ہوئی، وہ جنہیں غریب الوطنی نے پراگندہ کر دیا کہاں گئے؟ وہ وارثان نبوت اور قائد و مددگار تھے، ان کے مقابل جھوٹے اور کینہ توز افراد تھے، جب وہ اپنے کشتگان بدر و خیبر و حنین کو یاد کرتے ہیں تو روتے ہیں۔

کچھ قریب کوفہ میں ہیں اور کچھ مدینہ میں اور کچھ مقام ''فخ'' میں۔ ان پر خدا کی رحمت ہو اور ایک پاک نفس کی قبر بغداد میں ہے غرق نوازش خدائے رحمان.... لیکن وہ نفوس جن کی دعوت نظر انداز کی گئی اور میں ان کے صفات کے ادراک سے قاصر ہوں، دامن محشر تک کہ خدائے رحمان امام قائمؑ کو اٹھائے اور ان کی برکت سے بے چینیوں کو دفع کرے کچھ نفوس کی آرامگاہیں دشت کربلا میں شط فرات کے نزدیک دو نہروں کے درمیان ہیں۔

۱۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۵۸ (ج ۲۰ ص ۱۹۵)؛ زھر الآداب ج ۱ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۱۳۴)، معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۸ نمبر ۱۱۵)؛ الاتحاف ص ۱۶۵

حوادث روزگار نے انہیں منتشر کر دیا لیکن جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ بارگاہیں برکت سے بجی سجائیں ہیں، سوائے ان قبروں کے جو مدینہ میں واقع ہیں، گردش زمانہ سے ویران ہیں وہاں زوار بہت کم جاتے ہیں صرف بچھو، گدھ اور عقاب ہی نظر آتے ہیں (ویرانی کی طرف اشارہ ہے)، خانوادۂ رسالت کی آرام گاہیں جدا جدا اور مزارات تمام روئے ارض پر بکھری ہیں، حالانکہ ان میں کچھ حجاز کے مدفون بہادر اور مرد میدان تھے، انہیں زمانے کی شخصیتوں نے لٹا پٹا بنا دیا اور جنگ کے بھڑکتے شعلوں نے مدھم کر دیا، وہ صفوں میں گھستے تو موت کے شرارے نیزوں پر لے لیتے اور جب ناز کرتے تو محمدؐ، جبریل اور قرآنی سورے ہم زبان ہوتے۔

اے ملامت گر! محبت اہل بیتؑ پر مجھے ملامت نہ کر میری تمام زندگی محبت و اعتماد کی پونجی ہے، میں نے انہیں ہدایت کے لئے چن لیا ہے، کیونکہ وہ ہر حیثیت سے نیکوں میں نیک ہیں۔ خدایا! میرے یقین میں اضافہ کر اور ان کی محبت میرے دل میں بڑھا دے، میری جان کی قسم! تمہارے بوڑھے، جوان، غلاموں کو آزاد کرنے والے اور خون بہا دینے والے ہیں، میں تمہارا پیدائشی محب اور تمہاری محبت میں اپنے خاندان اور بیٹوں سے دست بردار ہوں، اپنی محبت کینہ توز دشمنان حق سے چھپاتا ہوں کہ انہیں موت بھی نہیں آتی، میری تمام زندگی مصائب میں گھری ہے اب مرنے کے بعد ہی چھٹکارا نصیب ہوگا۔

تم نہیں دیکھتے کہ میرے تیس سال رات دن حسرتوں میں گذرتے بیت گئے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی دولت دوسروں میں تقسیم ہو رہی ہے خود ان کے ہاتھ مال غنیمت سے خالی ہیں، چنانچہ آل رسولؐ تو لاغر اندام ہیں اور آل زیاد قصروں میں بھرے پڑے ہیں، زیاد کی بیٹیاں محلوں میں محفوظ ہیں اور حرم رسولؐ کے سروں پر چادریں بھی نہیں، جب کوئی انتقام کے لئے اٹھتا ہے تو ظلم کے ہاتھ بے بس کر دیتے ہیں، مستقبل قریب میں انتقام کی توقع نہ دیکھ کر حسرتوں میں پھپک رہا ہوں، امیدوں کا مرکز صرف خروج قائمؑ ہے جو بنام خدا قیام اور حق و باطل میں امتیاز نیز اچھے برے کا بدلہ دیں گے، اسی لئے میں دشمنوں سے جنگ سے ہاتھ روک کر صرف آنسو بہا رہا ہوں۔ اے نفس! خوش ہو جا کہ وہ دن دور نہیں اگر خدا نے

عمر دراز کرکے وہ دولت نصیب کی تو خوشی خوشی اپنے نیزہ وتلوار کو دشمنوں کے خون سے سیراب کروں گا ، سچ تو یہ ہے کہ ان (دشمنوں) کی ہدایت کرنا سورج کو ٹالنا ہے اور حق بات سخت پتھروں سے گفتگو کے مترادف ہے، اکثر تو حق پہچان کر فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعض معاند خواہشات کا شکار ہیں، ان دشمنوں کے خلاف میرا غصہ بے پایان ہے اور میرا سینہ غم واندوہ سے پھٹا جاتا ہے"۔(۱)

۵۔شیخ الاسلام ابواسحاق حموینی نے احمد بن زیاد سے روایت کی ہے کہ دعبل خزاعی نے کہا کہ جب میں نے امام رضا کے سامنے قصیدہ "مدارس آیات خلت من تلاوۃ ....." پڑھا تو حضرت نے فرمایا: اس میں دوشعروں کا اضافہ کرلو، میں نے عرض کی: ہاں! یابن رسول اللہؐ۔حضرت نے فرمایا:

و قبر بطوس یا لہا من مصیبۃ　　　الحت بہا الاحشاء بالزفرات

الی الحشر حتی یبعث اللہ قائماً　　　یفرج عنا الھم و الکربات

دعبل کا بیان ہے کہ پھر میں نے قصیدے کے بقیہ اشعار پڑھے، قصیدہ کے اختتام پر امام بہت روئے پھر فرمایا: دعبل! روح القدس تمہاری زبان سے بول رہے ہیں، پھر پوچھا: اس امام کو پہچانتے ہو؟ عرض کی: نہیں صرف اتنا سنا ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ فرمایا: وہ میرے بیٹے محمد پھر علیؑ پھر حسنؑ کے فرزند ہیں۔حدیث رسولؐ ہے کہ قیامت کی طرح ان کا بھی ظہور اچانک ہوگا۔

۶۔ابن طلحہ شافعی نے دعبل کا بیان نقل کیا ہے کہ جب امام رضاؑ ولی عہد ہوئے تو مامون نے مجھے بلواکر مدارس آیات سننے کی فرمائش کی، میں نے لاعلمی ظاہر کی تو امام کو بلواکر شکایت کی، امام نے قصیدہ سنانے کا حکم دیا۔

مامون نے پچاس ہزار درہم اور اتنا ہی امامؑ نے مجھے مرحمت فرمایا، دعبل نے عرض کی: آقا! مجھے اپنا لباس مرحمت فرمایئے، جسے اپنا کفن بنا سکوں۔آپ نے اپنی قمیص اور پاکیزہ عمامہ مرحمت فرمایا اور کہا: اسے سنبھال کر رکھنا یہ تمہیں سختیوں سے بچائے گا، اسکے بعد مامون کے وزیر فضل بن سہل نے بھی انعام دیا

۱۔معجم الادباء ج۴ص۱۹۶(ج۱۱ص۱۱۰۔۱۰۲)

اور زرد خراسانی خچر پر سوار کر دیا۔ دعبل کا بیان ہے کہ ایک دن ساتھ جا رہے تھے اور بارش ہونے لگی تو برساتی بھی عطا کی اور کہا: یہ تمہیں بارش سے محفوظ رکھے گی۔ لوگ اسے اسّی دینار میں خریدنا چاہتے تھے لیکن نہیں بیچا، اس درمیان کئی بار عراق جانا ہوا۔ دعبل کا بیان ہے کہ ایک بار راستے میں ڈاکوؤں نے سارا سامان لوٹ لیا، بارش کی وجہ سے سخت سردی پڑ رہی تھی ایک پرانی قمیص اور عمامہ پہنے ٹھٹھر رہا تھا اور امام رضاؑ کے فقرے غم واندوہ میں یاد کر رہا تھا کہ ایک ڈاکو میری طرف بڑھا، وہ فضل بن سہل کے زرد خچر پر سوار تھا میرا قصیدہ ''مدارس آیات'' پڑھ کر رو رہا تھا مجھے سخت تعجب تھا کہ یہ ڈاکو شیعہ ہے۔ میں نے پوچھا: یہ قصیدہ کس کا ہے؟ پہلے تو ڈانٹا کہ تمہیں اس سے کیا کام... میں نے قسم کھا کر بتایا کہ یہ جس دعبل کا قصیدہ ہے وہ میں ہی ہوں۔ (۱)

آگے ابن طلحہ لکھتے ہیں: کہ دیکھو تو کس قدر جلال آفریں قصیدہ ہے۔ پھر چوبیں اشعار نقل کئے ہیں۔ (۲)

۷۔ سبط جوزی نے اس کے ۲۹ / اشعار نقل کئے ہیں۔ (۳)

۸۔ صلاح الدین صفدی اور سیوطی نے نقل کیا ہے۔ (۴)

۹۔ شبراوی نے ہروی سے دعبل کا بیان نقل کیا ہے جس میں خروج امام قائم پر امام رضاؑ کا گریہ ہے۔ (۵) اور روح القدس کے ہم زبان ہونے کی دعا کا بیان نقل ہے۔ پھر طبری کے حوالے سے دعبل کا بیان ہروی کی زبانی منقول ہے، جس میں ۲۹ شعر نقل کئے گئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ طویل قصیدہ ۱۲۰ شعروں پر مشتمل ہے اور اس سے متعلق واقعات بیان کئے ہیں۔ (۶)

۱۰۔ شبلنجی نے شبراوی کا متن نقل کیا ہے۔ (۷)

۱۔ مطالب السئول ص ۸۵ ۲۔ مطالب السئول ص ۸۶

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۳۰ (۲۲۷)

۴۔ الوافی بالوفیات ج ۱ ص ۱۵۶ (ج ۱۴ ص ۱۴ نمبر ۱۲)؛ بغیۃ الوعاۃ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۲۱۹ نمبر ۳۹۶)

۵۔ عیون اخبار الرضا ص ۳۷۰ (ج ۲ ص ۲۹۶ حدیث نمبر ۳۵ باب ۶۶)، کمال الدین ص ۳۷۲، اعلام الوری ص ۱۹۲ (ص ۳۱۸)

۶۔ اتحاف ص ۱۶۵ ۷۔ نور الابصار ص ۱۵۳ (۳۱۰)

علماء امامیہ نے بھی اس قصیدہ کے ذیل میں تمام تفصیلی واقعات کو نقل کیا ہے جنہیں طول دینا مناسب نہیں، جن علماء نے اسے نقل کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

شیخ صدوق نے ہروی کا متذکرہ بیان نقل کیا ہے کہ جب "اذا وتروا مدوا" کا شعر پڑھا تو امام نے ہاتھ ملتے ہوئے فرمایا: واقعی ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، جب "لقد خفت فی الدنیا" کا شعر پڑھا تو امام نے قیامت سے محفوظ ہونے کی دعا دی، جب "قبر ببغداد لنفس زکیه" تک پہونچے تو امام نے دو شعر کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد دعبل کا سوال اور امام کا جواب نقل کیا۔(۱)

دعبل کی ایک بہت پیاری کنیز تھی، اس کی آنکھیں دکھنے آئی تھیں، دعبل نے حکیم کو بلایا، اس نے کہا کہ داہنی آنکھ تو ختم ہی ہوگئی صرف بائیں آنکھ کے علاج کی کوشش کی جائے گی۔ دعبل بہت گھبرایا، اسی وقت یاد آیا کہ امام کا جبہ اس کے پاس ہے، اس نے وہ جبہ کنیز کی آنکھوں پر پھرایا، صبح تک کنیز کی آنکھیں برکت امام رضاؑ سے صحیح و سالم ہوگئیں، پہلے سے بھی بہتر ہوگئیں۔(۲)

مشکاۃ الانوار اور مؤجج الاحزان میں بھی خروج امام کے شعر پر امام کا اضطراب منقول ہے۔ دمعۃ الساکبہ میں بھی نقل ہے۔

متذکرہ قصیدہ تائیہ کی علامہ جزائری، محمد بن محمد قنولی اور میرزا علی علیاری نے شرحیں لکھیں ہیں۔

قابل توجہ...!!!

اس قصیدہ کی ابتداء اس شعر سے ہے:

تجاوبن بالارنان والزفرات　　　نوائح عجم اللفظ والنطقات

روضۂ ابن فتال اور مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ دعبل سے پوچھا گیا کہ تم نے تشبیب کے اشعار کیوں چھوڑ دیئے، امام کی خدمت میں "مدارس آیات" ہی سے کیوں شروع کیا؟ کہا کہ مجھے

۱۔ عیون اخبار الرضاص ۳۶۸ (ج۲ص ۲۹۴ حدیث ۳۴ باب ۶۶)، کمال الدین ص ۳۷۶۔۳۷۳ باب ۳۵

۲۔ اعلام الوری ص ۱۹۱ (۳۱۶)، کشف الغمہ ص ۲۷۵ (ج۳ص ۱۱۲)

بارگاہ امام میں تغزل سے شرم آتی ہے۔(۱) پورا قصیدہ ۱۲۰ اشعروں پر مشتمل ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ میں ،قاضی نے مجالس المومنین مجلسی نے بحار الانوار اور رنوزی نے ریاض میں نقل کیا ہے۔(۲) اس کے بعض اشعار کو الحاقی کہنا مجرمانہ حرکت ہے کیونکہ خود حموینی نے معجم البلدان میں مشکوک اشعار کو نقل کیا ہے اس کے علاوہ جن شعروں کو الحاقی کہا جا رہا ہے انہیں مسعودی ،ابن جوزی، سبط ابن طلحہ اور شبلنجی جیسے فحول علماء نے نقل کیا ہے۔(۳) ان سے تسامح کی توقع نہیں کی جاسکتی، جو لوگ اس کو مصنوعی قرار دیتے ہیں ان سے خدا سمجھے۔

حالات زندگی

ابوعلی یا ابوجعفر کنیت تھی، نام تھا دعبل بن علی بن رزین۔(۴) اس کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں کے بعد بدیل بن ورقا اور سولہ واسطوں کے بعد ربیعہ خزاعی تک پہونچتا ہے۔(۵)

خانوادۂ رزین

خانوادۂ ''رزین'' ادب ومحاسن کا مرکز رہا ہے، حالانکہ ابن رشیق نے اسے صرف شعر ہی میں محدود قرار دیا ہے۔(۶) اس خانوادہ میں محدث، شاعر اور اہل سیاست وشرف تھے اور یہ تمام فضل و

۱۔ روضۃ الواعظین ابن فتال ص۱۹۴ (ج۱ ص۲۲۷) ومناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۹۴ (ج۴ ص۳۶۶)

۲۔ مجالس المومنین قاضی ص۴۵۱ (ج۲ ص۵۲۴۔۵۲۰)؛ بحار الانوار ج۱۲ ص۷۵ (ج۴۹ ص۲۴۴)؛ کشف الغمۃ (ج۳ ص۱۱۷، ۱۱۲)

۳۔ مروج الذہب ج۲ ص۲۳۹ (ج۳ ص۳۲۷)؛ تذکرۂ ابن جوزی (ص۲۲۷)؛ مطالب ابن طلحہ (۸۶)؛ نور الابصار (ص۳۱۰)؛ معجم البلدان ج۲ ص۲۸ (ج۱۱ ص۱۰۳)

۴۔ آغانی ج۸ ص۲۹ (ج۲۰ ص۱۳۱) پر اس کے بعد یوں سلسلۂ نسب لکھا ہے: ابن سلیمان بن تمیم بن نہشل بن خداش بن خالد بن عبد بن دعبل بن انسبن خزیمہ بن سلامان بن اسلم بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن مزیقیا

۵۔ فہرست نجاشی ص۱۱۶ (۱۶۱ نمبر ۴۲۸)، تاریخ خطیب ج۸ ص۳۸۲، تاریخ ابن عساکر ج۵ ص۲۲۷ (ج۶ ص۸۶)

۶۔ امالی شیخ طوسی ص۲۳۹ (ص۳۷۶ حدیث ۸۰۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۸ ص۱۷۲)؛ عمدہ ابن رشیق ج۲ ص۲۹۰ (ج۲ ص۳۰۷ باب ۱۰۲)

شرف دعائے رسولؐ کی برکت سے تھا، عباس بن عبدالمطلب نے فتح مکہ کے موقع پر کہا تھا: خدا کے رسولؐ! آج تو قوموں کو افتخار و شرافت عطا ہونے کا دن ہے، ذرا بدیل بن ورقا کی طرف بھی توجہ فرمایئے جن کی شیفتگی، وارفتگی حد سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بدیل! کیا عمر ہے تمہاری؟ پورے ۹۷ سال۔ آپ نے دیدوں میں نظریں جمادیں اور مسکراتے ہوئے فرمایا: خدا تمہارا جمال بڑھائے اور تمہیں اور تمہارے عیال کو بہرہ مند کرے۔(۱)

بدیل ہی کی ذریت میں پر جلال بزرگ عبداللہ ہیں انہیں کے بھائی عبدالرحمٰن اور محمد ہیں جنہیں رسولؐ نے یمن کا سفیر بنایا تھا، یہ تمام افراد جن میں ایک عثمان بھی ہیں صفین میں شامل تھے۔(۲) پانچویں بھائی نافع تھے جو رسولؐ کے سامنے فوت ہوئے اور ابن رواحہ نے ان کا مرثیہ کہا۔(۳)

اس خانوادہ کی شرافت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں پانچ شہید ہیں جو جنگ صفین و جمل میں حضرت علیؑ ہمراہ تھے اور مورد الطاف خدا اور رسولؐ قرار پائے، عبداللہ خود مرد میدان تھے زہری انہیں پانچ مدبرین عرب میں شمار کرتے ہیں۔(۴) امیر المومنینؑ نے صفین میں انہیں حملہ کرنے کا حکم دیا، وہ دو شمشیروں اور دو زرہوں سے حملہ آور ہوئے، وہ معاویہ تک صفوں کو چیرتے ہوئے پہونچ گئے، معاویہ نے انہیں گھیرنے کا حکم دیا۔ حبیب بن مسلم جو معاویہ کے میسرہ کا انچارج تھا آگے بڑھا، دونوں فوجیں گھتم گھتا ہوگئیں، ابن بدیل کے پاس صرف سو آدمی باقی رہ گئے جو قرا تھے عبداللہ نے تہیہ کر رکھا تھا کہ معاویہ کا سر کاٹ کر رہیں گے، معاویہ نے للکارا: ان پر سنگ باری کرو۔ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تو معاویہ و عبداللہ بن عامر ان کے سرہانے آئے۔ ابن عامر نے عمامہ ہٹا کر شفقت بھری نظر ڈالی کیونکہ اس سے پہلے گہرے دوست تھے، معاویہ نے کہا: ذرا چہرے سے پردہ ہٹاؤ، عبداللہ بن عامر نے کہا: ایسا ہرگز

۱۔ امالی الشیخ ص ۳۳۹ (ص ۳۷۶ ح ۸۰۵/)، الاصابہ ج ۱ ص ۱۴۱ (نمبر ۶۱۴)

۲۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۱۲۶ (ص ۲۴۵)؛ خصال شیخ صدوق؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶ خطبہ ۶۵)؛ الاصابہ ج ۳ ص ۳۷۱ (نمبر ۷۷۵۸)

۳۔ الاصابہ ج ۳ ص ۵۴۳ (نمبر ۸۶۵۰)

۴۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۱

نہ ہوگا جب تک میری روح باقی ہے تم مثلہ نہیں کر سکتے، معاویہ نے کہا: ہٹاؤ بھی مثلہ نہیں کروں گا اسے تمہیں بخش دیا، ابن عامر نے پردہ ہٹایا تو معاویہ بولا: واللہ! یہ اپنی قوم کا شجاع تھا پھر شجاعت کا تمثیلیہ پڑھ کر کہا: اگر بنی خزاعہ کی عورتوں کو بھی قدرت ہوتی کہ وہ مجھ سے جنگ کریں تو ضرور مجھ سے جنگ کرتیں۔(۱)

ابن بدیل کی آخری سانسیں چل رہی تھیں تو ادھر سے اسود بن طہمان خزاعی کا گذر ہوا، انہوں نے کہا: بخدا! اگر میں موجود ہوتا تو تمہارا دفاع کرتا یا خود مرتا یا تمہارے قاتل کو مارتا، بخدا! تم لائق اعتماد پڑوسی اور عابد شب زندہ دار تھے کچھ وصیت کرو، خدا تم پر رحم کرے۔ فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم امیر المومنینؑ کی خیر خواہی کرتے رہنا اس وقت تک ان کی حمایت میں جنگ کرتے رہو کہ حق واضح ہو جائے حتی تم موت سے بغلگیر ہو جاؤ اور امیر المومنینؑ کو میرا اسلام پہونچا دینا۔ انہوں نے علیؑ تک پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا: خدا ان پر رحم کرے، زندگی میں تو میری طرف سے جنگ کی اور مرتے مرتے میری خیر خواہی کر گئے۔(۲)

عدی بن حاتم نے بھی ان کی مدح میں دو شعر کہے ہیں کہ عمار، ہاشم (بن مرقال) اور ابن بدیل کے بعد زندگی کی تمنا بیکار ہے۔(۳) اس سلسلے میں سلیمان بن صرد خزاعی اور شنی کے بھی مرثیے ہیں۔(۴)

دعبل کے باپ علی بن رزین بھی بلند پایہ شاعر تھے۔(۵) اسی طرح ان کے چچا عبداللہ بن رزین بھی شاعر تھے۔(۶) ان کے چچیرے بھائی ابو جعفر محمد ابو شیص بن عبداللہ صاحب دیوان شاعر تھے۔(۷)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۴۳ (ص ۴۵۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۸ ص ۹۲ خطبہ ۱۲۴)

۲۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۲۶ (۲۴۶)، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶) خطبہ ۶۵

۳۔ وقعۂ صفین (ص ۴۰۳)

۴۔ وقعۂ صفین (ص ۴۰۰)

۵۔ معجم الشعراء ج ۱ ص ۲۸۳ (۱۳۶)   ۶۔ العمدۃ (ج ۲ ص ۳۰۷ باب ۱۰۲)

۷۔ البیان والتبین ج ۳ ص ۸۳، الشعر والشعراء ص ۳۴۶ (ص ۵۷۱)، الآغانی ج ۱۵ ص ۱۰۸ (ج ۱۶ ص ۲۳۲)، فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۲۰۴ نمبر ۲۶۹)

دعبل کے بھائی، ابوالحسن علی صاحب دیوان شاعر تھے(۱)۔ ۱۹۸ھ میں دعبل کے ساتھ امام رضا کی خدمت میں عرصہ تک شرفیاب ہو رہے تھے، خود انہیں کا بیان ہے کہ دو سال تک میں اور دعبل امام کی خدمت میں رہے تھے، امام نے میرے بھائی دعبل کو سبز اونی لباس، عقیق کی انگوٹھی اور خلعت کے ساتھ درہم رضوی دیا اور کہا: دعبل! قم جاؤ، وہاں بڑا فائدہ اٹھاؤ گے۔ یہ بھی کہا کہ اس لباس کی حفاظت کرنا کہ اس میں ہزار ہزار رکعت نمازیں اور ہزار ختم قرآن کیا ہے۔(۲) دعبل کے بھائی ۱۷۲ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۳ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے ابوالقاسم اسماعیل جو دعبلی کے نام سے معروف تھے، اپنے باپ سے بہت سی روایات بیان کی ہیں، واسط میں رہتے تھے اور وہاں مالیات کے افسر تھے، تاریخ الائمہ اور کتاب النکاح کے مؤلف بھی ہیں۔

دعبل کے ایک اور بھائی رزین بھی شاعر آل محمدؐ تھے، دعبل کے اشعار ان کے متعلق ابن عساکر نے لکھے ہیں۔(۳) ان کا امام رضاؑ کی زیارت کیلئے جانا(۴) اور لکڑ ہاروں سے کرایہ پر خچر لینے کا واقعہ نیز دعبل اور ان کے اشعار بدائع البدایہ میں مذکور ہیں۔(۵)

دعبل کی کنیت، ابوعلی یا ابوجعفر تھی

آغانی نے ابوایوب سے نقل کیا ہے کہ دعبل کا نام محمد تھا، تاریخ خطیب میں ان کا نام حسن ہے۔(۶) ان کے بھتیجے کا بیان ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن تھا، انہیں کا بیان ہے کہ دعبل کی دایہ نے ان کی شوخی طبع کی وجہ سے دعبل نام رکھا، ذال کو دال سے بدل دیا گیا'' دعبل اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا بچہ اس کے

۱۔ فہرست ابن ندیم (ص ۲۳۱)

۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۹۷ (ص ۲۷۶ نمبر ۷۲۷)، امالی شیخ طوسی ص ۲۲۹ (ص ۳۵۹ نمبر ۷۴۹)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۳۹ (ج ۶ ص ۸۱، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۹)

۴۔ عیون اخبار الرضاؑ (ج ۲ ص ۱۵۳ نمبر ۷)

۵۔ بدائع البدایہ ج ۲ ص ۲۱۰ ۶۔ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۳۸۲

پیچھے پیچھے چلے''۔

دعبل اصل میں کوفی تھا، بعض قرقیسا کہتے ہیں اس کی زندگی کا زیادہ زمانہ بغداد میں گذرا، معتصم کی ہجو کی وجہ سے مدتوں دوسرے شہروں میں مارا مارا پھرتا رہا، وہ بصرہ، دمشق بھی گیا پھر مطلب بن عبد اللہ کے زمانہ میں مصر گیا، اس نے اسوان کا والی بنا دیا جب اسے خبر ملی کہ شاعر نے خلیفہ کی ہجو کی ہے تو معزول کر دیا، اس نے غلام کو نامۂ معزولہ دے کر کہا: انتظار کرنا جب دعبل خطبہ پڑھنے منبر پر جائے تو اسے تھما دینا اور اسے اتار کر خود خطبہ پڑھنا، اس نے ایسا ہی کیا، جب غلام نے نامہ دیا تو دعبل نے کہا: ٹھہرو خطبہ دے دوں تو خط پڑھوں، غلام نے کہا: پہلے پڑھ لیجئے، اس نے خط پڑھا اور نیچے اتر آیا، پھر وہ مغرب میں بنی اغلب کی طرف چلا گیا۔(۱)

دعبل نے اپنے بھائی رزین کے ساتھ حجاز کا سفر کیا اور علی کے ساتھ خراسان گیا، ابوالفرج کہتا ہے کہ دعبل برسوں گھر سے غائب رہا اور مٹر گشتی کرتا رہا، اسے تمام راہزن اور ڈاکو پہچانتے تھے، کثرت سفر کی وجہ سے کوئی اسے آزار نہیں پہونچاتا تھا مکہ والے اس کے ساتھ نوازش سے پیش آتے، دستر خوان بچھا کر شراب وطعام میں مشغول ہو جاتے، دعبل بھی ان کی دعوت کرتا اپنے غلاموں ثقیف وشعف کے ساتھ بزم شعر سجا لیتا۔ وہ راہزن بھی اسے انعام دیتے۔ ایک سفر کی تفصیلات خود اپنے شعروں میں نظم کی ہے۔(۲)

طبقات ابن معتز میں ہے کہ وہ قم سے گذر رہا تھا تو وہاں کے شیعوں نے ہر سال پانچ ہزار درہم کی قسط معین کر دی۔(۳)

اس کی زندگی اور فن کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ولایت اہلبیتؑ میں اس کا والہانہ پن

۱۔ آغانی ج ۱۸ ص ۴۸ (ج ۲۰ ص ۱۷۶)

۲۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۳۶ (ج ۲۰ ص ۱۴۹)

۳۔ طبقات الشعراء ص ۱۲۵ (ص ۲۶۵)

۲۔ شعر وادب وتاریخ میں علمی تبحر

۳۔ راویان حدیث کا تبادلہ

۴۔ خلفاء کے ساتھ برتاؤ، خوش طبعی، نوادرات اور ولادت و وفات

پہلا جز تو اس قدر واضح ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں، وہ خود کہتے سنے گئے کہ پچاس سال سے اپنی صلیب اپنے کاندھے پر اٹھائے گھوم رہا ہوں، کوئی مجھے سولی نہیں دیتا۔ محمد بن عبدالملک زیات سے کہا گیا کہ دعبل نے آپ کی ہجو کی ہے سزا کیوں نہیں دیتے۔ جواب دیا: تیس سال سے اپنے پھانسی کا پھندا اٹھائے بے باکانہ مٹرگشتی کر رہا ہے کہ کوئی اسے دار پر چڑھا دے۔(۱)

یہ تمام کینہ توزی اور حسد صرف اس لئے تھا کہ وہ آل محمدؑ کے دفاع میں دشمنوں کی ہجو سے باز نہیں آتے تھے، ان کا کوئی پشت پناہ بھی نہ تھا، پھر ان کے قصائد زباں زد تھے، ان نے آخر ان کی جان لے لی، ان کی زیادہ تر ہجویہ شاعری اس لئے ہے کہ وہ خاندان رسولؐ کے دشمن اور ان کے حق کے غاصب تھے، ان کا خیال تھا کہ ولایت اسی وقت خالص ہو سکتی ہے جب دشمنوں سے بیزاری کی جائے، جس طرح خدا اور رسولؐ نے مشرکوں سے اظہار بیزاری کی ہے، خدا نے کسی سینہ میں دو دل نہیں عطا کئے ہیں۔ لیکن اکثر ارباب سیرت نے جو دشمن اہل بیتؑ تھے اس کو دعبل کا نا قابل معافی جرم قرار دیا ہے جیسا کہ ان کا اکثر شیعوں کے ساتھ یہی برتاؤ ہے۔

اب رہ گیا ادبی تبحر.... اس کا ثبوت کلام کی مقبولیت سے فراہم کیا جا سکتا ہے ان کے اشعار زباں زد تھے، کتابوں میں ثبت ہیں اور تقویٰ واستشہاد کا سرمایہ ہیں، سامع ان کے سہل ممتنع اشعار کو سن کر یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے جیسے اشعار کہہ سکتا ہے لیکن اس گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے بعد غور وفکر کرتا ہے تو اپنے آپ کو قطعی عاجز محسوس کرتا ہے، ایسے اشعار کہنا تو دور ان کے مثل کہنا اس کے بس سے باہر ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم بن مہرویہ کہتا ہے کہ اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا: شعریت کا خاتمہ دعبل پر ہو گیا۔ بحتری

۱۔ طبقات الشعراء ص ۱۲۵ (ص ۲۶۵)

کہتا تھا کہ میرے نزدیک مسلم بن ولید سے بہتر شاعر دعبل تھا، پوچھا گیا: وہ کیسے؟ جواب دیا: دعبل کا کلام مسلم کے مقابلے میں کلام عرب سے نزدیک تر اور اس کا اسلوب دل آویز اور تعصب نواز ہے۔(۱)

ابو دلف مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: خزاعیوں کا شعر سناؤ، پوچھا: کس کا شعر سناؤں؟ کہنے لگا: کس کو بڑا شاعر سمجھتے ہو؟ کہا: دعبل، ابوشیص، داؤد بن رزین۔ مامون نے کہا: دعبل کے علاوہ کسی کا شعر سناؤ۔ جاحظ کہتا ہے کہ دعبل مجھ سے کہنے لگا: ساٹھ سال ہونے کو آئے کوئی دن بھی بغیر شعر سنائے نہیں گذرا۔(۲)

جب ابونواس نے دعبل کے یہ اشعار سنے:

این الشباب ؟و ایۃ سلکا	لا این یطلب ؟ضل بل ھلکا
لا تعجبی یا سلم من رجل	ضحک المشیب براسہ فبکیٰ

وہ جھومنے لگا: واہ کیا کہنا، تم نے سماعت میں رس گھول دیا۔

محمد بن یزید کہتا ہے کہ بغداد دعبل فصیح تھا، اس نے صاحب طرز شاعر مسلم بن ولید سے شعر گوئی کا فن حاصل کیا، اس سمندر سے اچھی طرح سیراب ہوا، ایک دن اس نے "این الشباب" اسے سنایا، مسلم کہنے لگا: اب جو چاہو کہو اور جسے چاہو سناؤ۔(۳)

ابوتمام کا بیان ہے کہ دعبل برابر مسلم سے استفادہ کرتا رہا، اسکی استادی کا معترف تھا، ایک بار مسلم سے ملنے گیا اس نے اپنی فطری کنجوسی کی بناء پر اس کی تواضع نہیں کی، بس پھر کیا تھا، اس کے پاس سات شعروں میں ہجو لکھ کر بھیج دیا پھر کبھی نہ گیا۔ اس کے راویان ادب میں محمد بن یزید، شاعر حمودی اور ابن مہرویہ وغیرہ ہیں۔

ان کے علمی آثار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الواحدہ فی مناقب العرب ومثالھا

۱۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۱۸، ۳۷ (ج ۲۰ ص ۱۳۵۔۱۴۹) ۲۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۴۴ (ج ۲۰ ص ۱۶۵)

۳۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۶۸ نمبر ۲۲۷، تاریخ مدینہ دمشق ج ۶ ص ۷۶، مختصر تاریخ دمشق (ج ۸ ص ۱۸۰)

۲۔طبقات الشعراء (جس میں شعراء کے ادب وفن پر وقیع مواد ہے اکثر نے استفادہ کیا ہے)۔
۳۔دیوانی شعر (صولی نے اس کے حجم کو ۳۰۰/اوراق کا بتایا ہے)۔

ان کے علمی تبحر کا اندازہ مناقب یمن پر مشتمل ساٹھ اشعار کے قصیدہ سے کیا جاتا ہے جسے کمیت کے ستائش نزاریان کے جواب میں لکھا ہے۔کمیت نے یہ قصیدہ جو تین سو شعروں پر مشتمل ہے،اعور کلبی کی تردید میں لکھا تھا۔بعد میں رسول خداؐ نے دعبل کو کمیت کی مذمت سے منع فرمایا۔

اس قصیدہ سے قبل تک دعبل لوگوں کی نظر میں گرامی قدر تھے، یہ قصیدہ با ہجوان کے زوال کا سبب بن گیا،اسکے بعد تو نزاریوں اور یمنیوں میں فخر ونازش اور الزام وجوابی الزام کا بازار گرم ہو گیا،مسعودی نے مروج الذھب میں اس کی تمام تفصیل لکھی ہے۔

راویان حدیث

ابن شہر آشوب نے دعبل کو امام موسی کاظمؑ وامام رضاؑ کا صحابی کہا ہے۔(۱) نجاشی نے انہیں امام موسی کاظم،امام رضا اور امام محمد تقی علیھم السلام کا صحابی کہا ہے۔(۲)

دلائل حمیری اور اصول کافی کلینیؒ میں ہے کہ امام رضاؑ نے اسے کچھ عطا فرمایا،وہ حمد خدا بجا نہیں لایا پھر اس کے بعد وہ امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام نے کچھ دیا تو وہ حمد خدا بجالایا۔(۳)

اس شاعر نے شعبہ،سفیان ثوری، مالک بن انس ،سالم ،واقدی ، مامون،عبداللہ زہری،محمد بن سلامہ،سعید بن سفیان،محمد بن اسماعیل،اور مجاشع بن عمرو سے روایت کی ہے۔(۴)

جن لوگوں نے دعبل سے روایت کی ہے ان میں موسی بن حماد،ابوصلت ہروی،ہارون مہلبی، علی

۱۔معالم ص۱۳۹ (ص۱۵۱)　　۲۔فہرست نجاشی ص۱۹۸ (ص۲۷۷نمبر۷۲۷)

۳۔اصول کافی (ج۱ص۴۹۶نمبر۸)

۴۔امالی شیخ طوسی ص۲۴۰ (ص۳۷۷نمبر۸۰۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ص۲۲۸ (ج۶ص۶۹)؛مختصر تاریخ دمشق ج۸ص۱۷۳؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ص۲۲۸؛ تاریخ الخلفاء ص۲۰۴ (۲۸۴)؛ بشارۃ المصطفی ج۲ص۹۸؛ امالی شیخ طوسی ۲۳۷ (۳۷۲ حدیث ۸۰۳)؛؛ امالی شیخ طوسی ص۲۴۰ (ص۳۷۸حدیث۸۱۰

بن حکیم، عبداللہ بن سعید، ابن مغازلی اور محمد بن موسیٰ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

خلفاء کے ساتھ برتاؤ

دعبل کی زندگی کا یہ وسیع ترین دامن ہے، اس سلسلہ میں کتب تاریخ وتذکرہ میں واقعات بھرے پڑے ہیں:

ا۔ یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ مامون نے دعبل کو بلوایا، میں وہاں بیٹھا تھا، اس نے دعبل کو امان بخشی اور کہا کہ اپنا قصیدۂ رائیہ سناؤ، دعبل نے لاعلمی ظاہر کی، مامون نے کہا: جس طرح تمہاری جان کو امان بخشی ہے اسی طرح تمہارے قصیدہ کو بھی امان بخشتا ہوں، دعبل نے چوبیس شعروں پر مشتمل وہ قصیدہ سنانا شروع کیا، بہترین تغزل سے آراستہ قصیدہ میں خانوادۂ رسالت کے ساتھ مکر وغداری کا جذبات انگیز تذکرہ ہے۔

''اے بدترین قوم! کیا اجر رسالت احمدؐ یوں ہی دیا جاتا ہے کہ ان کی آنکھ بند ہوتے ہی یوں ٹوٹ پڑے جیسے بھیڑیا گوسفند کے گلوں پر ٹوٹ پڑتا ہے حالانکہ قرآن میں ان کے متعلق نیک سلوک کا حکم ہے''۔

اسی درمیان یحییٰ بن اکثم کسی ضرورت سے چلے گئے، واپس آئے تو دعبل اپنا قصیدہ سنا رہے تھے، خانوادہ رسالت کے خون میں شریک حکومتوں کا تذکرہ کرنے لگے کہ انہوں نے اہل بیتؑ کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ روم والے اور فرنگی بھی وہ ذلیل حرکت نہ کریں۔ میں خاندان بنی امیہ کے ظلم وستم پر انہیں معذور سمجھتا ہوں لیکن بنی عباس کی قتل وغارت گری پر کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا، بنی امیہ ومروان سبھی کینہ توز ہیں، اگر روحانی نیازمندی درکار ہو تو طوس میں پاکیزہ قبر پر حاضری دو، وہاں دو قبریں ہیں ایک بہترین انسان کی اور دوسرے بدترین انسان کی جو عبرت ناک ہے اگر کسی پاک قبر کے پاس کسی نجس کی قبر ہو جائے تو اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا اور نہ پاکیزہ قبر کو نقصان پہونچ سکتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے تم جسے چاہو اختیار کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو''۔

ا۔ تاریخ ابن عساکر، فہرست نجاشی وآغانی

مامون نے عمامہ زمین پر پھینک کر کہا: خدا کی قسم! دعبل تم نے سچ کہا۔(۱) شیخ صدوق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ دعبل نے کہا کہ جب میں قم میں تھا تو امام رضاؑ کی خبر شہادت سنی اسی وقت میں نے قصیدۂ رائیہ کہا۔(۲)

۲۔ابراہیم بن مہدی نے مامون سے شکایت کی: دعبل نے میری ہجو کی ہے، خدا نے آپ کو اقتدار بخشا ہے، آپ ہمارے خاندان کی فرد ہیں، میرا انتقام دعبل سے لیجئے۔مامون نے کہا: دعبل نے تو تم سے زیادہ سخت میری ہجو کی ہے جس طرح میں نے برداشت کیا ہے تم بھی کرو۔مہدی نے کہا: خدا آپ کی بردباری اور دانائی میں اضافہ فرمائے۔(۳)

۳۔ابراہیم بن مہدی نے اسی طرح دعبل کے ہجو کی شکایت کی تو مامون نے ہنستے ہوئے ہجویہ اشعار سنائے اور کہا: تم انہیں شعروں پر شاکی ہو، ابراہیم نے کہا: اس نے آپ کی بھی ہجو کی ہے؟ مامون ہنسے لگا، اتنے میں ابوعباد آ گیا مامون نے دور سے آتے ہوئے دیکھ کر کہا: دعبل نے تو ابوعباد کے ساتھ بھی گستاخی کی ہے، وہ کسی کو بخشا کہاں ہے۔

ابراہیم نے کہا: لیکن ابوعباد کے ہاتھ آپ سے زیادہ لمبے ہیں، مامون نے کہا: نہیں بلکہ وہ تند و جاہل ہے اور میں حلیم ہوں، میں جب بھی ابوعباد کو دیکھتا ہوں تو دعبل کا یہ شعر یاد کر کے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہوں:

اولی الامور بضیعة و فساد امر یدبره ابو عباد

''تباہی و فساد سے نزدیک تر کام وہی ہوتا ہے جو ابوعباد کی تدبیر کے حوالے کر دیا جائے''۔(۴)

۴۔معتصم کو دعبل سے سخت نفرت تھی کیونکہ اس نے ہجو کی تھی، دعبل کو معلوم ہوا کہ معتصم ارادہ قتل رکھتا ہے تو وہ جبل کی طرف بھاگ گئے اور سات شعر مزید کہے۔(۵)

۱۔امالی مفید (ص۳۲۴ حدیث۱۰)، امالی شیخ طوسی ص۶۱ (ص۱۰۰ حدیث۱۵۶)

۲۔امالی ص۳۹۰ (ص۵۲۶ حدیث۱۶)

۳۔وفیات الاعیان (ج۲ ص۲۶۷ نمبر۲۲۷)

۴۔آغانی ج۱۸ ص۳۹ (ج۲۰ ص۱۵۴)

۵۔الآغانی (ج۲۰ ص۱۵۸۔۱۵۷)

۵۔ جب معتصم مرا تو محمد بن عبدالملک نے یہ مرثیہ کہا: (۱)

قد قلت اذ غیبوہ و انصرفوا   فی خیر قبر لخیر مدفون

لن یجبر اللہ امۃ فقدت   مثلک الا بمثل ھارون

''جب لوگ اسے سپرد خاک کر کے پلٹے تو میں نے کہا: لوگوں نے بہترین انسان کو بہترین قبر کے حوالے کیا خدا نے تیرے جیسے انسان کے فقدان کا جبران ہارون سے کر دیا''۔

تو دعبل نے اس بحر و قافیہ میں تین شعر کہہ ڈالے:

قد قلت اذ غیبوہ و انصرفوا   فی شر قبر لشر مدفون

اذھب الی النار و العذاب فما   خلتک الا من الشیاطین

ما زلت حتی عقدت بیعۃ من   اضر بالمسلمین والدین

''جب لوگ اسے ڈھانپ کر پلٹے تو میں نے کہا: لوگوں نے بد معاش ترین کو خراب ترین قبر میں دفن کیا ہے، اب جہنم واصل ہو کہ میں تجھے شیطان سے زیادہ نہیں سمجھتا، تو نے مر کر اس کا پیمان بیعت منعقد کروایا جو اسلام و مسلمین کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے''۔ (۲)

۶۔ محمد بن قاسم کہتا ہے: میں ''صمیرہ'' میں دعبل کے ساتھ تھا، اتنے میں معتصم کے مرنے اور واثق کے بیعت کی خبر آئی، دعبل نے کہا: ذرا کاغذ کا ٹکڑا تو دو پھر یہ اشعار لکھوائے:

الحمد للہ لا صبر ولا جلد   ولا عزاء اذا اھل البلاء رقدوا

خلیفۃ مات لم یحزن لہ احد   وآخر قام لم یفرح بہ احد

''خلیفہ مر گیا جس پر کوئی رویا نہیں، دوسرا اس کا قائم مقام ہوا تو کسی کو خوشی نہیں ہوئی''۔ (۳)

۷۔ محمد بن جریر کہتا ہے کہ عبداللہ بن یعقوب نے مجھے دعبل کا صرف یہ ہجو یہ شعر متوکل کے بارے میں سنایا:

۱۔ آغانی ج ۱۸ ص ۵۷ (ج ۲۰ ص ۱۹۴)، تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۳۳ (ج ۶ ص ۷۶، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۰)

۲۔ لآغانی (ج ۲۰ ص ۱۵۸)   ۳۔ الآغانی (ج ۲۰ ص ۱۶۰)

ولست بقائل قذعا ولکن لامر ما تعبدک العبید

راوی کہتا ہے کہ شاعر نے اس میں متوکل کے علت ابنہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۸۔عبداللہ بن طاہر مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: دعبل کے اشعار سناؤ۔اس نے کہا: آپ کے خانوادہ کی ستائش میں یہ چار شعر کہے ہیں، اس نے شعر سنائے تو مامون نے کہا کہ اہل بیتؑ کی شان میں اس کا فکری معیار بڑا عمیق ہوتا ہے دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں، اس نے کہا: طویل سفر کے متعلق بھی بڑے اچھے اشعار کہے ہیں پھر چار شعر سنا کر کہا: میں جب بھی سفر پر نکلتا ہوں تو ان شعروں کو گنگناتا ہوں۔(۱)

۹۔دعبل نے دینار بن عبداللہ اور اس کے بھائی یحیی کی مدح کی اور جب اس کی ناپسندیدہ حرکتیں دیکھیں تو ہجو بھی کر ڈالی۔(۲)

ظرافت طبع

۱۔احمد بن خالد کہتا ہے کہ ایک دن ہم دوستوں کے ساتھ صالح بن علی کے گھر پر بغداد میں تھے، اتنے میں دعبل کے گھر سے ایک مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر آبیٹھا، ہم نے کہا کہ یہ ہماری آج کی روزی ہے۔اسے پکڑ کر ذبح کیا اور چٹ کر گئے۔تھوڑی دیر بعد دعبل گھر سے نکلے وہ سمجھ گئے تھے کہ مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر بیٹھا ہے، آکر ہم سے مرغ طلب کیا، ہم نے انکار کیا کہ ہم نے تو اسے دیکھا بھی نہیں، دوسرے دن دعبل مسجد میں نماز پڑھ کر مجمع میں گنگنا رہے تھے:

''صالح اور اس کے مہمانوں نے میرے موذن (مرغا) کو پہلوان کی طرح پچھاڑ ڈالا، اپنے بال بچوں کو پر نوچنے پر یوں مامور کر دیا جیسے افواج کو زیروزبر کر رہے ہوں، بری طرح بھنبھوڑ کر دانتوں کا ستیاناس مار دیا''۔

مجمع یہ اشعار لکھ کر اپنے گھر کو واپس گیا، میرے والد گھر آئے تو غصے میں بھوت تھے، تم لوگ اس

۱۔الآغانی (ج ۲۰ ص ۱۶۸۔۱۶۷) ۲۔الآغانی (ج ۲۰ ص ۱۷۱)

قدر بھوک مری کا شکار تھے کہ دعبل کے مرغ کے سواتمہیں کوئی چیز کھانے ہی کو نہیں مل رہی تھی ، پھر دعبل کے اشعار سنا کر کہنے لگے : جس طرح بھی ہو بازار سے مرغ خرید کر دعبل کے یہاں بھجوا دو ورنہ وہ اپنی زبان سے ہمیں بھنبھوڑ ڈالیں گے ہم نے ایسا ہی کیا۔(۱)

۲۔اسحاق نخعی کا بیان ہے کہ بصرہ میں ہم دعبل کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کا غلام ثقیف بھی کھڑا تھا، اتنے میں ایک بدو اودانی جبہ پہنے ادھر سے گذرا، دعبل نے غلام سے بلانے کو کہا، غلام نے اس بدو کو اشارہ سے بلایا، پوچھا: کس قبیلے سے ہو؟ کہا: بنی کلاب سے ۔ پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ کہا: ابو بکر کے ۔ دعبل نے پوچھا: تم اس شاعر کو جانتے ہو جس نے کہا ہے:

''خبر ملی ہے کہ ایک کلبی کتا مجھے گالی دیتا ہے ، جہاں صرف کتے ہوں رحمت نہیں ہوتی ، اگر میں جانتا کہ بنی کلاب کتے ہیں اور میں شیر ہوں تو میرا باپ قیس عیلان اور میری ماں حیلات سے ہو جاتے''۔

وہ بولا : دعبل کے اشعار ہیں ، اس نے عمرو بن عاصم کلابی کی ہجو میں کہے تھے ، پھر اس بدو نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ دعبل نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے کو خزاعی کہیں کیونکہ یہ بھی خزاعیوں کی مذمت کرتا، دعبل نے کہا کہ میں اس قوم سے ہوں جس کے شاعر نے کہا ہے:

''ان بہترین لوگوں میں علیؑ ،جعفرؑ ،حمزہؓ اور سجادؑ ذوالثفنات جیسے لوگ ہیں جب کبھی فخر کرتے ہیں تو محمدؐ، جبرئیل اور قرآنی سوروں کی مثال پیش کرتے ہیں''۔

وہ بدو سر پٹ بھاگا: مجھے محمدؐ، جبرئیل اور قرآن سے کیا لینا دینا۔(۲)

۳۔دعبل نے اپنے اتالیق ابو نصر جعفر بن اشعث سے خفا ہو کر ہجو کر ڈالی۔ایک دن دعبل سے ان کی مڈ بھیڑ ہوگئی، پوچھا: میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ مثال میں میرے باپ کو اٹھا لائے ہو؟ دعبل نے ہنس کر کہا کہ صرف قافیہ کی وجہ سے یہ حرکت کی ہے، آپ کا باپ سیاہ تھا لیکن اسے پدران اشعث سے بہتر سمجھتا ہوں۔(۳)

۴۔حسین بن دعبل کہتے ہیں کہ میرے باپ نے فضل بن مروان کے متعلق سات اشعار کہے،

۱۔الآغانی (ج ۲۰ص ۱۴۱)

۲۔الآغانی (ج ۲۰ص ۱۵۷۔۱۵۶) ۳۔الآغانی (۲۰ص ۱۶۱)

جب اس کی خبر فضل کو ہوئی تو کچھ دینار بھیج کر کہلوایا، میں نے آپ کی نصیحت قبول کی، برائے کرم اپنی اچھی بری نوازشات سے باز آیئے۔(۱)

دعبل کے مذہبی اشعار میں امام حسینؑ اور حضرت علیؑ کی مدح میں تفتیش اور وجد آفریں نمونے ہیں۔

ولادت اور وفات

دعبل ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور بڑھاپے میں ۲۴۶ھ میں ظلم وستم سے شہید کئے گئے، اس طرح انہوں نے ۹۷ رسال اور کچھ مہینے زندگی گذاری۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن طوق کی ہجو کی جب اسے معلوم ہوا تو دعبل کو گرفتار کرنا چاہا، دعبل بصرہ بھاگ گئے وہاں کا حاکم ''اسحاق بن عباس عباسی'' دعبل کی قبیلۂ نزار کی ہجو سے واقف تھا جب معلوم ہوا کہ دعبل شہر میں آگئے ہیں تو گرفتاری کیلئے پولس بھیج دی اور گردن مارنے کے لئے نطع اور شمشیر طلب کر لی، دعبل نے اس ہجو سے انکار کیا اور طلاق کی قسم کھائی۔ انہوں نے ہر طرح اپنے کو چھڑانا چاہا اور ہجو سے انکار کرتے رہے، صفائی میں کہا کہ ابو سعید جیسے لوگوں نے میری طرف اسے منسوب کر دیا ہے تا کہ مجھے قتل کر دیا جائے، وہ بہت گڑگڑائے، زمین کا بوسہ لیا، اسحاق کے سامنے رونے لگے، اسحاق نے کہا: تمہارے قتل سے باز آتا ہوں، لیکن ذلیل کرنے کے لئے مار مار کر ادھ مرا کر دیا پھر حکم دیا کہ اس کے منھ میں غلاظت بھر دی جائے، قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک خود ہی غلاظت نہ کھائے، انہوں نے جان بچانے کے لئے ایسا ہی کیا، آزاد ہوئے تو اہواز کی طرف بھاگے۔ مالک بن طوق نے ایک چالاک آدمی کو لگا رکھا تھا کہ کسی طرح دعبل کو قتل کر دے تو دس ہزار دوں گا، رقم حوالے بھی کر دی تھی وہ دعبل کے تعاقب میں تھا، سوس میں دعبل کو زہر سے بجھی چھڑی سے بے تحاشہ مارنے لگا۔ دوسرے دن دعبل کا انتقال ہو گیا اور وہیں سپرد خاک کر دئے گئے۔(۲)

۱۔ الآغانی ج۱۸ ص۳۳۔۳۸۔۳۹۔۴۲ (ج۲۰ ص۱۵۳)

۲۔ الآغانی ج۱۸ ص۶۰ (ج۲۰ ص۲۰۰)؛ معاهد التنصيص ج۱ ص۲۰۸ (ج۲ ص۲۰۶ نمبر ۱۱۵)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وہ طیب میں قتل کئے گئے جو عراق واہواز کے درمیان واقع ہے دعبل کی قبر رزیلہ (سوڈان) میں ہے، بکر بن حماد کا اس سلسلے میں شعر بھی ہے۔(۱)

ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ ابن عساکر نے جو شک وتردید کی شکل میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے معتصم کی ہجو کی تو قتل کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے مالک کی ہجو کی تو اس نے آدمی متعین کر کے زہر دلوادیا۔(۲)

یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ معتصم ۲۲۷ھ میں دعبل سے ۹ سال قبل ہی مر گیا تھا، حموی بھی معجم میں لکھتا ہے کہ دعبل نے معتصم کی ہجو کی تو اس نے قتل کا حکم دیا اس نے طوس بھاگ کر رشید کی قبر کی پناہ لی، لیکن اس نے پناہ نہیں دی اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ قول تمام علماء رجال ومورخین کے خلاف ہے، جو کہتے ہیں کہ دعبل ۲۴۶ھ میں شہید ہوئے۔

دعبل کے دو بیٹے عبداللہ اور حسین تھے۔ دوسرے بیٹے صاحب دیوان تھے، ابن ندیم نے فہرست میں ان کے دوسو اوراق پر مشتمل دیوان کا تذکرہ کیا ہے۔(۳) اور ابن معتز نے طبقات میں ان کے شعری نمونے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دعبلی (فرزند دعبل) بلند پایہ شاعر تھے۔(۴)

۱۔ وفیات الاعیان (ج ۲ ص ۲۷۰ نمبر ۲۲۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۳۲ (ج ۶ ص ۸۴، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۹۴)

۳۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۸۳)

۴۔ طبقات الشعراء ص ۱۹۳ (ص ۴۰۸)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

تیسری جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال ابو عبد اللهؑ :

''....یوم غدیر بین الفطر والاضحی و یوم الجمعة کالقمر بین الکواکب''۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''...عید فطر، عید قربان اور جمعہ کے درمیان غدیر کا دن ایسا ہی ہے جیسے ستاروں کے درمیان چاند''۔

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر

عندلیبان غدیر (چوتھی صدی ہجری)

بقیہ:

عندلیبان غدیر

تیسری صدی ہجری

۱۔ ابو اسماعیل علوی

۲۔ وامق مسیحی

۳۔ ابن رومی

۴۔ افوہ حمانی

ابواسماعیل علوی

و جدی وزیر المصطفی وابن عمه — علی شهاب الحرب فی کل ملحم
الیس ببدر کان اول قاحم — یطیر بحد السیف هام المقحم ؟!
واول من صلی ووحد ربه — وافضل زوار الحطیم وزمزم
وصاحب یوم الدوح اذ قام احمد — فنادیٰ برفع الصوت لاہتھمہم
جعلتک منی یا علی بمنزل — کھارون من موسی النجیب المکلم
فصلی علیه الله ماذر شارق — واوفت حجور البیت ارکب محرم

''میرے جد علیؑ تھے جو رسولؐ کے وزیر، ابن عم اور بھڑکتی جنگ میں شہاب تھے، کیا انہوں نے جنگ بدر میں پہلا حملہ کر کے صفوں کو درہم برہم نہیں کیا۔ ان کی تلوار سے کھوپڑیاں اُڑ رہی تھیں، انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور توحید کی گواہی دی۔ وہی حطیم وزمزم کے پہلے زائر ہیں۔

وہ یوم دوح کے مالک تھے، جب احمدؐ نے بغیر کسی ابہام کے بلند آواز سے خطاب فرمایا: اے علیؑ! میں نے تمہیں اپنا جانشین اِسی طرح معین کیا جس طرح موسیٰؑ کلیم اللہ نے ہارونؑ کو قرار دیا تھا۔ جب تک سورج اگتا رہے اور حاجی زیارت کعبہ کے لیے آتے رہیں، ان پر صلوات''(۱)

شاعر کا تعارف

ابواسماعیل محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امام امیرالمومنین علیؑ۔
ان کا سلسلہ نسب نازشِ آفرین خاندانِ شجاعت وخلافت، حضرت عباسؑ اور امیرالمومنینؑ تک

۱۔ معجم الشعراء، حافظ مرزبانی، ص ۴۳۵ (م ۳۸۴)۔

پہونچتا ہے جن کے فضائل بیان سے باہر ہیں۔ یہ اپنے اجداد پر بہت زیادہ فخر کرتے تھے، متوکل کے زمانے میں تھے، اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ ان کے اشعار ہیں:

و انی کریم من اکارم سادة　　اکفهم تندی بجذل المواهب

هم خیر من یحفی و افضل ناعل　　ذروة هضب العرب من آل غالب

یہ اشعار بھی ہیں:

بعثت الیهم ناظری بتحیة　　فابدت لی الاعراض بالنظر الشزر

فلما رایت النفس اوفت علی الردی　　فزعت الی صبری فاسلمن صبری

ابو اسماعیل کو اپنے خاندان پر فخر کرنے کا حق تھا، ان کے خاندان کی عظمت کے سامنے آسمان بھی پست تھا۔ قمر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ انہیں کے بزرگ تھے۔ انہیں کے دادا ابو الفضل العباس ثانی تھے جن کے متعلق تاریخ خطیب میں ہے کہ بنی ہاشم کی ممتاز ترین شخصیت تھے، وہ دانشور اور فصیح ترین علوی شاعر تھے۔(۱) ہارون رشید کے مصاحب تھے، پانچ شعروں میں ابو طالبؑ و عبداللہؑ کی اخوت کا یوں تذکرہ کیا ہے:

''ہم اور رسول خداؐ ایک مادر پدر اور ایک جد سے ہیں ہمیں مخزومی خاتون نے متحد کیا''۔

ایک دن مامون کے دربار میں جانا چاہتے تھے، حاجب نے روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ملے گی تو جائیں گے اور اگر عذر کیا گیا تو قبول کر کے پلٹ جائیں گے، یہ نظر انداز کرنے کی پالیسی تو صحیح نہیں۔(۲)

ان کے حکمت آمیز کلمات میں ہے:

اگر تمہیں اندیشے ہوں تو حادثوں میں کود پڑو۔ اگر تمہارا مال سب کے لئے ناکافی ہو تو پھر حقداروں ہی تک محدود رکھو۔ اگر تمام لوگوں سے اختلاط نہیں ممکن تو ارباب کمال تک ہی ملاقات محدود رکھو۔ اگر رات دن تمہاری کوششوں کے لئے ناکافی ہوں تو اپنے کام تقسیم کر لو۔ اگر غیر اہم کاموں میں وقت برباد کرو گے تو اہم کاموں کا زیاں ہوگا۔ غلط کاموں میں پیسہ صرف کرو گے تو حق کے سلسلے میں خرچ کا نقصان ہوگا۔

(ان کے بھائی فضل بن حسین کا حضرت عباسؑ علمبردار کے لئے بڑا ہی رقت انگیز مرثیہ ہے)

۱۔ تاریخ خطیب، ج ۱۲، ص ۱۳۶۔　　۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۲ (ص ۵۵)۔

وامق مسیحی

الیس بخم قد اقام "محمد" "علیا" باحضار الملافی المواسم

فقال لھم : من کنت مولاہ منکم فمولاکم بعدی "علی بن فاطم "

فقال :الھی کن ولی ولیہ وعاد اعادیہ علی رغم راغم

''کیا غدیر خم میں محمدؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے موسم حج میں علیؑ کو متعین نہیں کیا تھا؟ ان سے فرمایا کہ تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں میرے بعد یہ فاطمہ بنت اسد کے فرزند علیؑ مولا ہیں پھر فرمایا: خدایا! اس کے دوست کا دوست ہو جا اور اس کے دشمن کا دشمن ہو جا''۔

اسی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

''کیا جنگ احزاب میں علیؑ نے عمرو کو غرق خون نہیں کر دیا تھا۔ اے علیؑ! آپ نے خوشنودی خدا کے لئے تمام قبائل سے جنگ کی اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ محمدؐ کے بعد آپ ہی سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے۔ کیونکہ قوم کا بڑا جاہل، عالم کے حکم میں نہیں ہو سکتا''۔(۱)

تحقیقی نظر

ممکن ہے کہ ایک مسیحی کی مدح علیؑ پر لوگوں کو حیرت ہو۔ خلافت کو کون کہے، یہ اسلام ہی کا منکر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فضائل مولا کو مخالف اسلام بھی جانتا تھا۔ آپ کی شرافت نفس، علمی سرشاری،

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۲۸۶، ۵۳۲ (ج ۲، ص ۸۳۔ ج ۳، ص ۴۰)۔

معجزات اور جنگی بصیرت کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ رسول اسلامؐ نے تعریف کی ہے تمام دوسرے مذاہب کے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ رسولؐ اور وصی رسولؐ کے محامد کو بے شمار دانشوروں نے بیان کیا ہے (تیس سے زیادہ غیر مسلم علماء کی کتابوں کا تذکرہ ہے)۔ انہیں میں داستان غدیر بھی ہے کہ دوست فریاد کر رہے ہیں، ناصبی اعتراف کر رہا ہے، مسلمان استدلال کر رہے ہیں اور غیر مسلم مزے لے لے کر تذکرے کر رہا ہے۔

شاعر کا تعارف

بقراط بن اشوط واق۔ عیسائیوں کے آرمنی فرقے کا پاپ اور ان کا رہنما تھا۔ ابن شہر آشوب نے اس کو اعتدال پسند مداح اہل بیتؑ میں شمار کیا ہے۔ (۱) یعقوبی و ابن اثیر نے تیسری صدی کی آرمنی شورش میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲) جب آرمینیا کے عوام نے وہاں کے حاکم یوسف بن محمد کو قتل کر دیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب یوسف وہاں کا حاکم ہوا تو بقراط بن اشوط پادری نے اس سے امان طلب کی یوسف نے اسے پکڑ کر متوکل کے پاس بھیج دیا۔ نتیجہ میں وہاں کے پادریوں نے اسے قتل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ بقراط کا داماد اس شورش کو ہوا دینے لگا۔ لوگوں نے یوسف کو محل میں قیام نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ نہ مانا۔ جاڑے کی وجہ سے شورش دب گئی۔ سردیاں ختم ہوئیں تو آرمینیوں کے شہر طرون کا محاصرہ کر لیا۔ لوگوں کو طرح طرح کی اذیت دینے لگے۔ یوسف نے چند دن قبل اپنے افسران اس شہر میں متعین کئے تھے۔ باغیوں نے تمام افسروں کو قتل کر ڈالا۔ متوکل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بغا الکبیر کو بغاوت کچلنے پر مامور کیا۔ اس نے شورش پسندوں کو بے دریغ قتل کیا اور یوسف کو متوکل کے پاس بھیج دیا۔ اس شورش میں تیس ہزار قتل ہوئے اور بے شمار قید ہوئے۔

بقراط کے علاوہ بھی بہت سے عیسائی دانشوروں نے مدح علیؑ میں اشعار کہے ہیں جن کا تذکرہ

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۵۱)۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۴۸۹) و تاریخ کامل، ج ۷، ص ۲۰ (ج ۴، ص ۳۲۰، حوادث ۲۳۷)

بیہقی (۱) زمخشری (۲) قسطلانی (۳) زرقانی (۴) بقری، ابوحیان (۵) وغیرہ نے کیا ہے۔

زینب ابن اسحاق موصلی مسیحی کہتا ہے:

عدی و تیم لا احاول ذکرھا بسوء و لکننی محب لھاشم

و ما تعترینی فی علی و رھطہ اذا ذکروا فی اللہ لومۃ لائم

یقولون : ما بال النصاری تحبھم واھل النھی من اعرب و اعاجم ؟

فقلت لھم : انی لاحسب حبھم سری فی قلوب الخلق حتی البھائم

''میں خاندان عدی و تیم کا برائی سے تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں بنی ہاشم کا دوست دار ہوں، میں علیؑ اوران کے خاندان کے بارے میں ذکر خدا پر کسی ملامت کی پروانہیں کرتا۔لوگ کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ عرب وعجم کے پرہیزگار اور عیسائی علیؑ سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ میں ہی کیا تمام مخلوقات بلکہ جانوروں تک کو علیؑ سے محبت ہے''۔

خوارزمی (۶) ،ابن شہر آشوب (۷) اور اربلی (۸) نے مندرجہ ذیل اشعار کی ایک عیسائی کی طرف نسبت دی ہے:

علی امیر المومنین صریمۃ ما لسواہ فی الخلافۃ مطمع

لہ النسب الاعلی و اسلامہ الذی تقدم فیہ و الفضائل اجمعوا

بان علیا افضل الناس کلھم واورعھم بعد النبی و اشجع

فلو کنت اھوی ملۃ غیر ملتی لما کنت الا مسلما اتشیع

۱۔المحاسن والمساوی، ج۱،ص۵۰ (ص۶۹)۔ ۲۔ربیع الابرار، ج۱،ص۴۸۷۔

۳۔المواہب الدینیہ، ج۳،ص۳۶۶۔ ۴۔شرح المواہب، ج۷،ص۱۴۔

۵۔تفسیر بحر المحیط، ج۶،ص۲۲۱۔ ۶۔مناقب خوارزمی، ص۲۸ (ص۴۸، حدیث۱۰)۔

۷۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۱،ص۲۶۱ (ج۲،ص۲۰۲۔۲)

۸۔کشف الغمہ، ص۳۰ (ج۱،ص۶۵)

''امیر المومنین علیؑ کی بات تو پکی ہے لیکن ان کے سوا دوسروں کیلئے طمع خلافت جائز نہیں تھی۔
علیؑ بلند نسب، سابق الاسلام اور جامع فضائل تھے۔ وہ بعد نبیؐ سب سے زیادہ بہتر، متورع اور شجاع تھے، اگر میں اپنے مذہب کے سوا دوسرا کوئی مذہب اختیار کرتا تو مسلمان شیعہ ہوتا''۔

طبری نے بشارۃ المصطفی (۱) میں ابو یعقوب نصرانی کے پانچ شعر لکھے ہیں:

یا حبذا دوحة فی الخلد نابتة — ما فی الجنان لها شبه من الشجر
المصطفی اصلها والفرع فاطمة — ثم اللقاح علی سید البشر
والهاشمیان سبطاها لها ثمر — والشیعة الورق الملتف بالثمر
هذا مقال رسول الله جاء به — اهل الروایات فی العالی من الخبر
انی بحبهم ارجو النجاة غدا — والفوز مع زمرة من احسن الزمر

''کیا کہنا اس شجر جنت کا جس کی برابری دوسرا درخت نہیں کرسکتا۔ مصطفیؐ اس کی جڑ، فاطمہ (س) اس کی فرع اور سید البشر علیؑ اس کی شاخ ہیں۔ آپ کے دونوں ہاشمی فرزند حسنینؑ اس کا ثمر اور تمام شیعہ پتے ہیں۔ اس ارشاد رسولؐ کی تمام بلند سندوں نے روایت کی ہے، مجھے ان سے وابستگی ہے، انہیں سے نجات اور بلند قوم میں محشور ہونے کی توقع ہے''۔

شاعر نے اس میں جس حدیث شجرہ کو نظم کیا ہے اسے تمام عامہ و خاصہ کے مشائخ نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا کئے گئے ہیں اور میں اور علیؑ ایک درخت سے پھر تمہارا کیا کہنا ہے اس درخت کے بارے میں جس کی جڑ میں ہوں اور فاطمہؑ اس کی شاخ، علیؑ شاخ اور حسنؑ وحسینؑ اس کے پھل ہیں، ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں، جس نے بھی کسی ٹہنی کو تھام لیا جنت تک پہنچ گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا جہنم میں اوندھے منہ جا پڑا۔

عصر حاضر میں ایک مسیحی عبد المسیح انطاکی نے ۵۵۹۵/ اشعار پر مشتمل علوی قصیدہ کہا ہے، علامہ امینی نے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں۔

۱۔ بشارۃ المصطفی، ص ۴۱۔

عصر حاضر کے استاد پولس سلامہ نے کتاب الغدیر دیکھ کر بیروت سے ایک بے نظیر قصیدہ کہہ کر ارسال کیا جس میں ۳۰۸۵ اشعار ہیں، تاریخ صحیح وحقائق سے بھرپور اس قصیدے کو مستقل ایک جلد میں شائع کیا گیا ہے، اس کا ایک شعر ہے:

للمرتضی رتبة بعد الرسول لدی　　اهل الیقین تناهت فی تعالیها

جاہلیت کی گہار

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ﴾

''جو لوگ راہ ہدایت واضح ہونے کے بعد اس سے پھر گئے ان کے لئے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا ہے اور ان کے لئے جھوٹے توقعات کا سلسلہ دراز کر رکھا ہے''۔(۱)

جو محقق مستشرقین سے بھیک مانگ کر قلم اٹھاتا ہے، اکثر حوالوں سے عاری دریدہ ذہنی اور تحریف مطالب کا شکار ہوتا ہے۔ ان کے اثبات حق کے استہزا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابوجہل مر گیا لیکن اس کی جہالت زندہ ہے، ابولہب خاک میں مل گیا لیکن مشعلۂ گمراہی خاموش نہیں ہوئی۔ یہ رجعت قہقری کے نقیب چاہتے ہیں کہ جاہلیت اولی واپس لے آئیں۔ بوسیدہ تعصب کام میں لا کر پرانے ساغر میں نئی شراب انڈیل کر لکنت زبانی کے ساتھ غلط تاویلات کے انبار لگا دیتے ہیں۔ استاد امیل درمیگام، عیسائی کے زعم فاسد میں کہتا ہے کہ رسول خداؐ دراصل صحیح مسیحیت کی بشارت دینے آئے تھے جو محض گمراہی تھی۔ اس کی تمام تر بکواس میں مکاری، بدنیتی وصیانت جھلکتی ہے، اپنی کتاب حیاۃ محمد میں گمراہی وحقائق سے چشم پوشی کی بدترین مثال پیش کی ہے۔

۱۔ سورۂ محمد/۲۵؛ مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۶۰ (ج۳،ص۴۷۱، ح۴۷۵۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج،ص۳۱۸ (ج۵، ص۳۴، مختصر تاریخ دمشق، ج۷،ص۱۲۳)۔ ریاض النضرہ، ج۲،ص۲۵۳، الفصول المہمۃ ص۱۱ (ص۲۵) نزھۃ المجالس، ج۲،ص ۲۲۲۔

اس نے دیکھا کہ صدائے اسلام تمام دنیا میں پذیرائی کے ساتھ سنی جا رہی ہے۔ اسلام کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے پھر دیکھا کہ خود عیسائیوں نے بھی رسول اکرمؐ کی مدح و ستائش کی ہے۔ قرآن کے قانون اساسی و اجتماعی کے مصلی نے ان نکات پر خامہ فرسائی کی ہے تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا۔ صدر اول کی عناد پرستی عود کر آئی ایک چور بھری نگاہ اسلام و قرآن پر ڈال کر اپنے مذہب کا دفاع کرنے لگا: پھر اپنی کینہ توزی میں کہنے لگا کہ محمدؐ نے ایک عیسائی نبی کی مدد سے عربی زبان میں اپنی کتاب ترتیب دی، وہ عیسیٰؑ کے زیر اثر مسیحی پیغمبر تھے۔ قرآن میں اصول نصرانیت۔ جبرئیل کی تائید صرف عیسیٰؑ کو حاصل تھی، موسیٰؑ و محمدؐ کو نہیں۔ قرآن میں صرف عیسیٰؑ کی عصمت کا اعلان ہے محمدؐ کا نہیں۔ عرفانی حیثیت سے عیسیٰؑ خدائے واحد کے بیٹے تھے۔ قرآن، صحیح مسیحیت کی دعوت دیتا ہے۔ علماء توحید مسیح کی الوہیت کے قائل ہیں۔ وہ ﴿وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم﴾ کی من مانی تاویل کر کے مسیحی نظریہ سے جوڑتا ہے، ان لچر نظریات کی پوری واقفیت کے لئے شیخ محمد جواد بلاغی کی کتاب الرحلۃ المدرسۃ اور الھدیٰ الی دین الحق دیکھئے۔

پڑھا لکھا تو کیا ایک جاہل بھی ان نظریات کو مسترد کر دے گا۔ رسول اسلامؐ اور شریعت اسلامیہ کا دامن اس قسم کی حرکتوں سے قطعی پاک ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی لچر کتابوں کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ کتابیں اسلامی معاشرے میں رخنہ و فساد کے مقصد سے لکھی گئی ہیں جس قوم کے پاس مصالح اجتماعی سے بھرپور قرآن اور اصلاح و رشد سے معمور حدیث اور نہج البلاغہ جیسے لافانی سرمائے ہوں ایسی قوم کو ان ذلیل تالیفات کی ضرورت ہی کیا۔ لیکن فلسطین کے استاد محمد عادل زعیتر نے اسی حیاۃ محمد کا ترجمہ کر کے گمراہیوں کو عام کرنے میں بڑی مدد کی ہے، اس بکے ہوئے قلم سے بھی یہی امید تھی۔ بقول انہیں کے، وہ مقدمہ میں کہتے ہیں کہ مستشرقین نے حقائق سیرت پیغمبرؐ کے ساتھ بڑا مذاق کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب سیرت رسولؐ سمجھنے کے لئے قرآن و احادیث کا سرمایہ موجود ہے تو اس لچر کتاب کی اشاعت، کیا ضروری تھی؟ لیکن انہیں تو اس بدکاری میں امیل درمیگام کا شریک کار ہونا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کتاب سے اموی طبائع کو تقویت ملے گی۔ اہل بیتؑ کرام کی مذمت کا سرمایہ عام ہوگا۔

وہ شرافت انسانی کو بالائے طاق رکھ کر کہتا ہے:

''فاطمہؑ خشک چہرے والی لیکن رقیہ خوبصورت عورت تھی۔ زینب ذہین لڑکی تھی، فاطمہؑ جب بھی علیؑ کی آواز سنتی تھیں اپنا منہ بسور لیتی تھیں۔ وہ علیؑ جیسے شجاع کو بدترین اور کم حوصلہ انسان سمجھتی تھیں، اسی لئے دونوں کے ازدواجی تعلقات بہتر نہ تھے۔ حضرت علیؑ قبول صورت نہ تھے آنکھ میں کیچڑ بھری ہوئی، پیٹ بڑا، سر کے بال غائب۔ لیکن وہ انتہائی شجاع، تقوی شعار، صادق، وفادار، نیک اور پیکر محبت تھے۔ وہ بدرجہ مجبوری یہودی کے باغ سے دن بھر مزدوری کر کے جب شام کو بیوی کے سامنے آتے تو کہتے لو خود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ اکثر حضرت علیؑ خفا ہو کر مسجد میں جا کر سو جاتے۔ فاطمہؑ کے باپ ان کے پیچھے آتے اور سمجھا بجھا کر گھر واپس لاتے ایک دن محمدؐ نے دیکھا کہ علیؑ نے فاطمہؑ کو گھونسا مارا اور فاطمہؑ رونے لگیں۔ باوجود اس کے محمدؐ ہمیشہ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو علیؑ کی سبقت اسلامی کا تذکرہ کر کے خوش کرنے کی سعی کرتے کیونکہ وہ علیؑ کی طرف مطلق توجہ نہ کرتیں۔ حالانکہ محمدؐ کے دو اور بھی اموی داماد تھے عثمان اور ابو العاصی۔ رسولؐ ان دونوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ اسی لئے اکثر علیؑ کو رسولؐ سے شکایت ہوتی کہ اپنی بیٹی کی خوشحالی کی فکر نہیں کرتے۔ وقعت نہیں سمجھتے اسی لئے کڑھتے رہتے تھے اگر کبھی رسولؐ نے علیؑ کو کسی کی گردن مارنے کا حکم دیا تو علیؑ نافرمانی کر جاتے تھے''۔ اسی قسم کی اور بھی واہیات خرافات باتیں درج ہیں۔

میں مولف کی کیا مذمت کروں مجھے تو مسلمان مترجم پر غصہ آتا ہے جو ایسی مہمل خرافات کے پرچار میں معین ہو گیا ہے:

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

تمام مطالب جھوٹ کا پلندہ ہیں اور مولف نے تاریخ صحیح کے مقابلے میں افتراپردازی اور اجماع امت اسلام کے مقابلے میں جہالت کے مظاہرے کئے ہیں۔

کیا اس کی بناوٹی باتوں سے صحیح حدیث رسولؐ میل کھاتی ہے کہ فاطمہؑ انسیہ حوراء ہے میں جب بھی مشتاق بہشت ہوتا ہوں اسے سونگھتا ہوں۔(۱)

۱۔ تاریخ خطیب، ج۵، ص۸۷ (نمبر ۲۴۸۱)۔

یا میری بیٹی فاطمہؑ انسانی پیکر میں حور ہے۔(۱)

یا فاطمہؑ درخشاں ستارہ ہے۔(۲)

والدۂ انس کا قول تھا کہ فاطمہؑ چودھویں کا چاند تھیں یا ابر میں چھپے سورج کی طرح کہ بادل چھٹتے ہی اس کا قرمزی رنگ نکھر جائے، ان کی زلفیں مشکبار تھیں اور وہ سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ تھیں۔ وہ پوری طرح زہرہ لقب تھیں۔(۳)

عائشہ کہتی تھیں کہ میں نے رفتار و گفتار و حسن سیرت میں فاطمہؑ سے زیادہ کسی کو رسولؐ سے مشابہ تر نہیں دیکھا، رسولؐ کی بالکل شبیہ۔(۴)

کیا اسی کشیدہ تعلقات کی بکواس ان کثیر روایات سے میل کھاتی ہے جس میں درخشاں چہرے کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اور گردن کو ابریق (۵)، فضہ، ہنستے سفید دانت کے موتیوں سے مثالیں دی گئی ہیں۔(۶)

ابوالاسود دوئلی نے ایک شعر میں اسی کی منظر کشی کی ہے:

اذا استقبلت وجہ ابی تراب — رایت البدر حار الناظرین (۷)

جی ہاں! بات تو یہ ہے کہ سب جل بھن کے کہہ رہے ہیں رقیباں روسیاہ۔

کیا علیؑ کے دل میں کینہ و عناد کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے جبکہ علیؑ نے میدان جنگ میں ابتداء

۱۔ الصواعق، ص ۹۶ (ص ۱۶۰) ومعارف الراغبین ص ۱۷۲۔

۲۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۲۔

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۶۱ (ج ۳، ص ۱۷۶، ح ۴۷۵۹)۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۴۵۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷۔

۴۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۱۰۱۔

۵۔ کتاب صفین، ص ۲۶۲ (۲۳۳)، استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۹ (نمبر ۱۸۵۵)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۵، (ج ۳، ص ۹۷)۔

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۸۴ (نمبر ۴) تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۵ (ج ۸، ص ۴۷۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۱، ص ۱۵۸) المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۴۰ (ص ۴۷)

۷۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۰۴ (ص ۱۸۱)۔

اسلام ہی سے جاں نثاری کے ثبوت دیئے۔ بستر رسولؐ پر سوکر اندوہ رسول کا مداوا کیا، علیؑ جیسے مرد میدان کیلئے ﴿اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام لكن آمن بالله﴾ اور آیہ ہجرت جیسی درخشاں آیتیں نازل ہوئیں۔ آخر کسی موقع پر تحفظ رسالت میں انہوں نے سستی کا مظاہر کیا کہ ان پر کاہلی کا الزام لگایا گیا۔ کیا علیؑ کے بارے میں زوجہ کے ساتھ برے برتاؤ کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے جس کے لئے رسولؐ فرمائیں کہ تم میرے اخلاق کا نمونہ اور میرے شجر کی شاخ ہو۔(۱) رسولؐ تو ان کو افضل امت، حکیم و خلیق کہیں۔(۲) فاطمہؑ سے فرمائیں کہ تمہیں سب سے زیادہ حلیم او دانشور کے حوالے کیا ہے۔(۳) اور یہ دجال آپ پر برے برتاؤ کا الزام لگائیں؟

کیا کوئی یقین کرسکتا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ کے پارہ جگر فاطمہؑ کو گھونسا مارا ہوگا، جس کے لئے رسولؐ فرمائیں کہ فاطمہؑ کے غضب سے خدا غضب ناک ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی سے خدا خوش ہوتا ہے۔(۴) یہ میری روح اور میرے پہلو کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔(۵) خود علیؑ کو تمام صحابہ کے درمیان یوں متعارف کرائیں کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۷۱ (نمبر ۵۸۷۰)۔

۲۔ (الذریۃ الطاہرہ، ص ۹۳، نمبر ۸۳) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳، ۳۹۲، ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث نمبر ۳۲۹۲۶، ج ۱۳، ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۳۶۳۷۰، ص ۱۳۵، حدیث نمبر ۳۶۴۲۳)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۶ (ج ۵، ص ۶۶۲، حدیث نمبر ۱۹۷۹۶) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۱) ذخائر العقبیٰ، ص ۷۸، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۱، ۱۱۴۔

۴۔ حاکم کی مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث نمبر ۴۷۳۰) ذخائر العقبیٰ، ص ۳۹۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۷۵ (۳۱۰) مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۵۲، کفایۃ الطالب، ص ۲۱۹ (باب ۹۹، ص ۳۶۴) زرقانی کی شرح مواہب اللدنیہ، ج ۳، ص ۲۰۲، مناوی کی کنوز الدقائق، ص ۳۰ (ج ۱، ص ۵۷) اخبار الدول مطبوع تہذیب بر حاشیہ الکامل، ج ۱، ص ۱۸۵ (ج ۱، ص ۲۵۷) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ج ۱۳، ص ۶۷۴، حدیث نمبر ۲۷۷۲۵)۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۴۴۳ (ج ۱۲، ص ۴۶۹) الاصابۃ، ج ۴، ص ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)۔ صواعق محرقہ، ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵) اسعاف الراغبین، ص ۱۷۱، ینابیع المودۃ، ص ۱۷۳ (ج ۱، ص ۱۷۰، باب ۵۵)۔

۵۔ الفصول المہمۃ، ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴) نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۸، نور الابصار، ص ۴۵ (ص ۹۶)

ان روایات کو سلمان، انس، ابن ارقم، ابن عباس، ابن حجل، ہاشم بن عتبہ، مالک اشتر، بریدہ اور ابو رافع جیسے سولہ سترہ صحابہ وصحابیات نے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں رسولؐ کے عدم التفاف کی بات کی جارہی ہے جبکہ قرآن کی زبان میں علیؑ نفس رسولؐ ہیں، حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا ورسولؐ ہیں، ان کی محبت اجر رسالت قرار پائی ہے۔ رسولؐ نے عائشہ سے فرمایا: علیؑ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، سب سے زیادہ انہیں کی عزت کرتا ہوں، تم بھی ان کا احترام کرو۔(۱)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں۔

فرمایا: علی خیر من اترکه بعدی۔(۲)

فرمایا: تم میں بہترین مرد علیؑ اور بہترین عورت فاطمہؑ ہے۔(۳)

فرمایا: علیؑ تمام انسانوں میں بہتر ہیں ان کا منکر کافر ہے۔(۴)

یہ بھی فرمایا: جو علیؑ کو خیر الناس نہ کہے وہ کافر ہے۔(۵) خیبر میں آپ ہی کو پرچم عطا کر کے محبوب خدا اور سولؐ ہونے کا اعلان کیا۔

فرمایا: میرے نزدیک علیؑ اس طرح ہیں جیسے بدن کے لئے سر۔(۶)

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۱ (ج۳، ص۱۰۴) ذخائر العقبیٰ، ص۶۲۔

۲۔ المواقف ایجی، ج۳، ص۲۷۲ (ص۴۰۹) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۳۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۳۹۲ (نمبر۲۲۸)

۴۔ تاریخ بغداد (ج۷، ص۴۲۱، نمبر۳۹۸۴) کنوز الحقائق مطبوع بر حاشیہ جامع صغیر، ج۲، ص۱۶، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۹ (ج۱۱، ص۶۲۵، حدیث نمبر۳۳۰۴۵۔

۵۔ تاریخ بغدادی، ج۳، ص۱۹۲ (نمبر۱۳۳۴) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۹ (ج۱۱، ص۶۲۵، حدیث نمبر۳۳۰۴۶)۔

۶۔ تاریخ بغدادی، ج۷، ص۱۲ (نمبر۳۴۷۵) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۲ (ج۳، ص۱۰۵) صواعق محرقہ، ص۷۵ (۱۲۵)، جامع الصغیر (ج۲، ص۱۷۷، حدیث نمبر۵۵۹۶) شرح عزیزی، ج۲، ص۴۱۷، (السراج المنیر، ج۲، ص۴۵۹) فیض القدیر، ج۴، ص۳۵۷ (حدیث نمبر۵۵۹۶)۔

فرمایا: علیؑ کی میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو میری پروردگار کے نزدیک ہے۔(۱)

فرمایا: علیؑ میرے نزدیک سب سے محبوب تر اور خدا کے نزدیک سب سے محبوب تر ہیں۔(۲)

حضرت علیؑ سے فرمایا: میں تم سے ہوں، تم مجھ سے ہو یا تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔(۳)

فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔(۴)

سورۂ برائت دیتے ہوئے فرمایا: اسے وہی پہنچائے گا جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔(۵)

حضرت علیؑ فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون ہے، حق تمہارے ساتھ ہے۔(۶)

فرمایا: ہر نبی کا نظیر ہوتا ہے اس کی امت میں اور میرا نظیر علیؑ ہے۔(۷)

ام سلمہ کہتی ہیں: اگر رسولؐ غصہ میں ہوتے تو علیؑ کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔(۸)

عائشہ کا بیان ہے:

رسولؐ کے نزدیک علیؑ کے سوا میں نے کسی کو نہ دیکھا مردوں میں۔ عورتوں میں رسولؐ کی محبوب ترین

۱۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۰۶) سیرۂ حلبیہ، ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)۔

۲۔ تاریخ بغدادی، ج ۱، ص ۱۶۰ (نمبر ۱۰)

۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۰۴ (ج ۶، ص ۲۶۵، حدیث نمبر ۲۱۲۷۰) خصائص نسائی، ص ۳۶، ۵۱ (ص ۸۷، حدیث نمبر ۷۰، ص ۱۴۹، حدیث نمبر ۱۳۸) سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۲۷، حدیث نمبر ۸۴۵۵۔

۴۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۵۶ (ج ۶، ص ۴۸۹، حدیث نمبر ۲۲۵۰۳)۔

۵۔ خصائص نسائی، ص ۸ (ص ۴۹، حدیث ۲۴، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۱۳، حدیث نمبر ۸۴۰۹)۔

۶۔ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۳۱ (ص ۴۴) کفایۃ الطالب، ص ۱۳۵ (۲۶۵ باب ۶۲) مناقب خوارزمی، ص ۷۶، ۸۳، ۸۷ (ص ۱۲۹، حدیث ۱۴۳، ص ۱۴۲، حدیث ۱۶۳، ص ۱۴۵، حدیث ۱۷۰) فرائد السمطین (ج ۱، ص ۴۳، باب ۲، حدیث ۷، ص ۳۳۲، باب ۶۱، حدیث ۲۵۷)۔

۷۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۴ (ج ۳، ص ۱۰۸)۔

۸۔ حاکم کی المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۴۱، حدیث ۴۶۴۷) صواعق محرقہ، ص ۷۳ (۱۲۳) تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۶ (۱۶۱)۔

علیؑ کی زوجہ تھیں۔(۱)

بریدہ اور ابی کا قول ہے: عورتوں میں رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمہؑ اور مردوں میں علیؑ تھے۔(۲)

جمیع بن عمیر کہتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا۔ان سے پوچھا: کون شخص رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہؑ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ ہاں! اس کے علاوہ میں نہیں جانتی۔ چاہے وہ بہت زیادہ روزہ دار اور نماز گزار ہی ہو۔(۳)

پھر رسول خداؐ دوسروں کو علیؑ پر کیسے مقدم کر سکتے تھے، علیؑ کے سوا دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی کیا ہے۔ وہی تھے جنہیں خدا نے زمین پر سب سے پہلے منتخب فرمایا۔

چنانچہ فاطمہ(س) سے فرمایا: خدا نے روئے زمین پر مجھے منتخب کر کے نبی بنایا پھر تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے حکم دیا کہ تجھ سے نکاح کر دوں اور اپنا وصی بناؤں۔(۴)

نیز فرمایا کہ خدا نے زمین پر دو شخصوں کو منتخب کیا ایک تمہارا باپ ہے دوسرا تمہارا شوہر۔(۵)

ان فضائل کا شمار نہیں کیا جا سکتا جو علیؑ کے بارے میں رسولؐ کے بلند آہنگ خطابات ہیں۔ان کے

۱۔حاکم کی المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۴(ج۳،ص۱۶۷،حدیث۴۷۳۱)عقد الفرید، ج۲،ص۲۷۵(ج۴،ص۱۲۳) خصائص نسائی،ص۲۹(ص۱۲۷،حدیث۱۱۱،سنن کبریٰ، ج۵،ص۱۳۹،حدیث۸۴۹۶)ریاض النضرۃ، ج۲،ص۱۶۱(ج۳ص ۱۰۴)۔

۲۔خصائص نسائی،ص۲۹،(۱۲۸،حدیث۱۱۳،سنن کبریٰ، ج۵،ص۱۴۰،حدیث۸۴۹۸)مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۵ (ج۳،ص۱۶۸،حدیث۴۷۳۵)سنن ترمذی، ج۲،ص۲۲۷(ج۵،ص۶۵۵،حدیث۳۸۵۸)۔

۳۔سنن ترمذی، ج۲،ص۲۲۷(ج۵،ص۶۵۸، حدیث۳۸۷۴)مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۷(ج۳،ص۱۶۷، حدیث۴۷۳۱)۔

۴۔(معجم کبیر، ج۴،ص۱۷۱،حدیث۴۰۴۶)کنز العمال، ج۶،ص۱۵۳(ج۱۱،ص۶۰۴،حدیث۳۲۹۲۳)مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۵۔

۵۔ایجی کی المواقف ص۸،(۴۱۰)۔

مقابلے میں دونوں اموی دامادوں کی بھی سنئے: شرافت مآب عثمان کی حالت انس بن مالک سے سنئے:
جب رسولؐ کی پیاری بیٹی رقیہ کا انتقال ہوا۔ آپ نے قبر میں اتارنے سے قبل روتے ہوئے فرمایا: تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہ کی ہو؟ طلحہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے انہیں قبر میں اترنے کو کہا۔ اس پر ابن بطال کا تبصرہ ہے کہ پیغمبرؐ اصل میں عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہی سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے اور ان کے شوہر تھے۔ رسولؐ کے اعلان پر عثمان چپ رہے کیوں کہ اس رات انہوں نے دوسری زوجہ سے ہم بستری کی تھی۔ ثبوت کی وجہ سے ان کا یہ حق چھن گیا۔ شاید رسولؐ ان کی اس حرکت سے بذریعہ وحی آگاہ ہوئے تھے اور بعنوان تعریفی انہیں منع فرمایا۔ (۱)

ابو العاص کے لئے کیا کہا جائے وہ صلح حدیبیہ تک تو مشرک تھے اسی لئے چھ سال تک زینب سے ان کی جدائی رہی، زینب نے ان سے بات تک نہ کی، ان کا مقابلہ علیؑ سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟

یہ منحوس پرچار کر رہا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ میں تعلقات اچھے نہ تھے جبکہ رسول روزانہ صبح خانۂ فاطمہؑ و علیؑ پر جا کر آیۂ تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔

اکثر فرماتے تھے:

فاطمہؑ میری محبوب ترین ہے۔ میرے پورے گھر میں سب سے محبوب فاطمہؑ ہے۔

حضرت عمر اکثر کہتے: رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمہؑ کی ذات ہے۔ (۲)

رسولؐ، علیؑ کو کیسے وقیع نہ سمجھتے جبکہ ابتدائے بعثت سے ہر محاذ و موقع پر فداکاری کے لئے ہزار نمونے پیش کئے، نتیجہ میں وزیر، وصی، خلیفہ، وارث اور ولی کا خطاب حاصل کیا، جنگوں میں پرچم بردار رہتے۔

انہیں سفید چہروں کا سردار کہا گیا شب معراج میں۔ (۳)

۱۔ روض الانف، ج ۲، ص ۱۰۷ (ج ۵، ص ۳۶۲)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۰ (ج ۳، ص ۱۶۸، حدیث ۴۷۳۶)۔

۳۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۴۸، حدیث ۴۶۶۸) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۷۷ (ج ۳، ص ۱۲۲) شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۵، باب ۷) اسد الغابہ، ج ۱، ص ۶۹ (ج ۱، ص ۸۴، نمبر ۹۲) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۲۱۔

سب سے زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ مؤلف نے ازواج رسولؐ کو فاطمہؑ کا دشمن گنا دیا ہے، عائشہ و ام سلمہ کے بناوٹی جھگڑے بھی بیان کئے ہیں، پارٹی کی نشاندہی کی ہے، وایاں بازو، بایاں بازو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ کو دشمن فاطمہؑ کیوں لکھ دیا ہے جبکہ عائشہ فاطمہؑ کا سر چوم کر فرماتی تھیں: کاش! میں تمہارے سر کے ایک بال کے برابر بھی ہوتی۔ (۱)

مجھے اہل سنت کے اس نشر کتاب پر بھی حیرت ہے کہ انہوں نے کیسے اجازت دے دی، جبکہ آل رسولؐ کی مودت قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے، ان کی محبت ایمان کی علامت اور دشمنی نفاق ہے۔

متفق علیہ حدیث غدیر ہے کہ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔

نیز صحیح حدیث رسولؐ ہے: جس نے علیؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ (۲) جبریل نے رسولؐ کو خبر دی کہ پورا پورا سفید رو وہی ہے جس نے رسولؐ کی حیات میں اور بعد موت، علیؑ کو دوست رکھا اور علیؑ کو دشمن رکھنے والا بھر پور شقی ہے۔ (۳)

یہ شخص ضرور جانتا ہے کہ آل محمدؐ کی ممتاز ترین فرد علیؑ کو گالی دینے والے یا اتہام طرازی کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ کو پاک نسب ہی دوست رکھے گا اور علیؑ سے نطفۂ ناتحقیق ہی نفرت کرے گا۔ (۴) علیؑ سے بغض وہی رکھے گا جس کے استقرار حمل کے وقت ابلیس اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوگا۔ (۵) عبادہ بن صامت تو صاف کہتے کہ وہ اپنے بچوں پر حب علیؑ پیش کرتے۔ اگر وہ انکار محبت کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ ہمارا نطفہ نہیں ہے۔

۱۔ نزهۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۱ (القسم الثالث، نمبر ۱۸۵۵) ذخائر العقبیٰ ص ۶۵، الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۰۳ (ج ۲، ص ۵۴۲، نمبر ۵۸۶۶) نزهۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۳۔ ریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۲۱۵ (ج ۳، ص ۱۶۷) الفصول المهمۃ، ص ۱۲۴ (۱۲۳) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۲، کنز العمال، ج ۶ ص ۴۰۰ (ج ۱۳، ص ۱۴۵، حدیث ۳۶۴۵۸) نزهۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۴۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۳، ص ۱۳۶)

۵۔ تاریخ بغدادی، ج ۳، ص ۲۸۹ (نمبر ۱۳۷۶)۔

حافظ جزری اسے نقل کر کے صاف کہتے ہیں کہ قدیم زمانے سے آج تک یہی مشہور ہے: علیؑ سے وہی نفرت کرے گا جو حرامی ہوگا۔(۱)

یہ کتاب حیات محمد کے بعض مہملات تھے۔ حیرت ہے کہ محمد عادل زعتیر، ان مہملات کی معذرت بھی پیش کرتے ہیں کہ میں بعض چیزوں پر حاشیہ لگانا چاہتا تھا لیکن یہ حدود ترجمہ سے باہر کی بات تھی۔

لیکن یہ عذر معقول نہیں۔

﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة﴾ ''جو لوگ فحش باتوں کو پھیلانا پسند کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے گا''۔(۲)

تالیف کے مکروہ چہرے

ہائے مظلومیٔ دل ظلم ہی منصف ہے جہاں

عصر حاضر کے ادیبوں نے اسلام کو شرمناک حالات سے دوچار کرتے ہوئے روحانی ادب اور امانت دینی کا ستیاناس مار دیا ہے، نقل قول میں خیانت، من مانی تاویلات اور خاصان خدا کے ساتھ کینہ توزی کے ایسے ایسے ذلیل مظاہرے کئے ہیں کہ دیکھ کر آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے۔ اسی قسم کی تالیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ الصراع بین الاسلام و الوثنیه؛

۲۔ الوشیعه فی الرد علی الشیعه؛

۳۔ فجر الاسلام؛

۴۔ ضحی الاسلام؛

۱۔ اسنی المطالب، ص ۸ (ص ۵۸۔۵۷)

۲۔ سورۂ نور ۱۹

۵۔ ظهر اسلام؛

۶۔ الجوله فی ربوع الشرف الادنیٰ؛

۷۔المحاضرات للخضری؛

۸. السنة و الشیعه؛

۹۔ الاسلام الصحیح؛

۱۰۔ العقیده فی الاسلام؛

۱۱۔خلفاء محمد؛

۱۲۔حیاة محمد؛

ان میں حوالوں کا فقدان ہے، اصول علم کی ریڑھ ماری گئی ہے، اتہامات کے انبار لگائے گئے ہیں۔ایک ہی موضوع سے متعلق دو کتابیں نمونے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔کتاب امام علیؑ ابونصر اور کتاب امام علیؑ، استاد ابوالفتاح عبدالعقود۔اول الذکر میں اموی نظریات کے ذلیل مظاہرے ہیں دوسری میں حقائق کو روشن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگرچہ مصادر کے عدم تذکرہ کی وجہ سے ذاتی نظریہ پرمبنی کتاب ہوکررہ گئی ہے۔

﴿ولو انهم فعلوا ما بو عطون به لكان خير آلهم و اشد تثبيتا﴾ ''اگر یہ اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہی ہوتا اور ان کو زیادہ ثبات حاصل ہوتا''۔(۱)

۱۔نساء/۶۶

ابن رومی

وفات ۲۸۳ھ

یا هند لم اعشق و مثلی لا یری   عشق النساء دیانة و تحرجا

''اے ہند! میں عاشق ہوں۔ میرے جیسا عشق زنان کی معصیت کرے گا کیوں؟ چونکہ میرے سینے کی گہرائیوں میں عشق وصی رسولؐ موجیں مار رہا ہے۔

وہ روشن چراغ ہیں اور ہر شخص انہیں کی برکت سے عذاب سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اگر میں نے ان کی محبت ترک کردی تو قیامت میں گناہوں سے نکلنے کا سوال ہی نہیں۔

مجھ سے کہو کیا میں ان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر نادانی میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرلوں۔ میں انہیں مانند طلائے ناب شمسی اور دوسروں کو تنقیدی نظر سے فساد انگیز پا رہا ہوں، ان کا مقام ہر باعظمت کے مقابل مانند آفتاب یا بدر منیر ہے۔

رسولؐ نے ان کے بارے میں غدیر کے دن ایسی بات کہی جس میں سامعین کیلئے کوئی ابہام نہ تھا ''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ میری طرح مولا ہیں'' پھر افتخارانہ رسم تاج گزاری فرمائی۔ اور اسی طرح فاطمہؑ کے نکاح کے وقت تاج گزاری فرمائی جب دوسروں کو انکار کر کے علیؑ سے عقد کیا۔ جنگ نہروان کے وقت لشکر کا پل عبور کرتے ہوئے ان کا ناقابل فراموش معجزہ ہے، ان کے لئے غروب کے بعد سورج پلٹنا۔ حالانکہ پوری طرح اس کی روشنی ضیا پا رہی تھی''۔(۱)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۳۱ (ج ۳، ص ۳۸)۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسن، علی بن عباس بن جریج۔ ابن رومی کے نام سے مشہور تھے۔ شیعیت کے لئے مایۂ نازش اور نادرۂ روزگار تھے۔ ان کے زرین و نفیس اشعار بلاغت کی جان اور سورج کی ضیاؤں سے زیادہ تابناک ہیں۔ مدح، ہجو اور تغزل کے ممتاز ترین شاعر تھے، اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ان کے محاسن، بیان سے باہر ہیں۔

ان کی شاعری کا مطمع نظر صرف اور صرف مدح آل رسولؐ تھا۔ وہ مدح سرائی اہل بیتؑ اور دشمنان آل کے حملوں کا دفاع کرتے تھے، ابن صباغ مالکی نے انہیں شاعر امام حسن عسکریؑ کہا ہے۔ (۱)

ان کا دیوان، مسیبی اور مثقال کے یہاں سو ورق نیز احمد بن ابی قسر اور خالد کے یہاں بھی سو ورق پر مشتمل ہے۔ صولی نے دوسو تک باعتبار حروف تہجی مرتب کیا ہے۔ موجودہ نسخہ ابن عبدوس کا مرتبہ ہے جو سب سے زیادہ ہے اور لگ بھگ ہزار شعروں پر مشتمل ہے۔

ابوبکر محمد خالدی اور عثمان سعید خالدی نے ابن رومی کے شعری حالات پر کتاب لکھی ہے۔ (۲)

ابن سینا نے منتخب اشعار جمع کر کے مشکل اشعار کی شرح کی ہے ان کا بیان ہے کہ میرے استاد نے مجھے دیوان ابن رومی یاد کرنے کو کہا۔ میں نے مختلف نسخوں کو جمع کر کے چھ دن سے کچھ زیادہ میں یاد کر لیا۔ (۳)

ابوالحسین حمدانی، اسماعیل خزاعی اور ابوالحسن جحظہ نے ابن رومی کی ستائش کی ہے۔ مزید عظمت معلوم کرنے کیلئے فہرست ابن ندیم؛ تاریخ خطیب بغدادی، معجم الشعراء؛ امالی سید مرتضیٰ؛ مروج الذہب؛ عمدہ ابن رشیق؛ معالم العلماء؛ وفیات الاعیان.... وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ (۴)

۱۔ فصول المھمہ، ص ۳۰۲ (ص ۲۸۱)، نور الابصار، ص ۱۲۶ (ص ۲۳۸)۔

۲۔ فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۵، ۲۴۱ (ص ۱۹۰، ۱۹۵)۔ ۳۔ کشف الظنون، ج ۱، ص ۴۹۸ (ج ۱، ص ۷۶۶)۔

۴۔ فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۵ (ص ۱۹۰) تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۲۳، معجم الشعراء، ص ۲۸۹، ۴۵۳ (۱۴۵، ۴۱۰) امالی سید مرتضیٰ، ج ۲، ص ۱۰۱، مروج الذھب، ج ۲، ص ۴۹۵ (ج ۴، ص ۳۰۱) العمدہ، ج ۱، ص ۵۶، ۶۱، ۹۱ (ص ۶۹، ۷۲، ۱۱۰) معالم العلماء، (ص ۱۵۱) وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸۵ (ج ۱، ص ۳۵۸، نمبر ۴۶۳)۔

اکثر نے اپنے اہتمام سے ابن رومی کے آثار جمع کئے ہیں، ان میں ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عمار (م ۳۱۹)؛ ابوعثمان ناجم؛ ابوالحسن نوبختی لائق ذکر ہیں۔(۱) متاخرین میں استاد عباس محمود عقاد نے اس سلسلے میں دقیق کوشش کی ہے اور اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ ابن رومی نے آٹھ خلفا کو دیکھا جو یہ ہیں: واثق، متوکل، منتصر، مستعین، معتز، مہتدی، معتمد اور معتضد۔

ابن رشیق کے نزدیک مولدین شعراء میں تبحر و معانی آفرینی کے لحاظ سے ابوتمام اور ابن رومی ممتاز ترین شاعر ہیں۔(۲)

سعید بن ہاشم خالدی کے مطابق: ابن رومی بروز چہارشنبہ بعد طلوع فجر دوسری ماہ رجب ۲۲۱ھ بغداد کے معروف مقام عتیقہ میں پیدا ہوئے۔ ابن رومی عبداللہ بن عیسیٰ کے آزاد شدہ غلام تھے، خود انہیں کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رومی الاصل تھے، ان کے دادا کا نام جریج یا جرجیس بلاشبہ یونانی نام ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا قول بے وقعت ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ چونکہ بچپن میں بہت خوبصورت تھے اس لئے ابن رومی نام پڑ گیا۔

ان کے باپ کئی نامورانِ علم و ادب کے دوست تھے مثلاً ماہر لغت و انساب ''محمد بن حبیب راویہ'' اسی لئے ابن رومی کی ان کے یہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ انہوں نے ابن رومی کی ذکاوت پر خصوصی توجہ دی، جب کوئی خاص بات انہیں پسند ہوتی تو کہتے اسے یاد کرلو۔

ہم جانتے ہیں کہ ابن رومی کی والدہ ایرانی تھیں۔ خود وہ کہتے ہیں کہ میرا ننہال ایران ہے اور ددھیال روم ہے پس مجھے سیاست ساسانی ورثہ میں ملی ہے۔ وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو جوانی کی حدیں گزار کے بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماں کا مرثیہ کہا ہے:

اقول: و قد قالوا: اتبکی لفاقد   رضاعاً و این الکهل من راضع الحلم

هی الام با للناس جزعت فقدها   و من یبک امّا لم قدم قط لا دوم

۱۔ معجم الادباء، ج ۵، ص ۲۲۹ (ج ۱۳، ص ۲٦۷)۔

۲۔ مؤلفات العقاد، ج ۱۵۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام حسنہ بنت عبداللہ سجزی (۱) تھا، سجز ایران کے شہر خراسان کا موضع ہے، اس طرح وہ خالص ایرانی تھے۔

ان کے بڑے بھائی محمد بڑے اچھے ادیب و منشی تھے۔ عبیداللہ بن طاہر کے ملازم تھے، ابن رومی سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ پھر ابن رومی کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں رہ گیا۔ بعض عباسی و ہاشمی کبھی کبھی حسن سلوک کر دیا کرتے تھے، ان کے شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھائی اور بھی تھے جن سے تعلقات اچھے نہیں تھے۔

اولاد

ابن رومی کے تین بیٹے تھے: ہبۃ اللہ، محمد اور ایک نام دیوان میں موجود نہیں۔ تینوں کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے بڑے دردانگیز مراثی کہے ہیں، محمد کی بیماری و موت کا مرثیہ تو دل ہلا دیتا ہے:

توخّی حمام الموت اوسط صبیتی   فلله کیف اختار واسطة العقد

علی حین شمست الخیه فی لمحاته   و آنست من افعاله آیة الرشد

اساتذہ

ان کے باقاعدہ اساتذہ کا پتہ نہیں چلتا لیکن آغانی (۲) کے جملہ معترضہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابن رومی نے ثعلب سے روایت کی ہے: ثعلب، حماد، ابن ضحاک.....

ایک دوسری جگہ ابن رومی قتیبہ سے روایت کرتے ہیں: ابن قتیبہ، عمر، سکونی، باپ دادا اور وہ حسین بن ضحاک سے۔ چونکہ قدیم زمانے میں روایت کرنے کا مطلب زانوئے ادب تہ کرنا ہوتا تھا اس طرح ان لوگوں نے ابن رومی کو حدیث کا املا فرمایا۔ جس وقت ابن قتیبہ کا انتقال ہوا اس وقت ابن رومی کی عمر تیس سال تھی۔

۱۔ معجم الشعراء، (ص ۱۴۵)   ۲۔ الآغانی (ج ۷، ص ۱۹۴)۔

گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ ابن رومی اپنے باپ کے دوست، ماہر لغات محمد بن حبیب سے وابستہ تھے۔ ان سے بعض مفردات لغات میں ان سے مراجعہ کرتے اس لئے وہ بھی استاد ہوئے۔ ان تین کے علاوہ کسی چوتھے استاد رومی کا پتہ نہیں چلتا لیکن اتنا ملتے ہے کہ ابن رومی نے جس سے بھی اکتساب فیض کیا بھرپور کیا۔ قدیم و جدید علوم کے علاوہ فکری تبحر میں اپنے زمانے کے ممتاز ترین دانشور تھے۔ مصری کہتا ہے کہ وہ فکر و نظر کے اعتبار سے عظیم فلق تھا۔ مسعودی کہتا ہے کہ اشعار تو اس کا کمترین تعارف ہیں۔ اس کے فلسفیانہ اشعار سے علوم پر کامل دسترسی اور اصطلاحات علمی کے رسوخ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ابن رومی کے خطوط

ان کے اشعار ہمزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نظم کے ساتھ وہ نثر کا بھی مرد میدان تھے۔

الم تجدونی آل وهب لمدحکم بشعری و نثری اخطلا ثم جا خطا

بنابریں ان کے کچھ نثر پارے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ قاسم بن عبداللہ کو خط لکھ کر اپنی برائت ظاہر کرتے ہیں:

"ترفع عن ظلمی ان کنت برئیاً و تفضل بالعفو ان کنت مسیئا فو اللّٰه انی لا طالب عفوذبت لم اجند و التمس الا قالة مما لا اعرفه. لتزداد تطولا و ازداد تذللا. و انا اعید حالی عندک بکرمک من واش بکیدها و احرسها بوفائک من باع یحاول افسادها....."۔

۲۔ ایک بیمار کی عیادت میں خط لکھتے ہیں:

"اذن اللّٰه فی شفائک و تلّقی داء ک بدوائک و مسیح بید العافیة علیک و وجّه و قد السلامته....."۔

۳۔ گل نرگس کی گل سرخ پر برتری کے متعلق کہتے ہیں ہیں:

"النرجس یشبه الاعین والو رد یشبّه الخدود..."۔

پھر اس کی محسوساتی توجیہ پیش کی ہے۔

ابن رومی کا عقیدہ

تیسری صدی ہجری میں دانش وفکر کی پریشان خیالی اپنے عروج پر تھی، اپنے اسلام کی توجیہ علوم جدیدہ کے مقابلے میں کر کے صاف بچ نکلنا مشکل تھا۔ ابن رومی علوم جدیدہ سے بہرہ حاصل کرنے کے باوجود وہ مسلمان اور اپنے اسلام میں مستقیم تھے۔ پکے شیعہ، معتزلی اور قدری تھے اور اس زمانے کا سب سے زیادہ محفوظ ترین عقیدہ مانا جاتا ہے۔ معرّی نے رسالہ غفران (۱) میں لکھا ہے کہ بغدادیوں کا عقیدہ ہے کہ ابن رومی شیعہ تھا۔ وہ اس کے قصیدہ جیمیہ سے استدلال کرتے ہیں لیکن میری نظر میں ابن رومی کا عقیدہ بھی وہی تھا جو دوسرے شعراء کا تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ معرّی نے ابن رومی کے تشیع کی تردید کیوں کی۔ آخر شعراء، شیعہ بھی تو ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض عظیم شعراء نے والہانہ تشیع کا مظاہرہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ معری کو ابن رومی کے تمام اشعار کی خبر نہیں تھی اس لئے اس پر حقیقت مذہب اوجھل رہی۔ پھر یہ کہ صرف قصیدہ جیمیہ ہی اس کے اظہار تشیع کے لئے کافی ہے کیونکہ اس مدح سرائی سے کسی طمع کی توقع نہیں تھی بلکہ اپنے کو طاہریوں اور عباسیوں کے خطرات میں جھونکنے کے مترادف تھا۔ وہ اپنے قصیدے میں عباسی خلافت کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے یحیی بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین کا مرثیہ کہتے ہوئے بدکردار طاہری حکام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں عباسیوں سے مخاطب ہیں: اے بنی عباس! اپنے مظالم بند کرو، اپنے عیوب چھپاؤ۔ اپنے بدکردار حکام کو گمراہیوں سے نکالو جو فساد پھیلا رہے ہیں۔ اس دن کا انتظار کرو جب حق اپنے حقدار کی طرف پلٹے گا اور جو آج غمگین ہیں کل انہیں کی طرح تم غمگین ہو گے، وہ دن جلد ہی آنے والا ہے جب تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے۔ تم پر حجت خدا تمام ہو چکی ہے آج کی کینہ فشانی کا پھل تمہیں کل ملے گا۔ اپنی موجودہ حالت پر پھولو نہیں، حالات ایک طرح نہیں رہتے ایک معمولی شرارہ خاکستر کا تمہیں تباہ کر سکتا ہے۔

۱۔ رسالۃ الغفران (ص ۲۴۴)

کیا کوئی شیعہ، بنی عباس سے اس سے زیادہ واضح اور سخت کلام کر سکتا ہے کہ علوی حکومت سے ذرو۔ وہ عباسیوں کو زوال کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر انتقام حق کی حقدار کی طرف واپسی اور دشمنوں کی سرزنش کا وہی انداز اختیار کرتے ہیں جو ایک شیعہ کا ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ واضح انداز میں قصیدہ نونیہ ہے جس میں دشمنوں کی ہلاکت کی آرزو اور ان کی بیخ کنی میں کوتاہی پر اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں:

''اگر تمہارے دشمنوں کی حکومت ہے تو نگہبان بھی گھات میں ہے۔ یہ اپنے میں مگن رشتۂ حق کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ صبر کرو کہ انہیں بھی خدا اسی طرح ہلاک کرے گا جس طرح ملوک یمن کو ہلاک کیا''۔

اسی طرح دوسرے اشعار ہیں۔ جو شخص اس طرح بات کرے اس کی شیعی وابستگی میں کلام نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بغیر کسی مادی فائدوں کے محبت علیؑ میں رہنے کو معرض خطر میں ڈالتا ہے۔ وہ یحیی بن عمر کو شہید کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

ان کا شعر ہے:

''دشمنی کے نیزے نے اس کو پارچۂ خونین پہنایا اب وہ قرمزی رنگ میں خدا کے حضور ہے''۔

ان اشعار سے ان کا شیعہ ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں شیعیت کو ایک حکومت اسلامی کے روپ میں دیکھتے ہیں برخلاف دوسرے شعراء کے جو معتدل تشیع کے حامل تھے اور بہتر کے مقابلے میں کمتر کی حکومت کو جائز سمجھتے تھے۔ بعض صحابہ کو برا سمجھتے تھے، اس قسم کے زیدی شیعہ، یحییٰ بن عمر کی فوج میں بھرے پڑے تھے۔

واضح رہے کہ ابن رومی کو تشیع اور اہل بیتؑ سے وابستگی واضح بات ہے اس کے علاوہ انہوں نے بچے کا نام علیؑ رکھا جو شیعوں کا محبوب ترین نام ہے، ان کے باپ کی عباسی ملازمت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ بعض عباسی خلفاء علیؑ و اولاد علیؑ کا احترام بھی کرتے تھے۔ اس کا ثبوت معتضد اور منتصر کے واقعات میں فراہم کیا جاسکتا ہے۔ ابن رومی نے ان کی مدح بھی کی ہے، منتصر نے تو اپنے باپ متوکل کو توہین علیؑ پر برہم ہو کر قتل بھی کر دیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کا بہترین عقیدہ وہی ہے جو خوف کے ماحول میں دلیری عطا کرے، جب گردش روزگار برہم کرے جو موجودہ حالات پر بھرے ہوئے ہیں۔ اس

طرح وہ دوسرے شعراء کے برخلاف شیعہ تھے۔ ابن رومی اپنے معتزلی عقیدے پر بھی فخر کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ عقیدہ تابع قدریہ ہے، ان کے بعض اشعار سے ان کے ان نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ معتزلی اور اہل توحید وعدل ہیں۔ جو قرآن کو مخلوق مانتے ہیں قدیم نہیں، قدریہ کے ساتھ عدلیہ موحد اس لئے اپنے کو کہتے ہیں کہ حدیث ہے: قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قدریہ نہیں ہیں یہ ان لوگوں کو زیب دیتا ہے جو عقیدہ قدر رکھتے ہوں۔ ہم تو اہل توحید وعدل ہیں۔

اسی طرح ابن رومی کا عقیدہ ہے کہ انسان فاعل مختار ہے ان کے بہت سے اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن رزق کے معاملے میں وہ تقدیر کے قائل ہیں، لیکن ابن رومی کا عدل الٰہی پر بھروسہ اور ظلم و فسادات سے تنزیہ کا نظریہ خود انہیں سے مخصوص نہیں، ہر مومن جو خدا کے صفات جلال و جمال کو پہچانتا ہے یہی عقیدہ رکھتا ہے۔

وہ اہل بیتؑ کی مودت کو نص قرآن سے واجب سمجھتے ہیں جو مثل کشتی نوحؑ ہیں، جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ اہل بیتؑ قرین کتاب الٰہی اور رسول خداؐ نے اپنے جانشین کی حیثیت سے ان کا تعارف کرایا ہے وہ امانت رسولؐ ہیں جس نے ان کا مضبوطی سے دامن تھام لیا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

ہجویہ شاعری

تیسری صدی ہجری میں دو عظیم ہجویہ شاعر پیدا ہوئے۔ ابن رومی اور دعبل دونوں نے حکام، خلفاء اور دیگر افراد کو خوب خوب لتاڑا ہے۔ ابوالدلاء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

انی لا فتح عینی حین افتحها علی کثیر ولکن لا اری احدا

ان دونوں کے مانند نہ تو اس صدی میں نہ اس کے بعد کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ ابن رومی کو لوگوں سے تنفر نہیں ہے، نہ وہ معاشرہ کو اتھل پتھل ہی کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ لفظی بازیگری کے ذریعے لوگوں کو ان کے مصائب سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ اچھی خاصی تصویر میں غلط سیرت نے جو کارٹون کی شکل پیدا

کر دی ہے اسے نمایاں کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنی فنی مہارت کے خوب خوب جوہر دکھاتے ہیں۔ وہ بد نفس اور زود رنج بھی نہیں تھے۔ پھر سوال یہ ہے کہ آخر انہوں نے ہجویہ شاعری کیوں کی؟ جبکہ اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ بات یہ ہے کہ وہ باکمال تھے اپنے علم و دانش اور شعر و ادب کو اعلیٰ مذاہب کے لائق سمجھتے تھے لیکن وہ دیکھتے تھے کہ اس سے پست تر افراد کی پذیرائی ہو رہی ہے اور وہ خود اس سے محروم ہیں۔ وہ بلند پایہ شاعر و خطیب تھے۔ معلومات کا دائرہ انتہائی وسیع تھا۔ منطق، ہیئت، لغت اور دوسرے عصری علوم سے پوری طرح آراستہ تھے۔ اس قسم کے افراد جو شعر و فلسفہ و نجوم پر دسترسی رکھتے ہوں، ماہر لغات ہوں، انہیں منصب ملنا ہی چاہیے تھا۔ اکثر افراد جو اس کے ہم پایہ نہیں تھے اس منصب سے سرفراز تھے۔ ابن زیات صرف ایک کلمہ کی تفسیر کر کے معتصر کے یہاں وزیر ہو گیا۔ حالانکہ ابن رومی کے یہاں غرائب الفاظ کی اس قدر بہتات ہے کہ اس کے ہم عصر گرد پا کو بھی نہیں پا سکتے۔

انہیں وزارت نہیں ملی تھی تو کسی وزیر کی ڈیوڑھی ہی ملتی۔ نہ یہ ہوا نہ وہ، کیا اس سے زیادہ ناقدری کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ یہی بات تھی کہ وہ اکثر اپنے سے پوچھتے تھے:

میں اپنی تلوار کو نیام سے نکال کر دوبارہ کیوں نیام میں رکھوں، لوگوں کو کیوں نہ سمجھا دوں کہ میری تلوار نیام سے باہر ہے۔ میں اپنے تجربات نچوڑتا رہوں گا۔

معاصر شعراء

ابن رومی کے معروف ہم عصر شعراء میں حسین بن ضحاک، دعبل خزاعی، بحتری، علی بن جہم، ابن معتز اور ناجم لائق ذکر ہیں۔ لیکن ان میں صرف دو شعراء ہی سے ان کی شناسائی تھی: حسین بن ضحاک اور دعبل۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ابن رومی اور ابن حاجب، محمد بن احمد میں یارانہ تھا، آپس میں خوش طبعی بھی تھی چنانچہ ایک بار وعدہ کے مطابق ایک دن ابن رومی اس کے گھر گئے، ملاقات نہ ہوئی تو کچھ اشعار کہے، ان کا پہلا شعر ہے:

نجاک یابن الحاجب الحاجب ولیس ینجو منیّ الهارب

ابن حاجب نے بھی اس کا جواب دیا۔(۱)

عقاد کہتے ہیں کہ ابن رومی کو حسین بن ضحاک کے اشعار بہت پسند تھے۔ وہ انہیں نقل بھی کرتے تھے، دوستوں سے بیان بھی کرتے۔ وہ مرا تو ابن رومی کی عمر ۲۹ سال تھی۔ لیکن کسی سیرت میں ان دونوں کی ملاقات یا شناسائی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن دعبل کی طرف ابن رومی کا میلان تھا اور اس کی وجہ اظہار تشیع ہے۔ وہ غالی شیعہ تھے اور اسی وجہ سے میلان کے حالات استوار ہوئے۔

دوسری وجہ دعبل کی ہجو یہ شاعری بھی ہو سکتی ہے، دعبل کے انتقال کے وقت ابن رومی کی عمر ۲۵ سال تھی۔ لیکن ان دونوں کی ملاقات و تعلقات کا تذکروں میں پتہ نہیں۔ لیکن بحتری اور ناجم سے تعلقات تھے، ابن رومی نے بحتری سے ناجم کے گھر پر ملاقات کی تھی۔

علی بن جہم سے ابن رومی کے عقائد اور نظریاتی اختلاف کی وجہ سے تعلقات نہیں تھے بلکہ شدید نفرت تھی، ابن رومی کہتے ہیں کہ شیعہ و ناصبی سے ہرگز میل نہیں۔ پھر یہ کہ اس نے ابن رومی کے عدلیہ موحد ہونے پر طنز بھی کیا ہے۔

ابن معتز پیدا ہوا تو ابن رومی جوان تھے۔ وہ شعر کہنے کے لائق ہوا تو یہ چالیس سے اوپر ہو چکے تھے، شہرت ہوئی تو یہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ اسی لئے اس سے اقتباس یا نظریاتی اکتساب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

تاریخ وفات

ابن خلکان کہتا ہے کہ ابن رومی نے روز چہار شنبہ ۲۹ جمادی الاولی ۲۸۳ یا ۲۷۶ میں قضائے الٰہی کو لبیک کہا اور مقبرۂ باب البستان میں دفن ہوا۔(۲)

بعد کے سیرت نگاروں نے ابن خلکان کی پیروی کی، ان کی چند دلیلیں ہیں جن کی بنا پر اس شک و تردید کو مانتے ہی بنتی ہے:

۱۔ معجم مرزبانی، ص ۴۵۳ (ص ۴۱۰) ۲۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۳۶۱، نمبر ۴۶۳۔

ا۔ خود ابن رومی کہتے ہیں کہ کیا ساٹھ سالہ بوڑھا عشق و نشاط میں مست ہوتا ہے؟
ان کی تاریخ ولادت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲۸۱ میں ان کا ساٹھ سال پورا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سنہ تک وہ زندہ رہے ہیں۔ اسے ضرورت شعری نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ایک شعر میں خمس و خمسین (۵۵) کا لفظ استعمال کیا ہے۔
۲۔ مسعودی کہتا ہے کہ قطر الندی بنت خمارویہ بغداد پہنچی اور ابن جصاص سے ذی الحجہ ۲۸۱ھ میں شادی کی، ابن رومی نے بزرگ مرد عرب کی خاتون عجمی سے شادی پر زینت کا تبصرہ کیا۔(۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں: طبری نے روز یکشنبہ دوسری محرم ۲۸۲ھ میں قطریٰ الندی کا ورود بتایا ہے۔(۲)
۳۔ خلیفہ کے ازدواج پر ابن رومی کا قطعہ ہے جو ۲۸۲ھ میں واقع ہوا۔
علامہ امینی فرماتے ہیں کہ وفات شاعر ۲۷۶ھ میں ہونے کا سوال ہی نہیں کیونکہ خلیفہ معتمد کے چچا کی بیعت کا خود ابن رومی نے قصیدہ کہا ہے جو ۲۸۲ھ میں واقع ہوئی۔
عقاد کہتے ہیں کہ لیکن میرے نزدیک ۲۸۳۔۲۸۴ کو ترجیح حاصل ہے اس بناء پر ابن رومی کی تاریخ وفات ۲۸۳ محقق ہوتی ہے۔ جو لوگ ۲۸۴ کہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اس ترجیح کو دن و تاریخ کے توافق سے تقویت ملتی ہے، شمسی حساب سے جمادی الاول ۲۸۳ھ میں بغداد میں گرمیاں آ گئی تھیں۔ ناجم کہتے ہیں کہ میں حالت نزع میں ابن رومی سے ملنے گیا۔ اس کے چاروں طرف برف رکھی ہوئی تھی۔ اس طرح پہلا قول ہی محقق ہوتا ہے کہ ۲۸ جمادی الاولیٰ بروز چہار شنبہ، ۲۸۳ کو ان کی وفات ہوئی۔

شہادت

تمام مورخین لکھتے ہیں کہ زہر سے ان کی موت ہوئی۔ اور قاسم بن عبید اللہ نے یا اس کے باپ نے

ا۔ مروج الذھب، ج۲، ص۴۸۸ (ج۴، ص۲۸۹)۔
۲۔ تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۴۵ (ج۱۰، ص۳۹، حوادث ۲۸۲ھ)

زہر دیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ابوالحسن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب وزیر معتمد کو ابن رومی کے ہجو یہ شعروں کا خوف تھا۔ اس نے ابن فراش کی سازش سے زہر دلوایا۔ ابن رومی وزیر کے گھر میں تھا۔ ابن فراش نے زہر آلود خشکنانجہ (عربی غذا) اسے کھلایا۔ ابن رومی نے کھاتے ہی زہر کا اثر محسوس کیا اور مجلس سے اٹھ گیا۔

وزیر نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ ابن رومی نے جواب دیا؛ جہاں تم بھیج رہے ہو۔ وزیر نے کہا: میرے والد کو میرا سلام کہہ دینا۔

ابن رومی نے عقابی نظر ڈالتے ہوئے کہا: جہنم میں نہیں جا رہا ہوں۔ (۱)

امالی سید مرتضیٰ میں ہے کہ ابن رومی کی وزیر عبید اللہ بن سلیمان کے یہاں اکثر بیٹھک ہوتی تھی، ایک شعر سنانے کی فرمائش کی، ابن رومی نے شعر سنائے تو عبید اللہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل سے زیادہ زبان لمبی ہے، ایسے شخص کی ہجو سے ڈرتے رہنا چاہیے اسے اپنے سے دور کرو۔ کہنے لگا کہ ڈرتا ہوں اگر نکال دیا تو میرے سارے بھید فاش کر دے گا۔ اس نے کہا: نکالنے سے میرا مطلب ہے شمع حیات گل کر دو۔ ابن رومی کے سخت دشمن ابن فراس نے قاسم سے کہا۔ اس نے خشکنانجہ میں زہر دیدیا جس سے ابن رومی کی موت واقع ہوئی۔ باقطانی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابن فراس نے نہیں بلکہ ابن رومی کو عبیدہ اللہ نے قتل کیا۔ (۲)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن سلیمان تو ابن رومی کے بعد ۲۸۸ میں مرا اس لئے قاسم کیسے کہے گا کہ میرے والد کو سلام پہنچا دینا۔ دوسری روایت میں اشکال کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ کی تو پہلے سے آشنائی تھی۔ پہلی بار دیکھنے کا کیا سوال اٹھتا ہے۔ لیکن یہ دونوں اعتراض مہمل ہیں۔ کیونکہ یہاں دیکھنے کا مطلب ملاقات نہیں بلکہ محض یہ دیکھنا تھا کہ وہ یہاں موجود ہے یا نہیں اور یہ کہ قاسم نے سلام نہیں کہلوایا تھا بلکہ عبید اللہ نے اپنے والد کو سلام کہلایا تھا۔

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۲۸۶ (ج ۲، ص ۳۶۱ نمبر ۴۶۳)

۲۔ امالی سید مرتضیٰ، ج ۲، ص ۱۰۱۔

افوہ حمانی

وفات ۳۱۰ھ

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق کسی سید کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

ابن الذی ردت علیہ الشمس فی یوم الحجاب (۱)

''اس کا فرزند جس کے لئے ڈوبنے کے بعد آفتاب پلٹ آیا۔اس کا فرزند جو قیامت کے دن جہنم بانٹے گا۔ جو غدیر کے دن لوگوں کا مولا بنایا گیا ہر منکر اور شکی کے برخلاف''۔

یہ اشعار بھی، صراط مستقیم (۲) میں ملتے ہیں:

قالوا : ابو بکر لہ فضلہ قلنا لھم : ھناہ اللہ

''انہوں نے کہا کہ ابوبکر کے بہت سے فضائل ہیں۔ میں نے کہا: خدا مبارک کرے کیا تم خطبۂ غدیر بھول گئے کیا کسی بندۂ خدا کو مولا ہونے میں شک ہوسکتا ہے بلاشبہ علیؑ، ہر اس شخص کے مولا ہیں جس کے رسولؐ خدا مولا ہیں''۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسین، علی بن محمد بن جعفر بن محمد بن محمد بن زید شہید، حمانی، کوفی، عرفیت الافوہ تھی۔لباب الانساب

۱۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۴۶۲ (ج۳، ص۳۵۸۔۳۵۷)

۲۔الصراط المستقیم (ج۲، ص۷۲، نمبر۵)

میں ہے کہ الافوہ ان کا لقب تھا۔(۱)

ان کے والد حمال تھے۔اس لئے ان کے فرزندوں کو بنی حمال کہا جاتا ہے۔

حمان کوفے کا ایک محلہ تھا اور حمانی قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب افراد کہے جاتے ہیں۔بعد میں جو لوگ غیر حمانی تھے حمان میں آباد ہو گئے، انہیں بھی حمانی کہا جانے لگا۔اسی وجہ سے بعض تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی ہوئی۔(۲)

حمانی پہلی صدی کے عراقی فقہاء شیعہ کی ممتاز ترین فرد و محافظ مکتب اہل بیتؑ تھے۔خطیب بھی تھے اور شاعر بھی۔سب نے ان کی بے انتہا ستائش کی ہے، ان کے شعری اسلوب و مواد میں علم و دانش موجیں مارتا ہے۔پھر یہ کہ بلند نسب بھی تھے۔متوکل نے ابن جہم سے پوچھا: سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ اس نے جاہلی و اسلامی شعراء کے نام گنا دیئے۔یہی سوال متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام سے کیا۔آپ نے فرمایا: حمانی۔پھر اس کے چار شعر سنائے:

لقد فاخرتنا من قريش جماعة — بمدِّ خدود و امتداد الاصابع

فلما تنازعنا المقال قضى لنا — عليهم بمايهوىٰ نداء الصوامع

ترانا سكوتاً و الشهيد بفضلنا — عليهم جهير الصوت في كل جامع

فان رسول الله احمد جدّنا — و نحن بنوه كالنجوم الطوالع

متوکل نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! صوامع کی آواز کیا ہے؟ فرمایا: اشهد ان لا اله الا الله و اشهدان محمدا رسول الله ۔اچھا بتاؤ تو یہ تمہارے جد تھے یا میرے؟ متوکل ہنسنے لگا اور کہا: اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ ہی کے جد تھے۔(۳)

المحاسن والمساوی (۴) میں امام کے بجائے رضی کا نام ہے جو غلط ہے۔اصل میں رضی امام ہی کا

۱۔لباب الانساب (ج۱، ص۲۴۸)

۲۔معجم البلدان، ج۲، ص۳۳۵ (ج۲، ص۳۰۰) اللباب ج۱، ص۳۱۶ (ج۱، ص۲۴۸)

۳۔المحاسن والاضداد، ص۱۰۴ (ص۹۰) ۴۔المحاسن والمساوی، ج۱، ص۷۴ (ص۹۹)

لقب تھا۔(۱)

مسعودی نے حمانی کی ستائش میں کہا ہے کہ حمانی مفتی کوفہ، شاعر و مدرس اور ترجمان تشیع تھے، آل علیؑ میں اپنے وقت کے ممتاز ترین فرد تھے۔(۲)

ماہر نسب عمری (۳) نے مشہور شاعر اور سید رضی نے استاد قریش کے نام گناتے ہوئے اوائل میں حسرت بن ہشام بن عمر بن ربیعہ اور اواخر میں محمد بن صالح اور حمانی کے نام لئے ہیں۔

رفاعی کہتا ہے کہ وہ بلند حوصلہ، شجاع، بہترین شاعر اور بلند پایہ خطیب تھے۔(۴) ان کے علاوہ سہل ابن عبد اللہ بخاری (۵)، بیہقی (۶) اور ابن منہا (۷) بھی ستائش کرتے ہیں۔حموی انہیں معانی آفرین شاعر اور محقق و دانشور کہتے ہیں۔(۸) صاحب نسمۃ السحر بحوالہ حموی کہتے ہیں کہ عباسیوں کا شاعر ابن معتز اور علویوں کے شاعر حمانی تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں شاعر ہوں، میرے باپ شاعر تھے، میرے دادا... اسی طرح حضرت علیؑ تک گنا جاتے۔(۹)

وہ برجستہ ادیب و شاعر تھے۔صاف گوئی ورثے میں پائی تھی، جب یحییٰ بن عمر شہید کا قاتل حسن بن اسماعیل کوفے آیا اور رسمی دربار لگایا تو تمام علوی اس کو سلام کرنے آئے۔صرف حمانی اس سے ملنے نہیں گئے۔انہیں جبریہ حاضر کروایا اور پوچھا: مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟

جواب اس طرح دیا کہ جیسے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔کہا: تو سمجھتا ہے کہ تجھے فتح کی مبارکباد پیش کروں گا پھر تین شعر پڑھے:

۱۔امالی شیخ طوسی ،ص ۱۸۰ (ص ۲۸۷، حدیث ۵۵۷) تاریخ طبرستان، ص ۲۲۴ (ص ۲۲۵ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۵، ص ۱۱۸ (ج ۴، ص ۴۳۸۔۴۳۷)

۲۔مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۲ (ج ۴، ص ۱۶۳)

۳۔المجدی (ص ۱۳۶، ۱۸۵)

۴۔صحاح الاخبار، ص ۴۰۔

۵۔سر السلسلۃ (ص ۶۷)

۶۔لباب الانساب (ج ۱، ص ۲۴۸)

۷۔عمدۃ الطالب، ص ۲۶۹ (ص ۳۰۰)

۸۔معجم الادباء، ج ۵، ص ۲۸۵ (ج ۱۷، ص ۱۴۳)

۹۔نسمۃ السحر ،مجلد ۸، ج ۲، ص ۳۸۵۔

قتلت اعزّ من رکب المطایا و جئتک استلینک فی الکلام

و عزّ علیّ ان القاک الّا و فیما بیننا حدّ الحسام

و لکن الجناح اذا اھیضت قوادمہ یرف علی الاکام

''تو نے میرے بہادروں کو قتل کیا ہے میں تجھ سے میٹھی بات کروں گا۔ مجھے تیری ملاقات سخت ناپسند ہے مگر تلوار فیصلہ کرے۔ مگر کیا کیا جائے۔ جب مرغ کے پر کتر لئے جائیں تو وہ صرف پھڑ پھڑاتا ہے''۔

حسن بولا: آپ کو انتقام کا حق ہے مجھے آپ کی بات ناگوار نہیں پھر خلعت و انعام دے کر احترام سے گھر واپس کر دیا۔(۱)

حمانی کو موفق باللہ نے دو بار قید کیا۔ ایک بار تو آپ ایک سید کے ضامن ہوئے تھے، دوسری بار جب آپ کے خروج کی چغلی کی گئی تھی۔ قید خانے سے موفق کو دو شعر لکھ بھیجے:

''تیرے جد عبداللہ بن عباس اور علیؑ کے دو بہترین فرزند حسنؑ و حسینؑ تھے۔ اگر ایک انگلی کو ضرر پہنچے تو تمام انگلیوں کو تکلیف ہوتی ہے''۔

موفق نے انہیں آزاد کر دیا۔ ابو علی نے ان سے مل کر پوچھا: شاید آپ اپنے وطن عزیز واپس جانا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے ابو علی! میرا وطن، میرے جوان اور احباب سب ہی گزر گئے۔ پھر تین شعر میں دل کی بات بتائی کہ میں نے مانا کہ ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ دولت و فرزند بھی پا جاؤں گا لیکن اپنے احباب و جوانوں کو کہاں پاؤں گا۔ ان کے بعد تو مجھے موت ہی پسند ہے۔(۲)

نمونۂ اشعار

بین الوصی و بین المصطفیٰ نسب تختال فیہ المعالی و المحامید

۱۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۲ (ج ۴، ص ۱۶۳)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴، ص ۱۶۴)، انوار الربیع، ص ۴۸۱ (ج ۴، ص ۱۴۷)

وصی رسولؐ اور محمد مصطفیؐ کے درمیان نسبی تعلق ایسا ہے کہ محاسن وفضائل کو مجسم کر دیتا ہے اس تعلق کی خورشید فلک سے تشبیہ دی ہے۔ نوری تخلیق و پاکیزہ اصلاب و ارحام اور سیادت کا ذکر کیا، آل محمدؐ کے افتخارانہ منصب کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کا ذکر کیا ہے:

محسدون و من یعقد بحبّهم   حبل المودة یضحی وھو محسود

''وہ خود محسود ہیں اور جو ان سے محبت کرے مودت کی رسی میں بندھ جائے وہ بھی محسود ہو جاتا ہے''۔

اس شعر میں آیۂ ﴿ام یحسدون الناس﴾ کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق علماء ومحدثین نے صراحت کی ہے کہ وہ آل محمدؐ ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: واللہ! وہ محسود ہم اہل بیتؑ ہیں۔(۱)

ابوالفرج نے مقاتل میں حمانی کے مراثی لکھے ہیں، یحییٰ کا مرثیہ ہے: (۲)

فان یک یحیی ادرک الحتف یومه   فما مات حتی مات وھو کریم

وما مات حتی قال طلاب نفسه   سقی اللہ یحیی انه لصمیم

فتی آنست بالباس و الروع نفسه   ولیس کما لاقاہ وھو مسوم

اس کے علاوہ مسعودی (۳) وزمخشری (۴) نے یحییٰ کے بہت سے مراثی لکھے ہیں۔

حضرت علیؑ سے منحرف ایک شاعر ''علی بن جہم'' کی ہجو میں خوب خوب تخیلی جوہر دکھائے ہیں:

و سامة منا فاما بنوہ   فامرھم عندنا مظلم

اناس اتونا بانسابھم   خرافة مضطجع یحلم

وقلت لھم مثل قول النبی   وکل اقاویله محکم

اذا ما سئلت و لم تدر ما   تقوله فقل : ربنا اعلم

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۳۶ (ج ۷، ص ۲۲۰، خطبہ ۱۰۸) صواعق محرقہ، ص ۹۱ (ص ۱۵۲)

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۲۰ (ص ۵۲۰ نمبر ۶۴)۔

۳۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۱۶۲، ۱۶۳۔   ۴۔ ربیع الابرار، ج ۳، ص ۴۱۶۔

''شاید ہم سے ہیں لیکن اس کے بیٹے ہمارے نزدیک اندھیرے میں ہیں۔ جو لوگ اپنا نسب ہم سے ملاتے ہیں وہ رات میں بستر پر خرافاتی خواب دیکھتے ہیں۔ان سے ہم نے رسول کا ارشاد بیان کیا جو سب سے محکم تر ہے: جب تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کہو: خدا بہتر جانتا ہے''۔

ایک دوسری ہجو میں کہا ہے:

لو اکتفت النضر او معدا — او اتخذت البیت کفا مهدا

و زمزما شریعة ووردا — والاخشبین محضرا و مبدی

ما ازددت الا فی قریش بعدا — اوکنت الا مصقلیا و غدا

''اگر نضر و معد کی پناہ ڈھونڈھے یا کعبہ کو اپنا مہد، زمزم کو چشمہ اور کوہ اخشبین نیز کوہ سرخ کو اقامت گاہ قرار دے پھر بھی نادانی کی وجہ سے تو قریش سے دور ہی رہے گا''۔

ان اشعار کے علاوہ ثعالبی (۱)، بیہقی (۲)، نسابہ (۳) عمری، زمخشری (۴)، حموی (۵) اور ابن شہر آشوب (۶) نے ان کے بہترین اشعار نقل کئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے فضیلت حسن وحسین (علیہما السلام) میں پانچ نفیس ترین اشعار نقل کئے ہیں:

انتما سیّدا شباب الجنان — یوم الفوزین و الروعتین

عدیل القرآن من بین ذا الخلق — و یا واحداً من الثقلین

انتما والقرآن فی الارض مذ — ازل مثل السماء و الفرقدین

فهما من خلافة اللّٰه فی الار — ض بحق مقام مستخلفین

قاله الصادق الحدیث ولن — یفترقاً دون حوضه واردین

۱۔ثمار القلوب، ص۲۲۳ (ص۲۷۹، نمبر۴۲۵) ۲۔المحاسن والمساوی، ج۱، ص۵۷ (ص۹۹)

۳۔المجدی (ص۱۸۵) ۴۔ربیع الابرار (ج۲، ص۴۴۲)

۵۔معجم البلدان، ج۷، ص۲۶۶ (ج۵، ص۲۷۱) ۶۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۴، ص۳۹ (ج۳، ص۲۷۲،۴۴۴،۴۴۵۔

''تم دونوں سردار جوانان جنت ہو۔ دونوں خوف وکامرانی کے دنوں میں۔

اے ہم پایۂ قرآن لوگوں کے درمیان۔ اور اے ثقلین کی ایک فرد۔

تم دونوں اور قرآن زمین پر ازل سے آسمان اور فرقدین کے مانند ہو۔

یہ دونوں (کتاب وعترت) زمین پر الٰہی خلافت کے نمونے ہیں اور یہ حدیث صادق ومصداق رسولؐ نے فرمائی ہے کہ کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں''۔

ان شعروں میں حدیث ثقلین کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے علاوہ بھی حدیث منزلت، حدیث مواخاۃ وغیرہ پر نفیس ترین اشعار کہے ہیں۔

ولادت ووفات

اس سلسلے میں سیرت نگاروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر تو بعید از عقل ہیں۔ ایک بات بہر حال طے ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی۔ تیسری صدی میں اول تا آخر زندہ رہے۔ نسابہ عمری نے مجدی میں لکھا ہے کہ ۳۰۱ھ میں حمانی نے قید خانے سے رہا ہونے کے بعد انتقال فرمایا۔(۱) یہ قول قرین عقل اس لئے ہے کہ فرزندان طاہر بن مصعب کے حوادث کے بعد ان کے ویران گھروں سے گزرتے ہوئے حمانی نے غیرت آمیز اشعار کہے ہیں۔ یہ حادثہ ۳۰۰ھ میں پیش آیا تھا۔ آپ کے والد کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا تھا۔

حمانی کی ذریت میں عظیم علماء وشعراء گزرے ہیں۔ مشہور قزوینی خانوادہ جس میں علم وفضل اور ادب وخطابت کی شادابی ہے انہیں سے وابستہ ہے۔

حمانی کے جد امجد حضرت زید شہید ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور کارناموں کے متعلق شیعی نقطہ نظر بیان کر دیا جائے تا کہ ارباب ہوس نے جو کچھ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، ان کا ازالہ ہو سکے۔

۱۔ المجدی، (ص ۱۸۵)

زید شہید اور اثنا عشری شیعہ

وہ ظلم کے شدید مخالف اور علیؑ و اہل بیتؑ کی ممتاز ترین شخصیت تھے، دانش و تقدس سے بھرپور، شجاعت علویؑ، سیرت فاطمہؑ اور شجاعت حسینیؑ کے وارث تھے۔ شیعوں نے ابتدا ہی سے انہیں احترام سے یاد کیا کیونکہ انہوں نے رضائے آل محمدؐ کے نام پر جہاد چھیڑا، رسولؐ، وصی رسولؐ کی نص شاہد ہیں اور علماء کے اقوال بھی، رسول خداؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا: تمہاری نسل سے زید نامی شخص قیام کرے گا۔ وہ اور اس کے انصار بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا ہے کہ وہ کوفہ میں قتل ہوگا اور کناسہ پر پھانسی دی جائی گی، اس کی قبر کھودی جائی گی، اس کی روح آسمان کے دروازے کھول دے گی اور ملائکہ اس پر مباہات کریں گے۔ (۱)

امیر المومنینؑ نے کناسہ پر کھڑے ہو کر گریہ فرمایا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: یہیں پر میری صلب سے ایک فرزند پھانسی پر لٹکایا جائے گا جو بھی اس کی شرمگاہ پر نظر ڈالے گا خدا اوندھے منہ جہنم میں جھونک دے گا۔ (۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدایا میری کمر زید سے مضبوط فرما۔ جب بھی زید کو دیکھتے تمثیلی طور سے یہ پانچ اشعار پڑھتے: (۳)

۱۔ عیون اخبار الرضا، باب ۲۵ (ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۲، ص ۲۲۷، حدیث ۴) کفایۃ الاثر (ص ۳۰۴)

۲۔ ملاحم ابن طاوس، باب ۳۱ (ص ۸۴)

۳۔ الانساب، ج ۲۰، ص ۱۲۷ (ج ۲۴، ص ۹۵)

لعمرک ما ان ابو مالک بواہ ولا بضعیف قواہ
ولا بالالدّلہ وازع یعادی اخاہ اذا مانہاہ
ولکنہ ھیّن لیّن کعالبہ الرمح عرد نساء
اذا سدتہ مطواٴعۃ و مہما وکلت الیہ کفاہ
کعالبہ الرمح عرد نساء علی نفسہ و مشیع غناء

''میری جان کی قسم! بلاشبہ ابو مالک نہ تو سست ارادہ ہے نہ ہی ضعیف القوی، نہ کینہ توز ہے، نہ اپنے بھائیوں کا نافرمان۔ البتہ وہ نرم اخلاق ہے، نوک کی طرح کمر ادھر ادھر جھکتی ہے لیکن اوپری حصہ محکم ہوتا ہے، اگر اسی پر کوئی فرمان روا ہو جائے تو مطیع ہو جائے۔ اگر ذمہ داری سونپی جائے تو پوری طرح انجام دے، ابو مالک نے اپنے نفس کے لئے فقر اختیار کیا ہے تمنا و ثروت دوسروں کے لئے ہے''۔

جب بھی زید امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو امام یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ﴾ پھر فرماتے: اے زید! وہ تم ہو۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ زید، مومن، عارف و عالم اور صدوق تھے، اگر وہ کامیاب ہوتے تو اپنے وعدے وفا کرتے، اگر انہیں اقتدار مل جاتا تو قطعی طور سے حقدار کے حوالے کر دیتے۔( )

ایک اور ارشاد ہے: جب خبر قتل سنی تو کلمہ استرجاع کے بعد فرمایا: میں خدا کے سامنے اپنے چچا کا حساب کر دوں گا وہ میرے دنیا و آخرت میں بہترین چچا تھے۔ بخدا! وہ رسولؐ، علیؑ اور حسینؑ کے انصار کی طرح شہید تھے۔(۳)

آپ کا ایک اور ارشاد ہے: زید عالم و صدوق تھے، انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ رضائے آل محمدؐ کی دعوت دی اگر کامران ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے۔ وہ ایک معاشرتی اقتدار کو توڑنا چاہتے تھے۔(۴)

۱۔ روض النضیر، ص ۵۵۔

۲۔ رجال کشی، ص ۱۸۴ (ج ۲، ص ۵۷۰ نمبر ۵۰۵)

۳۔ عیون اخبار رضاؑ (ج ۱، ص ۲۲۸، حدیث ۶)

۴۔ الکافی (روضۃ الکافی، ج ۸، ص ۲۶۴)

ایک حدیث میں ہے: ان پر رونے والا جنت میں ان کے ساتھ اور ان کی ملامت کرنے والا ان کے خون میں شریک ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا: وہ دانشوران آل محمدؐ میں تھے۔ خدا کے نام پر دشمنوں سے جہاد کیا اور قتل ہوئے۔(۱)

علمائے شیعہ میں شیخ مفید، خزاز قمی، نسابہ عمری، ابن داؤد، شہید اول، محمد ابن شیخ صاحب معالم استرا بادی، ابن ابی جامع، علامہ مجلسی، میرزا اصفہانی، عبدالنبی کاظمی، حر عاملی، سید محمد، شیخ ابو علی، شیخ نوری اور علامہ مامقانی نے متفقہ طور سے ان کے احترام اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعتراف کیا ہے۔(۲)

شیعی شعراء میں: کمیت، سدیف بن میمون، عبدی کوفی، سید حمیری، فضل بن عبدالرحمٰن، صاحب بن عباد، ابن حماد، صالح کواز، شیخ یعقوب نجفی، مرزا علی اور دبادی مہدی اعرجی۔

سید العلماء علی نقی نقوی لکھنوی اور شیخ جعفر نقدی نے اپنی قیمتی تاثرات میں انہیں شہید قرار دیا ہے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی ہے۔ کچھ علماء نے زید کے حالات و فضائل پر کتاب لکھی ہے ان میں ابراہیم بن سعید ثقفی نے اخبار زید، محمد بن ذکریا نے اخبار زید، حافظ ابن عقدہ نے اخبار زید، عبد العزیز جلودی نے اخبار زید، محمد بن عبداللہ شیبانی نے فضائل زید، شیخ صدوق اور میرزا محمد استر آبادی اور سید عبدالرزاق مقرم لائق ذکر ہیں۔

قول فصل

زید کے متعلق یہ تھے تمام شیعوں کے فیصلے۔ اب ذرا ابن تیمیہ کی بکواس ملاحظہ فرمایئے(۳)، وہ

۱۔ عیون اخبار رضا (ج ۱، ص ۲۲۵، حدیث ۱)

۲۔ (الارشاد، ج ۲، ص ۱۷۵۔۱۷۱، کفایۃ الاثر، ص ۳۰۱، المجدی، ص ۱۵۶، رجال ابن داؤد، ص ۱۰۰، نمبر ۶۶۳، القواعد والفوائد، ج ۲، ص ۲۰۷، رجال استر آبادی، ص ۱۵۴، مرآۃ العقول، ج ۱۴، ص ۱۶۲، ریاض، ج ۲، ص ۳۱۸۔ تکملۃ الرجال، ج ۱، ص ۴۲۱۔ خاتمۃ الوسائل، ج ۲، ص ۲۰۲، نمبر ۵۱۱۔ منتھی المقال، ص ۳۰۶۔ خاتمۃ المستدرک، ص ۵۹۹ فائدہ نمبر ۵۔ تنقیح المقال، ج ۱، ص ۴۶۷، نمبر ۴۴۴۲)

۳۔ منھاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۲۶۔

کہتا ہے کہ رافضیوں نے زید اور ان کے ساتھیوں کو مسترد کر دیا اور ان کے کفر وفسق کی گواہی دی کہ اسی کے قدم بقدم آلوسی کی بکواس السنۃ والشیعۃ میں ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح ہیں۔ جو اکثر اولاد فاطمہؑ سے نفرت کرتے ہیں بلکہ انہیں گالی بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ زید جو علم وزہد میں بلند مرتبہ تھے۔ انہیں افترا پردازیوں کو قصیمی نے الصراع بین الاسلام والوثنیہ میں دہرایا ہے۔(۱) ان افترا پردازیوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ کس شیعہ نے اس قسم کی بات کہی ہے، کس نے تم سے کہا، ان مہمل باتوں کو کس شیعہ کتاب میں دیکھا؟ اگر کسی کتاب میں نہیں تو کس نے تمہارے درمیان یہ غلط بات رائج کی ہے۔ لیکن اتنی باتوں کا مقصد محض یہ ہے کہ شیعی عظمت وتقدس کو مجروح کیا جائے، ان بے بنیاد باتوں کو شائع کیا جائے۔ شیعہ ان مہملات اور افترا پردازیوں کو طشت از بام کر کے اپنا دفاع کرتے رہتے ہیں۔

کون ان سے پوچھے کہ اگر تم زید شہید کا احترام کرتے ہو تو آخر کس شرعی بنیاد پر تمہارے اجداد نے اُن سے جنگ کی، انہیں قتل کر کے پھانسی پر لٹکایا اور سر مقدس کو شہر بہ شہر پھرایا؟

کیا یوسف بن عمر، وہاں کا حکمران تمہاری قوم سے نہیں تھا؟ عباس بن سعد پولیس افسر جس کی سرکردگی میں ابن حکم بن صلت نے سر تن سے جدا کیا۔ حجاج بن قاسم نے مژدہ سنایا، خرائی بن خوسب نے قبر سے نعش نکالی، یہ سبھی تمہاری قوم کے افراد نہیں تھے؟ سب سے بڑی بات یہ کہ ہشام بن عبد الملک جس نے لاش جلانے کا حکم دیا تمہارا خلیفہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ سر مقدس کو قبر رسول پر لیجا کر چوبیس گھنٹہ لٹکا کر رکھا جائے، اسی منحوس خلیفہ نے شاعر اہل بیتؑ کی زبان قلم کرنے کا حکم دیا جنہوں نے مرثیہ زید کہا تھا۔ والی مدینہ محمد بن ابراہیم نے ایک ہفتہ تک جلسہ منعقد کیا تا کہ علی وزید پر لعنت کی جائے۔ حکم بن اعور اور سلمہ بن حریث نے طنزیہ اشعار کہے۔

﴿ افمن هذا الحديث تعجبون وَتَضْحَكُونَ وَلاتَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ﴾

''ساری حقیقت بیان کر دی گئی ہے اب تم ہی فیصلہ کرو۔ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہے، ہنستے ہو، روتے کیوں نہیں۔ گا بجا کر ٹالتے ہو''۔

ا۔ السنۃ والشیعۃ، ص۵۲۔

نقد و اصلاح

شیعوں پر افترا پردازی کا جو نمونہ پیش کیا گیا، اہل سنت کے قدیم و جدید سرمایۂ کتب میں اس قسم کے شرمناک مظاہرے بھرے پڑے ہیں۔ جن کا مقصد فساد، غلط ہمتی اور تفرقہ پردازی کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ شیعوں کے خلاف مہمل غبار کا اندازہ ہو سکے۔ صدق امانت، عقائد و کلام اور تفسیر و فقہ و حدیث کے نمونوں میں کس طرح تحریف و بازی گری کی گئی ہے اور ان تمام باتوں کا مقصد عظمت و قدامت تشیع مجروح کرنے کے سوا کچھ نہیں، لیجئے دیکھئے:

عقد الفرید

ابن عبدربہ مالکی کی یہ کتاب مذہبی کے بجائے ادبی زیادہ ہے۔ وہ پہلی جلد میں افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں: رافضی اس امت کے یہود ہیں۔ اسلام سے اسی طرح نفرت کرتے ہیں جس طرح یہودی عیسائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔(۱)

جواب:

قارئین! شیعوں کے متعلق یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ قرآن انہیں خیر البریہ (بہترین مخلوقات) کہتا ہے ﴿ان الذین آمنو و عملو الصالحات اولئک هم خیر البریه﴾ کے ذیل میں رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ: خیر البریہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں، بروز قیامت جنت میں ہوں گے۔(۲)

۱۔ عقد الفرید ج ۱ ص ۲۶۹ (ج ۲، ص ۱۰۴)　　　۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۸۹۔

رسولؐ نے فرمایا: بروز قیامت تمام لوگوں کے اسماء ان کی ماں کے ساتھ لئے جائیں گے لیکن علیؑ اوران کے شیعوں کے نام باپ کے ساتھ پکارے جائیں گے کیوں کہ ان کا نسب صحیح ہے۔(۱)

نیز فرمایا کہ یا علیؑ! تمہاری ذریت اور تمہارے شیعہ قیامت میں مغفور ہیں۔(۲) راضین ومرضین ہیں (۳) تم پہلے شخص ہو گے جو وارد بہشت ہو گے اور تمہارے شیعہ نوری منبر پر شاداں وفرحان میرے گرد ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوں گے۔(۴) حدیث شجر ارشاد فرمائی۔

نیز فرمایا: اول جو افراد وارد بہشت ہوں گے، وہ تم، حسنینؑ، بقیہ ائمہؑ اور شیعہ ہوں گے۔(۵)

ایک خطبہ میں فرمایا: لوگو! جو ہمارے اہل بیتؑ سے نفرت کرے گا، خدا اُسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ جابر نے پوچھا: یارسول اللہؐ! چاہے وہ روزہ ونماز بجالائے۔ فرمایا: ہاں، چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ صرف اس کی جان محفوظ اور حقارت آمیز جزیہ سے بچے گا۔ میرے سامنے عالم تخلیق مجسم کیا گیا۔ میرے سامنے سے ہر قوم کا پرچم گزرا، میں نے شیعوں کے لئے مغفرت کی دعا کی۔(۶) میری شفاعت صرف موالیان اہل بیتؑ سے مخصوص ہے۔(۷)

۲۔ ابن عبد ربہ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی دوستی یہودیوں کی دوستی کے مترادف ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ قدرت وسلطنت اکیلے آل داؤدؑ کا حصہ ہے۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ قدرت وسلطنت صرف آل

۱۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۵۱ (ج ۳، ص ۷)

۲۔ صواعق، ص ۹۶، ۱۳۹، ۱۴۰ (ص ۱۶۱، ۲۳۲، ۲۳۵)

۳۔ نھایہ ابن اثیر، ج ۳، ص ۲۷۲ (ج ۴، ص ۱۰۶)

۴۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۱، کفایۃ الطالب، ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵، باب ۶۲)

۵۔ معجم کبیر، ج ۱، ص ۳۱۹، حدیث ۹۵۰) تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۱۸ (ج ۵، ص ۴۳، نمبر ۱۶۵)، الصواعق المحرقہ، ص ۹۶ (ص ۱۶۱)، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۱، کنوز الحقائق، مطبوع بر حاشیہ الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۶۔

۶۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۷۲۔

۷۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۴۶۔

محمدؐ کا حصہ ہے۔

جواب:

رافضیوں کا یہ نظریہ دراصل حدیث رسولؐ کی تائید ہے، رسولؐ نے اپنا جانشین صرف آل محمدؐ کو قرار دیا ہے، حدیث ثقلین تمام صحاح و مسانید میں صحیح و مستند طریقوں سے ثابت ہے۔(۱) رسولؐ نے اس حدیث کو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کے درمیان فرمایا تھا۔ امام زرقانی نے علامہ سہودی کا حدیث ثقلین پر تبصرہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ قیامت تک ہر دور اور ہر عہد میں تمام مسلمانوں کو صرف اہل بیتؑ ہی سے تمسک اختیار کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کی طرح اہل بیتؑ بھی اہل زمین کیلئے امان ہیں۔(۲) کوئی بھی شخص حدیث ثقلین کی مختلف تعبیرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ایسی بکواس نہیں کرے گا۔(۳) اور حدیث رسولؐ: قرآن و اہل بیتؑ کی مدد کرنے والا میری مدد کرنے والا ہے، ان کا دشمن میرا دشمن ہے یا جو شخص بھی علیؑ کی پیروی کو وسیلۂ خدا نہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ اس صورت میں شیعوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے، علیؑ کی اقتدا کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں، میری فہم و دانش سے بہرہ مند ہیں، ان پر پھٹکار جو ان کی فضیلت کے منکر ہوں اور ان سے میرے تعلق کو توڑ دیں۔(۴) اس حدیث رسولؐ کو سننے کے بعد شیعہ کیا عقیدہ رکھیں: میری امت کے ہر عہد میں میرے اہل بیتؑ موجود رہیں گے جو تحریف متجاوزان و باطل انتسابات و مہمل تاویلات سے امت کو دور رکھیں گے۔ دیکھو، متوجہ رہو کہ عقائد و گفتار میں کس کو اپنا کفیل بناتے ہو۔(۵) اسی طرح حدیث سفینہ کی روشنی میں اہل بیت علیہم السلام کے سوا کس کو

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۴۶۔

۲۔ شرح المواھب، ج ۷، ص ۸۔

۳۔ ترمذی (سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۲۱، حدیث ۳۷۸۶) احمد (مسند احمد، ج ۳، ص ۴۶۳، حدیث ۱۱۱۶۷) اور بہت سارے حفاظ اور ائمہ حدیث نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۴۔ حلیۃ الاولیا، ج ۱، ص ۸۶ (نمبر ۴) (معجم کبیر، ج ۵، ص ۱۹۴، حدیث ۵۰۶۷) جمع الجوامع، ج ۶، ص ۲۱۷ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۰۳، حدیث ۳۴۱۹۸

۵۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۴۱ (ص ۲۳۶)

خلافت کا مستحق سمجھیں؟(۱) آخر کس بنیاد پر آل محمدؐ کی دوستی کو یہودیوں کی دوستی قرار دیا گیا؟ کیا اس لئے کہ رسول خداؐ نے ہی قانون نیابت وضع کیا ہے؟ کیا ابن عبدربہ حدیث بھول گئے کہ آسمان کے ستاروں کی طرح اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں، ان کی مخالفت کرنے والے شیطان کی ٹولی میں ہے؟!(۲) خدا گواہ ہے کہ یہ زنگ آلود دل شدید نفرت کی پہچان ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہل بیتؑ امتؐ کیلئے اختلاف و گمراہی کی امان ہیں۔ پھر انہیں چھوڑ کر کس کو اپنا رہبر و پیر مانا جائے، پھر اس کا انجام کیا ہوگا، ان سے الگ عقیدہ کی معنویت کیا رہ جائے گی؟ خانوادۂ رسولؐ کی ولایت مطلقہ کا انتخاب تحقیقی طور سے حکم خدا اور رسولؐ پر مبنی ہے۔ اس کے برخلاف عقیدہ حسد پر مبنی ہے کیونکہ یہ خلافت الٰہیہ ہے سلطنت ظاہری نہیں۔ ابن عبدربہ کا فقرہ ابن تیمیہ کے مطابق شعبی کا چبایا ہوا لقمہ ہے۔

۳۔ ان کی بکواس ہے کہ یہودیوں کا معمول ہے کہ نماز مغرب کو اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ ستارے نکل آتے ہیں، شیعہ بھی یہی کرتے ہیں۔

جواب:

پہلے اس سوال کو یہودیوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، کیا وہ ایسا کرتے ہیں؟ لیکن جہاں تک شیعوں کا سوال ہے تو ان کی کسی فقہی کتاب میں یا احادیث ائمہؑ میں اس کا پتہ نہیں، شیعوں پر محض افترا ہے۔ اس کے برخلاف صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلاشبہ نماز مغرب کو ستارے نکلنے تک تاخیر کرے، میں خدا کے نزدیک اس سے بیزار ہوں۔

امامؑ سے عرض کیا گیا کہ عراقیوں کا یہی طریقہ ہے، وہ زردی ختم ہو جانے اور افق پر ستارے نکلنے کے بعد نماز مغرب پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا کرنے والوں سے پیش خدا بیزار ہوں۔ آپ

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۶۵۰۷) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰) (عیون الاخبار، ج ۱، ص ۲۱۱، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۹۴، ۹۸، حدیث ۳۴۱۴۴، ۳۴۱۶۹، ۳۴۱۷۰، معجم کبیر، ج ۳، ص ۳۷، حدیث ۲۶۳۶، معجم صغیر، ج ۱، ص ۱۳۹، معجم اوسط، حدیث ۳۵۰۲، مناقب ابن مغازلی، حدیث ۱۷۳-۱۷۷، تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۳۲۳، ذخائر العقبیٰ، ص ۲۰، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۸، صواعق محرقہ، ص ۲۳۴)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹۔ (ج ۳، ص ۱۶۲، حدیث ۴۷۱۵)

نے یہ بھی فرمایا: جوشخص برائے حصول فضیلت نماز مغرب میں تاخیر کرے وہ ملعون ہے۔(۱)
پھر اس منحوس نے شیعوں کی طرف اس بات کی نسبت کیوں دی؟ ممکن ہے کہ اصحاب ابوالخطاب کی بات اس کے کان میں پڑی ہو، اسے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ان کا تعلق شیعوں سے ہے یا نہیں۔ شیعہ اول دن سے ان کی تکفیر کرتے آئے ہیں۔ اکابرین شیعہ کی احادیث اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں۔

۴۔ یہودی تین طلاقوں کو بے اعتبار سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

شیعہ کبھی قرآن کی شعاع ہدایت سے باہر نہیں رہے۔ قرآن فرماتا ہے: ﴿**الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان**﴾ "طلاق رجعی جس کے بعد رجوع ہوسکے دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے موافق روک ہی لینا چاہیے یا حسن سلوک سے رخصت کردو"۔

آگے ارشاد ہوتا ہے: (**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره**) ۔"اب اگر تیسری بار بھی عورت کو طلاق دے تو اس کے بعد جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اس کے لئے حلال نہیں"۔ تحقیقی مسئلہ ہے اور واضح بات ہے کہ دو بار یا تین بار کے مکرر طلاق سے وقوع ہوجاتا ہے لیکن جو شخص بھی ذرا سی عقل رکھتا ہے سمجھ لے گا کہ ایک ہی نشست میں تین بار کی طلاق کو تین بار نہیں ایک ہی بار طلاق کہا جائے گا۔ چنانچہ اگر حسن نے حسین کو ایک ہی نشست میں دو روپیہ دیا تو نہیں کہا جائے گا کہ حسن نے دو بار روپیہ دیا۔ اس کے علاوہ اگرچہ آیت میں خبری صورت ہے لیکن اس کا مطلب انشاء امری ہے مثلاً آیت ہے: ﴿**والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین**﴾ "مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں"۔ یا آیت ہے: ﴿**والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء**﴾ "جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکیں"۔

حدیث رسولؐ ہے: نماز دو دو رکعت ہے اور تشہد ہر دو رکعت کے بعد ہے۔

۱۔ من لا یحضر الفقیہ (ج۱، ص۲۲۰، حدیث ۶۶۱) تھذیب الاحکام (ج۲، ص۳۳، حدیث ۱۰۰، ۱۰۲) استبصار (ج۱، ص۲۶۳، حدیث ۹۴۸، ص ۲۶۸، حدیث ۹۷۰) غیبت طوسی (ص۱۷۴، حدیث ۲۳۶)

ان مواقع خبر کا مفہوم قطعی انشائیہ ہے۔ حالانکہ اکثر افراد صرف ایک ہی طلاق پر اپنی زوجہ سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ﴿الطلاق مرتین﴾ کا مفہوم غلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے شیعوں کا نظریہ ہے کہ ایک ہی نشست میں تین طلاق معتبر نہیں۔ ہمارے مطلب کی تائید میں جصاص کی احکام القرآن دیکھی جا سکتی ہے جس میں اکثر ائمہ اہل سنت کے اقوال جو اس سے مربوط ہیں جمع کئے گئے ہیں۔ (۱) امام عراقی کہتے ہیں: جو لوگ معتقد ہیں کہ تین طلاق ایک نشست میں بدعت ہے ان میں مالک، اوزاعی، ابوحنیفہ اور لیث ہیں۔ (۲) داؤد اور اکثر اہل ظاہر کا یہی نظریہ ہے۔ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ کا خیال تھا کہ ایک مجلس میں تین طلاق معتبر نہیں۔ (۳) محمد بن اسحاق کے نزدیک یہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی۔ اگر اس معاملے میں شیعہ یہودی ہیں تو یہ سب بھی یہودی ہوئے، لیکن صاحب عقد الفرید اپنے علماء کا تو احترام کرتے ہیں اور شیعوں کو یہودی بتاتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ انہیں اپنی فقہی کتابوں کی خبر نہ ہو۔ ایک نشست میں تین طلاقوں کی بدعت، بعد رسولؐ رائج ہوئی۔ کچھ اصحاب نے ہوائے نفس میں یہ حرکت کی اور حضرت عمر نے اس کی تائید کر دی۔ مسلم، ابوداؤد، احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ زمانہ رسولؐ اور عہد ابوبکر میں ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔ (۴)

حضرت عمر نے اس عجلت پسندی کو رائج کر دیا چنانچہ ابوالصہباء نے ابن عباس سے پوچھا کہ زمانہ رسولؐ، ابوبکر اور عمر کے تین سال خلافت تک تین طلاق بیک مجلس ایک ہی سمجھی جاتی تھی؟ ابن عباس نے کہا: ہاں۔ عمر نے اس کی اجازت دی تھی۔ (۵) شارحین حدیث نے اس موقع پر مہمل توجیہ اور بدحواسی

۱۔ احکام القرآن، ج۱، ص۴۴۷ (ج۱، ص۳۷۸) ج۴، ص۴۴۹ (ج۱، ص۳۸۰)

۲۔ طرح التعریب، ج۷، ص۹۳۔

۳۔ احکام القرآن، ج۴، ص۴۵۹ (ج۱، ص۳۸۸)

۴۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۵۷۴ (ج۳، ص۲۷۶، حدیث ۱۵، کتاب الطلاق) سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۴۴ (ج۳، ص۲۶۱، حدیث ۲۱۹۹)، مسند احمد، ج۱، ص۳۱۴ (ج۱، ص۵۱۷، حدیث ۲۸۷۰)

۵۔ صحیح مسلم (ج۳، ص۲۷۷، حدیث ۱۶، کتاب الطلاق) سنن ابی داؤد (ج۲، ص۲۶۱، حدیث ۲۲۰۰)

کے عجیب وغریب مظاہرے کیئے ہیں جو محاورۂ عرب سے قطعی بعید ہے۔ قسطلانی اس کو احادیث مشکلہ میں شمار کرتے ہیں۔(۱)

۵۔ یہودی عدۃ النساء کے قائل نہیں اسی طرح شیعہ بھی قائل نہیں۔

جواب:

شیعہ قرآن اور سنت کے مطابق عورتوں کی عدت کو لازم سمجھتے ہیں، اس طرح وہ مطلقہ عورت کے تین طہر تک انتظار کو لازم سمجھتے ہیں۔ اور اگر عادت زمانہ نہیں رکھے تو تین ماہ عدہ رکھے، حمل سے ہو تو وضع حمل تک شادی نہ کرے۔ جس عورت کا شوہر مرگیا ہو اسے چار ماہ دس دن عدہ رکھنا چاہیے، اگر حاملہ ہو وضع حمل تک انتظار کرے تاکہ دونوں آیتوں ﴿و اولات الاحمال﴾ ﴿والذین یتوفون منکم﴾ کے عموم پر عمل ہو سکے۔

کنیزوں کے لئے بھی حکم ہے کہ حائضہ ہوں تو قاعدے کے مطابق دو نوبت اور اگر حیض سے نہ ہوں تو ڈیڑھ ماہ عدہ رکھیں۔ اگر ان کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو حاملہ نہ ہونے کی صورت میں دو ماہ پانچ دن اور اگر حاملہ ہوں تو وضع حمل تک اور دو ماہ پانچ روز تک دوسری شادی سے پرہیز کریں۔ اسی طرح ام الولد اپنے مولا کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدہ رکھے۔ متعہ والی عورت مدت ختم ہونے کے بعد اگر حیض والی ہو تو دو حیض اور اگر حیض نہ رکھتی ہو تو پینتالیس روز عدہ رکھے۔ متعہ والی عورت کا بھی عدہ وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک۔

یہ ہے شیعوں کی قدیم وجدید فقہ وتفسیر کا نچوڑ۔ کیا وہ افترا پرداز کسی ایک کتاب میں دکھا سکتا ہے کہ شیعہ عدہ کے قائل نہیں؟ لیکن وہ تو افترا پردازی کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔

۶۔ یہودی خون مسلمان کو مباح سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی مسلمانوں کی خونریزی جائز سمجھتے ہیں۔

جواب:

۱۔ ارشاد الساوی، ج ۱۲، ص ۱۸۔۱۶۔

کیا یہ جاہل مرد کسی شیعہ کتاب میں اپنی بکواس کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے؟

شیعہ ہر صبح وشام قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جس میں قتل مسلم کو شدت سے منع کیا گیا ہے اور ابدی جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔ حدیث رسولؐ وائمہؑ میں بھی شدید سزا کا اعلان ہے۔

قصاص و دیات کے بے شمار احکام مرتب ہیں۔ انہیں دیکھنے کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ جاہل اپنے عناد و تعصب میں حماقت کی تمام حدیں پھلانگ چکا ہے۔

۷۔ یہودیوں نے توریت کے مطالب کی تحریف کی اور شیعوں نے قرآنی مطالب کی تحریف کی۔

جواب:

شیعوں کا ماخذ، تفسیر و تاویل اور احکام کا مدرک صرف رسولؐ وائمہؑ کے ارشادات سے مستعار ہے۔ جو خانوادہ وحی ہے اور گھر والے ہی گھر کی باتیں زیادہ جانتے ہیں برخلاف اس کے اہل سنت کے یہاں عقل سلیم، منطق اور اصول فطرت کی ریڑھ مارتے ہیں۔ قرآن کی عجوبہ تفسیریں، قتادہ وضحاک اور سدی کے یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ تحریف کلام اللہ کے نمونے دیکھنا چاہیں تو اہل سنت کی کتب تفسیر پر ایک سرسری نظر ڈال لیں، رکیک اور لچر دعوے نیز دینی مسلمات کے انکار کے حیرت ناک نمونے ملیں گے۔ سب کو چھوڑیئے صرف ابن تیمیہ کی منھاج السنۃ ہی دیکھ لیجئے۔ آپ کو معلوم ہوجائے گا یہودیوں سے مشابہ فرقہ کون ہے۔

۸۔ وہ کہتا ہے کہ یہودی جبرئیل کے دشمن ہیں، اسی طرح رافضی بھی کہتے ہیں کہ جبرئیل نے دھوکے میں علیؑ کے بجائے محمدؐ کو وحی پہنچادی۔

جواب:

یہ شخص پاگل پن میں قومیت سے خارج ہوگیا ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ شیعہ کس طرح جبرئیل کے دشمن ہوسکتے ہیں، جبکہ قرآن مجید میں پڑھتے ہیں۔ **من کان عدوا للّٰہ و ملائکتہ و رسلہ و جبریل و میکال**۔ ''جو شخص خدا، ملائکہ اور انبیاء اور جبرئیل و میکال کا دشمن ہے تو خدا بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے''۔

آخر کب ایک لمحے کے لئے کسی شیعہ نے نبوت محمدؐ میں شک کیا؟ کب نبوت علیؑ کا عقیدہ قائم کیا؟

شیعہ تورات دن آیات قرآن پڑھتے ہیں:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾

﴿وما کان محمداً ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین﴾

﴿و آمنوا بما نزل علی محمد و هو الحق من ربهم/ محمد رسول اللہ﴾

﴿مبشرا برسول یاتی من بعدی اسم احمد﴾

اگر شیعہ خطائے جبرئیل کے قائل ہوتے تو واجب و مستحی نمازوں میں رسالت پیغمبر کی گواہی کیوں دیتے؟ کتب شیعہ اس کی تصریحات سے بھری پڑی ہیں۔

اس افترا پردازی کو ارباب دانش، کوئی کم عقل یا وحشی بھی قبول نہیں کرے گا۔

ان سقیفائی دانش مندوں پر رونا آتا ہے۔

۹۔ ابن عبدر بہ کہتا ہے کہ یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

حماقت اور بے شرمی کی انتہا ہے۔ صاحب عقد الفرید کی خیانت وعناد پرستی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔ آخر دوسرے حلال جانوروں میں سے گوشت شتر نے کون سا جرم کیا ہے کہ اسے حیوانات حلال گوشت سے علیحدہ کردیا جائے۔ شیعوں کے نزدیک کیوں محترم ہوگیا کہ اس کا گوشت نہ کھائیں۔ ممکن ہے کہ اس کی کوئی تاویل گڑھ لی جائے لیکن مصیبت تو یہ کہ تمام قصاب و گوشت کا دھندہ کرنے والے بھی سقیفائی ہی ہیں۔

پڑھئے اور ہنسئے

۱۰۔ بکواس کرتے ہیں کہ حافظ نے ایک تاجر کا قصہ نقل کیا ہے: میرے ساتھ کشتی میں ایک بد اخلاق بڈھا سفر کررہا تھا، شیعہ کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھتا تھا، چہرہ لال بھبھوکا، سرخ انگارہ ہوجاتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا: آخر شیعہ کے نام سے اس قدر برافروختہ کیوں ہوجاتے ہو؟ وہ بولا:

شیعہ کے ہر حرف میں برائی بھری ہوئی ہے۔ ش سے شر، شوم، شیطان، شقاوت، شغب، شرر، شح (بخل و حرص) وغیرہ۔

حافظ کہتے ہیں کہ اسی طرح دوسرے حروف کا بھی اندازہ کر لیجئے۔

جواب:

اس بڈھے کی حماقت سے زیادہ مجھے حافظ کی عناد پرستی، حماقت اور سفسطہ پر ہنسی آ رہی ہے، اس طرح وہ دوسرے مقدس کلمات شرع کی بھی چھاڑ مچا سکتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ کس قدر مقدس ہے کہ فرماتا ہے: **﴿ان من شیعته لابراهیم﴾**

حافظ سمجھتے تھے کہ اس پھلجڑی سے اساس شیعہ دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی، گویا یہ بجلی ہے یا پہاڑ ہے جو شیعوں پر پھٹ پڑے گا، تمام شیعہ رسوا ہو جائیں گے۔ صاحب عقد فرید پر بھی ماتم کر لیجئے۔ انہوں نے شیعوں پر افترا کرتے ہوئے عناد پرستی کا بے باکی سے مظاہرہ کیا۔ اگر ان کے دل میں گندگی نہ ہو تو لفظ شیعہ کے شین سے شریعت، شمس، شعاع، شہد، شفاعت، شرف، شباب، شکر، شہامت، شان، شجاعت، شفق وغیرہ بھی تو سمجھ سکتے تھے۔

اگر بات اسی قسم کے پھلجڑیوں پر آ جائے تو سنی کی س سے سعر (آتش)، سقر (دوزخ)، سقم (بیماری)، سم سموم (زہر) اور سرطان وغیرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن شیعہ اس قسم کے بے بنیاد خرافات سے اپنے کو آغشتہ نہیں کرتے۔

ابن عبدربہ کی افترا پردازیاں ان کے علاوہ بھی ان کی کتاب میں بھری پڑی ہیں۔ افترا کے ساتھ فریب کاریاں بھی بے شمار ہیں مثلاً تاریخی حیثیت سے دیکھئے، وہ لکھتے ہیں کہ زید شہید نے خراسان سے خروج کیا اور وہیں قتل کئے گئے اور پھانسی پر لٹکائے گئے۔(۱) اس پر تبصرہ کیا جائے تو کتاب موضوع سے باہر ہو جائے گی۔

ابن تیمیہ نے بھی ابن عبدربہ کی فریب کاریوں کو اپنی کتاب ''منہاج السنۃ'' میں نقل کیا ہے:

۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۱۴۶، ۳۵۵، ج ۳، ص ۴۱ (ج ۳، ص ۲۱۷، ج ۴، ص ۲۳۵، ج ۵، ص ۵۵)

یہودی مومنوں کو سلام نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ السام علیک (تمہیں موت آئے) اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔

یہودی موزہ پر مسح جائز نہیں سمجھتے اسی طرح شیعہ بھی جائز نہیں سمجھتے۔

یہودی لوگوں کا مال، حلال سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔

یہودی دھوکہ جائز سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔(۱)

اسی قسم کی اور دوسری دروغ بازیوں کو آپ کی عقل سلیم کے فیصلے پر چھوڑا جاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَائَهُمْ بَعْدَ الَّذِی جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِیٍّ وَلاَ نَصِیرٍ﴾ ''اگر تم علم قرآن کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلے تو یاد رہے کہ تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی سرپرست ہوگا نہ مددگار''۔(۲)

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص ۸۔۷۔

۲۔ بقرہ/۱۲۰

الفرق بین الفِرق (۱)

تالیف: ابومنصور عبدالقاہر بغدادی

اس شخص کی جہالت و نادانی نے ہر قسم کے جھوٹے پروپیگنڈوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ رافضیوں میں فقہ، لغت، حدیث کے ماہرین سرے سے ہیں ہی نہیں، سیرت و تاریخ اور تفسیر و تاویل کے میدان میں کوئی معتبر عالم نہیں۔ رافضی اس سلسلے میں صرف اہل سنت پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ منحوس شکر خدا بجالاتے ہوئے کہتا ہے کہ آئندہ بھی اس کی توقع نہیں۔ اس طرح وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے رافضیوں کی تمام شرارتیں طشت از بام کردی ہیں۔ (۲)

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے خود بغداد میں دانشوران تشیع کا اژدہام تھا۔ جن کے سامنے بڑے بڑے دانشور پانی بھرتے نظر آتے۔ شیخ مفید، علم الہدیٰ، سید مرتضیٰ، شریف رضی، ابوالحسین نجاشی، شیخ ابوالفتح کراچکی، شریف ابویعلی اور سلار دیلمی جیسے نابغہ روزگار تھے، ان سے ائمہ اہل سنت نے بھی استفادہ کیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان عظیم علماء سے یہ شخص بے خبر ہوگا۔ یا تو اس کے حواس مختل ہو گئے ہوں گے یا پھر کینہ وعناد میں دانشوروں کی عظمت کا منکر ہو گیا۔

جب اس کی دروغ بیانی اور افترا پردازی کا یہ عالم ہے تو اس نے اپنی کتاب میں کیا کچھ مکاری و

۱۔ ابوالحجاج بلوی کی الف باء (ج۱، ص۲۲۲)

۲۔ مسند احمد (ج۱، ص ۳۲۸، حدیث ۱۷۲۱) تاریخ ابن کثیر، ج۷، ص۳۳۲ (ج۷، ص ۳۶۸، حوادث ۴۰ھ) حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص ۶۵ (نمبر۴) (المصنف، ج۱۲، ص ۶۸، حدیث ۱۲۱۴۳) جمع الجوامع، ج۶، ص۴۱۲ (کنز العمال، ج ۱۳، ص۱۹۲، حدیث ۳۶۷۴) صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۲۱ (ج۱، ص۳۱۳)

تحریف اور ردوبدل کے مظاہرے کئے ہوں گے۔ آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَائَهُمْ بَعْدَمَا جَائَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان بنا کر نازل کیا ہے اور اگر آپ علم کے آجانے کے بعد ان کی خواہشات کا اتباع کر لیں گے تو اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا سرپرست اور بچانے والا نہ ہوگا''۔(۱)

۱۔(رعد/۳۷)

الفصل فی الملل والنحل(۱)

تالیف: ابن حزم اندلسی

مذاہب کے بارے میں کوئی بات لکھنے سے پہلے محقق کو صداقت و امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے وہم وگمان سے مرقومات لکھ مارنے سے آبرو جاتی ہے اور معیار تحقیق بھی پست ہوتا ہے لیکن ابن حزم نے مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ میں اس کا قطعی خیال نہیں رکھا۔ وہ افترا پردازی اور بیان عقائد کی دوڑ میں جھوٹ کے تمام ریکارڈ توڑ بیٹھے ہیں۔ نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ رافضی فرقہ مسلمان نہیں۔ یہ وفات رسولؐ کے پچیس سال بعد ایسے شخص کی دعوت پر وجود میں آیا جو جھوٹ اور کفر میں یہودی ونصاریٰ کی طرح تھا۔(۲)

جواب:

قسم خدا کی! اس شخص نے اپنی بات سے انسانیت وشرافت کو تعفن سے بھر دیا ہے۔ ذرا بھی آنکھ میں پانی نہیں رہ گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ نمازوں میں روبقبلہ ہوتے ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں، وہ مسلمان کیسے نہیں ہیں؟ ان کی کتابیں صدق گفتار کی گواہ ہیں۔ یہ شخص کہتا ہے کہ گروہ شیعہ مسلمان نہیں جبکہ ہزاروں علماء اہل سنت کے اساتذہ شیعہ علماء ہی رہے۔ انہوں نے شیعوں سے اپنے مسلک کی روایات حاصل کر کے صحاح ومسانید میں بھری ہیں؛ وہ روایات اس قوم کا مرجع ہیں۔ اہل سنت کے بعض مشائخ کے نام پیش کئے جاتے ہیں، جو شیعہ ہیں:

۱۔ استیعاب، ج ۳، ص ۴۰ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۱) مطالب السؤول، ص ۳۰۔

۲۔ الفصل، ج ۲، ص ۷۸

ابان بن تغلب، ابوعبداللہ جدلی، اسماعیل کوفی، ابوحمزہ ثمالی، جابر بن یزید جعفی ۔

حروف تہجی کے اعتبار سے علامہ امینی نے جزار کوفی تک ۹۲ نام پیش کئے ہیں ۔

صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں، اکثر علماء اہل سنت نے ان کو معتبر مان کر انہیں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بقول ابن حزم: اگر شیعہ مسلمان نہیں تو ان روایات کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟

شیعہ ہی نہیں محبت اہل بیتؑ بھی بے آبرو ہوئی جاتی ہے جو اہل سنت کے یہاں بھی محترم ہے۔

آغاز تشیع کے سلسلے میں عبداللہ بن سبا کی جو بات کی جاتی ہے اسے حضرت علیؑ نے آگ میں جلا کر مار ڈالا تھا۔ اب ہر شیعہ اس پر لعنت کرتا ہے کیونکہ وہ ملحد تھا۔ کیا ایک شخص پوری قوم میں اپنے خیالات رائج کر سکتا ہے؟ مگر ابن حزم تو شیعوں پر افترا کرنے کیلئے ہر جھوٹ بول سکتا ہے، ابن سبا کی مذمت تمام دانشوران تشیع نے کی ہے۔

۲۔ ابن حزم بکواس کرتا ہے کہ جو بھی کہے کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا وہ جھوٹ بکتا ہے۔ پھر علیؑ سے ابوبکر کے عالم و دانا ہونے کی لچر دلیلیں پیش کر کے کہا ہے کہ جسے بھی ذرا سمجھ ہے وہ فیصلہ کر لے گا کہ ابوبکر کا علم، علیؑ سے زیادہ تھا۔ آگے علمی حیثیت سے عمر کی علیؑ پر برتری ظاہر کی ہے اور کہا کہ جسے بھی ذرا حس ہے وہ واضح طریقے سے جانتا ہے کہ علم عمر ہزار گنا علیؑ سے زیادہ ہے۔ پھر وہ اس دعوے کو باطل کرتا ہے کہ علم علیؑ سب سے زیادہ تھا۔ (۲)

جواب:

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کی نادانی پر ہنسوں یا دیوانگی کا مضحکہ اڑاؤں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا، اس بات کا اقرار سب سے پہلے رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: اما ترضین انی زوجتک اولی المسلمین اسلاما و اعلمهم علما(۲)" کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور علم میں بھی سب سے زیادہ ہے" (۳)

۱۔ مؤلف، ابومنصور عبدالقاھر بن طاہر بغدادی۔ ۲۔ الفرق بین الفرق، ص ۲۴۷، باب ۵۔

۳۔ مستدرک حاکم (ج ۳، ص ۴۶۴۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث ۳۲۹۲۵)

اس مفہوم کی حدیث خطیب وسیوطی، مسند احمد واستیعاب، ریاض، مجمع اور سیرۃ حلبیہ میں بھی ہے۔اس کے علاوہ رسول خداؐ نے فرمایا: میرے بعد امت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں (۱)، نیز فرمایا: علیؑ میرے علم کا ظرف، میرے وصی اور میرے علم کا دروازہ ہیں (۲)، علیؑ میرے علم کے خازن ہیں (۳)، علی میرے علم کا صندوق ہیں (۴)، میری امت کے سب سے بڑے قاضی ہیں (۵)

نیز فرمایا:

یا علیؑ! میں تمہیں نبوت کے امور کا حصہ دار سمجھتا ہوں حالانکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے، تم میری سات چیزوں میں حصہ دار ہو۔ان میں یہ کہ تم قضایا فیصلہ کرنے میں داناترین ہو۔(۶)

یہ بھی فرمایا: علم کے دس حصے کیے گئے، نو حصے علیؑ کو عطا ہوئے اور ایک حصہ دنیا کے تمام لوگوں کو۔(۷)

کیا جس عظیم المرتبت کے یہ سب فضائل ہوں اس کی برابری دوسرا کوئی بھی شخص کرسکتا ہے؟

۱۔مناقب خوارزمی، ص۳۹ (ص۸۲، حدیث ۶۷) مقتل الحسین، ج۱، ص۴۳، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۷)

۲۔شمس الاخبار، ص۳۹ (ج۱، ص۱۰۶، باب ۷) کفایۃ الطالب، ص۷۰، ۹۳ (ص۱۶۸، باب ۳۷)

۳۔ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۴۴۸ (ج۹، ص۱۶۵، خطبہ ۱۵۴)

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۴۸، جامع الصغیر (ج۲، ص۱۷۷، حدیث ۵۵۹۳)، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۰۳، حدیث ۳۲۹۱۱) شرح العزیزی، ج۲، ص۴۱۷ (ج۲، ص۴۵۸) حفنی کی حاشیہ شرح عزیزی، ج۲، ص۴۱۷ (ج۲، ص۴۵۸) مصباح الظلام، ج۲، ص۵۶ (ج۲، ص۱۳۶، حدیث ۴۰۵)

۵۔بغوی کی مصابیح، ج۲، ص۲۷۷ (ج۴، ص۱۸۰، حدیث ۴۷۸۷) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۸ (ج۳، ص۱۴۷) مناقب خوارزمی، ص۵۰ (ص۸۱، حدیث ۶۶) فتح الباری، ج۸، ص۱۳۶ (ج۸، ص۱۶۷) بغیۃ الوعاۃ، ص۴۴۷ (ج۲، ص۴۰۶، نمبر ۲۱)

۶۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۶ (نمبر ۴) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۸ (ج۳، ص۱۴۷) مطالب السؤول، ص۳۴، تاریخ ابن عساکر (ج۱۲، ص۱۳۹، مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷، ص۳۱۵) کفایۃ الطالب، ص۱۳۹ (ص۲۲۶، باب ۵۹) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۱۷، حدیث ۳۲۹۹۴)

۷۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۵ (نمبر ۴) اسنی المطالب، ص۱۴ (ص۷۱)

رسولؐ کے بعد عائشہ کی گواہی ہے کہ علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ سنت کے عالم ہیں (۱)، پھر عمر کا اقرار ہے: علیؑ ہم سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔(۲) اور حضرت عمر کا مشہور فقرہ ہے: **لولا علی لهلک عمر** " اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔(۳) یا یہ کہا: خدایا! مجھے اس معصیبت کے وقت باقی نہ رکھنا جسے حل کرنے کیلئے علیؑ نہ ہوں۔(۴) اس مفہوم کے بہت زیادہ فقرے حضرت عمر سے مروی ہیں۔(۵) سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ عمر اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کیلئے علیؑ نہ ہوں۔(۶) معاویہ کہتا ہے: جب عمر مشکل میں پھنستے تو علیؑ کو تلاش کرتے تھے (۷)، شہادت علیؑ کی خبر سن کر معاویہ چلایا:

۱۔ استیعاب، ج ۳، ص ۴۰، مطبوع بر حاشیہ اصابۃ (قسم ثالث ر ۱۱۰۴ نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۳، ص ۱۴۱) مناقب خوارزمی، ص ۵۴ (ص ۹۱، حدیث ۸۴) الصواعق المحرقۃ، ص ۷۶ (ص ۱۲۷) تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۵ (۱۶۰)

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۵ (نمبر ۴) طبقات ابن سعد، ص ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱ (ج ۲، ص ۳۳۹، ۳۴۰، استیعاب، ج ۴، ص ۳۸، ۳۹ مطبوع بر حاشیہ اصابۃ (نمبر ۱۸۵۵) تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹۷، حوادث ۴۰ھ) اسنی المطالب، ص ۱۴، (۷۲) تاریخ الخلفا، ص ۱۱۵ (ص ۱۶۹)

۳۔ استیعاب، ج ۳، ص ۳۹ (۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۲) تفسیر نیشاپوری (مجلد ۱۱، ج ۲۶، ص ۱۰) مناقب خوارزمی، ص ۴۸ (ص ۸۰، حدیث ۶۵) حنفی کی شرح جامع صغیر، ص ۲۱۷ مطبوع بر حاشیہ سراج منیر (ج ۲، ص ۲۵۹) تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۷ (۱۴۷) مطالب السؤول، ص ۱۳، فیض القدیر، ج ۲، ص ۳۵۷۔

۴۔ تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۷ (۱۴۸) مناقب خوارزمی، ص ۵۸ (۹۷، حدیث ۹۸) مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۴۵۔

۵۔ ارشاد الساری، ج ۳، ص ۱۹۵ (ج ۴، ص ۱۳۶) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (۴، ص ۱۴۶) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷، تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹۷، حوادث ۴۰ھ) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۱۴۶) منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۵۲ (منتخب کنز العمال، ج ۲، ص ۴۰۰) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷، ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (۳، ص ۱۴۲)

۶۔ مناقب احمد، (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) استیعاب مطبوع بر حاشیہ اصابۃ، ج ۳، ص ۳۹ (نمبر ۱۸۵۵) صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۳۱۴) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۲) تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۵ (ص ۱۴۴) شیرازی کی طبقات الشافعیہ، ص ۱۰ (طبقات الفقہاء، ص ۴۲) الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) صواعق محرقہ، ص ۷۶ (۱۲۷) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷۔

۷۔ مناقب احمد (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۵ (ج ۲، ص ۱۴۳)

آج دنیا سے علم وفقہ رخصت ہوگیا۔ امام حسنؑ نے شہادت علیؑ کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: کل تمہارے درمیان سے ایسا مرد رخصت ہوا جس کے علم و دانش پر اولین و آخرین میں کوئی بھی سبقت نہ لے جاسکا۔

حبر امت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ نصیب ہوا اور ایک حصہ میں بقیہ تمام دنیا والوں کا علم ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: حکمت کے دس حصے ہیں، نو حصے علیؑ کے ہیں اور ایک حصہ میں تمام دنیا ہے، اس میں بھی زیادہ علیؑ ہی کا حصہ ہے، (۱) فرائض الٰہیہ میں مدینہ کے دانا ترین علیؑ ہیں۔ (۲)

نیز فرماتے ہیں: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ ہر حرف کے ظاہر و باطن ہیں اور علیؑ ابن ابی طالب کو تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔ (۳) اسی طرح دوسرے اقوال ہیں۔

ہشام بن عتیبہ کہتے ہیں کہ علیؑ اولین نماز گزار، سب سے بڑے عالم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ترین تھے۔ (۴) عدی بن خاتم نے تقریر میں کہا: وہ قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اسلام کی نسبت سے رسولؐ کے بھائی اور سر برآوردۂ اسلام تھے، سب سے بڑے زاہد، عابد، شجاع اور عاقل تھے۔ (۵) عبداللہ بن حجل نے عرض کی: یا علیؑ! آپ خدا کے سب سے زیادہ عارف، رسولؐ کے قریب ترین اور شریعت کے نیک ترین انسان ہیں۔ (۶)

ابوسعید خدری: علیؑ کی قوت فیصلہ سب سے زیادہ تھی۔ (۷)

ان کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ نے نیز پہلی صدی کے شعراء نے علیؑ کو سب سے بڑا عالم کہا ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج۵، ص۱۵۶، ۴۰۱ (ج۱۱، ص۶۱۵، حدیث ۳۲۹۸۲، ج۱۳، ص۱۴۶، حدیث ۳۶۴۳۶۱)

۲۔ استیعاب، ج۳، ص۴۱ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۴ (ج۳، ص۱۴۱)

۳۔ مفتاح السعادۃ، ج۱، ص۴۰۰ (ج۲، ص۵۶)

۴۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم، ص۴۰۳ (ص۳۵۵)

۵۔ جمھرۃ خطب العرب، ج۱، ص۲۰۲ (ج۱، ص۳۷۹، نمبر ۲۶۷)

۶۔ جمھرۃ خطب العرب، ج۱، ص۲۰۳ (ج۱، ص۳۸۰، نمبر ۲۶۸)

۷۔ فتح الباری، ج۸، ص۱۳۶ (ج۸، ص۱۶۷)

تمام امت اسلامی متفق ہے کہ سب سے بڑے عالم تھے، وہ وارث علم نبیؐ تھے۔ اکثر صحاح و مسانید میں حدیث رسول ﷺ نقل ہے کہ علیؑ میرے وصی و وارث ہیں، علیؑ نے پوچھا: میں کس چیز کا وارث ہوں؟ رسولؐ نے فرمایا: جن چیزوں کے رسولؐ وارث ہوتے ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں کہ وارث رسول علیؑ ہیں نہ کہ عباس۔ فرمایا: علماء کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ چچا کے ہوتے چچازاد بھائی وارث نہیں ہوتا لہٰذا اس موقع پر خصوصی حیثیت سے اجماع ہے کہ تنہا وارث پیغمبرؐ علیؑ ہیں۔ (۱)

صحابہ کے درمیان یہ وراثت مسلم تھی، محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا: تجھ پر افسوس ہوتا ہے کہ تو علیؑ کی برابری کرتا ہے، وہ رسولؐ کے وارث و وصی ہیں۔ (۲)

اب ذرا اس شخص کو دیکھئے! یہ نامناسب باتیں کس کے لئے کہہ رہا ہے، یہ کس کی ہتک حرمت کر رہا ہے۔ تمام صحابہ سے علیؑ کو عالم بتانے والے خود رسول خداؐ ہیں، صحابہ ہیں، تابعین ہیں، بھلا بتایئے تو جو شخص صحابہ کی مذمت کرے، امام حسنؑ، عائشہ، عمر بن خطاب اور حبر امت عبداللہ بن عباس کی اہانت کرے، اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علماء دین؟

۳۔ عقائد فرقہ امامیہ میں ایک تحریف کا بھی عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی ہوئی ہے اور زیادتی بھی، اکثر آیات بدل دی گئی ہیں۔ ان کے مذہب کے عظیم عالم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جو بظاہر مذہب معتزلہ کا اظہار کرتے ہیں، نے تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہا ہے۔ (۳)

جواب:

کاش اس شخص نے کوئی معتبر شیعی حوالہ بھی دیا ہوتا یا اس عالم کا نام بتاتا جو تحریف کا قائل ہے یا کسی غیر معروف عالم ہی کا نام بتاتا جو تحریف قرآن کا قائل ہے، میرا خیال ہے کہ وہ کوئی جاہل شیعہ یا دیہاتی

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۴)

۲۔ کتاب صفین، ص ۱۳۳ (۱۱۹) مروج الذہب، ج ۲، ص ۵۹ (ج ۳، ص ۲۱)

۳۔ (الفصل، ج ۴، ص ۱۸۲)

کا بھی نام نہیں بتا سکتا جو تحریف کا قائل ہو۔اس کے برخلاف اس نے عناد میں صرف علم الہدیٰ (۱) کا نام لیا ہے، جبکہ شیخ صدوق (۲)، شیخ مفید (۳)، علامہ طوسی (۴)، طبرسی (۵) وغیرہ علماء کا نظریہ ہے کہ جو کچھ دو دفتیوں کے درمیان قرآن شریف ہے وہی منزل من اللہ ہے، نہ اس میں کمی ہوئی ہے نہ زیادتی۔ اگر کسی شیعہ نے لفظ تحریف استعمال بھی کیا ہے تو اس کا مطلب تاویل و مفہوم سے ہے، نہ کہ الفاظ کی کمی و بیشی سے اور اس کے قائل تو وہ خود بھی ہیں۔

۴۔ بعض شیعہ نو/۹ عورتوں سے شادی کو جائز سمجھتے ہیں۔ان میں کچھ ایسے ہیں جو قمری گھانس اس دعوے کی بنا پر نہیں کھاتے کہ یہ خون حسینؑ سے روئیدہ ہوتی ہے۔(۶)

جواب:

اس شخص کو شیعی کتب فقہ دیکھے بغیر اس قسم کی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ وہ کسی کتاب سے اپنے دعوے کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتا۔کوئی شیعہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ کا قائل نہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت میں نو عورتوں سے نکاح صرف رسول اکرمؐ کیلئے جائز تھا، یہ خصوصیات نبوت میں سے تھا۔اس سلسلے میں شیعہ و سنی میں کوئی اختلاف نہیں۔اگر ابن حزم کی بات جھوٹ نہ ہوتی تو کسی کتاب کا حوالہ ضرور دیتے۔وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے، محض عناد میں بے پر کی اڑائی ہے۔قمری گھانس کی بات بھی کسی عالم یا جاہل یا سبزی فروش سے نہیں سنی گئی۔کسی قصہ گو نے بھی نہیں کہی ہے، یہ تو ایسی مہمل بات ہے کہ خود اس کے مذہب والے بھی اس کی تردید کر دیں گے۔

۵۔ہم نے دیکھا ہے کہ علیؑ نے چھ ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ابوبکر نے ان کو بیعت پر

۱۔امالی سید مرتضیٰ (ج۲،ص۸۴)

۲۔الاعتقادات فی دین الامامیہ،ص۵۹، باب۳۳)

۳۔اوائل المقالات،ص۹۵،۹۳۔

۴۔التبیان فی تفسیر القرآن، ج۱،ص۳،مقدمہ۔

۵۔مجمع البیان، ج۶،ص۵۰۸۔ ۶۔(الفصل، ج۴،ص۱۸۲)

مجبور کیا۔ حضرت علیؑ نے خود ہی بغیر کسی جبر و اکراہ کے چھ ماہ بعد ابوبکر کی بیعت کر لی۔(۱)

اس سے زیادہ دلچسپ بات لکھتا ہے: اس چھ ماہ کی مدت میں نہ کسی نے علیؑ سے کوئی سوال کیا نہ ہی سختی کی۔ علیؑ اس درمیان اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ دراصل معاملہ یہ ہوا کہ علیؑ نے تلافی مافات اور اپنی امور کی استواری کے لئے دل سے بیعت کی تھی، اس درمیان انصار و مہاجرین کی بیعت کے تماشے ہوتے رہے اور علیؑ گھر میں بیٹھے رہے، نہ انصار کی طرف گئے نہ مہاجرین کی طرف۔ ان کے ساتھ صرف زبیر بن عوام تھے۔ ان پر بھی حق واضح ہو گیا تو ابوبکر کی بیعت کر لی۔ علیؑ تنہا رہ گئے، ایک شخص بھی علیؑ کی طرف مائل نہ تھا۔

جواب:

میں اس موضوع پر کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سفید جھوٹ اور مجرمانہ دروغ بیانی کی نقاب کشائی کے بجائے استاد عبدالفتاح عبدالمقصود کی ''الامام علیؑ'' کے اقتباسات پیش کئے دیتا ہوں:

''مسلمانوں نے عرصے تک پوشیدہ و اعلانیہ بیعت علیؑ کی۔ ان کے خانۂ مبارک پر جمع ہوئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے، وہ فریاد کرتے رہے اور پکارتے رہے کہ گھر سے باہر نکلئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں، اس موقع پر مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے، قریب تھا کہ وحدت اسلامی پارہ پارہ ہو جاتی، پھر خدا ہی جانتا ہے کہ اسلام کا کیا حشر ہوتا۔ اس صورت میں کیا عمر کی نظر میں علیؑ کو بھی سعد بن عبادہ کی طرح قتل کر دینا مناسب نہ ہوتا تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔ عمر کی مشددانہ ذہنیت سے بعید بھی نہ تھا۔ سب کو یقین تھا کیونکہ اس سے قبل عمر کی تشدد پسندی دیکھ چکے تھے، ہر شخص قبل ہی سے سمجھ رہا تھا کہ اگر عمر نے بیعت کیلئے علیؑ کو مجبور کیا تو علیؑ استقلال کا مظاہرہ کریں گے۔ ابوبکر کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے، ان لوگوں نے تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد فیصلہ کر لیا، لوگوں نے دیکھا کہ آگے آگے پسر خطاب اور پیچھے پیچھے اس کے مددگاروں کا ہجوم ہے، وہ خانہ فاطمہؑ پر پہنچے۔ وہ علیؑ کو ہر قیمت پر مجبور کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اگر علیؑ تسلیم نہ ہوں تو تلوار قطعی فیصلہ کر دے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو تلوار کے بجائے آگ کے وسیلے سے باہر نکالنے پر اصرار کر رہے تھے، عمر نے آگ اور لکڑی منگوائی اور

۱۔(الفصل ص ۹۷،۹۶)

خانۂ فاطمہؑ جلانے کا حکم دے دیا جس میں علیؑ اور ان کے مددگار تھے۔ایک جھاگ کی طرح یہ حوادث ابھرے اور علیؑ پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ پس دیوار سے چہرہ رسولؐ نمودار ہوا۔اندوہ وکرب سے بھرا ہوا چہرہ آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگی تھی،جبین مبارک سے غم وغصہ بھڑک رہا تھا،عمر وہیں بیٹھ گئے،جولوگ پشت خانہ پہ جمع تھے چہرہ رسولؐ اور فاطمہؑ کا وجود دیکھ کر شرم سے آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہوگئے اور اپنی جگہ واپس آگئے۔اسی حال میں انہوں نے دیکھا کہ فاطمہؑ تھکے قدموں سے مسجد رسولؐ کی طرف جارہی ہیں،قبر پدر پر پہنچیں،تمام لوگ ہمہ تن متوجہ تھے۔اچانک ایک لرزتی آواز ابھری:بابا،یا رسول اللہ،بابا رسول اللہ!آپ کے بعد خطاب کے بیٹے نے مجھ پر کیا کیا مصائب ڈھائے۔لوگوں کے دل اس فریاد سے پارہ پارہ ہوگئے جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور دھنس جاتے''۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو:الامامة والسیاسة ج۱،ص۱۳؛تاریخ طبری،ج۳،ص۱۹۸؛عقد الفرید،ج۲،ص۱۵۷؛تاریخ ابی الفداء،ج۱،ص۱۶۵؛تاریخ بن شحنہ،ص۱۱؛شرح بن ابی الحدید،ج۲،ص۱۹۔(۱)

۶۔رافضی عورت کی امامت کو جائز سمجھتے ہیں اور بطن مادر کے جنین کی رہبری کے معتقد ہیں۔(۲)

جواب:

ہم نہیں سمجھتے کہ اس شخص نے یہ مہمل فقرہ لکھتے وقت عقائد وکلام کے متعلق شیعوں کی کتابیں دیکھی ہوں گی۔اس نے بغیر کسی بنیاد کے جھوٹی نسبت شیعوں کی طرف ٹھونک دی حالانکہ ایک جاہل شیعہ بھی اس کا معتقد نہیں ہے۔شیعوں کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ امامت صرف بارہ مردوں میں منحصر ہے۔اس سلسلے میں شیعوں کی طرف منسوب دوسرے فرقے مثلاً زیدیہ،اسماعیلیہ بلکہ کیسانیہ بھی اپنے راویوں میں کسی عورت کی رہبری کے قائل نہیں۔شہرستانی نے الملل والنحل میں امام علی نقی علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ کے

۱۔(الامامة والسیاسة،ج۱،ص۱۹۔تاریخ الامم والملوک،ج۳،ص۲۰۲،حوادث ۱۱ھ۔العقد الفرید،ج۴،ص۸۶،۸۷۔تاریخ ابن شحنہ،ج۱،ص۸۹،حوادث ۱۱ھ۔شرح ابن ابی الحدید،ج۶،ص۴۶،خطبہ ۶۶)

۲۔(الفصل ص۱۱۰)

متعلق خودساختہ بات لکھ دی جس کا خارج میں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اگر امامیہ حضرات عورت کی رہبری کے قائل ہوتے تو متذکرہ فاطمہ سے کہیں افضل و برتر حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ کی امامت کے قائل ہوتے حالانکہ تمام فضائل و مکارم کی جامع ہونے کے باوجود کوئی شیعہ ان کی امامت کا معتقد نہیں۔ اس منحوس نے جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہوئے شاید نہیں سوچا کہ آئندہ کوئی محقق اسی کا پتھر اسی کے منہ پر گھسیٹ مارے گا اور لوگوں کو حقیقت حال سے باخبر کرے گا۔ اب اس سے کون پوچھے کہ آخر کس موقع پر کوئی شیعہ امامت جنین کا قائل ہوا ہے۔ آخر یہ ہے کون؟ کس نے اس بات کو نقل کیا۔ اس منحوس نے کس شخص سے یہ بات سنی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ شیطان اپنے چیلوں کے کان میں پھونکتا ہے۔

۷۔ ابن حزم کہتا ہے کہ پیغمبرؐ اگر کسی سے وابستگی و دوستی کا مظاہرہ کریں تو یہ کوئی اہم بات نہیں کیونکہ رسول خداؐ نے اپنے چچا سے دوستی کا مظاہرہ کیا۔ ہر چند کہ رسول خداؐ ابو طالبؑ کو دوست رکھتے تھے لیکن خدا نے اس دوستی سے منع فرمایا اور ابو طالبؑ کی دشمنی کو رسولؐ پر واجب قرار دیا۔ (۱)

جواب:

رسول خداؐ صلۂ رحمی کی انتہائی تاکیدوں کے باوجود کفر کو رشتہ داری کی مقراض سمجھتے تھے اسی وجہ سے ابولہب سے اعلانیہ بیزاری فرمائی۔ مستقل سورۂ لہب نازل ہوا۔

چچا عباس اور چچیرے بھائی عقیل کی مشکیں اس وقت تک نہیں کھولیں جب تک انہوں نے اقرار اسلام نہیں کرلیا، ان پر کلمہ فدیہ جاری کیا۔ آپ کی بیٹی زینب جو مسلمان تھیں اور ان کا شوہر ابوالعاص کافر تھا۔ جب تک اس نے اقرار اسلام نہیں کرلیا دونوں میں جدائی برقرار رکھی۔ اس لحاظ سے محبت رسولؐ کا تنہا معیار صرف ایمان ہے اور آپ کی دوستی اس شخص کے ایمان کا ثبوت ہے۔

خود ابن حزم نے فضیلت عائشہ میں اسی کو معیار قرار دیتے ہوئے مقام استدلال میں حدیث نقل کی ہے: تو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ابو طالبؑ کے بارے میں انہوں نے محبت پیغمبرؐ کا اقرار کیا اور ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۱۔ (الفصل ۱۲۴۔ ۱۲۳)

اور بجائے خود یہ ابو طالبؑ کی ممتاز ترین فضیلت ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ بعد میں اس محبت کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا، زجر و توبیخ ہوئی، دشمنی کا حکم دیا گیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ شاہد۔ کیا ابن حزم عمل رسولؐ کے دو دنوں میں فرق قرار دینا مناسب سمجھیں گے؟ کیا وہ اس بات کی نشاندہی کر سکیں گے کہ رسولؐ نے کب سے عناد ابو طالبؑ کو دوسروں پر واجب قرار دیا۔ تاریخ قطعی خاموش ہے۔ بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ مرتے دم تک ابو طالبؑ سے جدا نہ ہوئے۔ جب ابو طالبؑ وفات پا گئے تو علیؑ کو حکم دیا غسل و کفن دے کر سپرد خاک کر دو۔ (۱) کیونکہ خدا نے انہیں بخش دیا ہے۔ پھر دعائے رحمت فرمانے لگے۔ حضرت علیؑ نے ابو طالبؑ کا مرثیہ یوں کہا ہے:

''اے ابو طالبؑ! آپ کمزور کی پناہ اور خشک زمین کے لئے بارش اور تاریکی کیلئے نور ہیں آپ کی وفات سے فرشتے لرز اٹھے۔ رسولؐ نے آپ پر صلوات پڑھی۔ خدا نے رضوان سے بہرہ مند کیا آپ رسول کے بہترین چچا تھے''۔ (۲) اس سلسلے میں سید احمد زینی دحلان کی اسنی المطالب دیکھئے جو علامہ برزنجی کی تلخیص ہے۔ (۳)

۸۔ کہتا ہے کہ رافضیوں نے آیۂ **﴿و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا﴾** کی مدح علیؑ سے تاویل کی ہے اور یہ تاویل ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ آیت کا عمومی انداز کہتا ہے کہ جو بھی لوگوں کو کھانا کھلائے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ (۴)

جواب:

جو بھی اس مسخرے کے مضحکہ خیز استدلال کو سمجھ جائے گا وہ اس کے دوسرے جھوٹ کے پلندوں سے بھی واقف ہو جائے گا۔ اس کا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ اس کی تاویل صرف شیعوں ہی نے کی ہے۔ وہ خود جانتا ہے کہ نزول ہل اتی کو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونے کی بات بے شمار محدثین و مفسرین

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۵ (ج ۱، ص ۱۲۴) ۲۔ تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۶ (۹)

۳۔ الغدیر کی ساتویں اور آٹھویں جلد میں ایمان ابو طالب پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

۴۔ (الفصل ج ۴، ص ۱۴۶)

نے کی ہے، اگر عذر نادانی ہو تو یہ اس سے بڑی مصیبت ہے۔

حافظ عاصمی نے دو جلدوں میں زین الفتی لکھ کر یہی موضوع ثابت کیا ہے، ان کے علاوہ اسکافی، ترمذی، طبری، ابن عبدربہ، حاکم نیشاپوری، ثعلبی، واحدی، ابن فتوح اندلسی، زمخشری، ابن صلاح، نظام نیشاپوری، خازن بغدادی، عضد ایجی، ابن حجر، سیوطی، ابوسعود عمادی، بروسی، شوکانی، سلیمان محفوظ، شبلنجی، محمود قراغولی، حافظ گنجی، شافعی وغیرہ نے واضح لفظوں میں نشاندہی کی ہے کہ یہ سورہ مدح اہل بیتؑ میں نازل ہوا۔(۱) متن حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے:

ابن عباس کہتے ہیں کہ حسنینؑ بیمار ہوئے۔ رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ساتھ عیادت کرنے تشریف لے گئے۔ اصحاب نے کہا: یا علیؑ! بہتر ہوتا کہ نذر کر لیجئے۔ علیؑ! فاطمہؑ اور فضہ نے نذر مان لی کہ اگر دونوں بچے اچھے ہو جائیں تو ہم لگاتار تین روزے رکھیں گے۔ جب اچھے ہوئے تو علیؑ نے شمعون یہودی کے

۱۔ اسکافی کی نقض العثمانیہ (ص ۳۱۸) ترمذی کی نوادر الاصول ص ۶۴ (ج ۱۵۴، اصل ۴۴) طبری کی عبارت کو گنجی نے کفایۃ الطالب (ص ۳۴۵، باب ۳۱۸) میں نقل کیا ہے، ابن عبدربہ کی العقد الفرید، ج ۳، ص ۴۷۔۴۲ (ج ۵، ص ۵۹) حاکم کے نظریے کو گنجی نے کفایۃ الطالب (ص ۳۴۸) میں نقل کیا ہے، ثعلبی کی الکشف والبیان (تفسیر سورۂ دہر) واحد کی تفسیر البسیط اور اسباب النزول ص ۳۳۱ (ص ۲۹۶) ابن فتوح اندلسی کی فوائد، زمخشری کی الکشاف ج ۲، ص ۵۱۱ (ج ۴، ص ۶۷۰) خوارزمی کی المناقب ص ۱۸۰ (ص ۲۸۰۔۲۶۷، حدیث ۲۵۲۔۲۵۰) ابوموسیٰ مدینی کی بات کو عقلانی نے الاصابۃ (ج ۴، ص ۳۸۷، نمبر ۸۷۵) پر نقل کیا ہے۔ فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۷۶، ص ۳۱، سبط ابن جوزی کی تذکرۃ خواص الامۃ (۳۱۶۔۳۱۳) ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۷۶، خطبہ ۲۳۸) گنجی شافعی کی کفایۃ الطالب، ص ۲۰۱ (۳۴۸، باب ۹۷) بیضاوی کی تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۵۷۱ (ج ۲، ص ۵۵۲) محب الدین طبری کی ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۰۷، ۲۲۷، ابوحمزہ ازدی کی بہجۃ النفوس، ج ۴، ص ۲۲۵، نسفی کی تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج ۴، ص ۴۵۸ (تفسیر نسفی، ج ۳، ص ۳۱۸) حموئی کی فرائد السمطین (ج ۲، ص ۵۳، حدیث ۳۸۳، باب ۲۱) نظام الدین قمی نیشاپوری کی تفسیر غرائب القرآن مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۹، ص ۱۱۲ (مجلد ۱۲، ج ۲۹، ص ۱۱۲) خازن بغدادی کی تفسیر خازن، ج ۴، ص ۳۵۸ (ج ۴، ص ۳۳۹) ایجی کی المواقف، ج ۳، ص ۲۷۸ (۴۱۱)، عسقلانی کی الاصابۃ، ج ۴، ص ۳۸۷، جلال الدین سیوطی کی در منثور، ج ۶، ص ۲۹۹ (ج ۸، ص ۳۷۱) ابوسعود کی تفسیر ابی السعود مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی، ج ۸، ص ۳۱۸ (ج ۹، ص ۷۳) اسماعیل بروسی کی تفسیر روح البیان، ج ۱۰، ص ۲۶۹۔۲۶۸، شوکانی کی تفسیر فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۳۸ (ج ۵، ص ۳۴۹) استاد محمد سلیمان محفوظ کی اعجب ما رئیت، ج ۱، ص ۱۰، شبلنجی کی نور الابصار، ص ۱۴۔۱۲ (ص ۲۲۹۔۲۲۷) محمود قراغونی کی جوہرۃ الکلام ص ۵۶۔

یہاں سے تین صاع جو قرض لیا۔ فاطمہؑ نے ایک صاع پیس کر روزہ داروں کے مطابق پانچ روٹیاں پکائیں۔افطار کے وقت سائل نے آواز دی: **السلام علیکم یا اھل بیت محمد مسکین من مساکین المسلمین اطعمو فی اطعمکم اللّٰہ من موائد الجنۃ.**

''اے اہل بیت محمدؐ! تم پر سلام، میں مسلمان مسکین ہوں، مجھے کھانا کھلاؤ خدا تمہیں نعمات جنت سے بہرہ مند کرے''۔ یہ سن کر سب نے اپنے سامنے کی روٹیاں سائل کو دے دیں اور پانی سے افطار کر لیا۔ دوسرے دن یتیم نے آواز دی اور تیسرے دن اسیر نے صدا لگائی۔ چوتھی صبح ہوئی تو علیؑ حسنینؑ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آئے آپ نے دیکھا بچے پرندوں کے بچے کی طرح لرز رہے ہیں۔فرمایا: تمہاری حالت دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہے۔آپ انہیں لئے ہوئے فاطمہؑ کے پاس آئے جو محراب عبادت میں تھیں، بھوک سے حالت غیر تھی۔اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور سورۂ ہل اتی کی تلاوت فرمائی۔

گنجی شافعی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ ابن مسلع نے تفسیر ہل اتی میں لکھا ہے کہ وہ سائل جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل تھے۔

۹۔کہتا ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے: اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے لیکن وہ میرا بھائی اور صحابی ہے اور یہ بات ابوبکر کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے صحیح نہیں ہے اور جو لوگ اخوت علیؑ کی بات کرتے ہیں اسے صرف سہل بن حنیف نے صحیح طریقہ سے نقل کیا ہے۔(۱)

جواب:

میں نہیں چاہتا کہ جس جناب کی صحت کا خود یہ شخص اقرار کر رہا ہے اس پر مزید کچھ کہوں یا اس کے صدور پر مناقشہ کروں یا عمر بن خطاب کے حدیث کتف و دواۃ پر اعتراض کو نقل کروں۔ کیونکہ دونوں حدیثیں صحیحین (۲) میں ہیں اور علالت رسولؐ کے زمانے کی بیان کی گئی ہیں۔میں ابن ابی الحدید کا بیان بھی نقل نہیں کروں گا جس میں انہوں نے ابوبکر کے سلسلے میں مواخات کو جعلی اور حدیث مواخاۃ کا چربہ

۱۔(الفصل، ج۴، ص۱۴۷)

۲۔صحیح بخاری (ج۴، ص۱۶۱۲، حدیث ۴۱۶۸، ۴۱۶۹) صحیح مسلم (ج۳، ص۱۲۵۵، حدیث ۲۲، کتاب الوصیۃ)

اڑانے کی سعی سے تعبیر کی ہے۔(۱) ابن قتیبہ نے اس حدیث مواخاۃ کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس حدیث کا مقصود اسلامی برادری کا عمومی بیان ہے (۲)۔ چنانچہ آپ نے عمر سے کہا کہ تم میرے بھائی ہو (۳)۔ زید سے کہا: تم ہمارے بھائی ہو (۴)۔ اسامہ سے بھی کہا: اے میرے بھائی! (۵) اور ابوبکر کو بھائی بنانے کی جو بات ہے اس سے مراد اسلامی برادری اور مودت کا اظہار مقصود ہے۔(۶) یہاں خلت کی جو نفی ہوئی ہے وہ بمعنی خاص ہے ورنہ دوستی عمومی کا تو قرآن میں بیان ہے ہی: ﴿الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوّ الا المتقین﴾

وحی الٰہی کے مطابق جو خاص اہتمام کے تحت صحابہ میں اخوت قائم کی گئی تھی وہ اس بنیاد پر تھی کہ دو افراد نفسیاتی اعتبار سے آپس میں مماثلت رکھتے ہوں۔ اسی بنیاد پر عمر و ابوبکر کے درمیان اور عثمان و عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابوطلحہ و زبیر۔ ابوعبیدہ جراح اور سالم مولی ابن حذیفہ۔ ابی بن کعب و ابن مسعود اور معاذ اور ثوبان۔ ابوطلحہ و بلال۔ عمار اور حذیفہ۔ ابو درداء اور سلمان۔ سعد بن ابی وقاص اور صہیب۔ ابوذر اور مقداد۔ ابوایوب انصاری اور عبد اللہ بن سلام۔ اسامہ اور ہند حجام معاویہ اور حباب مجاشعی۔ فاطمہ زہراؑ اور ام سلمہ۔ عائشہ اور ابوایوب کی زوجہ کے درمیان مواخاۃ و برادری قائم کی گئی تھی۔(۷)

علیؑ کو مخصوص طریقے سے اپنے لئے روک رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، تمہیں خاص اپنے نفس کیلئے روک رکھا تھا۔ تم میرے بھائی، وارث اور رفیق ہو، تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۱۷ (ج ۱۱، ص ۴۹، خطبہ ۲۰۳)
۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص ۵۱ (ص ۶۳)
۳۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۶ (ج ۲، ص ۲۷۲)
۴۔ خصائص نسائی، ص ۱۹ (۲۰۵، حدیث ۱۹۴، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۶۹، حدیث ۸۵۷۹)
۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۹ (ج ۶، ص ۶۲۳ مختصر تاریخ دمشق، ج ۹، ص ۱۳۹)
۶۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۳۸، حدیث ۳۴۵۷) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۸، حدیث ۳، کتاب فضائل الصحابۃ) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۶۹، حدیث ۳۶۶۱)
۷۔ سیرہ ابن ہشام (ج ۲، ص ۱۰۸، ۱۰۹) تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۹۰، ۲۰ (ج ۱۲، ص ۱۳۶، نمبر ۱۴۶) اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۲۱ (ج ۲، ص ۲۷۷، نمبر ۱۸۲۲) مطالب السؤول، ص ۱۸، ارشاد الساری، ج ۶، ص ۲۲۷ (ج ۸، ص ۴۶۷) شرح المواہب، ج ۱، ص ۳۷۳

انسان اتنا بھی بدحواسی میں جہالت پر نہ اتر آئے کہ کہنے لگے: ''ابو بکر کے سوا دوسرے کیلئے ثابت ہی نہیں''۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عناد حدیث سے واقف ہے اور مسلمانوں کو جہالت میں پھنسائے رکھنا چاہتا ہے، جس حدیث پر تمام دانشور متفق ہیں، صحاح و مسانید ایک زبان ہیں۔ اس کے خلاف اندھی عقیدت کا مظاہرہ شرمناک ہے۔ امیر المومنینؑ کیلئے ثابت شدہ اخوت مخصوص مفہوم کی حامل ہے جس کا دعویٰ کوئی جھوٹا ہی کر سکتا ہے، صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس پر احتجاجات و اشعار کی بھرمار ہے۔ سب کا احاطہ طوالت کا سبب ہے۔ رسول خداؐ نے صحابہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی ہے۔ ابو بکر کی عمر سے اور فلاں کی فلاں سے... اور علیؑ کی خود اپنے آپ سے۔ فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اس حدیث کی سند امیر المومنینؑ، عمر، انس بن مالک، زید بن ابی اوفی، عبداللہ بن ابی اوفی، ابن عباس، مخدوج، جابر، ابوذر، عامر، ابن عمر، ابی امامہ، زید بن ارقم، سعید بن مسیب تک پہنچی ہوئی ہے۔ حوالے اور تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ترمذی، مصابیح یعقوبی، مستدرک حاکم، استیعاب، تیسیر الوصول، مشکاۃ، ریاض، موابد، فصول المہم، تذکرہ سبط جوزی، تاریخ ابن کثیر، اسنی المطالب، صواعق، تاریخ الخلفاء، اصابہ، مطالب السئول، سیرۃ حلبیہ، طبقات شعرانی خلیفات، سیرۃ النبویہ، زینی دحلان، کفایہ شنقیطی، الامام علیؑ استاد محمد رضا، ابن عساکر، کنز العمال، کفایہ گنجی، شمس الاخبار کے علاوہ دیگر کتب۔(۱)

۱۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۳ (ج۵، ص۵۹۵، حدیث ۳۷۲۰) مصابیح السنۃ، ج۲، ص۱۹۹ (ج۴، ص۱۷۳، حدیث ۴۷۶۹) مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴ (ج۳، ص۱۶، حدیث ۴۲۸۹) استیعاب، ج۲، ص۴۶۰ (نمبر ۱۸۵۵) تیسیر الوصول ج۳، ص۲۷۱ (ج۳، ص۳۱۵، حدیث۲) مشکاۃ المصابیح، مطبوع برحاشیہ مرقاۃ، ج۵، ص۵۶۹ (ج۳، ص۳۵۶، حدیث ۶۰۹۳) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۷، ۲۱۲ (ج۳، ص۱۱۱، ۱۶۴) فرائد السمطین (ج۱، ص۱۱۶، حدیث ۸۱) الفصول المہمۃ، ص۲۲، ۲۹ (ص ۳۷) تذکرۃ الخواص ص۲۴ (ص۱۳، ۱۵) کفایۃ الطالب، ص۸۲ (ص۱۹۴، باب ۴۷) السیرۃ المطالب ص۹ (۶۰) الصواعق المحرقۃ، ص۷۳، ۷۵ (ص۱۲۲) مطالب السؤول، ص۱۸، تاریخ الخلفاء، ص۱۱۴ (ص۱۵۹) المواقف، ج۳، ص۲۷۶ (ص۴۱۰) شرح المواہب، ج۱، ص۳۷۳، طبقات شعرانی، ج۲، ص۵۵، اخبار الدول مطبوع برحاشیہ الکامل، ج۱، ص۲۱۶ (ج۱، ص۳۰۶) السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص۲۳، ۱۰۱ (ج۲، ص۲۰، ۹۰) زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ، ج۱، ص۳۲۵ (ج۱، ص۱۵۵) استاد محمد رضا کی امام علی بن ابی طالب ص۲۱ (ص۶) استاد عبدالفتاح عبدالمقصود کی الامام علی بن ابی طالب ص۷۳ (ج۱، ص۶۰)

۱۰۔ رافضیوں کے متکلم ہشام ابن حکم اور ابو علی ضحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ علم خداوندی حادث ہے، ابتدا میں وہ کچھ نہیں جانتا جب اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے تو واقفیت ہوتی ہے اور لازمی طور سے کفر ہے۔ ہشام نے ابوالہذیل علاف سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا کہ خدا اسکی بالشت سے سات بالشت ہے اور یہ بھی کفر ہے۔ رافضیوں کے عظیم متکلم داؤد جوزی کا خیال ہے کہ خدا انسان کی طرح گوشت پوست کا لوتھڑا ہے۔(۱)

جواب:

متذکرہ متکلمین کے علاوہ بھی دوسروں کے یہاں کہیں بھی اس قسم کی باتوں کا کوئی پتہ نشان نہیں بلکہ اکثر متکلموں نے ان مہمل خیالات کے خلاف تردیدی استدلال کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔

سب سے پہلے ہشام کی طرف اتہام طرازی جاحظ نے کی۔ بقول اسکافی: جاحظ کی زبان، دین اور عقل پر کوئی لگام نہیں تھی۔ پھر جاحظ کے بعد ابن قتیبہ نے نظام کا حوالہ دیا۔(۲) ان سے خطاط نے لیا۔(۳) یہ سب ہی ہشام کے سخت ترین دشمن ہیں، اس لئے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی عقیدہ کی بات ثابت کرنے کیلئے خود اس کا قول اسی کی کتابوں سے فراہم کرنا چاہیے یا معتبر افراد کو نقل کرنا چاہیے۔ ان افتراء پردازوں کی بات پر اعتماد کرنا دانشمندی تو نہیں۔ جاحظ و خطاط کے بعد ارباب ہوس کے نقل کی قطار لگ گئی ہے۔ ابن حزم بھی انہیں میں ہے بقیہ تمام متکلمین شیعہ کے ساتھ بھی جھوٹی نسبت دے کر انہیں بدنام کیا گیا ہے۔

۱۱۔ تمام رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ علیؑ کے لئے دوبار آفتاب پلٹا۔ کیا اس سے بڑی بے شرمی، ہٹ دھرمی اور جھوٹی نسبت ممکن ہے جب کہ عہد نبوی سے قریب کی بات ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا۔ ایک دوسری جگہ کہتا ہے: رافضیوں کے منجملہ غلو میں ایک آفتاب پلٹنے کی بات بھی ہے۔(۴)

جواب:

ممکن ہے ابن حزم کی تلخ کلامی سے لوگ سمجھیں کہ ردشمس کا عقیدہ صرف شیعوں سے مخصوص ہے اور یہ بات محض جھوٹ اور مکاری ہے۔ اسلام میں اس عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن شیعی تہذیب

۱۔(الفصل، ج ۴، ص ۱۴۲) ۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص ۵۹ (ص ۶۷)

۳۔ الانتصار (ص ۳۶) ۴۔(الفصل، ج ۴، ص ۱۸۲، ج ۵، ص ۳، ج ۲، ص ۷۸)

اگر چہ بدگوئی کی اجازت نہیں دیتی لیکن آبرو باختہ افراد کا جواب دینے کی اجازت بہر حال دیتی ہے۔ ہم یہاں صحاح و مسانید کے حوالوں کا ڈھیر لگا دینا چاہتے ہیں تا کہ ابن حزم کی بے شرمی، ہٹ دھرمی اور گستاخانہ جہالت کا پتہ چل سکے۔ اور یہ ثابت ہو سکے کہ ردشمس کی بات قطعی اور ثابت شدہ ہے۔

اس پر اہل سنت کی گرانقدر تالیفات اور اس کے اسناد اور طرق حدیث کا احاطہ کیا گیا ہے:

۱۔ ابو بکر وراق نے مستقل کتاب من روی رد الشمس لکھی (۱)

۲۔ ابو الحسن شادان فضیلی نے اس کے اسناد و طرق کا احاطہ کیا ہے، سیوطی نے اللئالی المصنوعہ (۲) میں اس کے حیرت ناک طرق اسناد کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔ محمد بن حسین موصلی۔ (۳) ۴۔ ابو القاسم حاکم حسکانی۔ (۴)

۵۔ ابو عبد اللہ جعل الحسین البصری نے جواز رد الشمس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ (۵)

۶۔ اخطب خوارزمی نے رد الشمس لامیر المومنین پر کتاب لکھی ہے۔ (۶)

۷۔ ابو علی شرف محمد بن اسعد نقیب نسابہ۔ (۷) ۸۔ محمد بن یوسف صالحی شاگرد سیوطی۔ (۸)

۹۔ سیوطی نے اسی موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (۹) ان کے علاوہ بھی دوسروں نے لکھا ہے۔

جن حفاظ و محدثین نے رد الشمس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

حافظ ابن ابی شیبہ عبسی، حافظ احمد بن صالح مصری، محمد بن حسین ازدی، حافظ دولابی، حافظ طحاوی، حافظ عقیلی، طبرانی، ابن شاہین، حاکم نیشاپوری، حافظ ابن مردویہ، ابو اسحاق ثعلبی، فقیہ ابو الحسن بصری، حافظ بیہقی، خطیب بغدادی، ابو ذکریا اصفہانی، قاضی عیاض، اخطب خطباء خوارزمی، حافظ نطنزی، ابو

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۴۸ (ج ۲، ص ۳۵۳)
۲۔ اللئالی المصنوعہ، ج ۲، ص ۱۷۵ (ج ۱، ص ۳۳۸)
۳۔ کفایۃ الطالب (ص ۳۸۳، باب ۱۰۰)
۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۸۰ (ج ۶، ص ۸۸)
۵۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳، ص ۳۵۳)
۶۔ مناقب آل ابی طالب (معروف بہ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۶۰)
۷۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۷۶ (ج ۵، ص ۸۵ نمبر ۷۰۳۱)
۸۔ الاممم لایقاظ الھمم ص ۶۳۔
۹۔ کشف اللبس عن حدیث رد الشمس۔

المظفر قزاوغلی، حافظ گنجی شافعی، شمس الدین اندلسی، شیخ الاسلام حموینی، امام ابوالربیع سبتی، ابن حجر عسقلانی، امام عینی حنفی، حافظ سیوطی، نورالدین سمہودی، ابوالعباس قسطلانی، سید عبدالرحیم عباسی، حافظ ابن حجر ہیتمی، ملا علی قاری، نورالدین حلبی شافعی، شہاب الدین خفاجی، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی، زرقانی، میرزا محمد بدخشی، شیخ محمد صبان، ابن عابدین، سید احمد زینی دحلان، سید مومن شبلنجی۔ (۱)

۱۔ عبسی نے اپنی سنن میں، مصری سے بخاری نے اپنی صحیح میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں، ازدی نے مناقب علی علیہ السلام میں، دولابی نے ذریۃ الطاہرہ (ص۱۲۹، حدیث ۱۵۶) میں، طحاوی نے مشکل الآثار، ج۲، ص۱۱ پر، عقیلی نے الضعفاء الکبیر (ج۳، ص ۳۲۷، نمبر ۱۳۲۸) میں، طبرانی نے معجم کبیر (ج۲۴، ص ۱۴۵، حدیث ۳۸۲) میں، ابن شاہین نے اپنی سند میں، حاکم نیشاپوری نے تاریخ نیشاپوری میں، ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں، ثعلبی نے اپنی تفسیر اور العرائس ص ۱۳۹ (ص ۲۴۹) پر، فقیہ ابوالحسن بصری نے اعلام النبوۃ، ص۷۹ (ص۱۳۲) اور الاربعین میں، ابوزکریا نے المعرفہ میں، قاضی عیاض نے الشفا (ج۱، ص ۵۴۸) میں، خوارزمی نے المناقب (ص۳۰۶، حدیث ۳۰۱) میں، نطنزی نے خصائص علویہ میں، ابوالمظفر قزاوغلی نے تذکرۃ خواص الامۃ، ص۳۰ (ص ۴۹) پر، گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب، ص۲۴۴۔۲۳۷ (۳۸۸۔۳۸۱، باب ۱۰۰) پر، شمس الدین اندلسی نے التذکرۃ باحوال الموتی و امور الآخرۃ (ص۱۴) میں، شیخ الاسلام حموینی نے فرائد السمطین (ج۱، ص۱۸۳، حدیث ۱۴۶، باب ۳۷) میں، ابن سبع نے شفاء الصدور میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، ج۶، ص ۱۶۸ (ج۶، ص۲۲۲) پر، عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۷، ص۱۴۶ (ج ۱۵، ص۴۳) پر، سیوطی نے جمع الجوامع، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۷۴، ۱۷۶ (ج۱ ۳۴۱۔۳۳۶) اور نشر العلمین، ص ۱۳ پر، ملا متقی ہندی نے کنز العمال، ج۵، ص ۲۷۷ (ج ۱۲، ص ۳۴۹، حدیث ۳۵۳۵۳) پر، نورالدین سمہودی نے وفاء الوفاء، ج۲، ص۳۳ (ج۳، ص۸۲۲) پر، ابوالعباس قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ، ج۱، ص ۳۵۸ (ج۲، ص ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن دیبع نے تمیز الطیب من الخبیث، ص۸۱ (ص ۹۶، حدیث ۶۶۳) پر، سید عبدالرحیم عباسی نے معاہد التنصیص، ج۲، ص۱۹۰ (ج۴، ص ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن حجر ہیتمی مکی نے الصواعق المحرقۃ، ص۷۶ (ص ۱۲۸) پر، ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح المشکاۃ، ج۴، ص ۲۸۷ پر، نورالدین حلبی شافعی نے السیرۃ الحلبیۃ، ج۱، ص۴۱۳ (ج۱، ص۳۸۶) پر، شہاب الدین خفاجی نے شرح الشفا، ج۳، ص ۱۱ پر، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی نے الامم لایقاظ الھمم، ص ۶۳ پر، زرقانی نے شرح المواہب، ج۵، ص ۱۱۸۔۱۱۳ پر، شمس الدین حفنی شافعی نے حاشیہ سراج منیر شرح جامع صغیر، ج۲، ص۲۹۳ (ج۳، ص۲۶۷) پر، میرزا محمد بدخشی نے نزل الابرار، ص۴۰ (ص ۷۹) پر، شیخ محمد صبان نے اسعاف الراغبین ص۶۲، ابن عابدین نے رد المحتار علی الدر المختار، ج۱، ص۲۵۲ (ج۱، ص۲۴۱) پر، سید احمد دینی دحلان نے السیرۃ النبویۃ مطبوع بر حاشیہ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص ۱۲۵ (ج ۲، ص ۲۰۱) پر اور سید مومن شبلنجی نے نور الابصار، ص۲۸ (ص۶۳) پر حدیث شمس کو نقل بھی کیا ہے اور مستند محدثین اور مورخین سے اس کے صحیح ہونے کو بیان بھی کیا ہے۔

متن حدیث: اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے خیبر کے مقام ''صہباء'' پر نماز ظہر پڑھی۔ پھر علیؑ کو ایک ضرورت سے کہیں بھیج دیا، جب واپس آئے تو رسول خداؐ نماز عصر پڑھ چکے تھے۔ علیؑ کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اس وقت رسول خداؐ نے کہا کہ خدایا! تیرا بندہ علیؑ تیرے رسولؐ کے کام سے اپنے نفس کو روکے ہوئے تھا تو اس کے لئے آفتاب پلٹا دے۔ ناگاہ آفتاب طلوع ہوا اور پہاڑ وغیرہ نمایاں ہوگئے۔ علیؑ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی۔ پھر آفتاب غروب ہوگیا۔

حدیث کے دوسرے متون بھی ہیں۔ اس حدیث رد الشمس سے علیؑ نے بروز شوریٰ استدلال فرمایا ہے۔ مناقب خوارزمی میں ہے کہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جواب دیا: علیؑ وہی ہیں کہ اسلام میں سبقت فرمائی، دو قبلہ میں نماز پڑھی، دو بار بیعت نبیؐ کی، انہیں دو سبط (فرزندان رسولؐ) عطا ہوئے، انہیں کیلئے ڈوبنے کے بعد آفتاب پلٹا۔ (۱) اِس سلسلے میں پہلی صدی سے آج تک شعراء نے بلند پایہ اشعار بھی کہے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ابن حزم کی افترا پردازی کی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کی کتاب الفصل میں خرافات کے ڈھیر ہیں۔ کہاں تک ان کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کی فحش گوئی، افترا پردازی، مکاری اور دروغ بافی کا احصاء نہیں کیا جا سکتا۔ وہ الاحکام میں کہتا ہے کہ شیعوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ رسول خداؐ ایک کافر ماں باپ کے فرزند تھے۔ (۲) کیا اس کے بعد ابن حزم کو ادب و شرافت وعفت کا ذرا بھی بہرہ ہو سکتا ہے؟ شرم شرم شرم۔

یہ کہتے ہیں ﴿أَؤُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ﴾ ''کیا ہمارے درمیان یہی ایک شخص تھا جس پر قرآن نازل کیا گیا، درحقیقت یہ جھوٹا ہے اور بڑائی کا طلبگار ہے عنقریب کل ہی انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور متکبر کون ہے''۔ (۳)

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۲۶۰ (۳۲۹، حدیث ۳۴۹)

۲۔ الاحکام فی الاصول الاحکام، ج ۵، ص ۱۷۱ (ج ۵، ص ۱۶۰)

۳۔ قمر / ۲۵۔ ۲۶

الملل والنحل

تالیف: عبدالکریم شہرستانی

یہ کتاب بھی الفصل کی طرح غیر منطقی ہے جسمیں بے بنیاد الزامات، مہمل مفروضات اور جھوٹے پروپیگنڈے کی بھرمار ہے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ شہرستانی کہتے ہیں کہ شیعہ متکلم ہشام بن حکم کا قول ہے کہ خدا جسم والا ہے اور سات بالشت کا ہے، اس کا مخصوص مکان اور مخصوص جہت ہے۔ (۱)

۲۔ ہشام کا علیؑ کے بارے میں نظریہ ہے کہ وہ خدائے واجب الطاعۃ ہیں۔ (۲)

۳۔ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں ہے، اس کا اوپری حصہ کھوکھلا اور نچلی سطح ٹھوس ہے، وہ درخشاں نور ہے، حواس خمسہ بھی ہیں، ہاتھ پاؤں ناک کان، آنکھ اور منھ ہیں۔ کان پر لمبے لمبے روئیں ہیں، وہ سیاہ نور ہے لیکن گوشت و خون سے عاری ہے۔ یہ ہشام کہتا ہے کہ انبیاءؑ سے گناہ ہوسکتا ہے، لیکن ائمہؑ عصمت کے حامل ہیں۔ (۳)

۴۔ زرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ صفات خلق کرنے سے پہلے خدا نہ عالم تھا، نہ قادر، نہ حی، نہ بصیر، نہ مرید، نہ متکلم۔ (۴)

۵۔ ابوجعفر محمد بن نعمان (مومن طاق) کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں نور ہے لیکن اس کے

۱۔ الملل والنحل مطبوع بر حاشیہ الفصل، ج ۲، ص ۲۵ (ج ۱، ص ۱۶۴)

۲۔ الملل والنحل (ج ۱، ص ۱۶۵)

۳، ۴۔ الملل والنحل (ج ۱، ص ۱۶۵)

جسم نہیں۔(۱)

۶۔ یونس بن عبد الرحمٰن کا گمان ہے کہ ملائکہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش خدا کو اٹھائے ہوا ہے۔وہ شیعوں میں مشبہ نقطہ نظر کا مبلغ ہے اس نے اس موضوع پر کتاب بھی لکھی ہے۔(۲)

جواب:

مسلمہ حیثیت سے یہ عقائد باطل ہیں۔لیکن اس شخص نے ان باطل عقائد کی نسبت دانشوران تشیع کی طرف دی ہے جو ائمہ معصومینؑ کی زیر تربیت سائے کی طرح رہے۔انہوں نے تمام عقائد ونظریات ہادیان برحق سے حاصل کر کے وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔اس کے علاوہ خود ان سے مروی احادیث میں عقائد و معارف کا بیان ہے۔جن سے روحانیت شاداب ہوجاتی ہے۔انہیں پڑھ کر ان بہتان طرازیوں کی قطعی تردید ہوتی ہے۔پھر یہ کہ ائمہؑ نے ان کی ستائش کی ہے جبکہ متذکرہ عقائد باطلہ کی بنیاد پر مذمت کرنی چاہیے تھی تا کہ شیعہ ان سے بیزاری اختیار کرتے۔شیعہ سیرت نگاروں نے ان کے حالات وکارناموں پر کتابیں لکھی ہیں جن میں ان کی طرف منسوب باطل عقائد ونظریات کی تردید ہے۔علمائے شیعہ انہیں زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ وہ ان سے قریب تھے۔مخالفوں کو ان کے نظریات کی معرفت کیسے ہوتی وہ تو ان سے دور تھے۔آج تک کسی شیعہ عالم نے فرقہ ہشامیہ، زراریہ اور یونسیہ کی نشاندہی نہیں کی۔علامہ ابوبکر بن عقایقی نے ان متذکرہ فرقوں کی نفی کی ہے۔علم الہدیٰ نے شافی (۳) میں اور علامہ مرتضیٰ رازی نے تبصرۃ العوام (۴) میں ان فرقوں کے وجود کی تکذیب کی ہے، یہی حال علامہ حلی کا بھی ہے۔

کیا یہ شخص اپنے دعوے کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے؟ خدا کی قسم! ہرگز نہیں، نہ کتب کلام میں الوہیت علیؑ کا ہشامی شوشہ ہے، نہ یونس کا عرش نشینی شگوفہ کسی نے دیکھا سنا۔اس سے دلچسپ بات ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتا ہے:

۱۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۷)

۲۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۸)

۳۔الشافی فی الامامۃ (ج۱،ص۸۷۔۸۳)

۴۔تبصرۃ العوام (ص۵۴۔۴۶)

''امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد شیعوں میں ایک اور اختلاف ابھرا۔ کچھ نے جعفر کی امامت مان لی اور کچھ لوگوں نے حسن بن علی کی، ان میں علی بن فلاں طباخی نامی تھا۔ جس نے جعفر کی گاڑی چلا دی۔ لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسن کا امتحان لیا ہے وہ علم سے عاری ہیں۔ جو لوگ امامت حسن کے قائل ہیں انہیں حماریہ کہا جاتا ہے۔ جعفر کے ماننے والوں کی یہ بھی دلیل تھی کہ چونکہ حسن کی وفات کے وقت ان کا کوئی فرزند نہیں تھا جو جانشین بن سکے اس لئے ان کی امامت باطل ہے''۔ ان مہمل بہتان طرازیوں میں آگے کہتا ہے کہ اس وقت جعفر بن علی کے بعد اور ان کی بہن فاطمہ کی امامت میں شدید اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ جعفر کو امام مانتے تھے اور کچھ فاطمہ خاتون کو۔ پھر علیؑ و فاطمہ کی موت کے بعد بھی سخت اختلاف رونما ہوا۔(۱)

ان احمقانہ افترا پردازیوں پر ہنسی آتی ہے لیکن رونا اس بات پر آتا ہے کہ اس شخص کو بہتان کا سلیقہ بھی نہیں۔ کاش! اس نے کچھ لکھنے سے قبل قوم شیعہ کی تاریخ و عقائد پر مشتمل کتابیں دیکھ لی ہوتیں۔ نہ کبھی امام حسن عسکریؑ و جعفرؑ میں اختلاف ہوا اور نہ علی بن فلاں نامی نے جعفر کے لئے حالات استوار کئے۔ اس انجان شخص کا کہیں اتہ پتہ نہیں۔ خود شہرستانی کیا کسی نجومی کو بھی پتہ نہیں، جن لوگوں نے امام حسن عسکریؑ کا علم جانچا اور ان کا امتحان لیا وہ کون لوگ تھے؟ آپ کے علم و فضل کی ستائش سے تو سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ پیروان حسن جنہیں حماریہ کہا جاتا ہے کون لوگ ہیں؟ واضح بات ہے کہ آل محمدؐ سے ہمیشہ ہی حسد و عناد کا مظاہرہ کیا گیا اس لئے ان پر دشنام طرازی کرنے والے ہر عہد میں ہوئے ہیں۔ ان میں حماریہ کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ یہ حسن بن فضال کو امام حسن عسکریؑ کے عہد میں کیسے ٹپکا دیا گیا؟ فضال کا انتقال ۲۲۴ھ میں ہوا، اس وقت امام حسن عسکری کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ امام علی نقی علیہ السلام کی دختر فاطمہ کی امامت کا قائل کون ہے؟ آپ کی فاطمہ نامی کوئی بیٹی ہی نہیں تھی۔ آپ کے بیٹوں میں حسن و حسین اور جعفر تھے۔ اور صرف ایک بیٹی تھیں، اس پر تمام تاریخیں متفق ہیں۔ اس قسم کی افترا پردازیوں سے شہرستانی کی تمام کتاب بھری ہوئی ہے۔(۲)

۱۔(الملل والنحل، ج۱، ص۱۵۱) ۲۔ الملل والنحل مطبوع بر حاشیہ الفصل، ج۲، ص۵ (ج۱، ص۱۵۰)

شہرستانی نے شیعی امتیازات گناتے ہوئے کہا کہ ''شیعہ تناسخ اور حلول اور تشبیہ کے قائل ہیں'' (۱) شیطان ہر جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتا ہے۔ شیعوں کے عقائد وکلام کی کتابیں موجود ہیں۔ ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ کسی شیعہ عالم سے پوچھئے، آیئے خود مجھ سے پوچھئے۔ آپ کی نادانی کی تشفی کر دوں۔ شہرستانی ہی پر کیا منحصر عصر حاضر کے طہٰ حسین جیسے عیاروں نے جو جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں، انہیں سے پوچھئے۔ کیا کوئی شیعہ اس کا قائل ہے؟ شہرستانی کس قماش کے انسان تھے۔ انہیں کے معاصر محمد خوارزمی سے پوچھئے، وہ معجم البلدان (۲) میں لکھتے ہیں کہ اگر اس کے عقائد، کفر والحاد پر مشتمل نہ ہوتے تو وہ یقینی طور سے امام ہوتا۔ مجھے تو اس کی دانش افروزی پر تعجب ہوتا ہے کہ جن باتوں کا کہیں پتہ نہیں اس کا وہ کیسے قائل ہے؟ خدا ہمیں ان خرافات سے محفوظ رکھے۔

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنا لیا ہے اور خدا نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور خدا کے بعد کون ہدایت کر سکتا ہے کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے ہو''۔ (۳)

۱۔ الملل والنحل ج ۲، ص ۲۵ (ج، ص ۱۴۷)

۲۔ معجم البلدان، ج ۵، ص ۳۱۵ (ج ۳، ص ۳۷۶)

۳۔ (جاثیہ/۲۳)

منہاج السنۃ

تالیف: ابن تیمیہ

آپ اس کتاب کا نام بدل کر منہاج البدعۃ بھی رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں گمراہیاں، دروغ بافیاں، بہتان اور انکار مسلمات دین، تکفیر اہل اسلام اور اہل بیتؑ سے عناد کے جا بجا مظاہرے ہیں۔ تلخ کلامی، فحاشی کی حدیں بھی پھلانگ جاتی ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ شیعوں کی نادانی دیکھئے کہ وہ دس کے عدد سے بدکتے ہیں۔ کسی کام یا تعمیرات میں دس کا عدد آنے نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ کو علیؑ سے سخت دشمنی تھی۔ مزہ یہ کہ وہ نو کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور دس کو برا سمجھتے ہیں۔ (۱) حتی الامکان دس سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۲)

جواب:

اس قسم کی ذلیل باتیں مسلمانوں میں رائج کرنا شیخ الاسلام کو زیب دیتا ہے، وہ اس قسم کے لچر بگھار کر اپنی دوکان سجا سکتا ہے۔ اس قسم کی جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے شرم بھی نہیں آتی۔ دنیا میں کروڑوں شیعہ پھیلے ہوئے ہیں، ان کی کتابیں دستیاب ہیں، ان سے پوچھئے اور دیکھئے کیا کہیں اس کا وجود ہے؟ شیعوں کے قرآن میں تو ﴿**تلک عشرة کاملة**﴾ ﴿**من جاء بالحسنة فله عشر امثالها**﴾ ﴿**والفجر و ليال عشر**﴾ ﴿**قالو يعشر سور مثله**﴾ جیسی آیات ہیں جنہیں وہ صبح و شام پڑھتے ہیں۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۹۔ ۲۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۴۳۔

وہ ہر شب دعائے عشرات پڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے وظائف میں دس اور علم و دانش میں بحث عقول عشرہ معروف ہے۔ ان کے یہاں دس کی بھر مار دیکھئے کہ پیغمبرؐ کے دس نام ہیں، امام کے دس صفات ہیں، علیؑ نے رسولؐ سے دس خصلت حاصل کی، شیعوں کو دس بشارتیں ملیں، مکارم اخلاق کی دس خصلتیں، دس علامتوں کے بعد قیامت برپا ہوگی، دس چیزیں نہیں کھانی چاہیے، مومن دس خصائل سے دانشمند ہوتا ہے، دس جگہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے، ایمان کے دس درجہ، عافیت کے دس حصے، زہد کے دس حصے، شہوت کے دس حصے، برکت کے دس حصے، حیا کے دس حصے، شیعوں میں دس خصائل، اسلام کے دس حصے، مسواک کے دس فائدے۔

یہ تمام احادیث ابن تیمیہ کی دروغ بافیوں کو مسترد کرتی ہیں۔ اصولی طور سے شیعہ کسی کی دشمنی و دوستی میں عدد کے قائل نہیں۔ خدا کی پناہ اس اتہام طرازی سے۔

۲۔ کہتا ہے: شیعوں کی نادانی دیکھئے کہ اپنے امام منتظر (عج) کے اڈے بنا کے ان کا انتظار کرتے ہیں۔ جیسے سامرہ کا سرداب جہاں سے ان کے گمان کے مطابق امام غائب ہوئے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہیں ہیں، کبھی ان جگہوں پر کوئی جانور کھڑا کر کے آواز دیتے ہیں: یا مولانا اخرج (آقا جلد نکلئے) نیام سے تلوار نکالتے ہیں، اپنے کو اسلحہ سے آراستہ کرتے ہیں۔ کچھ تو شیعہ ایسے ہیں کہ انتظار میں مستقل کھڑے ہیں، نماز بھی نہیں پڑھتے کہ کہیں امام کا خروج ہو جائے اور ہم نماز ہی پڑھتے رہ جائیں، ماہ رمضان کے آخری دنوں میں پورب کی طرف رخ کر کے امام کو صدا لگاتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ان کی حماقت دیکھئے کہ بکری کا بچہ پالتے ہیں، اسے سرخ رنگ میں رنگتے ہیں کیونکہ عائشہ کا نام حمیرا تھا (جس کا مطلب ہے سرخ انگارہ عورت) اسے عائشہ فرض کر کے مختلف طریقوں سے اذیت دیتے ہیں تاکہ اس طرح عائشہ کا بدلہ لے سکیں۔ (۲)

۴۔ ایک اور طریقہ رائج ہے کہ کھال میں تیل بھر کے چمکدار بناتے ہیں پھر کھال شگافتہ کر کے اس کا روغن پی جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ عمر کی مار ہے اور یہ اس کا خون پیتا ہے۔

۱۔ منھاج السنۃ (ج ۱، ص ۳۰۔ ۲۴) ۲۔ منھاج السنۃ (ج ۲، ص ۱۴۵)

۵۔ اسی طرح دو خچر لیکر ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا عمر رکھ چھوڑے ہیں پھر ان پر مار پڑتی ہے بطور انتقام آخر الذکر تینوں اتہام کو بار بار ذکر کیا ہے۔(۱)

۶۔ اپنے تلوؤں پر عمر و ابوبکر کا نام لکھ کر زمین پر پٹکتے ہیں۔

۷۔ اپنے کتوں کا نام ابوبکر و عمر رکھ دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔(۲)

جواب:

میں نے اکثر گندے الزامات نقل کرنے سے پرہیز کیا ہے جن سے شیعوں کی قومی زندگی کو اس شخص نے سیاہ کرنا چاہا ہے۔ اس قسم کے اتہامات بازاری لوگوں کو خوش کرنے کیلئے تو مفید ہیں لیکن کوئی دانشمند انہیں کبھی نہ مانے گا، اس قسم کے جھوٹے پڑوپیگنڈوں سے وہ مذمت و تکفیر کے مواقع تلاش کرتا ہے۔ اس قسم کی شرمناک باتیں اسی عہد سے مخصوص نہیں، آج بھی کی جارہی ہیں تاکہ اس روشنی کے زمانے میں بھی عقائد و نظریات کے فاصلوں میں مزید شگاف پیدا کیا جاسکے۔ آج مصری قلم کار اپنے پرکھوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کل سے زیادہ خطرناک ہیں۔ آگے ان کے نمونے پیش کئے جائیں گے۔ اساتذہ اور اہل قلم جھوٹ اور غلط پروپیگنڈوں کی گھار مچائے ہوئے ہیں۔ مزہ یہ کہ وہ آقایان قوم اتحاد اسلامی کی بھی بات کرتے ہیں۔

۸۔ کہتا ہے: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رافضی جھوٹے ہیں، بخاری جیسے محدثین نے متقدمین شیعہ جیسے عاصم بن حمزہ، حارث اعور، عبداللہ بن سلم جیسوں سے اس لئے روایت کی ہے کہ وہ نیک تھے۔(۳)

جواب:

فتوے میں علماء کے اتفاق سے تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں اس موضوع پر بحث ہوئی ہوگی کہ مسلمانوں میں کون فرقہ جھوٹا ہے اور کس کا درجہ جھوٹ میں زیادہ ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے اس فتوے کی نشاندہی نہیں کی۔ وہ یہ بیان کرنے سے کترا رہا ہے کہ تمام اہل قبلہ اس کے کافر و کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ اس کی کتابوں میں اس کے ثبوت موجود ہیں، مزید جھوٹ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ لکھتا ہے: ''محدثین نے شیعوں سے

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۴۵۔ ۲۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۱۱۔ ۳۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۱۵۔

روایت بھی نہیں لی''۔ حالانکہ تمام صحاح ومسانید میں مشائخ تشیع بھرے پڑے ہیں، تفصیل آگے بیان ہوگی۔

۹۔ شیعوں کے نزدیک اصول دین چار ہیں: توحید، عدل، نبوت وامامت۔ وہ توحید کے سلسلے میں نفی صفات، خلق قرآن اور قیامت میں خدا کا دیدار محال ہے جیسے عقیدۂ شیعہ کو بیان کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ وہ عدل میں قدرت خدا کے منکر ہیں یعنی خدا جسے چاہے ہدایت کرے ایسا نہیں۔ وہ جسے چاہے گمراہ کرسکتا ہے...وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کہ خدا جو چاہے وہ ہوہی جائے وہ ہر چیز پر قادر نہیں....۔(۱)

جواب:

اس جاہل کو اصول دین واصول مذہب کا فرق بھی نہیں معلوم۔ اس نے امامت کو جو اصول مذہب میں ہے اسے اصول دین میں ٹھونس دیا ہے۔ اس کی وجہ سے بحث کرنے والوں کو سخت اشتباہ لاحق ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اصول دین سے عقیدہ قیامت کو نکال دیا ہے حالانکہ ایک شیعہ بھی اس کا منکر نہیں۔ سب کا عقیدہ ہے کہ عقیدۂ قیامت اصول دین میں ہے حالانکہ اگر امامت کو اصول دین میں شمار کیا جائے تو معیار دلیل سے بعید نہ ہوگا کیونکہ خدا نے امیر المومنینؑ کی ولایت کو رسولؐ کی ولایت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ آیہ ﴿انما ولیکم اللہ و رسول و الذین آمنو﴾ میں خاص امیر المومنینؑ کی ولایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آیہ اکمال دین بھی ولایت امیر المومنینؑ ہی سے متعلق ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت اصول دین سے ہے کیونکہ اس وجہ سے دین کامل ہوتا ہے اگر نہ مانا جائے تو دین ناقص اور بندوں پر خدا کی نعمتیں ناتمام رہ جائیں۔ اس ولایت کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر رسولؐ بھی اس کے اعلان میں کوتاہی کریں تو ان کی تمام تبلیغی مساعی اکارت ہوجائیں۔ آیہ بلغ گواہ ہے۔ پھر یہ کہ تمام اعمال کی قبولیت مشروط ہے صحت ولایت پر، یہ خصوصیت عقیدہ توحید ونبوت کو حاصل نہیں کہ تمام اعمال کو اس کی صحت پر مشروط قرار دیا گیا ہو۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے دو آدمیوں کے نزاع میں فرمایا تھا کہ یہ علیؑ میرے مولا ہیں اور تمام مومنوں کے مولا ہیں۔ جس کے یہ مولا نہیں وہ مومن نہیں۔ آگے کچھ احادیث بیان کی جائیں گی کہ علیؑ کی دشمنی نفاق وکفر کی پہچان ہے اگر آپ نہ ہوتے تو بعد پیغمبرؐ مومن

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۲۳۔

پہچانے نہ جاتے۔ان کا دشمن مومن نہیں ہوسکتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو بھی ولایت سے روگردان ہوا وہ گویا توحید و نبوت سے روگردان ہوا، صراط مستقیم سے منحرف ہوا پھر یہ کہ اکثر احکام ولایت ان دونوں کے احکام سے مربوط ہیں۔بعض مصالح کی بنیاد پر کچھ احکامات میں فرق ہونا، استثناء میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

اگر شیعوں پر نفی صفات کا الزام ان معنوں میں لگایا جاتا ہے کہ وہ خدا کے زائد بر ذات نہیں تو یہ توحید خالص ہے اس سلسلے میں کیت کلام دیکھی جاسکتی ہے۔اور اگر ان معنوں میں کہا جائے جو معطلہ کا قول ہے کہ شیعہ اس سے تبرا کرتے ہیں۔خلق قرآن کے بارے میں بھی شیعوں کا عقیدہ یہی ہے کہ جو صفت خدا کے ازلی ہونے کے ہم آہنگ ہو شیعہ اسے نہیں مانتے۔رویت خدا کے محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا جسم نہیں رکھتا اور صحیح منطق، اس کی تائید بھی کرے گی اسے بھی کیت کلام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ جن باتوں کی شیعوں کی طرف نسبت دی گئی ہے وہ محض افترا ہے شیعوں کے یہاں ان کا کہیں وجود نہیں۔

۱۰۔خدا نے احترام مساجد کا حکم دیا ہے لیکن رافضی نہ تو مساجد کا احترام کرتے ہیں نہ اس میں جمعہ و جماعات بجالاتے ہیں۔اگر مسجدوں میں نماز پڑھتے بھی ہیں تو فرادیٰ پڑھتے ہیں۔

مگر مزاروں اور روضوں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔وہ وہاں مشرکوں کی طرح حج کے ارکان بجالاتے ہیں، وہی ان کا مقصود و مطلوب ہے۔اکثر زیارت کو حج پر ترجیح دیتے ہیں کہ زیارت کا ثواب زیادہ ہے۔کوئی مالدار حج کے لئے نہ جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر زیارت کیلئے نہ جائے تو اس کی مذمت کرتے ہیں۔اسی طرح اگر جمعہ و جماعات کی جگہ مشاہد مقدسہ میں نہ جائے تو مذمت کرتے ہیں۔ یہ خود ان کے عیسائی و مشرک ہونے کا ثبوت ہے۔(۱)

جواب:

شیعوں کی مساجد ہر دیہات، قصبے اور شہر میں آباد دیکھی جاسکتی ہیں، وہاں کھلی آنکھوں سے ان کا احترام بھی دیکھا جاسکتا ہے جسے ہر شیعہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے۔شیعوں کے یہاں مسجد نجس کرنا حرام اور اس کا پاک کرنا واجب ہے۔اگر کوئی شخص ناپاک مسجد میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔حالت جنابت وحیض

۱۔منھاج السنۃ، ج ۱، ص ۱۳۰۔

وغیرہ میں مسجد کے اندر بیٹھنا حرام ہے، مسجد میں دنیاداری کی بات مکروہ ہے اگر کوئی ایسا کرے تو طمانچہ لگا کر کہنا چاہئے فض اللہ فاک ،(خدا تیرا منھ توڑے)۔ائمہؑ سے مروی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا دوسری جگہ قبول نہیں۔شیعی فقہ میں اس قسم کی بے شمار باتیں درج ہیں۔رہی جمعہ و جماعات کی بات تو جس کی آنکھ ہے ہر جگہ شیعوں کی مسجدوں میں جمعہ و جماعات کے شاندار مناظر دیکھ سکتا ہے۔مشاہد مقدسہ کی تعظیم کا شرک سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ شیعہ ان صاحبان مشاہد کی زیارت کر کے درود و سلام اور تعریف و تعزیت کر کے خدا سے تقرب حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اولیاء خدا ہیں جن کی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ خود قرآن کہتا ہے:

﴿عباد مکرمون لا یسقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون﴾ حج کو زیارت پر ترجیح دینے والی بات قطعی بہتان ہے۔شیعوں کے یہاں متفقہ حدیث ہے ''بنی الاسلام علی خمس : الصلوۃ و الزکوۃ والحج و الصوم و الولایت''(اسلام کے پانچ ستون ہیں: نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور ولایت)اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ باوجود استطاعت، حج نہ کرنے والا کافر یہودی یا عیسائی مرتا ہے۔ایسی سخت تاکیدوں کے بعد کیا ان بے بنیاد پروپیگنڈوں کی کچھ وقعت رہ جاتی ہے۔

شیخ مفید نے منسک الزیارات نامی کتاب لکھی ہے۔لفظ منسک کو ارکان حج سے جوڑنا سفسطہ ہے کیونکہ منسک کا مطلب ہے حقوق الٰہی ادا کرنے والی عبادت۔شرعی حیثیت سے یہ لفظ حج ہی سے مخصوص نہیں اگرچہ عرفی حیثیت سے حج سے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔اس لئے ہر وہ عبادت جس میں خدا کی خوشنودی ہو اسے منسک کہا جا سکتا ہے۔زیارتوں میں دعائیں اور نمازیں ہیں۔قبر پر سجدہ یا قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی بات غلط ہے لیکن صاحب قبر کو واسطہ بنا کر خدا سے دعا مانگنا صحیح ہے۔اسے شرک سمجھنا صریحی گمراہی ہے کیونکہ خاصان خدا کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے۔

شیخ مفید اور دیگر لوگوں کی کیت مزارات میں ابن تیمیہ کے اتہامات کا کہیں پتہ نہیں۔

سقیفہ والے سمجھداری کے دشمن ہیں۔

۱۱۔اکثر جھوٹوں نے حدیث گڑھ لی ہے کہ آیہ ولایت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس

میں حالت رکوع میں انگوٹھی کے تصدق کی بات باجماع علماء غلط ہے۔(۱) اسی طرح شیعوں کی لچر دلیلوں میں ایک بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کے لئے ڈوبا ہوا سورج پلٹا۔ آیہ تطہیر اور آیہ مودت اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حدیث مواخاۃ بھی بیان کی جاتی ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔

جواب:

انسان اپنے تعصب وعناد میں اس قدر بھی اندھا نہ ہوجائے کہ واضح حقائق کا انکار کر بیٹھے۔ جسے ائمہ تفسیر، محدثین وحفاظ نے امیر المومنینؑ، ابن عباس، ابوذر، عمار، جابر، ابورافع، انس بن مالک، سلمہ، ابن سلام کے سلسلہ سند سے بیان کیا ہے اور اس کی صحت پر اجماع ہو اس کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس جاہل نے اپنے پھکڑ پن میں ائمہ حدیث کو بیک قلم جھوٹا اور کذاب لکھ مارا ہے جنہوں نے اس آیت سے احکامات مستنبط کئے ہیں (۲) کہ فعل قلیل مبطل نماز نہیں اور صدقہ مستحی کو زکوۃ بھی کہتے ہیں۔ انہیں بھی جھوٹا لکھ دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام افراد اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اس آیت کے سلسلے میں عمومی حیثیت سے مفسرین نے طریق دلالت کا واضح انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کچھ نے حوالے بیان کئے اور کچھ نے واضح طریقے سے اس کے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی صحت پر اتفاق ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ذرا دیکھئے تو کہ ابن تیمیہ اسے جھوٹ کہہ رہے ہیں اور مندرجہ ذیل علماء میں سے بعض نے اس کی صحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے:

قاضی محمد بن عمر واقدی، حافظ ابوبکر صفانی، ابن شیبہ، ابوجعفر اسکافی، حافظ کشی، ابوسعید اشج، ابوالحسن زمانی، حاکم بن تیع نیشاپوری، ابوبکر شیرازی، حافظ ابن مردویہ، ابواسحاق ثعلبی، ابونعیم اصفہانی ماوردی، حافظ بیہقی، خطیب بغدادی، بن ہوازن نیشاپوری، واحدی، ابن مغازلی، عبدالسلام قزوینی، ابوالقاسم حسکانی، فقیہ طبری، فرّا بغوی، ابوالحسن رزین اندلسی، جاراللہ زمخشری، حافظ سمعانی، نظری امام قرطبی، خوارزمی، ابن عساکر، ابوالفرج بن جوزی، فخر رازی، ابن اثیر شیبانی، بن طلحہ شافعی، سبط بن جوزی،

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص ۱۵۵۔

۲۔ جیسے جصاص نے احکام القرآن (ج۲، ص ۴۴۶) پر، نسفی نے تفسیر نسفی، ج۱، ص ۴۸۹، اور طبری نے احکام القرآن، ج۳، ص ۸۴) میں کیا ہے۔

ابن ابی الحدید، حافظ گنجی شافعی، قاضی بیضاوی، حافظ الدین نسفی، شیخ الاسلام حموئی، علاء الدین خازن، شمس الدین محمود اصفہانی، جمال الدین محمد بن یوسف زرندی، محب الدین، طبری، ابو حیان اندلسی، حافظ کلبی، قاضی عضد الدین، نظام الدین، نیشاپوری، سعد الدین تفتارانی، شریف جرجانی، قوشنجی، ابن صباغ مالکی، سیوطی، ابن حجر مکی، حسن چلپی، مسعود شروانی، قاضی شوکانی، سید محمود آلوسی، شیخ سلیمان قندوزی، شبلنجی، عبد القادر کردستانی کے علاوہ بھی متکلمین و مفسرین نے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے پر اتفاق کیا ہے۔(۱)

۱۔ قاضی محمد بن عمرو اقدی کی روایت ذخائر العقبیٰ ص۱۰۲ پر، عبد الرزاق صنعانی کی روایت تفسیر ابن کثیر، ج۲،ص۷۱ پر، ابن شیبہ نے اپنی تفسیر میں، ابو جعفر اسکافی نے اپنے رسالے (نقض العثمانیۃ، ص۳۱۹) میں، حافظ کشی نے اپنی تفسیر میں، ابو سعید اشج نے اپنی تفسیر میں، نسائی نے اپنی سنن میں، ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر (جامع البیان، مجلد۴، ص۶، ص۲۸۸) ج۶، ص۱۸۶ پر، ابن ابی حاتم کی روایت کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر اور سیوطی نے درمنثور اور اسباب نزول میں، ابو القاسم طبرانی نے معجم الاوسط (ج۷،ص۱۳۰، حدیث ۶۲۲۸) میں، حافظ ابو محمد انصاری نے اپنی تفسیر میں، ابو بکر جصاص نے احکام القرآن، ج۲، ص۵۴۲ (ج۲،ص۴۴۶) پر، ابو الحسن زمانی نے اپنی تفسیر میں، ابن بیع نیشاپوری نے معرفۃ اصول الحدیث، ص۱۰۲ پر، ابو بکر شیرازی نے مانزل من القرآن فی امیر المومنین میں، حافظ ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں، ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سورۂ مائدہ کی آیۃ ۵۵ میں، ابو نعیم اصفہانی نے فی مانزل من القرآن فی علی میں: ابو الحسن ماوردی نے اپنی تفسیر (النکت والعیون، ج۲، ص۴۹) میں، حافظ بیہقی نے اپنی کتاب المصنف میں، خطیب بغدادی نے المحقق میں، ابن ہوازن نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں، واحدی نے اسباب النزول، ص۱۴۸ (ص۱۳۳) پر، ابن مغازلی نے مناقب علی (ص ۳۱۴۔۳۱۱، حدیث ۳۵۸۔۳۵۴) میں، عبد السلام قزوینی نے اپنی تفسیر میں، ابو القاسم جسکانی نے شواہد التنزیل (ج۱، ص۲۳۱، نمبر ۲۳۵) میں، فقیہ طبری نے اپنی تفسیر (احکام القرآن، ج۳، ص۸۴) میں، فرا البغوی نے معالم التنزیل مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن، ج۲، ص۵۵ (ج۲، ص۴۷) پر، ابو الحسن رزین اندلسی نے الجمع بین الصحاح الست میں، جار اللہ زمخشری نے تفسیر کشاف، ج۱، ص۴۲۲ (ج۱، ص۶۴۹) پر، حافظ سمعانی نے فضائل الصحابۃ میں، نطنزی نے خصائص علویہ میں، امام ابو بکر قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن، ج۶، ص۲۲۱ پر، خوارزمی نے اپنی مناقب ص۱۷۸ (ص ص۲۶۴، ۲۶۶، حدیث ۲۴۶، ۲۴۸) پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (ج۱۲، ص ۳۰۵، نمبر ۹۱۵) میں، ابو الفرج ابن جوزی سے ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۲۷ (ج۳، ص۱۸۲) اور ذخائر العقبیٰ، ص۱۰۲ پر، فخر رازی نے اپنی تفسیر کبیر، ج۳، ص۴۳۱ (ج۱۲، ص۲۶) پر، ابن اثیر شیبانی نے جامع الاصول (ج۹، ص۴۷۸، حدیث ۶۵۰۳) میں، بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول، ص۳۱ پر، سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص۹ (ص۱۵) پر، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص ۲۷۵ (ج۱۳، ص۲۷۷، خطبہ ۲۳۸) پر، حافظ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب، ص۱۰۶ (ص۲۲۹، باب ۶۱، ص۲۵۰، باب ۶۲) پر، قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۳۴۵ (ج۱، ص۲۷۲) اور مطالع الانظار (ص ۴۷۷، ۴۷۹) میں، حافظ الدین نسفی نے تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن، ج۱، ص۴۹۶ (ج۱، ص۲۸۹) پر، شیخ الاسلام حموئی نے فرائد السمطین (ج۱،>>>

متن حدیث: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور صدا لگائی: کوئی وفادار دولت مند ہے جو قرض دے؟ اس وقت علیؑ حالت رکوع میں تھے اشارہ کیا کہ میری انگوٹھی ہاتھ سے لے لے۔ رسولؐ نے عمر سے فرمایا: واجب ہوگئی۔ عمر نے پوچھا: کیا؟ فرمایا: بخدا بہشت اس پر واجب ہوگئی، جیسے ہی اس نے انگوٹھی ہاتھ سے لی خدا نے تمام چھوٹے بڑے گناہ بخش دیے۔ انس کہتے ہیں کہ ابھی لوگ مسجد سے باہر بھی نہیں ہوئے تھے کہ آیہ ولایت نازل ہوئی: انما ولیکم الله۔ اس وقت حسان بن ثابت نے پانچ شعر اس بارے میں کہے۔ اے ابوالحسنؑ! تم پر میری جان قربان اور ہر سائق ہدایت تم پر صدقے ہو جائے، کیا میری اور تمام دوستوں کی مدح ضائع ہو جائے گی؛ خدا کی مدح تو ضائع ہونے والی نہیں۔

آپ نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی، اے بہترین راکع! آپ پر تمام امت کی جانیں قربان، اے بہترین خریدار، اے بہترین فروشندہ! پھر آپ کے لئے خدا نے آیہ ولایت نازل فرمائی۔

اختصار کے خیال سے اتنے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے!!!

<<< ص ۱۹۰، حدیث ۱۵۰، باب ۳۹) میں، محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۲۷ اور ذخائر العقبیٰ، ص ۱۰۲ پر، خازن نے تفسیر خازن، ج ۱، ص ۴۹۶ (ج ۱، ص ۴۷۵) پر، شمس الدین محمود اصبہانی نے شرح تجرید موسوم بہ تسدید العقائد میں، جمال الدین محمد بن یوسف زرندی نے نظم درر السمطین (ص ۸۶) میں، ابوحیان اندلسی کی تفسیر بحر محیط، ج ۳، ص ۵۱۴ پر، کلبی نے اپنی تفسیر تسہیل العلوم التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۱ پر، عضد ایجی نے المواقف، ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۱) پر، نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن، ج ۳، ص ۴۶۱ (مجلد ۴، ج ۶، ص ۱۶۷) پر سعد الدین تفتازانی نے المقاصد اور شرح مقاصد، ج ۲، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۲۷۲) پر، شریف جرجانی نے شرح المواقف (ج ۸، ص ۳۶۰) میں، قوشجی نے شرح التجرید (ص ۴۷۷) میں، ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمۃ، ص ۱۲۳ (ص ۱۲۲) پر، سیوطی نے درمنثور، ج ۲، ص ۲۹۳ پر، اسباب نزول القرآن، ص ۵۵ (ص ۸۱) پر، کنز العمال، ج ۲، ص ۳۹۱ (ج ۱۳، ص ۱۰۸، حدیث ۳۶۳۵۴، ص ۱۶۵، حدیث ۳۶۵۰۱) کے بقول جمع الجوامع میں، ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقۃ، ص ۲۴ (ص ۴۱) پر، حسن چلپی نے شرح المواقف (ج ۸، ص ۳۶۰) میں، مسعود شروانی نے بھی شرح المواقف میں، قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر (فتح القدیر، ج ۲، ص ۵۳) میں، سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی، ج ۲، ص ۳۲۹ (ج ۶، ص ۱۶۷) پر، شیخ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۴۷، باب ۵۶) پر، شیخ مومن شبلنجی نے نور الابصار ص ۷۷ (ص ۱۵۸) پر اور شیخ عبد القادر بن محمد سعید کردستانی نے تقریب المرام فی شرح تہذیب الکلام، ج ۲، ص ۳۲۹ پر لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ایک لچر اعتراض

آلوسی نشر اللئالی میں آیۂ ولایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تنہا حضرت علیؑ کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ تمام انصار ومہاجرین کی شان میں نازل ہوئی ہے، حضرت علیؑ ان میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں الذین صیغۂ جمع استعمال ہوا ہے۔ اکیلے حضرت کیسے مقصود آیت ہو سکتے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص کی اپنی پرواز نہیں بلکہ ابن کثیر دمشقی کے چبائے ہوئے لقمے ہیں۔ اس نے تو یہاں تک بکواس کر ڈالی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔

غفلت شعاروں نے یہ حقیقت فراموش کر دی ہے کہ ہر عمومی حکم میں دوسروں کیلئے تشویق کی غرض سے بلیغ تر انداز گفتگو اختیار کر کے فرد خاص کے کارنامے کو موکد کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں بے شمار ہیں مثلاً:

۱۔ ﴿الذین قالو ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء﴾ (۲) یہ قول حی بن اخطب کا تھا یا فنحاص بن عازورا کا تھا۔

خازن کہتے ہیں کہ ہر چند یہ قول ایک یہودی کا تھا لیکن چونکہ سب ہی راضی تھے اس لئے تمام یہودیوں کو شامل کر لیا گیا ہے۔(۳)

۲۔ ﴿منھم الذین یؤدون النبی﴾ (۴) یہ آیت جلاس بن سوید یا نبتل یا عتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سب ہی منافق تھے۔(۵)

۱۔ نشر اللآلئ علی نظم الآمالی، ص ۱۶۹۔ ۲۔ آل عمران / ۱۸۱

۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۲۹۴ (ج ۴، ص ۱۸۷) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۳۴، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۳۲ (ج ۱، ص ۳۱۰)

۴۔ توبہ / ۶۱

۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۱۹۲ (ج ۸، ص ۱۲۲) تفسیر خازن، ج ۲، ص ۲۵۳ (ج ۲، ص ۲۴۱)، الاصابۃ، ج ۳، ص ۵۴۹۔

۳۔﴿والذین یبتغون الکتاب﴾ (۱) یہ آیت صبیح مولیٰ حویطب کے بارے میں نازل ہوئی۔(۲)

۴۔﴿ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما﴾(۳) یہ مرتد کے بارے میں نازل ہوئی۔(۴)

۵۔﴿لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوا﴾ (۵) یہ آیت اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں ہے۔(۶)

اس طرح علامہ امینی نے ستائیس آیات بطور شاہد پیش کی ہیں۔

۱۲۔ وہ کہتا ہے کہ رافضی تو علیؑ کا ایمان وعدالت بھی ثابت نہیں کر سکتے، نہ جنتی ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔ان کی امامت کی بات تو دور رہی۔

لیکن اگر وہ ابوبکر، عمر اور عثمان کو مان لیں تو علیؑ کی امامت ثابت ہو سکتی ہے۔ان سے الگ کر کے علیؑ کیلئے کوئی بھی دلیل سازگار نہیں ہو سکتی۔جس طرح عیسائی نبوت عیسیٰؑ بغیر نبوت محمدؐ ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔بغیر ان کے کوئی دلیل سازگار نہیں ہو سکتی۔

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ رافضی اپنے مذہب کی بنیاد پر ایمان علیؑ وعدالت ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔انہیں اہل سنت کا ہمزبان بننا ہی پڑے گا۔اور اگر وہ اہل سنت کے ہمزبان بن کے علیؑ کا ایمان تواتر کے بطور ثابت کریں گے تو معاویہ، یزید اور خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنی عباس کا اسلام ونماز و

۱۔(نور/۳۳)

۲۔تفسیر قرطبی، ج ۱۲، ص ۲۴۴ (ج ۱۲، ص ۱۶۲) اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۱ (ج ۳، ص ۸، نمبر ۲۴۷۸) الاصابۃ، ج ۲، ص ۱۷۶۔

۳۔(نساء/۱۰)

۴۔تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۵۳ (ج ۵، ص ۳۶) الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۹۷۔

۵۔(ممتحنہ/۸)

۶۔صحیح بخاری (ج ۲، ص ۹۲۴، حدیث ۲۴۷۷) صحیح مسلم (ج، ص ۳۹۱، حدیث ۵۰، کتاب الزکاۃ) مسند احمد (ج ۷، ص ۴۸۳، حدیث ۲۶۴۷۵) جامع البیان (مجلد ۱۴، ج ۲۸، ص ۶۶) تفسیر قرطبی، ج ۱۸، ص ۵۹ (ج ۱۸، ص ۴۰) تفسیر خازن، ج ۴، ص ۲۷۲ (ج ۴، ص ۲۵۸)

صیام و جہاد بھی متواتر طور سے ثابت ہو جائے گا۔(۱)

جواب:

جگ جگ جیو میرے یار! کاش! ہم سمجھ سکتے کہ ایمان و عدالت علیؑ بھی دلیل و ثبوت کا محتاج ہے۔ ابتدائے اسلام میں انہوں نے جس طرح رسولؐ کا بوجھ ہٹایا اور برادری کے حقوق ادا کئے وہ دلیل کے محتاج نہیں۔ انہیں کی تلوار سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، شرک کی فوج کو خاک چٹائی، ان کے بیان و برہان سے الحاد کا تیا پانچہ ہوا، انہیں کے ہاتھوں کعبہ بتوں سے پاک ہوا، ان کے لئے آیہ تطہیر نازل ہوئی، وہ قرآن کی روشنی میں نفس رسولؐ ہیں، بستر رسولؐ پر سو کر رضائے خدا کا سودا کیا، وہی رسولؐ کی طرح مومنوں کے نفسوں پر اولی بالتصرف ہیں۔

اس سلسلے میں احادیث شیعہ متواتر ہیں لیکن جب ہمارا مخالف ہم سے الجھتا ہے تو اہل سنت کی کتابوں سے احتجاج کر کے تواتر ثابت کرتے ہیں۔ یہ ایک مناظرے کا سخت طریقہ ہے۔

علیؑ کے ایمان کا ایروں غیروں کے ایمان سے موازنہ!!!۔ کیا یہ لوگ ان کو علیؑ کا نفس واحد خیال کرتے ہیں جس کے اجزاء نہ کئے جا سکیں؟ یا روح واحد تمام میں جاری و ساری ہوگئی۔ شیعوں کے مناظرات و احتجاجات ان کی محافل و مجالس میں گونجتے رہے ہیں، جو نا قابل فراموش ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے کہ ابن تیمیہ نے شیعوں کو یہودیوں سے تشبیہ دیکر دل کی بھڑاس نکال لی ہے۔ اس کی دینداری و دانش کا معیار یہی ہے کہ علیؑ کے ایمان سے معاویہ و یزید اور دیگر اموی و عباسی خلفاء کا موازنہ کرے اور بس۔

۱۳۔ جلد دوم میں شیخ طوسی اور تمام شیعوں پر اتہامات کی بھرماری کر دی ہے کہ وہ نماز ضائع کرتے ہیں، حرام کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، شراب و فواحش سے ماہ صیام میں بھی پرہیز نہیں کرتے، شرک فی العبادۃ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے اس نے شیعوں کو بدنام کرنے کی ممکن سعی کی ہے۔(۲) انصاف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج ۱، ص ۱۶۲، ۱۶۳۔

۲۔ منہاج السنۃ، ج ۲، ص ۹۹۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ " ہر بات جو منھ سے نکلتی ہے فرشتہ لکھنے کے لئے موجود ہے"۔(۱)

۱۴۔لکھتا ہے کہ مشہور ترین دشمنان ابوبکر صدیق مسیلمہ کذاب جیسے افراد ہیں۔لیکن یہ رافضی انہیں دوست رکھتے ہیں۔علامہ حلی اور دیگر افراد کہتے ہیں کہ مرتدین حق پر تھے ابوبکر صدیق نے ناحق انہیں قتل کیا۔(۲)

جواب:

کوئی اس مرد سے پوچھے تمہیں کس نے یہ سب خرافات بتائے کہ رافضی مسیلمہ کے طرفدار ہیں جبکہ تمام شیعہ اس کے نام کے ساتھ کذاب کا لفظ ضرور لگاتے ہیں، اس کی بداعمالی کی مذمت کرتے ہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیؐ پر نبوت ختم ہوگئی، اب جو بھی مدعی نبوت ہے وہ یقیناً کافر ہے۔آخر اس مرد نے اس شخص کا نام کیوں نہ بتایا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن اس کا ضمیر مطمئن نہیں تھا۔اس لئے نام یا کتاب کی نشاندہی نہیں کی۔

علامہ حلی کی تمام کتابیں آج بھی موجود ہیں مخطوطہ ہوں یا مطبوعہ اس تہمت کو کہیں بھی کوئی نہیں دکھا سکتا۔شاید ابن تیمیہ کے بدباطنی کے صندوق میں بند ہے۔خدایا! اس بدباطنی کی تجھی سے شکایت ہے۔

۱۵۔کہتا ہے: اس جہالت کے نمائندے (علامہ حلیؒ) نے جھوٹ کے طومار باندھ رکھے ہیں۔مثلاً سورۂ دہر ﴿هل اتی علی انسان﴾ کے متعلق کہتا ہے کہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔

حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ مکے میں نازل ہوا بنابریں سورۂ ہل اتی ان حضرات کی شان میں نازل ہونے کا دعویٰ ایسا جھوٹ ہے جسے قرآن کی معمولی سمجھ رکھنے والا بھی جانے گا۔(۳)

۱۔(سورۂ ق/۱۸)

۲۔منہاج السنۃ، ج۲،ص ۱۰۲۔

۳۔منہاج السنۃ، ج۲،ص ۱۰۷۔

البدایۃ والنہایۃ

تالیف: ابن کثیر دمشقی

اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ اس کتاب کا مولف غلط بیانی اور افترا پردازی میں تمام سرحدیں پھلانگ گیا ہے، خودکشی کی حد تک دروغ بافی، فحش کلامی اور بغیر دلیل کے طنزیہ فقروں سے استدلال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ شیعوں کے لئے، اور فقط شیعوں کے لیے.... اس اعتبار سے یہ کتاب تاریخ کے بجائے یاوہ گوئی، قومی تعصّبات اور اندھیروں کی گھار بن کے رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قومی اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے۔

اہل بیتؑ کی دشمنی میں اس قدر آگے ہے کہ جہاں کہیں خاصان خدا کا نام آتا ہے یا ان کی فضیلت کا گوشہ نکلتا ہے طنز کے نشتر چلا دیتا ہے۔ اموی طینت کے مندرجہ ذیل نمونے ملاحظہ فرمایئے:

ا۔ ابن اسحاق اور تمام ارباب سیرت و تاریخ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور علیؑ کے درمیان برادری قائم کی۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن ایک بھی صحیح نہیں۔ ان کے تمام اسناد ضعیف اور اس کے متن میں رکاکت اور نا معقولیت ہے ص ۲۲۳، ص ۳۳۵ پر ابن حاکم کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے کہتا ہے کہ اس حدیث کی صحت محل تامل ہے۔(۱)

جواب:

قارئین کرام ہمارے گزشتہ صفحات ملاحظہ کر سکتے ہیں جس میں ہم نے طرق حدیث کا تذکرہ کیا

ا۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۲۳، ۳۳۵ (ج ۷، ص ۲۵۰، حوادث ۳۵ھ، ص ۳۷۱، حوادث ۴۰ھ)

ہے ان میں سبھی احادیث صحیح اور اس کے رجال موثق ہیں۔ ائمہ حدیث اور ارباب سیرت نیز حفاظ نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے اس کے بعد اس شخص کی مہمل گوئی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اہل بیتؑ کی دشمنی میں اس نے اموی سرشت کا بھرپور مظاہرہ کر کے اسی گندے نالے سے سیراب بھی ہوتا ہے۔ یہی عوامل ہیں کہ وہ حقائق تسلیم کرنے سے گریزاں ہے۔ مناقب اہل بیتؑ اور خاصان خدا کے فضائل جو زبان رسالت سے بیان ہوئے ہیں اپنی ہوا پرستی سے ان کے انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حدیث طیر نقل کر کے اقرار کرتا ہے کہ یہ متواتر و صحیح ہے، اس کی صحت کو ائمہ حدیث نے اقرار کیا ہے۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ تمام طریقوں کی صحت کے باوجود اس کو قبول کرنے میں دل تردد اور تامل کا شکار ہے۔ (۱)

جواب:

جو دل تردد اور تامل کا شکار ہے اس پر خدا نے مہر کر دی ہے ورنہ ان تمام شرائط صحت کے باوجود تردد کی گنجائش کہاں ہے۔

یہ بات کہ ایک انسان رسول خداؐ کے نزدیک تمام لوگوں سے محبوب تر ہو کوئی نئی اور اجنبی بات نہیں اور کسی کو محبوب رسولؐ ہونے پر اعتراض کرنے کی گنجائش بھی نہیں۔ نہ کہ حضرت امیر المومنینؑ کی ذات گرامی پر اعتراض کیا جائے جو نفس پیغمبرؐ اور برادر رسولؐ تھے۔

رسولؐ کے نزدیک ان کا تقرب و امتیاز، دین خدا کے لئے ان کی فداکاری وغیرہ دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہے۔ آئندہ صفحات میں اس موضوع پر بھرپور بحث کر کے دل کا سارا زنگ چھڑا دیا جائے گا۔

۳۔ کہتا ہے: اکثر عوام کے درمیان مشہور ہے کہ علیؑ ساقی کوثر ہیں اس کی نہ تو کوئی اصل ہے نہ اس کا کوئی ماخذ ہے، نہ اس حدیث کا کوئی لائق وثوق سلسلہ روایت نقل کیا گیا ہے۔ ایک بات جو تردید و انکار سے بلند ہے وہ یہ کہ صرف رسول خداؐ ہی ساقی کوثر ہیں۔ وہی تمام لوگوں کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ (۲)

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۳۵۳ (۳۹۰، حوادث ۴۰)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۳۵۵ (ج ۷، ۳۹۲، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

قارئین کرام!

اس شخص نے عوام کے درمیان مشہور ہونے کی جو بات کی ہے وہ قطعی جھوٹ ہے اس سلسلے میں موثق حفاظ وائمہ احادیث کے اعتراافات گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۴۔ جلد ہفتم ص ۳۴۴ پر امام احمد ترمذی کی سند سے امیر المومنینؑ کے سابق الاسلام اور اولین نماز گزار ہونے کی روایت نقل کی ہے پھر کہتا ہے کہ یہ حدیث جس طریق سے بھی روایت کی جائے، صحیح نہیں۔ اور اس سے زیادہ بھی اس بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں کہ علیؑ سابق الاسلام تھے لیکن کوئی بھی روایت صحیح نہیں......الخ (۱)

جواب:

کوئی بھی اس بے وقوف سے پوچھنے والا نہیں کہ آخر کیوں تمام طریقوں سے روایت نقل ہو جانے کے باوجود صحیح نہیں، جبکہ اس کے رجال موثق ہیں اور حافظان حدیث نے اس کی صحت کا حکم صادر کیا ہے اور تمام ارباب سیرت نے متفقہ طور سے اس کو نقل کیا ہے، صحابہ وتابعین کے یہاں یہ بات مسلم ہوتے ہوئے بھی آخر صحیح کیوں نہیں؟

اگر ہم اپنی بات یہیں ختم کر دیں تو ممکن ہے کہ قارئین کرام کہہ دیں کہ یہ بات بلا دلیل ہے لہٰذا وضاحت کے لئے بعض دلیلوں کی طرف اختصار سے اشارہ کرتے ہیں۔

واضح احادیث نبویؐ (نصوص نبویؐ)

۱۔ رسول خداؐ نے فرمایا: سب سے پہلے تم میں جو میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگا، وہ وہی ہوگا جو سب سے پہلے اسلام لایا یعنی علی ابن ابی طالبؑ۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں نقل کر کے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے نیز تاریخ خطیب

۱۔ البدایۃ والنھایۃ (ج ۷، ص ۳۷۰)

بغدادی، استیعاب اور شرح ابن ابی الحدید وغیرہ میں بھی موجود ہے۔(۱)

ایک دوسری تعبیر یوں ہے: اول ھذہ الامتہ ورودا علی الحوض اولھا اسلاماً علی ابن ابی طالب۔(۲)

۲۔۳۔ رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری امت کا بہترین شخص ہے۔ اس کا علم سب سے زیادہ، حلم سب سے برتر اور سابق الاسلام ہے۔(۳)

۴۔ رسول خداؐ نے دست علیؑ تھام کر فرمایا: یہ وہ ہے جو سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لایا اور بروز حشر سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔(۴)

۵۔ ابوایوب سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: سات سال تک فرشتوں نے تنہا مجھ پر اور علیؑ پر صلوات پڑھی، کیونکہ تنہا ہم دونوں ہی نماز پڑھتے تھے۔ ہمارے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

مناقب ابن مغازلی، اسد الغابہ، مناقب خوارزمی میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا: ایسا کیوں ہے یارسول اللہؐ؟ فرمایا: کیونکہ علیؑ کے سوا کوئی میرے ساتھ نہ تھا۔(۵)

۱۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۶ (ج ۳، ص ۱۴۷، حدیث ۴۶۶۲) تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۸۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) اور مناقب ابن مغازلی (۱۶، حدیث ۲۲) اور مناقب خوارزمی (ص ۵۲، حدیث ۱۵) میں اولکم وارداً کے بجائے اول الناس ہے۔

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۵، زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۹۱)

۳۔ خطیب نے المتفق میں اور ملا متقی ہندی کی کنز العمال، ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث ۳۲۹۲۶) کے مطابق سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔

۴۔ معجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۶۹، حدیث ۶۱۸۴) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، کفایۃ الطالب، ص ۹۷ (ص ۱۸۷، باب ۴۴) کنز العمال، ج ۶، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶، حدیث ۳۲۹۹۰)

۵۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۱۴، حدیث ۱۷، ۱۹) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۴، نمبر ۳۷۸۳) مناقب خوارزمی (ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۴۳۳، حدیث ۵۳۳۱) ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸) فرائد السمطین (ج ۱، ص ۲۴۵، حدیث ۱۹۰)

۶۔ابن عباس سے حدیث رسولؐ مروی ہے: سب سے پہلے علیؑ نے میرے ساتھ نماز پڑھی۔(۱)

۷۔معاذ بن جبل سے حدیث رسولؐ مروی ہے: یا علیؑ! تمہارے مقابلے میں مجھے نبوت کا امتیاز حاصل ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔اور تمہیں امت کے مقابلے میں سات باتوں میں امتیاز حاصل ہے اس کا مقابلہ کوئی فرد قریش نہیں کرسکتا۔تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خدا کو پورا کیا اور معاملات خدا کے سلسلے میں سب سے زیادہ توانا ہو۔(۲)

۸۔ابوسعید خدری سے مروی ہے: رسول خداؐ نے پشت علیؑ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: یا علیؑ! خدا نے تمہیں سات خصلتیں عطا کی ہیں کہ روز قیامت کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔تم سب سے پہلے ایمان لائے، تم نے سب سے زیادہ عہد خدا کو برتا اور معاملات خداوندی میں سب سے زیادہ توانا ہو۔(۳)

۹۔ابوبکر ہذلی، داؤد بن ابی ہند شعبی سے حدیث رسولؐ روایت کرتے ہیں کہ یہ علیؑ میرے اوپر سب سے پہلے ایمان لانے والے، میری تصدیق کرنے والے اور میرے ساتھ نماز پڑھنے والے ہیں۔(۴)

۱۰۔ابوبکر و عمر نے فاطمہؑ سے تزویج کی خواستگاری کی۔رسولؐ نے انہیں دھتکارتے ہوئے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔پھر فاطمہ کا نکاح علیؑ سے کر کے فرمایا: میں نے ایسے شخص سے تیرا عقد کیا ہے جس نے تمام امت کے مقابل میں سب سے پہلے قبول اسلام میں پیش قدمی کی۔

اس کی روایت، اسماء، ام ایمن، ابن عباس اور جابر نے کی ہے۔(۵)

۱۔فرائد السمطین (ج۱، ص۲۴۵، حدیث۱۹۰)

۲۔حلیۃ اولیاء، ج۱، ص۶۶۔

۳۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۶۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۶ (ج۱۳، ص۲۲۵)

۵۔ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص۲۵۷ (ج۱۳، ص۲۲۸، خطبہ۲۳۸)

کلمات امیر المومنین علیہ السلام

آپؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا ہوں، رسول خداؐ کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے بعد وہی کہے گا جو جھوٹا اور افترا پرداز ہوگا۔ میں نے رسول خداؐ کے ساتھ لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ میں رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والا پہلا شخص ہوں۔ (۱)

اسی طرح آپ نے بارہا فرمایا: **انا اول من اسلم مع النبی**۔ (۲)

مستدرک حاکم میں ہے: **عبدت الله مع رسول الله سبع سنين قبل ان يعبده احد من هذه الامة**۔ (۳)

۹۔ کسی کتاب میں ہے: لوگوں سے سات قبل ایمان لایا۔ (۴)

۱۰۔ کہیں فرمایا: میں اس امت میں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا کہ نبیؐ کے سوا کسی نے مجھ سے پہلے عبادت خدا کی ہو۔ (۵)

۱۱۔ صفین کے دن فرمایا: میرے چچیرے بھائی تمہارے رسولؐ ہیں جنہوں نے تمہارے سامنے

۱۔ (المصنف، ج ۱۲، ص ۵٦، حدیث ۱۲۱۳۳، خصائص نسائی، ص ۲۵، حدیث ۷، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۷، حدیث ۸۳۹۵، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۲۰، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۴، تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۱۰)

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۵ (۱۳۵، ص ۲۲۸، خطبہ ۲۳۸) تاریخ بغدادی، ج ۴، ص ۲۳۳، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۸ (نمبر ۱۸۵۵) ابن قتیبہ کی المعارف، ص ۴۷ (۱٦۹) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵)

۳۔ امت سے سات سال پہلے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبادت کی۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) اور استیعاب، ج ۲، ص ۴۴۸ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۸ ج ۳، ص ۱۰۰) اور سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷۱) پر امت سے سات سال پہلے کے بجائے امت سے پانچ سال پہلے کی روایت ہے۔

۴۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۹، حدیث ٦)

۵۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۷، حدیث ۸، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۷، حدیث ۸۳۹٦)

اطاعت رب اور اپنی سنت پر عمل کی دعوت دی۔ میرے سوا کوئی نہ تھا جس نے نماز میں سبقت کی ہو۔(۱)

۱۲۔فرمایا: خدایا! اس امت میں تیرے نبیؐ کے سوا کسی بندے کو میں نہیں جانتا جس نے تیری عبادت مجھ سے پہلے کی ہو(اسے تین بار دہرایا) پھر فرمایا: میں نے لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔ دوسری روایت ہے: قبل ان یصلی احد(۲)

۱۳۔معاویہ کو خط لکھا: اس امت کی قیادت کا سزاوار ترین شخص وہی ہے جو رسول خداؐ کا قریب ترین رشتہ دار، سب سے زیادہ عالم قرآن، سب سے زیادہ دینی بصیرت رکھنے والا، سابق الاسلام اور جہاد میں سب سے افضل ہے۔(۳)

۱۴۔آپ کی ایک گفتگو ہے: نہیں، خدا کی قسم! میں اس (رسولؐ) کی تصدیق کرنے والا پہلا شخص ہوں میں اس کی تکذیب کرنے والا پہلا شخص نہیں ہوسکتا۔(۴)

۱۵۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ کو اسلام لایا۔(۵)

۱۶۔معاویہ کو خط لکھا: جب محمدؐ نے لوگوں کو توحید وایمان کی دعوت دی تو میں اہل بیتؑ کی اولین فرد تھا جو ایمان لایا۔ جو کچھ وہ لائے اس کی تصدیق کی۔ جزیرۂ عرب پر طویل عرصہ تک میرے سوا کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی۔(۶)

۱۷۔صفین میں اصحاب معاویہ سے خطاب فرمایا: تم پر افسوس ہے، میں پہلا شخص ہوں جسے کتاب

۱۔وقعۃ صفین، ص۳۵۵ (ص۳۱۴) شرح ابن ابی الحدید، ج۱،ص۵۰۳ (ج۵،ص۲۴۸، خطبہ۶۵)

۲۔مسند احمد (ج۱،ص۱۶۰، حدیث ۷۷۸) معجم الاوسط (ج۲،ص۴۴۴، حدیث ۱۷۶۷) مجمع الزوائد، ج۹،ص۱۰۲، فرائد السمطین (ج۱،ص۲۴۷، حدیث۹۱)

۳۔وقعۃ الصفین، ص۱۶۸ (۱۵۰)

۴۔المحاسن والمساوی، ج۱،ص۳۶ (ص۵۰) اخبار الدول مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج۱،ص۲۱۸ (ج۱،ص۳۰۸)

۵۔مجمع الزوائد، ج۹،ص۱۰۲، اخبار الدول، ج۱،ص۲۱۵ (ج۲،ص۳۰۵) الصواعق المحرقہ، ص۷۲ (ص۱۲۰) تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲ (۱۵۶) اسعاف الراغبین، ص۱۴۸۔

۶۔وقعۃ الصفین، ص۱۰۰ (ص۸۹)

خدا کی دعوت دی گئی اور پہلا شخص ہوں جس نے لبیک کہا۔(۱)

۱۸۔ معاذہ عدویہ کہتی ہیں: میں نے علیؑ کو رسولؐ کے منبر پر فرماتے سنا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا، میں اس وقت اسلام لایا جب ابوبکر اسلام نہیں لائے تھے۔(۲)

۱۹۔ صفین میں لشکر سے خطاب فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے قرآن میں سابق کو مسبوق پر فضیلت عطا کی ہے اور مجھ سے پہلے خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں کسی نے سبقت نہیں کی۔ سب نے کہا: جی ہاں۔(۳)

۲۰۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا: میں نے رسولؐ کے ساتھ لوگوں سے تین سال قبل نماز پڑھی۔

۲۱۔ شوریٰ کے دن لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں کوئی ہے جس نے مجھ سے پہلے اقرار توحید کیا ہے؟ سب نے کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تم میں کوئی میرے سوا ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو؟ سب نے کہا: نہیں۔ (ابن ابی الحدید، نیز پہلی جلد میں احتجاج کے ذیل میں مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں)

۲۲۔ آپ نے معاویہ کو خط میں ایک شعر اس موضوع کا لکھا:

سبقتکم الی الاسلام طرّا غلاماً ما بلغت او ان حلمی

۲۳۔ ابن طلحہ نے مطالب (۴) میں دو شعر لکھے ہیں:

انا اخو المصطفیٰ لا شک فی نسبی بہ ربیت و سبطاہ هما ولدی

صدّقتہ و جمیع الناس فی بهم من الضلالة و الاشراک و النکد

جابر کا بیان ہے کہ رسولؐ نے اس انکار کو سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا: علی تم نے سچ کہا۔

۱۔ وقعہ صفین، ص ۵۶۱ (ص ۴۹۰)

۲۔ المعارف، ص ۷۳ (ص ۱۶۹) ذخائر العقبیٰ، ص ۵۸، الریاض النضرة، ج ۲، ص ۱۵۵، ۱۵۷ (ج ۳، ص ۹۵، ۹۹) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۱، ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۲۰، ۲۲۸، خطبہ ۲۳۸) کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۵ (ج ۱۳، ص ۱۶۴، حدیث ۳۶۴۹۸)

۳۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۱، ص ۷۵۷، حدیث ۲۵)

۴۔ مطالب السؤول، ص ۱۱ (فرائد السمطین، ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۱۷۶، باب ۴۴، مناقب خوارزمی، ص ۱۵۷، حدیث ۱۸۶)

ارشادامام حسن علیہ السلام

۲۴۔معاویہ کی بزم میں آپؑ نے فرمایا:

حاضرین بزم! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ تو کیا جانتے ہو کہ جسے تم اب تک گالی دیتے رہے اُس نے دوقبلوں کی طرف نماز پڑھی۔اور اے معاویہ! تو اس وقت کافر تھا،اس عمل کو گمراہی سمجھتا تھا،تو گمراہی میں لات وعزیٰ کی عبادت کرتا تھا۔

اور میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علیؑ نے دو بیعتیں کیں: بیعت فتح اور بیعت رضوان۔اور تو اے معاویہ! پہلی بیعت میں کافر تھا اور دوسری بیعت توڑ بیٹھا۔میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ وہ سب سے پہلے مومن ہیں اور تو اے معاویہ اور تیرا باپ مولفۃ القلوب میں ہیں۔(۱)

۲۵۔ایک خطبہ پہلی جلد میں نقل کیا گیا جس میں فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی دعوت دی تو میرے باپ نے سب سے پہلے لبیک کہا،ایمان لائے اور تصدیق کی۔چنانچہ آیت ہے ﴿افمن کانہ علی بینہ﴾ چنانچہ میرے نانا خدا کے بینہ ہیں اور میرے بابا ان کے نقش قدم پر چلنے والے گواہ ہیں۔

سبقت اسلام کے متعلق صحابہ وتابعین کی رائے

صحابہ وتابعین میں جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی سبقت کا تذکرہ کیا ہے ان میں انس بن مالک (۲)

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۲،ص۱۰۱ (ج۶،ص۲۸۸،خطبہ۸۳)

۲۔سنن ترمذی، ج۲،ص۲۱۴ (ج۵،ص۵۹۸،حدیث ۳۷۲۸) المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۱۲ (ج۳،ص۱۲۱،حدیث ۴۵۸۷) استیعاب، ج۳،ص۳۲ (نمبر۱۸۵۵) جامع الاصول (ج۹،ص۴۶۷،حدیث۶۴۷۲) تیسیر الوصول، ج۳،ص۲۷۱ (ج۳،ص۳۱۵،حدیث۱) فرائد السمطین، باب۴۷ (ج۱،ص۲۴۴،حدیث۱۸۹) التقریب، ج۱،ص۸۵،شرح ابن ابی الحدید، ج۳،ص۲۵۸ (ج۱۳،ص۲۲۹،خطبہ۲۳۸) تذکرۃ الخواص،ص۶۳ (ص۱۰۸) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، ج۲،ص۴۲۴ (ج۲،ص۴۵۸) شرح المواہب، ج۱،ص۲۴۱۔

بریدہ اسلمی (۱) زید بن ارقم (۲) (تین طریقوں سے) عبداللہ بن عباس (۳) (آٹھ طریقوں سے) عفیف (۴)، سلمان فارسی (۵) ابو رافع (۶)، ابوذر غفاری (۷)، خباب بن ارت (۸) مقداد بن عمر الکندی (۹)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۶)۔

۲۔ تاریخ طبری (ج ۲، ص ۳۱۰) مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶۸ (ج ۵، ص ۴۹۵، حدیث ۱۸۷۹۵) مستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۳۳۶ (ج ۳، ص ۱۴۷، حدیث ۴۶۶۳) تاریخ الکامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) المعجم الکبیر (ج ۵، ص ۱۷۶، حدیث ۵۰۰۲) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۹ (نمبر ۱۸۵۵) مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۵۹۔

۳۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۵، ص ۶۰۰، حدیث ۳۷۳۴) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۴۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (۱، ص ۴۸۴) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۶ (ج ۱۳، ص ۲۲۴، خطبہ ۲۳۸) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۱ (ج ۳، ص ۱۲۰، حدیث ۴۵۸۲) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) تذکرۃ الخواص، ص ۸ (ص ۱۸) وقعہ صفین، ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۴ (ج ۵، ص ۲۵۱، خطبہ ۶۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۱، نمبر ۲۳۸) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۲، المحاسن و المساوی، ج ۱، ص ۳۰ (ص ۴۳)

۴۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۳، حدیث ۶، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۶، حدیث ۸۳۹۴) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۳۱۱) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۹ (۱۸۵۵) عیون الاثر، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱۲۵) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷۰)

۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، عراقی کی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، مواھب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶) (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۲۹)

۶۔ (معجم کبیر، ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲) شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۰، عیون الاثر، ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۲۴) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۹۹) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۸۸)

۷۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)

۸۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۳۴، خطبہ ۲۳۸) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)

۹۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶، شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری (۱)، ابوسعید خدری (۲)، حذیفہ بن یمانی (۳)، عمر بن خطاب (۴)، عبداللہ بن مسعود (۵)، ابو ایوب انصاری (۶)، ابو مرازم یعلی بن مرہ (۷)، ہاشم بن عتبہ (۸)، مرقال (دو طریقوں سے)۔ مالک اشتر (۹)، عدی بن حاتم (۱۰)، (دو طریقوں سے) محمد حنفیہ (۱۱)، طارق بن شہاب (۱۲)، عبداللہ بن ہاشم (۱۳) مرقال، عبداللہ بن حجل (۱۴)، ابوعمرہ بشیر بن محصن (۱۵)، عبداللہ بن

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) (استیعاب، نمبر ۱۸۵۵، طرح التقریب فی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۲۱۶)

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶، شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰ (ج ۱۳، ص ۲۳۴، خطبہ ۲۳۸)

۴۔ مناقب خوارزمی، (ص ۵۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸)

۵۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۲۵)

۶۔ شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح زرقانی، ج ۱، ص ۲۴۲۔

۷۔ شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۲۔

۸۔ وقعۃ صفین، ص ۱۲۵، ۴۰۳ (ص ۱۱۲، ۳۵۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۳۲۳، نمبر ۲۱۲) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۴ (ج ۵، ص ۴۴، حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۳۵ (ج ۲، ص ۳۸۴، حوادث ۳۷ھ)

۹۔ وقعۃ صفین، ص ۲۶۸ (۲۳۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۴۸۴ (ج ۵، ص ۱۹۰، خطبہ ۶۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۸۳ (ج ۱، ص ۳۵۹، نمبر ۲۴۷)

۱۰۔ وقعۃ صفین، ص ۲۲۱ (ص ۱۹۷) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲ (ج ۵، ص ۵، حوادث ۳۷ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۲۱، خطبہ ۵۴) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۴ (ج ۲، ص ۳۶۷، حوادث ۳۷ھ) الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص ۱۰۶)

۱۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۸ (نمبر ۱۸۵۵)

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۷ (ج ۱، ص ۲۲۶، خطبہ ۶)

۱۳۔ وقعۃ صفین، ص ۴۰۵ (۳۵۶) ۱۴۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص ۱۰۷)

۱۵۔ وقعۃ صفین، ص ۲۱۰ (ص ۱۸۷)

خباب (۱)، عبداللہ بن بریدہ (۲)، محمد بن ابی بکر (۳)، عمرو بن الحمق (۴)۔

جن شعراء نے اس سلسلے میں اشعار کہے ہیں ان کے نام ہیں؛

سعید بن قیس ہمدانی (۵)، عبداللہ بن ابی سفیان (۶)، خزیمہ بن ثابت انصاری (۷)، کعب بن زہیر (۸)، زفر بن یزید (۹)، نجاشی بن حارث (۱۰)، جریر بن عبداللہ بجلی، عبداللہ بن حکیم، عبدالرحمٰن بن حنبلی۔ (۱۱)

ان کے علاوہ تابعین کی فہرست میں جن کے نام اہمیت کے حامل ہے ان میں ابوعمرو عامر شعبی (۱۲) ابوسعید حسن بصری (۱۳)، امام محمد باقر (۱۴)، محمد بن مسلم (۱۵)، محمد بن منکدر (۱۶)، قتادہ بن دعامہ (۱۷)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۲۲ (ج۱، ص۱۲۶) ۲۔ سیرۃ ابن اسحاق (ص۱۳۸)

۳۔ وقعۃ صفین، ص۱۳۳ (ص۱۱۸)

۴۔ وقعۃ صفین، ص۱۱۵ (ص۱۰۳)، جمہرۃ الخطب، ج۱، ص۱۴۹ (ج۱، ص۳۳۱ (نمبر ۲۱۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۹ (ج۱۳، ص۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۶۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج۱۳، ص۲۳۱، خطبہ ۲۳۸) کفایۃ الطالب، ص۴۸ (ص۱۲۷ باب ۲۵)

۷۔ شرح التقریب، ج۱، ص۸۵، شرح مواہب الدنیہ زرقانی، ج۱، ص۲۴۲۔

۸۔ شرح مواہب لدنیہ، ج۱، ص۲۴۲۔

۹۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۹ (ج۱۳، ص۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۱۰۔ وقعۃ صفین، ص۶۶ (ص۵۹ ۱۱۔ کفایۃ الطالب، ص۴۸ (ص۱۲۷، باب ۲۵

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۶۰ (ج۱۳، ص۲۳۵، خطبہ ۲۳۸)

۱۳۔ احمد کی فضائل الصحابہ (ج۲، ص۵۸۹، حدیث ۹۹۸) شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص۲۶۰ (ج۱۳، ص۲۳۴، خطبہ ۲۳۸) ج۳، ص۲۵۸ (ج۱۳، ص۲۳۱، خطبہ ۲۳۸)

۱۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۶۰ (ج۱۳، ص۲۳۵)

۱۵۔ مواہب لدینہ، ج۱، ص۴۵، شرح مواہب، ج۱، ص۲۴۲۔

۱۶۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۱۳ (ج۲، ص۳۱۲) تاریخ کامل، ج۲، ص۲۲ (ج۱، ص۴۸۴)

۱۷۔ مواہب لدینہ، ج۱، ص۴۵ (ج۱، ص۲۱۶) شرح المواہب، ج۱، ص۲۴۲۔

سلمہ بن دینار (۱)، ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن (۲)، محمد بن سائب کلبی (۳)، محمد بن اسحاق (۴)، جنید بن عبد الرحمٰن (۵) ہیں۔

یہ جنید بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا وظیفہ لینے کے لئے حوران سے دمشق آیا۔ نماز جمعہ پڑھ کر باب درج سے جارہا تھا کہ ایک بڈھے پر نظر پڑی جس کا نام ابو شیبہ تھا۔ وہ لوگوں کو قصے سنا رہا تھا اور لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس کی تشویق پر ہم خوش ہو رہے تھے، تخویف پر رو رہے تھے۔ جب اس کی بات ختم ہوئی تو بولا: آؤ اب ابوترابؑ پر لعنت پڑھ کر مجلس ختم کریں۔ یہ سن کر سب نے ابوترابؑ پر لعنت کی۔ جو شخص میرے پہلو میں تھا میری طرف متوجہ ہوا تو میں نے پوچھا: یہ ابوترابؑ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: علی ابن ابی طالبؑ، رسولؐ کے چچیرے بھائی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے شوہر جو سب سے پہلے اسلام لائے، حسنؑ و حسینؑ کے باپ۔ میں نے کہا: اس قصہ گو نے اچھا کام تو نہیں کیا۔ پھر تو میں کھڑا ہو گیا اور قریب جا کر اس کے سر کے بال اور لمبی داڑھی پکڑی اور زبردست گھونسہ رسید کیا پھر لیجا کر دیوار پر اسے دے مارا۔ وہ لگا گہار مچانے، مسجد کے ملازم ٹوٹ پڑے اور میری گردن میں عبا ڈال کر کشاں کشاں ہشام بن عبد الملک کے پاس لے چلے۔ میرے آگے ابو شیبہ فریاد کرتا جارہا تھا: اے امیر المومنین! آپ کے داستان گو پر، آپ کے باپ دادا کے تعریف کرنے والے پر آج دیکھئے کیسی عظیم مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔

ہشام نے پوچھا: کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟ بولا: اس شخص نے۔ ہشام کے اردگرد شریف

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۴، ۲۶۵، ابن سید الناس کی السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۲۶۲) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲، (عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۲۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰ (خطبہ ۲۳۸) سیرہ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۲۷۰)

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۰۷ (ج ۴، ص ۲۷، مختصر تاریخ دمشق، ج ۶، ص ۱۱۷)

اور معزز افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف رخ کر کے کہا: اے ابو یحییٰ! تم کب آئے؟ میں نے کہا: کل آیا ہوں اور آج امیر المومنین سے ملنے کیلئے آ رہا تھا کہ راستے میں نماز جمعہ پڑھنے رک گیا۔ یہ لوگوں کو قصے سنا رہا تھا، میں بیٹھ گیا، لوگ بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے، کبھی خوش ہوتے کبھی خوف کا ماحول طاری ہو جاتا۔ پھر اس نے دعا کی اور ہم نے آمین کہی۔ آخر کلام میں کہنے لگا: آؤ، اب ابوترابؑ پر لعنت بھیج کر مجلس ختم کریں۔ میں نے پوچھا: ابوترابؑ کون؟ لوگوں نے کہا: علی ابن ابی طالبؑ، اولین مسلمان، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی، دختر نبی کے شوہر۔

خدا کی قسم اے امیر المومنین! اگر مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ یہ آپ کا رشتہ دار ہے اور پھر یہ ایسی حرکت کرتا تو جو کچھ بھی میں نے کیا یہی کرتا۔ مجھے کیسے یہ بات برداشت ہو سکتی ہے کہ داماد نبیؐ اور دختر نبیؐ کے شوہر پر لعنت سن کر غصہ نہ کروں۔

ہشام نے کہا: اس نے بڑی واہیات حرکت کی۔

یہ مختصر تذکرہ تھا نصوص نبوی، کلمات علیؑ وصحابہ وتابعین کا۔ جس میں حضرت علی علیہ السلام کے سابق الاسلام ہونے کا بانگ دہل اعلان کیا گیا۔ ان واضح تصریحات کی تعداد سو تک پہنچ جاتی ہے۔ ان کے علاوہ جلد دوم میں بھی بیان کر چکا ہوں۔ نیز وہیں یہ بھی بیان کیا کہ امیر المومنینؑ اس امت کے صدیق ہیں۔ کیا ان تمام نصوص کے بعد ابن کثیر کے مکابرہ ومجادلہ کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے؟ اگر یہ بات واضح نہیں تو پھر کوئی چیز بھی واضح نہیں، نہ کوئی حدیث صحیح ہے۔

اس شخص کی ہٹ دھرمی دیکھئے کہ بے شمار حفاظ حدیث کی تصریحات صحت کو تو ایک جملہ میں رد کر دیتا ہے لیکن جن باتوں کی کوئی اصل نہیں اور انہیں مرسل ومقطوع اور احاد روایات میں پیش کیا گیا ہے، ان پر اعتماد کرتا ہے۔

ذیلی بحث

مامون رشید نے چالیس دانشوروں سے امیر المومنینؑ کی اولویت کے بارے میں جو مناظرہ کیا تھا

اسی میں یہ بات بھی تھی کہ مامون نے پوچھا: اے اسحاق! بعثت پیغمبرؐ کے وقت سب سے افضل عمل کون سا تھا؟ اس نے اقرار کیا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنا۔ اسحاق نے عذر تراشا کہ اگر چہ علیؑ کا سابق الاسلام ہونا واضح ہے لیکن وہ نابالغ تھے اور ابوبکر نے بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ مامون نے بچپن اور بڑھاپے کی بحث رد کر کے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ اسحاق نے علیؑ کا نام لیا۔ اس نے پوچھا: وہ اسلام لائے تو نبیؐ کی دعوت پر یا خدا نے انہیں الہام کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نبی کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور نبیؐ کا کوئی بھی کام خدا کے حکم ہی سے ہوتا تھا۔ کیا نبیؐ کسی ایسے کو دعوت دے سکتے ہیں جس کی اہمیت نہ ہو۔(۱)

ابوجعفر اسکافی کے خیالات

عام طور سے لوگوں نے علیؑ کے سابق الاسلام ہونے کی روایت کی ہے اور یہ کہ رسولؐ نے دوشنبہ کو اظہار نبوت فرمایا اور سہ شنبہ کو علیؑ اسلام لائے۔ نیز یہ کہ علیؑ کا ارشاد ہے کہ میں لوگوں سے سات سال قبل اسلام لایا، میں اولین مسلمان ہوں۔ آپ اس پر نازاں بھی تھے، آپ کے شیعہ واحباب اس کا افتخارانہ تذکرہ کرتے ہیں اور یہ بات مشہور سے مشہور تر ہے۔ میں نے آج تک یہ بات نہیں دیکھی کہ کسی نے آپ کے قبول اسلام کو غیر اہم سمجھا ہو یا اس حقیقت سے بے توجہی برتی ہو یا کہا ہو کہ آپ کا اسلام بچپن کا اسلام تھا۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ عباس وحمزہ جیسی شخصیتیں تو ابوطالبؑ کے حکم کی منتظر تھیں لیکن حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اس معاملے میں ذرا بھی پس وپیش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ نہ مددگاروں کی کمی تعداد سے ہراساں ہوئے، انجام پر نظر کئے بغیر اسلام قبول کرلیا۔ نہ معلوم جاحظ وغیرہ اس واقعیت کے کیسے منکر ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لائے۔

میرے پاس صحیح روایت ہے کہ اعلان نبوت کے وقت رسولؐ نے علیؑ کو دعوت طعام کے انتظام کا حکم دیا اور عبدالمطلب کے فرزندوں کو بلا کر کھانا کھلایا اور دعوت اسلام پیش کی۔ اس دن ابولہب کے رخنہ

۱۔ العقد الفرید، ج ۳، ص ۴۳ (ج ۵، ص ۵۸)

ڈالنے کی وجہ سے رسولؐ کی بات پوری نہ ہوسکی اور سب ہی لوگ متفرق ہو گئے، رسولؐ نے دوسری بار علیؑ کو طعام کا انتظام اور لوگوں کو بلانے کا حکم دیا۔ آج رسولؐ نے فرمایا کہ جو میری نصرت کا وعدہ کرے گا۔ وہ میرا بھائی اور میری موت کے بعد میرا وصی ہوگا۔ سب ہی خاموش رہے۔ اکیلے علیؑ نے کہا کہ میں آپ کا معین و مددگار رہوں گا، اس بات پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ رسولؐ نے علیؑ کی بات پر توجہ نہ دی لوگوں کو دیکھا کہ سب ہی سر جھکائے ہوئے ہیں کوئی جواب نہیں دیتا تو فرمایا کہ یہ علیؑ میرا بھائی، وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔ تمام لوگ ہنسی اڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ تمہیں اپنے بیٹے کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ اسے تم پر امیر بنایا گیا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا انتظام طعام اور قوم کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری کسی ناسمجھ بچے کو سونپی جاسکتی ہے؟ کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار نبوت کا امین ہوسکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کسی بوڑھے اور تجربہ کار کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رسولؐ صرف علیؑ کا ہاتھ تھام کہ پیان برادری، وصایت و خلافت استوار کرتے ہیں۔ اس سے کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس مقام و منزلت کے سزاوار تھے اور حد تکلیف تک پہنچ گئے تھے نیز دوستی خدا اور دشمنی خدا برتنے کا تحمل رکھتے تھے۔ (۱)

حاکم نیشاپوری کتاب المعرفۃ میں علیؑ کے اولین مسلمان ہونے کی بات مسلمہ سمجھتے ہیں، اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچے تھے یا نہیں۔ (۲)

ابن عبدالبر استیعاب میں کہتے ہیں کہ اولین مسلمان خدیجہ اور پھر علیؑ ہیں۔ (۳) مقریزی امتاع میں لکھتے ہیں: علی بن ابی طالب علیہ السلام کبھی شرک کے قائل نہیں تھے۔ خدا نے ان کا تمام خیر کفالت پیغمبرؐ میں قرار دیا۔ جیسے ہی آپ پر وحی نازل ہوئی خدیجہ آپ پر ایمان لائیں اور خدیجہ، علیؑ اور زید آپ کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ (ج ۱۳، ص ۲۴۴، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ کتاب المعرفۃ، ص ۲۲۔

۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵)

آگے کہتے ہیں: علیؑ محتاج دعوت نہ تھے، کبھی مشرک نہیں تھے کہ انہیں موحد بنایا جائے اور کہا جائے کہ اسلام لائے بلکہ اسی وقت سے جب رسولؐ پر خدا نے وحی نازل کی وہ آٹھ سال یا گیارہ سال کی عمر میں چونکہ خانہ رسالت میں رہتے تھے اور خاندان کی فرد کی طرح تمام حالات میں آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔(۱)

علیؑ کی سبقت اسلامی پر مسلم بن ولید اور ابوالفلاح حنبلی (۲) جیسے شعراء نے بھی اشعار کہے ہیں۔
یہاں تک جو باتیں کہی گئیں یہ سب اہل سنت کا نقطہ نظر تھا، جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ابن کثیر وغیرہ کے بقول علیؑ، اولین مسلمان نہیں تھے کیونکہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اس کا لازمہ ہے کہ اس سے پہلے کافر تھا۔ ان سے سوال یہ ہے کہ علیؑ کب کافر تھے کہ اسلام لائے؟ وہ کب مشرک تھے کہ خدا پر ایمان لائے؟

امیر المومنینؑ کی تو تخلیق ہی دین حنیف پر ہوئی تھی، رسولؐ نے آپ کی تربیت فرمائی، آپ ہمیشہ سائے کی طرح رسولؐ کے ساتھ رہے، انہیں دعوت اسلام سے قبل، کفر کی نسبت کیسے دی جا سکتی ہے حالانکہ مدعی خود کہتا ہے: اگرچہ اس کی بات صحت کے ثبوت کی محتاج ہے۔
امیر المومنینؑ شکم مادر ہی میں اپنی والدہ کو بتوں کے سجدے سے روکتے تھے۔ (۳) کیا جو امام بطن مادر میں بتوں کے سجدے سے روکے وہ شہود پر آنے کے بعد خود بتوں کو سجدہ کر سکتا ہے آپ تو طفلی و جوانی، بزرگی اور دوران خلافت ہر حال میں ایمان باللہ سے سرفراز تھے۔

ولولا ابو طالب و ابنہ بما مثل الدین شخصاً و قاماً

''اگر ابو طالبؑ اور ان کے صاحبزادے نہ ہوتے تو دین کا تشخص برقرار نہ ہوتا نہ استوار ہوتا''۔
بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کے اولین مسلمان ہونے اور سابق ہونے کا مطلب وہی ہے جو

۱۔ الامتاع، ص ۱۶۔
۲۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۳۰۸ (ج ۲، ص ۳۸۴، حوادث ۱۸۵ھ)
۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۵ (ج ۱، ص ۲۶۸) زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ (ج ۱، ص ۹۱) نور الابصار، ص ۷۶ (ص ۱۵۶) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۱۰۔

قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کی حکایت کے سلسلے میں کہا ہے کہ ﴿انا اول المسلمین﴾ "میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔(۱) ﴿اذ قال له رب اسلم قال اسلمت لرب العالمین﴾ "جب خدا نے کہا: مسلمان ہوجاؤ تو وہ بولے: میں سارے جہان کے پروردگار پر اسلام لایا"۔(۲) یا حضرت موسیٰ کی حکایت کی ہے: ﴿و انا اولی المومنین﴾ "میں سب سے پہلا مومن ہوں"۔(۳) یا حضرت خاتم النبیینؐ کے متعلق حکایت ہے: ﴿آمن بالرسول بما انزول الله من ربه﴾ (۴) یا خدا نے آپ کو حکم دیا: ﴿قل انی امرت ان اکون اول من اسلم﴾ (۵) یا فرمایا ہے: و امرت ان اسلم رب العالمین۔

اس سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کے خطبے سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے:

انا وضعت فی الصغر بکلاکل العرب و کسرت نواجم قرون ربیعة و مضر.... "
میں نے کمسنی ہی میں عربوں کے سینے کو روندا، قبیلۂ ربیعہ و مضر کی سنگینی توڑیں، تم رسول خداؐ سے میری نزدیک ترین رشتہ داری کو جانتے ہو۔ میرے احترام سے بھی واقف ہو، انہوں نے بچپن میں مجھے اپنی آغوش میں پالا۔ اپنے سینے سے چپکائے رہے، اپنے بستر پر میرے ذریعے نگہداری کی....(۶)

رہ گئی ابوبکر کے سبقت اسلامی کی بات تو اس سلسلے میں صرف ایک روایت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ تاریخ طبری میں موثق راویوں سے صحیحہ محمد بن سعد بن ابی وقاص ہے کہ ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابوبکر سب سے پہلے مسلمان ہیں؟ باپ نے کہا: نہیں، ان سے پہلے تو پچاس سے زیادہ افراد اسلام قبول کرچکے تھے۔(۷)

میں کیا رائے دوں حالانکہ ابوجعفر اسکافی تشیع سے دوری کے باوجود کہتے ہے کہ جاحظ نے ابوبکر

۱۔ انعام/۱۶۳ ۲۔ بقرہ/۱۳۱)
۳۔ اعراف/۱۴۳ ۴۔ بقرہ/۲۸۵
۵۔ غافر/۶۶
۶۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۹۲ (ص ۳۰۰، خطبہ۱۹۲)
۷۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۱۵ (ج ۲، ص۳۱۶)

کے اولین مسلمان ہونے کی جو دلیل دی ہے تو اگر وہ دلیل صحیح ہوتی تو ابوبکر نے خود بھی سقیفہ کے دن یہ دلیل پیش کی ہوتی۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ حضرت عمر اور ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے کہا کہ میں ان دونوں میں کسی ایک کو تمہارے لئے پسند کرتا ہوں جس کی چاہو بیعت کرلو۔ اگر ان کے اولین مسلمان ہونے کا استدلال صحیح ہوتا تو حضرت عمر یہ نہ کہتے کہ بیعت ابوبکر ہنگامی حادثہ تھا خدا نے اس کے شر سے اسلام کو محفوظ رکھا۔

اگر یہ استدلال کچھ بھی وزن رکھتا تو کوئی شخص تو اس کا قائل ہوتا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ زمانۂ ابوبکر اور ان کے بعد ایک شخص نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر اس بات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ اکثر محدثین نے ابوبکر کے اسلام کو علیؑ، جعفر، زید وغیرہ کے بعد شمار کیا ہے ہم تمام روایات کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کے اولین مسلمان ہونے کی روایات صحیح و درست ہیں۔ (۱)

ابن عباس کی وہ روایات جن میں ابوبکر کے اولین مسلمان ہونے کی بات کہی گئی ہے یہ اکیلی روایت ہے اس کے مقابلے میں بے شمار روایات کی شہرت زیادہ ہے۔ ان میں یحییٰ بن حماد کی روایت ہے۔ اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ ہے علیؑ کے سبقت اسلامی کے متعلق ابن عباس کا نظریہ اور یہ قول حدیث شعبی سے زیادہ ثابت اور مشہور تر ہے۔ اس کے علاوہ ابوبکر ہذلی کی حدیث کے خلاف بھی قول ملتا ہے۔ جن احادیث کو ہم نے شعبی کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کتب صحاح و مسانید میں معتبر و موثق ہیں۔

توجہ طلب:

حضرت علیؑ کے ارشاد میں نماز پڑھنے کی مدت میں تین سال، پانچ سال، سات سال، نو سال کا اختلاف ہے ممکن ہے اس پر قاری کا ذہن الجھے۔ اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ تین سال سے ممکن ہے بعثت سے اعلان نبوت تک کی تعداد مراد ہو۔ (۲) کیونکہ رسول اسلامؐ آغاز نبوت کے بعد تین سال تک

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۱۳، ص ۲۲۴، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۶، ۲۱۸ (ج ۲، ص ۳۱۸، ۳۲۲) سیرۂ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۴ (ج ۱، ص ۲۸۰) طبقات ابن سعد، ص ۲۰۰ (ج ۳، ص ۲۱) امتاع، ص ۱۵، ۲۱۔

روپوشی کی زندگی گزارتے رہے چوتھے سال اعلان نبوت کیا۔

پانچ سال کی مدت سے مراد شاید وہ دو سال فترت نزول وحی کے ہوں جس میں پہلے **اقرا باسم ربک** کے بعد **یا ایھا المدثر** کا سورہ اترا۔ اور تین سال آغاز بعثت کے فترت کے بعد کا زمانہ جس میں ﴿**فاصدع بما تومر**﴾ اور آیہ ﴿**وانذر عشیرتک الاقربین**﴾ تک کئی سال تک رسول خداؐ پوشیدہ طریقے سے دعوت اسلام کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ خدیجہؑ اور علیؑ کے سوا کوئی نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ پانچ سال سے یہی زمانہ مراد ہے جس میں کسی نے جو کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ سال تک مخفیانہ اسلام کی تبلیغ کی جیسا کہ امتاع مقریزی میں بیان ہوا۔ (۱)

سات سال (۲) کا قول جو روایت اور سلسلۂ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔ یہ تبلیغ رسولؐ کی مجموعی مدت، اول بعثت سے نماز پنجگانہ کے واجب ہونے کی مدت تک محیط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اتفاق سال ہے کہ نماز، شب معراج میں واجب ہوئی۔ اور معراج، جیسا کہ زہری کا بیان ہے: ہجرت کے تین سال قبل واقع ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال مکے میں رہے اور امیر المومنینؑ نماز واجب ہونے کے سال سے دسویں سال تک جو سات کی مدت ہوتی ہے عبادت خدا کرتے رہے اور رسول خداؐ کے ساتھ کبھی شعب ابی طالبؑ میں کبھی غار حرا میں باہم نماز پڑھتے رہے۔ حالات اسی طرح گزرتے رہے (۳) یہاں تک کہ خدا نے ﴿**فاصدع بما تومر اور انذر و عشیرتک الاقربین**﴾ کی آیات نازل کیں۔ کیونکہ ان دونوں آیات کے نازل ہونے کا زمانہ بعثت کے تین سال بعد کا ہے، امیر المومنینؑ نے بنی ہاشم کے اجتماع دعوت ذوالعشیرہ میں اظہار اسلام فرمایا۔ اس دن علیؑ کے سوا کسی نے بھی

۱۔ الامتاع، ص ۴۴۔

۲۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴، حدیث ۱۷، ۱۹، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۴، نمبر ۳۷۸۳) (مناقب خوازمی، ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۳۳۲، حدیث ۵۳۳۱) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸) فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۲، حدیث ۱۸۷) معجم کبیر (ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۸۸)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۳) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۵)

دوعت نبیؐ پر لبیک نہیں کہا تھا۔ اسی دن رسول خداؐ نے علیؑ کو بھائی، وصی، خلیفہ اور وزیر قرار دیا۔(۱)

ان کے علاوہ جو لوگ اس دن ایمان لائے وہ از روئے معرفت ہم جہتی حیثیت سے عبادت میں کامل نہ تھے، عرصہ گزر اتب جا کے تدریجی حیثیت سے معرفت وتہذیب سے بہرہ مند ہوئے۔ بلکہ انہوں نے صرف زبان سے ہی اقرار کیا تھا۔ اور بتوں کی پرستش سے توبہ کی تھی فقط۔ برخلاف اس کے امیر المومنینؑ پہلے ہی دن سے رسولؐ کے ساتھ ساتھ رہے۔ وہ دیکھتے رہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ واجبات عبادت کے معیار کو سمجھا اور جیسا بجالانا چاہیے، بجالائے۔ اس حقیقت سے ان کی عبادت، توحید کامل کا نتیجہ تھی۔ یہ مطلب ہے جسے علیؑ نے فرمایا کہ انہوں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سات سال سے مراد وہ سات سال ہوں جسے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ سال مکے میں قیام فرمایا، سات سال تک آپ نے غیبی پرتو کا مشاہدہ کیا نہ فرشتے کی آواز سنی۔ اس کے آٹھ سال کے بعد وحی نازل ہونے لگی۔(۲) اور پہلے ہی دن سے علیؑ آپ کے ساتھ ساتھ رہے جو کچھ رسولؐ دیکھتے علیؑ بھی دیکھتے جو کچھ وہ سنتے یہ بھی سنتے۔ صرف مقام پیغمبری حاصل نہ تھا۔(۳)

اب ذرا ذہبی کے اس فقرے کا بھی لطف اٹھایئے وہ تلخیص مستدرک میں کہتے ہیں:

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں خدیجہ، ابوبکر، بلال، زید اور علیؑ تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے زید سے ذرا دیر آگے پیچھے ایمان قبول کیا اور انہوں نے خدا کی عبادت کی۔ اب یہ دوسرے سات

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۳ (ج ۳، ص ۲۴۴، خطبہ ۲۳۸) ابناء بخیاء ابناء، ص ۴۸، ۴۶، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۴ (ج ۱، ص ۴۸۷) البدایۃ والنھایۃ، ج ۱، ص ۱۱۶، نسیم الریاض شرح شفا، ج ۳، ص ۳۷ (ج ۳، ص ۳۵، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۱۷ (ج ۲، ص ۳۲۱) خصائص نسائی، ص ۱۸ (ص ۸۳، حدیث ۶۶، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۲۵، حدیث ۸۴۵۱) کفایۃ الطالب، ص ۸۹ (ص ۲۰۶ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۸ (ج ۱۳، ص ۱۷۴، حدیث ۳۶۵۲۰)

۲۔ طبقات ابن سعد، ص ۲۰۹ (ج ۱، ص ۲۲۴)

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲۔

کون سے ہیں؟ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ تھی سات کی توضیح جسے میں نے بیان کیا۔ بلکہ ہم تو پوچھتے ہیں کہ ذہبی نے جو ذرا آگے پیچھے کی بات کہی ہے، یہ کہاں سے پیدا کی؟ کس نے یہ بات کہی ہے؟ کس موقع پر اور کہاں سے حاصل کیا؟ اس کا ماخذ کیا ہے؟ اس کا راوی کون ہے؟ ہم تو کتابوں کے حوالے بھی پیش کر رہے ہیں۔ ایک داستان سرا کا حوالہ بھی پیش کر دیں تو ہم سمجھیں کہ ذہبی کا پندار کچھ وزن رکھتا ہے۔

طبری کی ایک صحیح روایت ہے کہ ابوبکر نے پچاس افراد کے بعد اسلام قبول کیا۔ (۲) گویا یہ شخص تاریخ اسلام کے سطحیات سے بھی نابلد ہے ممکن ہے کہ جانتا ہو لیکن باطل گفتار پر اسے مزہ آتا ہے۔

اب رہ گئی ۹ سال کی بات تو ممکن ہے کہ اس سے دو سال فترت وحی اور سات سال بعثت سے نماز واجب ہونے کی مدت تک مراد ہو۔ یہ ساری باتیں میں نے تقریبی حیثیت سے کی ہیں تحقیقی حیثیت سے نہیں۔ ان میں تحقیق کے بعد تعارض و اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر ساتویں جلد میں آیۂ ولایت کے ذیل میں حضرت علی علیہ السلام کے واقعہ خاتم بخشی کو ابو سعید کے طریقہ سے نقل کر کے کہتا ہے کہ یہ روایت کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کے اسناد ضعیف ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تو قرآن میں کوئی آیت نازل ہی نہیں ہوئی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ﴿ **انما انت منذر و لکل قوم ھاد** ﴾ (۳) ﴿ **و یطعمون الطعام علی حبه** ﴾ (۴) اور ﴿ **اجعلتم سقایة الحاج...** ﴾ (۵) وغیرہ آیات حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہ کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔ (۶)

۱۔ تلخیص مستدرک، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵)

۲۔ تاریخ طبری، ص ۲۴۰ (ج ۲، ص ۳۱۶)

۳۔ رعد/ ۷ ۴۔ انسان/ ۸۔

۵۔ توبہ/ ۱۹

۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۷ (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

بڑی بری بات ہے جو یہ اپنی زبان سے نکال رہے ہیں یہ تو سراسر غلط گوئی پر آمادہ ہیں۔(۱) یہ شخص آیہ ولایت علیؑ کے متعلق نازل ہونے کو صحیح نہ کہہ کر کس قدر جسارت و جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کے اسناد ضعیف ہیں جبکہ خود اس نے اپنی تفسیر (۲) میں ابن مردویہ کے حوالے سے کلبی کی روایت نقل کی ہے اور کلبی کا بھی قول نقل کیا ہے کہ اس کے اسناد میں کسی قسم کا خدشہ یا اندیشہ نہیں ہے اور میں نے اس سے قبل کہا ہے کہ ابوسعید اشج کی حدیث کے رجال صحیح اور موثق ہیں۔

اس کے علاوہ جو روایت بھی حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی تفسیر و توضیح کرتی ہو اگر اس بے وقوف کے بقول صحیح نہ ہو تو ان تمام تفاسیر وصحاح ومسانید کو پارہ پارہ کر کے دریا برد کر دینا چاہیے کیونکہ جن کتابوں میں غلط مطالب درج ہوں ان سے فائدہ ہی کیا؟ دانشوروں کو اس پر بھروسہ ہی نہ رہے گا تو اپنی عمر عزیز اس کے مطالعہ میں ضائع کیوں کریں؟

اگر ان تمام باتوں کو ابن کثیر کی ہوا پرستی کا پابند بنالیا جائے تو ارباب تحقیق کس کتاب کی طرف مراجعہ کریں۔ ہاں خود ابن کثیر اپنے خرافات کو ماخذ سمجھتے ہیں، وہ فضائل امیر المومنینؑ کے سوا ہر مقصد و مطالب کو زیر بحث لاتے ہیں جب فضائل علیؑ کی بات آتی ہے تو کینہ جوش مارنے لگتا ہے۔ میں نے دوسری جلد میں آیۂ ﴿ انما انت منذر ﴾ کے متعلق داد تحقیق دی ہے رجوع فرمائیے۔

۶۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۳) کی روایت وکیع، اسرائیل، ابواسحاق، زید بن یثیع سے ابوبکر کا بیان، تبلیغ برائت کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں اس حدیث میں انکار کی گنجائش موجود ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کو واپس آنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ ابوبکر واپس نہیں لوٹے وہی امیر حج تھے۔۔۔الخ۔(۴)

۱۔ سورۂ کہف کی آیت ۵ سے اقتباس ﴿ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا ﴾

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۱۔ ۳۔ مسند احمد (ج ۱، ص ۷، حدیث ۴)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۸ (ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

واہ! کیا بات ہے، نصوص کے مقابلے میں اس لنگڑے اجتہاد پر جتنا بھی ہنسا جائے کم ہے، جس نص پر اجماع ہے، ثبوت ویقین کے ڈھیر لگے ہیں۔

ہم آگے اس پر مفصل بحث کریں گے۔

۷۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۱) کے طریق سے ابن نمیر، اجلح کندی، عبد اللہ بن بریدہ سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے کہ آپ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا کہ بدگوئی نہ کرو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم پر صاحب اختیار ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد نامعلوم ہے۔ اس روایت میں اجلح شیعہ ہے اور جس روایت کو اکیلے شیعہ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس کی پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو اس سے ضعیف تر ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے۔

اس سلسلے میں جو روایت حفاظ نے نقل کی ہے وہ یہ ہے:

احمد نے وکیع، اعمش، سعید بن عبیدہ، عبد اللہ بن بریدہ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی ولیہ ''جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ ولی ہیں''۔ (۲)

جواب:

کیا کوئی عربی داں اس تعبیر کو مشکوک سمجھ سکتا ہے، ہاں! بنی امیہ کی نسل سے ہونا دوسری بات ہے۔ اگر تعصب کی عینک اتار دی جائے تو اس جملے میں ذرا بھی اجنبیت نہیں رہ جاتی۔ یہ مطلب صحیح و ثابت ہے۔ جو وحی ترجمان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس مفہوم کی تاکید میں بے شمار احادیث

۱۔ مسند احمد (ج ۶، ص ۴۸۹، حدیث ۲۲۵۰۳)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۴۴ (ج ۷، ص ۳۸۰، حوادث ۴۰ھ)

ہیں۔(۱)

ابن کثیر اسی مفہوم کو نامعلوم کہتے ہیں جبکہ یہ زبان رسالت سے ادا ہوا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام جیسی باوقار شخصیت کے لئے ادا ہوا ہے۔ابن کثیر کی بکواس قطعی مہمل ہے کیونکہ اس کے اسناد اور مدلول تمام قسم کی نکتہ چینیوں سے بلند ہیں۔

کیا آپ نے کہیں سنا ہے کہ جس روایت کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہو، بخاری و مسلم بھی نقل کرتے ہوں محض اس لئے کہ اس میں ایک شیعہ ہے اسے مسترد کردیا جائے؟ بھلا شیعیت کا گناہ کیا ہے جبکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک معتبر ہو۔اجلح کو ابن معین، احمد بن حنبل، ترمذی، ابی شیبہ، محب الدین طبری جیسے (۲) حفاظ نے اپنی کتابوں میں نقل کرکے کہا ہے کہ اس کے رجال موثق و صحیح ہیں۔ابن کثیر کی جہالت دیکھئے کہ وہ حدیثوں کو ایک ہی جوڑ کر پیش کردیا ہے حدیث ولایت عام ہے اور حدیث: **لا تقع فی علی** ''علی کی بدگوئی نہ کرو''۔یہ شخصی واقعہ ہے، ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ حدیث غدیر میں عمومیت کا پہلو ہے۔

۸۔ابن کثیر نے اپنی کتاب میں شیعوں کی طرف ایک جھوٹی نسبت بھی دی ہے کہ کچھ شیعہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ خراسانی اونٹوں میں متعدد کوہان اس دن سے پیدا ہوئے جب واقعہ کربلا میں اہل حرم اسیر کئے گئے۔آگے اور پیچھے متعدد کوہان اس لئے پیدا ہوئے کہ اہل حرم کی پردہ دری کرسکے۔(۳)

۱۔مسند ابی یعلی (ج۱،ص۲۹۳،حدیث۳۵۵) المصنف (ج۱۲،ص۸۰،حدیث۱۲۱۷۰) حلیۃ اولیاء، ج۶،ص۲۹۴، ریاض النضرۃ، ج۲،ص۱۷۱ (ج۳،ص۱۱۶) مصابیح السنۃ، ج۳،ص۲۷۵ (ج۴،ص۱۷۲،حدیث۴۷۶۶) البدایۃ والنہایۃ، ج۷،ص۳۴۴ (ج۷، ص۳۸۱، حوادث ۴۰ھ) کنز العمال، ج۶،ص۱۵۴، ۳۰۰ (ج۱۱،ص۶۰۸، حدیث۳۲۹۴۳)؛ خصائص نسائی، ص۲۳ (ص۱۰۹، حدیث۸۹، سنن نسائی، ج۵،ص۱۳۲، حدیث۸۴۷۴) مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۱۱ (ج۳،ص۱۱۹،حدیث۴۵۷۹) وغیرہ۔

۲۔التاریخ (ج۳،ص۲۷۰،نمبر۱۲۷۶) مسند احمد، ج۵،ص۳۵۵ (ج۶،ص۴۸۹)، حدیث۲۲۵۰۳) خصائص نسائی، ص۲۴ (ص۱۱۰، حدیث۹۰، سنن نسائی، ج۵،ص۱۳۳، حدیث۸۴۷۵) المصنف (ج۱۲،ص۸۰،حدیث۱۲۱۷۰) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۴ (ج۱۱،ص۶۰۸، حدیث۳۲۹۴۲) ریاض النضرۃ، ج۲،ص۱۷۱ (ج۳،ص۱۱۵) مجمع الزوائد، ج۹،ص۱۲۸۔

۳۔البدایۃ والنہایۃ، ج۸،ص۱۹۶ (ج۸،ص۲۱۳، حوادث ۶۱ھ)

جواب:

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی احمق اور مجنون شیعہ بھی عربی یا خراسانی اونٹوں کے کوہان کا مندرجہ عقیدہ رکھتا ہوگا۔ کسی شیعہ کا عقیدہ ہرگز نہیں، یہ جھوٹ گڑھا گیا ہے۔ ہر شیعہ خاندان اہل بیتؑ کو زیورات کی آرائش کا محتاج نہیں سمجھتا بلکہ ان کی عصمت وطہارت ہی ان کی زینت تھی، وہ اسیری میں بھی صاحب جلال تھے۔ عنایات خداوندی سے نہال ہونے کی وجہ سے وہ ان مصائب وشدائد کو بصد افتخار برداشت کر گئے۔

انہوں نے اپنے انقلابی اقدام سے بنی امیہ کی بدطینتی کو بے نقاب کیا۔ امام حسینؑ مجسم دین و ہدایت تھے اور اہل حرم ان کے جہاد میں ان کے شریک کار تھے۔ انہوں نے نجات امت اور تحفظ اسلام کے لئے خود اپنے خاندان اور دوستوں سمیت اپنے کو مہالک میں ڈال کر تمام عالم کو بتا دیا کہ جو شخص ان شرم ناک حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے اس کا نہ تو رسولؐ سے کوئی تعلق ہے نہ خلافت سے۔ حسین علیہ السلام نے بنی امیہ کی انہیں حرکتوں کو بے نقاب کیا اور آخر کار قربان گاہ کربلا میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور اہل حرم اسیر کر کے شام لے جائے گئے۔ اسی وجہ سے تمام لوگ بنی امیہ اور ان کے ہم نواؤں سے نفرت کرنے لگے۔ نفرت کی اس چنگاری نے مروان حمار کے زمانے تک بنی امیہ سے تمام زمین کو پاک کر دیا۔ یہ انہیں لوگوں کی کمائی کا پھل تھا اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دین اسلام کو محمدؐ نے رواج دیا لیکن اس کی بقاء حسینؑ سے ہے۔

ابن کثیر جیسے منحوس افراد اس حقیقت کو سمجھے بغیر شیعوں کے متعلق خرافات اڑاتے پھرتے ہیں۔ انہیں جھوٹی اور شرمناک باتیں بیان کرنے میں شرم بھی نہیں آتی۔

یہ ابن کثیر کے کچھ بدبودار نمونے تھے جن میں فریب، جھوٹ اور دنیا بھر کے عیوب کی بھرمار ہے۔ ہمیں اتنا موقع نہیں کہ ان تمام دشنام والہام کو نقل کر سکیں جن کو وجدان و عقل سلیم کسی طرح بھی قبول نہیں کرتے۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ''اور جو شخص بھی ہدایت کے واضح ہو جانے کے

بعد رسول سے اختلاف کرے گا اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ معمولی نمونے تھے اہل سنت کی یاوہ سرائی کے۔اگر ان کا احصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو سکتے ہیں چونکہ ہمارا مقصد امت اسلامی کی توجہ مذہب اہل بیتؑ کے خلاف کینہ توزی وعناد کی طرف مبذول کرانا تھا کہ وہ ان تعصبات سے چوکنا رہیں اور غلط الزام تراشیوں پر اعتماد نہ کریں۔ظاہر سی بات ہے کہ اگر وہ متوجہ ہو کر ان باطل سرائیوں کو پڑھیں گے تو تحقیق کے میزان پر ضرور تولیں گے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین علماء اہل سنت کے اندھے تعصبات کی طرف بھی متوجہ کر دیا جائے جن کی وجہ سے وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے دشمنی وعناد کی ہوا بھڑ کانے کی سعی کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں فتنہ وفساد بھڑک اٹھتے ہیں۔ہرزہ سرائیوں کی وجہ سے اسلامی قومیت، پستی اور ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئی ہے۔بھائی بھائی کا اور دوست دوست کا دشمن ہو جاتا ہے۔

۱۔سورۂ نساء/۱۱۵

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ

تالیف: شیخ محمد خضری

بظاہر یہ تاریخ کی کتاب ہے لیکن سیدھے سادھے لفظوں میں تاریخ کے بجائے اموی فتنہ انگیزیوں کا پلندہ ہے۔ اس میں شیعوں پر جو لعن طعن کیا گیا ہے اس کی وجہ سے یہ کتاب نہ تاریخ کی ہے نہ کلام کی کہ جس کے مطالب کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے، یہ محض ذہنی عیاشی کا پلندہ ہے جس کی وجہ سے برادری بھی غارت ہوتی ہے اور سکون بھی۔ میرے لئے مناسب تو یہی تھا کہ اس کے شبہات کو نظر انداز کیا جائے لیکن قارئین کے سامنے اس کی بعض لغزشوں کو پیش کرنا ضروری خیال کیا:

ا۔ جلد دوم میں افسوس ناک مطالب کا اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ جنگ صفین کسی دینی مقصد کے پیش نظر یا قومی مظالم کو دفع کرنے کیلئے نہیں لڑی گئی۔ بلکہ اس کا مقصد ایک شخص کی دوسرے پر فتح و کامرانی کی سعی تھی۔ علیؑ والوں نے ان کی اس لئے مدد کی وہ رسولؐ کے چچا زاد بھائی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ معاویہ والوں نے اس لئے مدد کی کہ انہوں نے خون عثمان کا مطالبہ کیا اور وہ مظلوم کے قصاص کے سبب سے زیادہ حقدار تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ قاتلان عثمان جس کی پناہ میں ہوں اس کی بیعت کرنا صحیح نہیں۔(ا)

جواب:

کاش اس شخص نے اپنے بنیادی عقائد بھی بیان کر دیئے ہوتے تا کہ اسی میزان پر ہم جنگ صفین کو

ا۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، ج ۲، ص ٦٧۔

تو لتے۔ لیکن چونکہ اس نے اپنے بنیادی عقائد بیان نہیں کیے اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ رسولؐ کے فرمان کے نفاذ سے زیادہ قوی تر کون سی دینی بنیاد ہوسکتی ہے جس میں آپ نے امیرالمومنین علیہ السلام اور اصحاب سے قاسطین (طرفداران معاویہ) سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ''**سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا علی الله جهادهم فمن لم یستطیع جهادهم بیده فبلسانه ...**'' بہت جلد میرے بعد ایک قوم علیؑ سے جنگ کرے گی۔ خدا نے لازم قرار دیا ہے کہ ان کے خلاف جنگ کی جائے جو ان سے جہاد کی صلاحیت ہاتھ سے نہ رکھتا ہو تو زبان سے کرے۔ اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے کرے اس کے سوا چارہ نہیں''۔(۱)

آخر کون سی دینی بنیاد اس سے قوی تر ہوسکتی ہے کہ ایک شخص خلیفہ رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہا ہے جس کا اعتراف خود خضری کو ہے۔

نصرت امیرالمومنینؑ کی قوی ترین دلیل یہ ارشاد رسولؐ ہے:

''تمہاری جنگ میری جنگ ہے''۔(۲) نیز یہ کہ ''عنقریب تم سے باغی گروہ جنگ کرے گا اور تم حق پر ہو گے جو شخص ایسے میں تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں''۔(۳) کیا اس سے اہم دلیل ہوسکتی ہے جو مسلمان بھی اس حدیث رسولؐ کو سنے گا ضرور علیؑ کی مدد کرے گا۔ حدیث رسولؐ کے مطابق باغیوں کے جنگ کی اس سے مضبوط تر دلیل کیا ہوسکتی ہے؟ آپ نے عمار سے فرمایا:

۱۔ المعجم الکبیر (ج۱، ص۳۲۱، حدیث ۹۵۵) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۴، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۵، ج۷، ص۳۰۵ (ج۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۱، ج۱۵، ص۱۰۲، حدیث ۴۰۶۶)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴۹ (ج۳، ص۱۶۱، حدیث ۴۷۱۴) کفایۃ الطالب، ص۱۸۹ (ص۳۳۱، باب ۹۹) المعجم الکبیر (ج۳، ص۴۰، حدیث ۲۶۲۰) مناقب خوارزمی، ص۹۰ (ص۱۴۹، حدیث ۱۷۷) کنز العمال، ج۶، ص۲۱۶ (ج۱۲، ص ۹۶، حدیث ۳۴۱۵۹) سنن ترمذی (ج۵، ص۶۵۶، حدیث ۳۸۷۰) سنن ابن ماجہ (ج۱، ص۵۲، حدیث ۱۴۵) تاریخ بغداد، ج۷، ص۱۳۷، مسند احمد، ج۲، ص۴۴۲ (ج۳، ص۱۸۷، حدیث ۹۴۰۵)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج۱۲، ص۳۷۰، نمبر ۱۲۲۰) کنز العمال (ج۱۱، ص۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۰) شرح المواہب، ج۳، ص ۳۱۷۔

تقتلک الفتنة الباغیه ''تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا''۔(۱)

نیز ایک دن فرمایا: عمار پر افسوس! کہ انہیں باغی گروہ قتل کرے گا جس دن وہ لوگوں کو بہشت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف۔(۲)

خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کے متعلق حدیث رسول کو مضبوط بنیاد دین قرار دیا جائے جن لوگوں نے خلیفہ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ جس کی بیعت کی اس میں تمام شرائط خلافت موجود تھے۔ خود انہیں کی تصریحات کے مطابق لوگوں ہی نے خلیفہ معین کیا تھا۔ کیا ایسے شخص کے متعلق جو امام وقت کے خلاف خروج کرے آیت نہیں ہے کہ ان کہ ﴿ان طائفتان من المومنین...﴾ ''اگر مومنین کے دو گروہ باہم جنگ کر رہے ہوں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ان میں سے ایک بغاوت کرے تو دوسرے کی حمایت میں باغی گروہ کے خلاف اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ حکم خدا ماننے پر آمادہ ہو جائے''۔

اس امت کی سب سے بڑی مصیبت تو یہی ہے کہ معاویہ جیسا انسان بنیاد اسلام کو تہس نہس کر کے ان پر حکومت کرے اور خلافت کو بغیر نص یا بغیر ارباب حل وعقد کی بیعت یا بغیر اجماع یا مشاورت یا وصیت کے خلیفہ بن جائے۔ بغیر ولی ہونے کے خون عثمان کا مطالبہ کرے اور لوگ اس کی حمایت کریں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ خود معاویہ ہی نے شامی لشکر کو ٹال مٹول میں رکھا، عثمان کی مدد میں کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔ جانے بھی دیجئے ان باتوں کو معاویہ میں نہ شرافت نفس تھی، نہ خطا سے محفوظ رکھنے والا علم، نہ تقویٰ کی وہ توانائی تھی جو اسے خواہش نفس کے جھمیلوں سے باز رکھ سکے اور نہ اکیلی

۱۔ سیوطی نے خصائص، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۲۳۹) پر اس کے تواتر کا ادعیٰ کیا ہے نویں جلد میں ۲۵ طرق سے یہ حدیث بیان کی جائے گی۔ نیز ملاحظہ کیجئے: الاصابة، ج ۲، ص ۵۱۲ (نمبر ۵۷۰۴) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۰۹ (ج ۷، ص ۳۵۸، نمبر ۶۶۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۶۳۷) کنز العمال، ج ۷، ص ۷۴ (ج ۱۳، ص ۵۳۷، حدیث ۳۷۴۰۶) البدایة والنھایة، ج ۷، ص ۲۷۰ (ج ۷، ص ۳۰۰) ج ۶، ص ۱۸۴ (ج ۱۱، ص ۷۲۵، حدیث ۳۳۵۴۹)

۲۔ صحیح بخاری (۱، ص ۱۷۲، حدیث ۴۳۶) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۴۳۱، حدیث ۷۳، کتاب الفتن) سنن ترمذی (ج ۶، ص ۶۲۸، حدیث ۳۸۰۰) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۷ (ج ۱۰، ص ۵۹، حوادث ۲۸۴) شرح المواھب، ج ۱، ص ۳۶۶۔

شاہی طاقت و اقتدار ہی سے بہرہ مندی تھی۔ نتیجے میں وہ ناقص اقتدار کے ذریعے شقاوت، ڈرانے، دھمکانے اور لالچ دینے کی پالیسی کے ذریعے دینداری اور اصلاح طلبی کے نام پر لوگوں پر مسلط ہوگیا۔ پھراس نے خونریزی اور ہلاکتوں کا چکر چلا دیا۔

اس کی اسلام دشمنی اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس نے امت اسلامی میں ظلم وستم کورواج دیا۔ مزید یہ کہ اس نے یزید جیسے فاسق وفاجر کو جانشین بھی نامزد کردیا۔

۲۔ بلاتردید جس طرح حضرت علی علیہ السلام قریش کے بزرگ ترین فرد ہاشم بن عبد مناف کے فرزند تھے۔ اسی طرح معاویہ بھی اپنے کو بزرگ قریش سمجھتا تھا۔ کیونکہ وہ بزرگ قریش ابوسفیان بن حرب کا بیٹا تھا ابوسفیان قریش کی بزرگ ترین فرد امیہ بن عبد شمس بنی عبد مناف کا فرزند تھا۔ اس طرح دونوں ہی نسبت کے اعتبار سے برابر تھے۔ (۱)

جواب:

میں اس عقل کے اندھے سے کیا پوچھوں کہ جو شخص عنصر نبوت اور تقدس کا پیکر تھا، جو پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل ہوتا رہا، ختم نبوت کا جزو تھا، صاحب ولایت کبریٰ تھا، ایسے کا مقابلہ کسی شکم پرست سے کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ دونوں کو ایک نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ دونوں کے شجرۂ نسب میں بھی بڑا فرق ہے۔ ایک شجرۂ طیبہ جس کی شاخیں آسمان پر ہیں دوسرا شجرۂ خبیثہ جس کی جڑیں زمین پر بکھری ہوئی ہیں۔ ایک زیتون کا مبارک درخت دوسرا قرآن کی نظر میں ملعون درخت۔ جس کی تاویل حدیث رسولؐ میں بنی امیہ سے کی گئی ہے۔ (۲)

یہ شخص دونوں کو کس ڈھٹائی سے برابر قرار دے رہا ہے۔ جبکہ حدیث رسولؐ ہے کہ خدا نے بنی آدمؑ سے عرب کو چنا، عرب میں خانوادۂ مضر کو، مضر سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے

۱۔ محاضرات تاریخ الامم واسلامیہ، ج ۲، ص ۶۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۶ (ج ۱۰، ص ۵۸، حوادث سن ۲۸۴ھ) تاریخ خطیب بغدادی، ج ۳، ص ۳۴۳ (نمبر ۱۴۵۱) تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۲۸۶ (ج ۱۰، ص ۲۸۶) تفسیر نیشاپوری مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۵۵۔

ہمیں منتخب فرمایا۔(۱)

یہ شخص دونوں درختوں کو کیسے برابر قرار دے رہا ہے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام زندگی اس شجرۂ ملعونہ کی حرکات سے غمزدہ رہے۔ جب سے خواب دیکھا کہ میرے منبر پر بندر اچک رہے ہیں، اس کے بعد سے کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ خدا نے آیت نازل فرمائی کہ میں نے تمہیں جو خواب دکھایا ہے یہ لوگوں کے لئے آزمائش تھی۔(۲)

دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ بنی امیہ نے بندگان خدا کو غلام بنایا، ان کا مال واسباب لوٹا اور کتاب خدا کو اپنی فریب کاریوں کی سپر بنا لیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔(۳)

یہ شخص ابوسفیان کو بزرگ قریش کہتا ہے حالانکہ وہ قریش کے لئے باعث ننگ تھا۔

رسول کی نظر میں ملعون تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: خدایا! تابع ومتبوع دونوں پر لعنت فرما۔

خدایا! اقیعس پر لعنت ہو۔ براء کہتے ہیں کہ اقیعس سے مراد معاویہ ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ابوسفیان کو سوار دیکھا اور معاویہ کو ہنکاتے ہوئے۔ فرمایا: خدایا! قائد اور سائق دونوں پر لعنت فرما۔(۴)

۱۔ سنن بیہقی (ج۷، ص۱۳۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۷، ص۲۴۶، نمبر ۲۱۴۶) سنن ترمذی (ج۵، ص۵۵۴۴، حدیث ۳۶۰۵) تاریخ ابن عساکر (ج۵، ص۴۵، نمبر۱۷۱) کنزالعمال، ج۶، ص۲۰۴ (ج۱۲، ص۴۳، حدیث ۳۳۹۱۸)

۲۔ تفسیر طبری، ج۱۵، ص۷۷ (مجلد ۹، ج۱۵، ص۱۱۲) تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۵۶ (ج۱۰، ص۵۸ حوادث ۲۸۴ھ) تاریخ خطیب بغدادی، ج۹، ص۴۴ (نمبر ۴۶۲۷) ج۸، ص۲۸۰ (نمبر ۴۳۷۷) تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج۱۵، ص۵۵، تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۲۸۳ (۱۰، ص۱۸۳) النزاع والتخاصم، ص۵۲ (۷۹) اسد الغابۃ، ج۲، ص۱۴ (نمبر ۱۱۶۵) الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۱۱۸ (ج۲، ص۲۰۰) تفسیر خازن، ج۳، ص۱۷۷ (ج۳، ص۱۶۹)

۳۔ النزاع والتخاصم، ص۵۲، ۵۴ (ص۸۱) الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۱۱۸ (ج۲، ص۲۰۰)

۴۔ نصر بن مزاحم کی کتاب حرب صفین ص۲۴۴، ۲۴۸ (۲۱۸، ص۲۲۰) تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۵۷ (ج۱۰، ۵۸، حوادث ۲۸۴ھ)

یہ شخص شیخ ابطح ابوطالبؑ کے مقابلے میں ابوسفیان کو لا رہا ہے حالانکہ علقمہ نے ابوسفیان کے لئے اپنے اشعار میں صاف کہا ہے کہ وہ شروع ہی سے اسلام کا دشمن تھا۔ شوکت اسلامی دیکھ کر چہرے پر اسلامی نقاب ڈال لی۔(۱)

کاش خضری نے مقریزی (۲) کے یہ فقرے بھی پڑھے ہوتے: ابوسفیان جنگ احد میں اس گروہ کا سرغنہ تھا جس نے رسولؐ سے جنگ کی، جس میں ستر مہاجر و انصار کے افراد قتل ہوئے۔ انہیں میں حمزہ جیسے خدا کے شیر بھی تھے، جنگ خندق میں بھی رسولؐ سے جنگ کی اور رسول خداؐ کو خط لکھا:

''**بسمک اللهم**... ''لات وعزیٰ کی قسم! ساف ونائلہ وہبل کی سوگند، اے محمدؐ! میں تمہاری طرف آرہا ہوں، میں تمہارا تیاپانچہ کردوں گا تم نے خندق بنا کر اپنی حفاظت کر رکھی ہے۔ احد کا دن تمہیں یاد دلا دوں گا''۔

اس خط کو ابوسلمہ کے ذریعے بھیجا، رسولؐ نے ابی بن کعب سے پڑھوا کر جواب لکھوایا:

''تمہارا خط تیرے مقصد کے درمیان حائل ہو جائے گا جو میرے حق میں مفید ہوگا۔ اے احمق! بہت جلد وہ دن آرہا ہے جب میں لات، عزیٰ، ساف، نائلہ وہبل کو توڑ پھوڑ دوں گا''۔

وہ ہمیشہ خدا اور رسولؐ کا دشمن رہا، یہاں تک کہ رسولؐ خدا جب فتح مکہ کے بعد تشریف لے گئے تو عباس بن عبدالمطلب نے اسے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور خدمت رسولؐ میں لا کر حاضر کیا کیونکہ عباس کا زمانۂ جاہلیت میں اس سے یارانہ تھا، خدمت رسولؐ میں لا کر امان کے خواہش مند ہوئے رسول خداؐ نے اسے دیکھ کر اس سے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! کیا اب بھی تجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں؟ ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ کس قدر مہربان، کریم اور جوان مرد ہیں۔ خدا کی قسم! اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔

رسولؐ نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہ آیا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابو

۱۔ کتاب نصر بن مزاحم، ص ۲۱۹ (ص ۱۹۵)

۲۔ النزاع والتخاصم، ص ۲۸ (ص ۵۲)

سفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں لیکن آپ کی پیغمبری میرے دل میں ابھی کھٹک رہی ہے۔

عباس دہاڑے: تجھ پر وائے ہو! گواہی دیدے کہ گردن نہ ماری جائے۔ تب وہ گواہی دے کر اسلام لایا۔

پیغمبر اسلامؐ نے اگر معاملہ خلافت کو ایک معین شخص کے لئے وصیت کر دی تھی تو کوئی تو آگے بڑھتا اور رسولؐ کی نص صریح کے خلاف اپنے کو خلیفہ کہلواتا؟

اور کیا سعد بن عبادہ اس صورت حال میں اپنی بیعت کیلئے لوگوں کو دعوت دے سکتے تھے؟ انہوں نے انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا: منا امیر و منکم امیر ''ایک حاکم ہمارا ایک تمہارا''۔ ایک دوسرے نے ہانک لگائی: میں تمہارا لائق اعتماد ہوں مجھ پر بھروسہ کرو۔ مہاجرین ابو بکر کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ لوگ عباس اور بنی ہاشم کے ساتھ آئے اور کہنے لگے کہ اس کے حقدار صرف امیر المومنینؑ ہیں۔

یہ وہ جامع سوالات ہیں جن کا جواب خضری کے پاس ہرگز نہیں۔ وہ تو صرف یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ معاویہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ امت پر مہربان تھے۔

یزید کی خلافت کے دوران واقعہ کربلا پیش آیا، واقعہ حرہ وقوع پذیر ہوا، ابن زبیر کی وجہ سے خانہ کعبہ پر چڑھائی ہوئی اور پردہ جلا۔ یہ تمام باتیں یزید کے انتخاب کا نتیجہ تھیں۔ یزید کی خلافت کے تو سب سے بڑے مخالف خود حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھ فرزندان عبد مناف، عام مہاجرین و انصار مدینہ کی ڈھیر ساری تعداد تھی۔

ان باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اگر معاویہ انتخاب خلیفہ کے سلسلے میں مجبور تھے تو کیوں نہ انہوں نے کسی نیک صحابی رسول کو منتخب کیا۔ اور کیوں نہ سب پر ترجیح دیتے ہوئے خود امام حسین علیہ السلام کو منتخب کیا جو فرزند رسول خدا بھی تھے؟

کس ڈھٹائی سے خضری یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ انتخاب بالکل ٹھیک، نیک اور امت کے حق میں مفید تھا۔ اس کے منہ سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ انتخاب سراسر ظلم اور امت اسلامی پر عذاب اور کتاب و سنت کے حق

میں زہر تھا۔ حالانکہ خود رسولؐ نے سالہا سال قبل خبردار کر دیا تھا کہ اس امت میں سب سے پہلا شخص جو میری سنت میں تحریف کرے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا تھا کہ یہ دین برابر اپنی حدوں میں متوازن رہے گا جب تک کہ بنی امیہ کی ایک فرد یزید نامی اس میں رخنہ نہ ڈالے۔(۱)

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ زمانہ معاویہ میں یزید نے ایک جنگ میں شرکت کی، ایک شخص کے حصہ میں ایک کنیز آئی یزید نے اس سے لے لیا۔ وہ شخص ابوذر کے پاس آیا اور شکایت کی۔ ابوذر نے یزید سے تین بار کہا کہ اس کنیز کو اسے دیدے اور وہ بہانہ کرتا رہا آخر کار ابوذر نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے: سب سے پہلا شخص جو میری سنت کو متغیر کرے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا۔ یہ کہہ کے اس سے منھ پھیر لیا۔ یزید نے ان کا تعاقب کر کے پوچھا: آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں میں ہی وہ شخص ہوں۔ ابوذر نے جواب دیا: میں نہیں جانتا، بعد میں یزید نے کنیز واپس کر دی۔(۲)

ابن حجر نے تطہیر الجنان میں اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث اور قبل کی ان حدیثوں میں جس میں یزید کے نام کی صراحت ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ابوذر کی بات: ''میں نہیں جانتا''۔ کو حقیقت پر حمل کیا جائے تو مقصود یہ ہوگا کہ اس معاملے میں انہیں ابہام ہے اور یہ ابہام اگلی روایات سے ختم ہو جاتا ہے۔ یا اگر کہا جائے کہ ابوذر اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سے مراد یزید ہی ہے لیکن فتنہ وشورش سے ڈرتے ہوئے نام نہیں لیا۔ چنانچہ دوسرے معاملات میں ظاہر ہوا کہ ان پر دشمنی کا الزام عائد کیا گیا۔(۳)

خضری نے جو ایک خانوادہ میں خلافت محدود ہونے کی بات کہی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ خلافت نالائق خاندان میں نہ جائے اگر ایسا خاندان ہو جو زیور لیاقت میں دینی وسیاسی اعتبار سے آراستہ ہو تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب کبھی لیاقت

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۲۳۶) تطہیر الجنان مطبوع برحاشیہ الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۵ (ص ۶۴)

۲۔ المصنف (ج ۱۴، ص ۱۰۲، حدیث ۱۷۷۲۶)

۳۔ تطہیر الجنان مطبوع برحاشیہ الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۵ (ص ۶۴)

نہ ہوگی تو اس خاندان کے طرف دار نہ ہوں گے کیونکہ مسئلہ خلافت کو صرف ایک خاندان میں محدود کر دینا فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے سبب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب بھی لوگ خلیفہ کے خلاف شورش کر کے اس کو قتل کریں گے تو لازمی طور سے ایسے کا انتخاب کریں گے جو صالح، نیک اور جوان مرد ہوگا۔ اسی صورت میں خلیفہ کی نالائقی کے باوجود ایک خاندان میں خلافت محدود کر دینے سے فساد کا مقابلہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

لیکن اگر لائق خاندان میں خلافت ہوگی اور لوگ بھی اس کی لیاقت کے معترف ہوں گے تو خاندان کے باہری افراد کی طمع اس کے لئے نہ ہوگی۔ پھر تو شورش کا بہانہ بھی نہ رہے گا۔ ایسی صورت حال میں لازمی طور سے ہمارے شرائط کے بیان کردہ معیار پر امت متفق ہوگی اور خلیفہ کی عزت بھی زیادہ کی جائے گی معاملات اچھی طرح استوار رہیں گے، لوگ اس کی اطاعت کریں گے، وہ خلیفہ برائیوں کے خلاف جنگ بھی کرسکے گا۔

اسی لئے شیعہ حضرات خلافت کو آل علیؑ میں محدود سمجھتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں اور خلافت کے لئے ان کے ناموں کی پہلے سے تعیین ہے، رسول خداؐ کے نصوص اس پر قطعیت کی مہر صادر کر چکے ہیں۔ (۱)

۴۔ کہتا ہے کہ خلاصہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے جو قیام فرمایا اس کی وجہ سے امت میں اختلاف وتفرقہ پڑا۔ اس طرح امام حسینؑ نے اقدام کر کے بڑی غلطی کی (نعوذ باللہ)۔ اس کی وجہ سے امت کا پایہ استوار آج تک متزلزل ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو جس طرح پھیلایا ہے اس کی وجہ سے آج تک باہر کینہ وعناد اور نفرت کی فضا قائم ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام اس سیرت کے طلبگار تھے جو انہیں وسائل کے اعتبار سے فراہم نہ تھی جس کی وجہ سے ان کے اور ان کے مقصد کے درمیان رکاوٹیں پیدا ہوگئیں اور وہ اس وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ ان سے پہلے ان کے

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۱ (ص۵۴) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۷۲، تاریخ بغدادی، ج۲، ص۱۴۶، الصواعق المحرقہ، ص۱۳۶ (ص۲۲۸) سنن ترمذی (ج۵، ص۶۲۱، حدیث ۳۷۸۶) مسند احمد (ج۳، ص۴۶۳، حدیث ۱۱۱۶۷) حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۸۶ (نمبر۴) معجم کبیر (ج۵، ص۱۹۴، حدیث ۵۰۶۷) کنز العمال (ج۱۲، ص۱۰۳، حدیث ۳۴۱۹۸) ذخائر العقبیٰ، ص۱۷، المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴۹ (ج۳، ص۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰، ج۳، ص۱۶۲، حدیث ۴۷۱۵) عیون الاخبار (ج۱، ص۲۱۱)

والد ماجد قتل کے گئے تھے لیکن قلم کاروں نے ان کے واقعہ قتل پر تنقید نہیں کی، کوئی بھی ان کی شہادت کو برا نہیں کہتا کہ آتش عناد بھڑ کے۔ ان لوگوں کا حساب کتاب خدا کے ذمے ہے۔ ان کا محاسبہ خداوند عالم ہی کرے گا۔

اور تاریخ ان واقعات سے عبرت فراہم کرتی ہے کہ جس شخص کو بھی مہمات امور حاصل کرنا ہو۔ وہ بغیر طبیعی وسائل تیاری کے قدم آگے نہ بڑھائے۔ تلوار اس وقت اٹھائے جب اسے ایسی طاقت حاصل ہو جو اسے کامیابی سے ہمکنار کردے۔ اسی طرح خروج سے پہلے دیکھ لے کہ مصلحت امت کے اسباب حقیقی موجود ہیں۔ مثلاً امت پر نا قابل برداشت ظلم کا بوجھ نہ پڑتا ہو یا طاقت فرسا ظلم نازل نہ ہو۔

لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس وقت یزید کے خلاف خروج کیا جب لوگ یزید کی بیعت کر چکے تھے اور ابھی اس سے ظلم وستم کا ظہور نہ ہوا تھا۔

اور ان جملوں سے پہلے یزید کی شخصیت ظلم وجور سے قطعی پاک ہو جاتی ہے اور یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ اس نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کو اپنے سے نزدیک کیا انہیں انعام سے نوازا اور احترام واکرام سے پیش آیا۔

جواب:

کاش! اس شخص نے ان فقروں کے لکھنے سے قبل معلوم کرلیا ہوتا کہ خلافت کیا ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں، خلیفہ معاملات کی تدبیر اور انتظام کے سلسلے میں کس قدر ہوشیار، مہذب اور لوگوں کی تربیت کے سلسلے میں بصیرت سے آشنا ہونا چاہیے۔ اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمام پست خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس کی تبلیغ بدکرداریوں سے آلودہ نہ ہو۔ ان کے علاوہ بہت سے ضروری صفات سے خلیفہ کو آراستہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے کاندھوں پر مسلمانوں کی امارت کا بار ہے۔ لیکن خضری ان تمام باتوں سے قطعی بے خبر ہے۔ وہ ان پست وذلیل تحریر سے جو اُس کی روحانی کثافت کا ثبوت ہے محض اپنی دشمنی اہل بیتؑ کو نمایاں کرنے کیلئے اپنی مختصر زندگی کے آسائش خیال پر قانع ہو گیا ہے۔ اس کی آوارہ فکری نے ایک موہوم خوشہ کو اس کی نظر میں جلوہ زار کردیا ہے۔ وہ نہ تو ایک بلند روح رکھتا ہے جو اس شرم ناک

زندگی سے فرار کر سکے۔ نہ عقل سلیم ہی رکھتا کہ اس کی فطری پستی کو پہچوا سکے۔ اس کے پاس بلند اسلامی تعلیمات ہیں جو شہامت اور طبعی بلند نظری کا درس فراہم کر سکے نہ تاریخ کی بلند و بہار شخصیتوں کو پہچاننے کا ملکہ ہے، نہ وہ یزید کی سرکشی و طغیانی سے واقف ہے کہ وہ پہچان لیتا کہ اس میں کسی طرح بھی شرائط خلافت نہیں پائے جاتے۔ نہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شرافت، طبعی بلند فطری، شہامت و عظمت اور آفاقی رہبری سے واقف ہے کہ وہ پہچانتا کہ ان جیسے بلند مرتبہ انسان سے کبھی یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ یزید جیسے آبرو باختہ، لااُبالی، فاسق و فاجر اور حیوان صفت انسان کی بیعت کرے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر نے صرف اس لئے اقدام کیا تھا کہ وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے کیونکہ جو شخص بھی دین اسلام کا معتقد ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی اولین ذمہ داری ایسے شخص سے جو دین کو کھلونا بنالے تقدیس شرعی کا مذاق اُڑائے، تعلیمات اسلامی کو بدلے، جہاد کے ذریعے دین کا دفاع ہے۔ اس کا واضح ترین نمونہ یزید شراب خور اور نابکار ہے۔ وہ اپنے باپ کے زمانے میں بھی انہیں خصلتوں کے ساتھ مشہور تھا۔ چنانچہ جس وقت معاویہ نے چاہا کہ یزید کی بیعت لے اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''تم لوگوں کو ابہام میں رکھنا چاہتے ہو۔ گویا تم کسی اجنبی انسان کی توصیف کر رہے ہو، کسی غائب شخص کے متعلق باتیں کر رہے ہو یا کسی ایسے شخص کے متعلق خبر دے رہے ہو جس کی اپنی مخصوص اطلاع ہے۔ حالانکہ یزید اپنی فکری افتاد اور عقیدے کی آپ ہی پہچان ہے یزید کو اسی طرح پہچنواؤ جیسا کہ وہ خود ہے، وہ پرندوں اور کتوں سے کھیلتا ہے، ہم جنسوں سے بازی گری میں مصروف رہتا ہے، مغنیوں کے ساتھ مختلف لہو ولعب میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ وہ تمہارے معاملات میں نہ تو تمہارا مددگار ہے نہ امر خلافت میں۔ اے معاویہ! تم کتنے مستغنی نظر آرہے ہو کہ مخلوقات کا بارِ سنگین اپنے کاندھے پر لئے خدا سے ملاقات کرو گے''۔(۱)

امام نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا: ''تمہاری نادانی کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ تم نے دنیائے فانی کو دنیائے باقی پر ترجیح دی ہے''۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۵۳ (ج۱، ص۱۶۱)

معاویہ نے کہا: آپ نے جو کہا کہ آپ یزید سے بہتر ہیں، خدا کی قسم! یزید امت محمدیہ کے لئے آپ سے بہتر ہے''۔(۱)

امام نے جواب دیا: یہ تہمت ہے، سراسر باطل ہے، کیا یزید جیسا شراب خور وہوس کیش مجھ سے بہتر ہوسکتا ہے؟

معتضد کے ایک خط میں جو اسی کے زمانے میں ایک عظیم اجتماع میں پڑھا گیا یوں تحریر ہے: اس معاویہ نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، اپنے بیٹے یزید جیسے متکبر اور شراب خوار، مرغوں، کتوں اور بندروں سے کھیلنے والے کو خلیفہ بنانے کیلئے لوگوں کو مجبور کیا۔ کسی کو لالچ دیکر، کسی کو ڈرا دھمکا کر، کسی کو زبردستی کر کے، کسی پر دھونس جما کر، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ انتہائی احمق ہے، خبیث ہے، ہر وقت شراب اور فسق وفجور میں دھت رہتا ہے، اس کے الحاد و کفر کا بھی مشاہدہ کیا تھا۔ اس طرح معاویہ نے ایسے حالات پیدا کردئے کہ اس کی جانشینی کے تمام وسائل فراہم ہوگئے۔ اس نے اس سلسلے میں خدا اور رسولؐ کی صریحی مخالفت کی۔ پھر جب وہ خلیفہ بن گیا تو اس نے مسلمان سے مشرکوں کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس نے واقعہ حرہ میں وہ کچھ کرلیا جو ایک نیک انسان سے کسی طرح بھی سرزد نہیں ہوسکتا تھا۔ اس طرح اس نے پرانے کینے نکال کر دل ٹھنڈا کیا، اپنے گمان میں اس نے دوستان خدا سے انتقام لے لیا۔ اس طرح اس نے خدا سے اپنی انتہائی دشمنی ظاہر کردی۔ اپنے کفر وشرک کا اعلانیہ ان اشعار میں اظہار کیا، یہ ہے ایک ایسے شخص کی گفتار جو دین سے خارج تھا۔ اسے خدا اور رسولؐ سے کوئی سروکار نہ تھا نہ خدا پر ایمان تھا۔ نہ جو کچھ خدا نے نازل کیا اس پر ایمان تھا۔ پھر اس کی جسارت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ فرزند فاطمہؑ بنت رسولؐ کو انتہائی بے باکی سے ان کے اہل بیتؑ سمیت قتل کرتا ہے۔ جیسے ترک و دیلم کے افراد کو قتل کرتے ہیں حالانکہ ان کی منزلت سے واقف تھا۔ خود رسولؐ نے ان کے لئے اور ان کے بھائی کیلئے فرمایا تھا کہ وہ جوانان جنت کے سردار ہیں، اسے نہ تو انتقام خداوندی کا ڈر ہوتا ہے نہ انکار دین کا نہ عذاب خدا کا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس کی عمر مختصر کردی اور جڑ کاٹ دی اور اسے اس کے کیفر کردار تک پہنچادیا (۲) قبل

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۵۵ (ج۱، ص۱۶۳)

۲۔ تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۵۸ (ج۱۰، ص۶۰ حوادث ۲۸۴ھ)

ازیں یہ حدیث نقل کی جا چکی ہے کہ اولین شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔(۱)

ہمیشہ یہ دین، معتدل اور استوار رہے گا۔ یہاں تک بنی امیہ کی یزید نامی ایک فرد اس میں رخنہ ڈالے گا۔

جن لوگوں نے بیعت یزید کو رد کیا ان کے پیش نظر چند باتیں تھیں کیونکہ ایسے شخص کا خلافت پر متمکن ہونا، اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ تھا:

۱۔ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات پرورش پانے لگی کہ یہ جس شخص کا جانشین ہے وہ اسی طرح کا ہوگا۔ جنہوں نے عہد رسالت کو درک نہیں کیا تھا۔ انہیں اس تاریکی کے دور میں قطعی طور سے شبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس سے تقدیس رسولؐ مجروح ہو رہی تھی، وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ یہ شخص رسولؐ کا جانشین نہیں ہے بلکہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ مختلف حرص و میلانات اور خوف و ہراس کے سہارے سے خلیفہ بن بیٹھا تھا۔

۲۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں خلیفہ کی پیروی میں اس کی آبرو باختگی اچھی لگتی ہے۔ خواہ وہ نادانی کی وجہ سے ہو یا خلیفہ کے تقرب کی وجہ سے ہو۔ پھر لوگ خواہش نفس کی پیروی میں کھیل کھیلنے لگتے ہیں خلیفہ سے چند گام آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مملکت اسلامی تمام برائیوں کا مجموعہ ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی نوامیس کا پتہ نشان بھی مٹ جاتا ہے۔

۳۔ اس درمیان ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اِن شرمناک مظاہر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں چونکہ انہوں نے مظاہر دینی کو کھو دیا ہے ایسے پاکدل افراد نہیں جانتے کہ کدھر جائیں۔ دین کی بنیادی باتیں کس سے حاصل کریں۔ ایسے عالم میں کچھ لوگ شبہات میں پڑ کے پہلی جاہلی حالت میں پلٹ جاتے ہیں۔

۴۔ جس قوم کے رہبر اور حکمران اپنے کو قیود سے آزاد سمجھ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان

۱۔ المصنف (ج ۱۴، ص ۱۰۲، حدیث ۱۷۷۲۶)

سے طبعی طور سے اجتماعی وسیاسی امور کا انتظام نہیں چلتا۔ چونکہ وہ افراتفری اور داخلی انتشار پر کنٹرول نہیں کر پاتے اس لئے باہری دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ بہت جلدی ایسے لوگ درندگی اور حرص کا لقمہ بن جاتے ہیں کوئی بھی مخالف ان پر چڑھ دوڑتا ہے۔

۵۔ اسلامی نوامیس کی طبعی حالت یہ ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بڑے نفیس اور حکمت سے بھرپور اثرات ڈالتی ہے۔ اس کی ہم آہنگی عقل ومنطق کی میزان پر پوری اترتی ہے، زیادہ تر لوگوں کو اس کی جذب وکشش دیوانہ بنا دیتی ہے کچھ لوگ اس کے زیر اثر آجاتے ہیں یا دل سے اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں کو اس کے برخلاف اطلاعات ملتی ہیں، وحشت ناک خبریں حاصل ہوتی ہیں، خلافت کی طرف سے ظلم وجور اور فسق وفجور کی خبریں سنتے ہیں کہ وہ تعلیمات اسلامی ضائع کر دی گئیں تو شہرت اسلامی، پریشانی کا شکار ہو جاتی ہے، دوستیاں دشمنیوں میں بدل جاتی ہیں، وہ اس کے اصل محرکات کو سمجھ نہیں پاتے، اس طرح اسلامی ترقی متاثر ہوتی ہے۔ غیروں پر اسلام کے اچھے اثرات مدھم پڑ جاتے ہیں بلکہ الٹے اثرات پڑتے ہیں۔

۶۔ ان تمام باتوں کے بعد خاندان بنی امیہ کی اسلام کے خلاف گستاخانہ باتیں، ان کے شرمناک اعمال اس بدباطنی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

ہم اس قسم کے آثار سے سمجھ لیتے ہیں کہ بنی امیہ نے آبائی دین ''بت پرستی'' کو صرف اس لئے ترک کیا کہ انہیں تلوار کا خوف تھا یا حکومت کی لالچ تھی۔ ان کی بھرپور کوشش ہے کہ اسلام کو تباہ کر دیں اور اپنے فسق وفجور اور ناشائستہ اخلاق کی وجہ سے اسلام کو قیصر روم اور جاہلیت عرب کے رنگ میں رنگ دیں۔

پھر یہ کہ جب خود خلیفہ دیکھتا ہے کہ اس کی گستاخیاں لوگوں پر مشتبہ ہیں اور وہ خود لوگوں کے متعلق سمجھ لیتا ہے کہ ان کی گردن پر سوار ہے۔ کوئی اس کی بدکاریوں پر ٹوکنے والا نہیں ہے۔ تنقید کرنے والا نہیں ہے ایسی صورت میں خلیفہ کی جسارتیں، شہوت پرستیاں بڑھتی جاتی ہیں، تکبر اور سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔

اب میں میاں خضری سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دینی معاشرے کے لئے اس سے بڑا خطرہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس شرمناک صورتحال سے زیادہ دینی مصلحت اور کیا ہوسکتی ہے کہ کوئی غیور، دیندار انسان، اس ظلم وستم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، تمام لوگ اس نا قابل برداشت اور سنگین بوجھ کی وجہ سے اس ظالم حکومت کا انکار کردیں خواہ کوئی اکیلا ہی انسان ایسا اقدام کرے۔ خواہ اس راہ میں اسے قتل ہی ہونا پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس راہ میں قتل ہونے کے بعد زندگی جاودانی نصیب ہوگی اور وہ ستمگر حکومت نیست ونابود ہو جائے گی، اس کے واقعۂ قتل سے لوگوں پر اس خلیفہ کی ستم کشی اور فسق وفجور واضح ہو جائے گا۔ سمجھ جائیں گے کہ اس نے کس طرح مقدس مسند اسلامی پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ اس نے ظلم وستم سے ایک شریف انسان کو قتل کردیا ہے۔

قوم کو اس واقعے سے فداکاری کا سبق ملے گا۔ عقیدے کی راہ میں ان کی جانبازی ترقی پذیر ہوگی۔ اس کی پیروی کریں گے، اس کی فداکاری کا دشمنوں سے انتقام لیں گے، کچھ لوگ جو اقدام نہ کرسکیں گے وہ بھی اس ظالم حکومت کا انکار کر بیٹھیں گے۔ یہ دو انتقام وانکار کے جذبے ظالم حکومت کی ناک میں دم کردیں گے اس طرح ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

امام حسین علیہ السلام کے انقلاب نے یہی اثر لوگوں میں پیدا کیا کہ مروان حمار تک پہنچتے پہنچتے حکومت بنی امیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اس عظیم درس کو خضری جیسے کور باطن کیا سمجھ سکیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کسی بانجھ حکومت کے طلبگار نہیں تھے کہ ان کے لئے کہا جائے کہ مطلوبہ وسائل فراہم نہ کرکے حسین نے غلطی کی۔ خضری اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ مجاہد وجوانمرد حسین نے دین کی راہ میں فداکاری کا مظاہرہ کیا تھا تا کہ امت، بنی امیہ کی کرتوتوں سے واقف ہو سکے۔ آپ نے امت کو بتادیا کہ بنی امیہ دین وشریعت تو دور کی بات انسانیت کی حدوں سے بھی گر گئے ہیں۔ بنی امیہ میں جاہلی اخلاق و اعمال جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ بنی امیہ اتنے گئے گزرے ہیں کہ نہ انہوں نے بزرگوں کا احترام کیا نہ بچوں پر رحم کیا۔ شیرخواروں کو بھی نہ بخشا، اہل حرم کو اسیر کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے دیکھتے دیکھتے اپنے تمام جگر گوشوں کو اسلام کیلئے معرکۂ شہادت میں پیش کردیا۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ذرا سی تیز ہوا لوگوں کی نظروں سے انہیں اوجھل کردے کیونکہ وہ امت محمدی میں عظیم مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کا علم معراج، نظر اصیل، عدل واضح اور تقویٰ روشن تھا۔ وہ گل بوستان رسالت تھے جن کی راہ پر چل کر لوگوں نے فضائل حاصل کئے۔ امت محمدؐ میں کوئی بھی ان کے مسائل کا منکر نہیں چاہے وہ عقیدہ خلافت کو مانتا ہو، یا نہ مانتا ہو اس لئے امت کی کوئی بھی فرد امام حسین علیہ السلام کے اقدام پر تنقید نہیں کرتی۔ سب نے آپ کے اقدام کو مصالح اسلامی سے بھرپور قرار دیا ہے۔ انقلاب حسینی پر سب ہی احترام کی نظر ڈالتے ہیں۔ اس لئے خضری کی طرح کوئی بھی آپ کے اقدام کو اشتباہ کا الزام دیکر گستاخی کا مرتکب نہیں۔ (وہ قطعی ناپسندیدہ اور عیارانہ بات کہتے ہیں) ہمیں فرزند رسولؐ کی فداکاری سے سبق ملتا ہے کہ ہر باطل کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ حق کی مدد ہر حال میں کرنا چاہیے۔

دینی بنیادوں کے قیام کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے، بلند ترین فضائل پر مشتمل اخلاقی تعلیمات کو عام کرنا چاہیے۔

ہاں! تاریخ نے ہمیں بتایا کہ اس محدود زندگی کو چھوڑ کر امام نے ایک ظالم حکومت کے خلاف قیام کیا اور موت کا راستہ اپنایا۔ انہوں نے ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی۔

یہ ہیں شہادت حسینی کے معمولی درس۔ خضری کو یہ حقائق کیا سمجھ میں آئیں گے یہاں پر ایک بات اور بھی یاد دلا دینا ضروری ہے کہ خضری کی طرح اکثر افراد اس قسم کے بیہودہ خیالات لوگوں میں پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں لوگوں کو ان ذلیل اموی خیالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

﴿ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴾ ''یہ لوگوں سے تو اپنی شرارت چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے جب وہ راتوں کو بیٹھ کر باہم مشورہ کرتے ہیں جن سے خدا راضی نہیں، خدا تو ان کے تمام کرتوتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے''۔(۱)

۱۔ نساء/۱۰۸

السنۃ والشیعہ

بقلم: محمد رشید رضا، صاحب تفسیر المنار

اس کتاب کے مولف کا مقصد بے لاگ تنقید کے بجائے علامہ سید محسن امین عاملی پر طعن و تشنیع ہے۔ اس نے علامہ عاملی پر فحش القاب کے تو ڈھیر لگا دیے ہیں لیکن ان کی نا قابل تردید باتوں اور مستحکم دلیلوں میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

اس کتاب کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔ عراق، عرب، حجاز، یمن کے شیعوں اور سنیوں کے درمیان غلط تعبیرات اور جھوٹ کے پلندے کھڑے کر کے غلط فہمی پھیلائی جائے۔ کسی محقق کے لئے اس کی مہمل باتوں پر توجہ دینا مناسب نہیں لیکن ہم نے اس کے جھوٹ اور غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری خیال کیا۔ وہ شخص خود اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسلامی مملکتوں پر دوسروں کے دانت گڑے ہوئے ہیں ایسے میں تفرقہ وانتشار پھیلانے سے اسلام کو نقصان پہنچے گا۔

ا۔ اعتراض:

اپنی کتاب تاریخ تشیع سے شروع کر کے شیعہ اصولوں کو عبد اللہ بن سبا یہودی کی بدعت قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سبائیوں نے تشیع کے غلو آمیز عقائد کے ذریعے تفرقہ پھیلایا۔ ایرانی زندیقوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ ان غالی شیعوں کی تعلیمات اور بدعتوں میں سے چند یہ ہیں: اماموں کی عصمت، تحریف قرآن، امام منتظرؑ کے متعلق بدعتیں، بعض اماموں کے متعلق عقیدہ الوہیت۔

اس نے امامیہ فرقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک اعتدال پسند جو زیدیوں سے قریب ہیں۔

دوسرے غالی شیعہ جو باطنی فرقوں سے قریب ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کفر آمیز تعلیمات کو دوسرے عقائد سے خلط ملط کر کے گڑھ لیا ہے مثلاً تحریف قرآن کا عقیدہ، بعض آیات کا کتمان۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے کچھ مخصوص سورے آپس میں نقل کرتے ہیں جو اہل بیت سے مخصوص ہیں چنانچہ ایک سنی سیاح نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ایران میں ایک شیعہ خطیب سے اس سورہ کو بروز جمعہ منبر پر سنا ہے اور اکثر عیسائی محققین نے اس کو نقل بھی کیا ہے۔ ان لوگوں کو امامیہ اثنا عشری اور جعفریہ کہتے ہیں۔

اس نے بابیوں اور بہائیوں کو بھی شیعوں ہی کی بدعت قرار دیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ بہاء کی الوہیت کے قائل ہیں اور اس کے ذریعے سے دین کی منسوخی کا عقیدہ رکھتے ہیں، نتیجے میں اس کے سوا تمام مذاہب کو باطل سمجھتے ہیں۔

ان فتنہ انگیزیوں کے باوجود وہ سید جمال الدین افغانی کے بعد خود کو اکیلا پائے وحدت اسلامی سمجھتا ہے پھر اپنی خرافاتی باتوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

ہر محقق اس کی مہمل باتوں کا جواب ہماری کتاب کے صفحات میں ملاحظہ کر سکتا ہے، نہ تو اس سنی سیاح کا بتایا ہوا سورہ کہیں موجود ہے نہ اسے کبھی بالائے منبر پڑھا گیا ہے۔ یہ سب قطعی جھوٹ ہے، کوئی شیعہ بھی قرآن سے الگ اس عجوبہ سورہ کا قائل نہیں۔ کاش! اس شخص نے علامہ بلاغی کی تفسیر ''آلاء الرحمٰن'' (۱) ہی دیکھ لی ہوتی جس میں تفصیل سے عقائد شیعہ بیان ہوئے ہیں۔ ذرا جسارت تو دیکھئے کہ اپنے جھوٹ کا گواہ ایک عیسائی کو قرار دے رہا ہے۔ جہالت کی حد کر دی ہے کہ اس نے بابی اور بہائی فرقے کو شیعوں کا فرقہ کہا ہے جبکہ اول روز سے علماء شیعہ اس گمراہ فرقے کو دین سے خارج اور بہائیوں کی نجاست کے قائل ہیں ان کی تردید میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اعتراض:

عراق کی افراتفری رافضیوں کی وجہ سے ہے عراق کی خاک ان کی گمراہی سے آلودہ ہے۔ جب

۱۔ آلاء الرحمٰن (ص ۲۴)

بھی مسلمانوں پر حادثے واقع ہوتے ہیں وہ خوش ہوتے ہیں یہاں تک کہ جس دن رومیوں کو مسلمانوں پر فتح ملی اس دن کو عید قرار دیتے ہیں۔ اس دن خوشی میں اپنے کو سجاتے سنوارتے ہیں۔(۱)

جواب:

اس شخص کے جھوٹے دعوے پر تعجب ہوتا ہے۔ شاید سمجھتا ہے کہ عراق و ایران میں کوئی آتا جاتا نہیں یا کسی کو یہاں کی خبر بھی نہیں ملتی یا عراقی عوام جہاں شیعوں کی اکثریت ہے محض اندھے بہرے ہیں یا یہ ایک سپر انداز قوم ہیں جن پر تاریخ نے پردہ ڈال دیا ہے، کوئی ان کی شرافت کا دفاع کرنے والا نہیں، تہمت طرازیوں کا کوئی جواب دینے والا ہی نہیں۔

یہ لوگ جو مسلمانوں کے حوادث پر خوش ہوتے ہیں کون لوگ ہیں؟ یہ صرف عراقی ہیں یا دوسری جگہوں کے لوگ ہیں جن کا اتہ پتہ نہیں ایران کو بھی اس میں شامل سمجھنا چاہیے۔ ان دونوں مملکتوں میں جو مسلمان بستے ہیں یہاں اکثر سفراء رہتے ہیں۔ سیاحوں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے ان لوگوں کو اس جشن مسرت کی خبر کیوں نہیں۔ شیعہ تو تمام مسلمانوں کا خون محترم سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی۔ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ قرآن میں جو اسلامی برادری قرار دی گئی ہے اس میں شیعہ سنی کی تفریق نہیں۔ اس شخص سے پوچھنا چاہیے کہ جس دن شیعہ خوشی مناتے ہیں، وہ کون سی تاریخ ہے، کس مہینے میں وہ تاریخ آتی ہے؟ وہ سجاوٹ کس شہر میں ہوتی ہے۔ اس شخص کے پاس ان میں سے کسی سوال کا جواب نہیں ہوگا۔ وہ تو عیسائی سیاح کی گواہی پر اعتبار کرنے والا دشمن ہے۔

۳۔ اعتراض:

شیعوں کی اہل بیتؑ دشمنی کا عنوان قائم کر کے وہ کہتا ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح بعض آیات خدا پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

آگے کہتا ہے: اکثر اولاد فاطمہؑ سے نفرت رکھتے ہیں بلکہ انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں جیسے زید بن علی بن الحسین علیہ السلام، ان کے فرزند یحییٰ، اسی طرح ابراہیم و جعفر جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ ابراہیم کا تو

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۱۔

لقب ہی کذاب رکھ دیا ہے۔

حالانکہ عظیم ولی خدا تھے۔ ابو یزید بسطامی نے ان سے کسب فیض کیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حسن مثنیٰ، ان کے فرزند عبداللہ محض اور عبداللہ کے فرزند محمد نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح زکریا بن محمد باقر، محمد بن عبداللہ بن حسین بن حسن محمد بن قاسم بن حسن اور یحییٰ بن عمر بھی مرتد ہو گئے تھے۔ یوں ہی جن لوگوں نے زید بن علی کی امامت کا اقرار کیا وہ سب ہی سادات حسنی و حسینی مرتد ہو گئے تھے ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ان کا خیال ہے کہ چند کے سوا باقی سب ہی مرتد ہو گئے تھے۔ بعض کو چھوڑ کر بقیہ سب پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ ہے ان کے محبت اہل بیتؑ کا حال جن کی مودت قیامت میں مسئول ہے۔ (۱)

جواب:

یہ ہے آلوسی کی بے سروپا باتیں جنہیں وہ حقائق سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان الزامات کے ذریعے شیعوں کی شہرت داغدار کرے حالانکہ ان میں اکثر باتیں محض جھوٹ اور زیادہ تر جعلی ہیں۔

زید بن علی کے متعلق شیعوں کا عقیدہ گزشتہ صفحات میں (زید شہید اور شیعہ امامیہ کے عنوان سے) ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ رہ گئے یحییٰ بن زید شہید، ان کے متعلق کوئی شیعہ نفرت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ امام بارہ ہیں اور ہر ایک کا نام گنایا ہے۔ دعبل نے اپنے مشہور قصیدۂ تائیہ میں ان کا تذکرہ کیا اور امام رضا علیہ السلام کے سامنے وہ قصیدہ سنایا ہے۔ کسی شیعہ سے لعنت کو کون کہے اعتراض بھی نہیں سنا گیا۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے جو عقیدہ اور بصیرت سے آراستہ تھے۔ صادق آل محمدؐ نے ان کی شہادت پر گریہ فرمایا تھا۔ یحییٰ بن زید سے عقیدت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بقول مقاتل الطالبین (۲) جب لوہار نے یحییٰ کے پاؤں کی زنجیر کاٹی تو تمام شیعہ لوہار سے تبرکاً وہ زنجیر خریدنے پر آمادہ ہو گئے اور قیمت بیس ہزار طے پائی۔ لوہار ڈرا کہ کہیں بات مشہور ہوئی تو اس کا سارا مال چھین لیا جائے گا۔ اس نے شرط کر دی کہ بہت

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۴۔۵۲۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۶۲ (ص ۱۴۸)

لوگ پیسہ نقد لائیں اس طرح زنجیر کے ٹکڑے لوگ خرید کے لے گئے اور لوہے سے اپنی انگوٹھی بنوائی۔ یہ عقیدت آج تک شیعوں میں باقی ہے۔

اب رہ گئی ابراہیم کی بات۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس ابراہیم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر ابراہیم اکبر زیدیوں کے امام مراد ہیں جنہوں نے یمن میں اپنے کو زمانۂ ابوالسرایا میں ظاہر کیا تھا تو انہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وصیت میں داخل کیا تھا۔ اپنی اولاد میں ان کا تذکرہ مقدم کرکے فرمایا تھا: میں نے اس لئے اسے اپنے فرزندوں میں داخل کیا کہ ان کا نام احترام سے لیا جائے اور ان کی عزت کی جائے۔(۱) شیخ مفید نے ارشاد میں الشیخ الشجاع الکریم کہا ہے(۲) ابن زہرہ نے غایۃ الاختصار(۳) میں ان کی عظمت ودانش کا اعتراف کیا ہے۔ تنقیح المقال میں انہیں صاحب تقویٰ وکردار کہا ہے۔(۴) اگر مقصود ابراہیم اصغر ہیں جن کا لقب مرتضیٰ تھا تو شیعہ ان کی محبت کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سید حسن صدرالدین ابن المھنا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عابد وزاہد اور عالم تھے۔ وہ ابوالسرایا کے ساتھ کبھی نہیں رہے۔ علامہ امین عاملی نے اعیان الشیعہ میں ان دونوں ابراہیم کو معزز شیعوں میں شمار کیا ہے۔ ان سے دشمنی کا تذکرہ ہرگز کبھی نہیں سنا گیا۔(۵)

جعفر بن موسیٰ الکاظم کے متعلق کسی شیعہ تالیف میں کوئی اعتراض نہیں دیکھا گیا۔ انہیں کسی شیعہ نے کذاب کا لقب نہیں دیا ہے۔ تہمت رکھنے والے کو حوالہ بھی دینا چاہیے۔ ابویزید بسطامی نے کبھی جعفر سے اکتساب فیض نہیں کیا، ارباب سیرت نے لکھا ہے کہ ابویزید نے جعفر صادق علیہ السلام سے اکتساب فیض کیا حالانکہ امام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی اور اس کی ۲۶۱ھ میں۔ شاید اس خبطی نے اس لئے اشتباہ کیا ہے کہ ابویزید کا نام طیغور بن عیسیٰ تھا اور مشہور زاہد طیغور بن عیسیٰ شروسان کو ابویزید بسطامی سمجھ بیٹھا ہے۔(۶)

۱۔ اصول کافی، ص۱۶۳ (ج۱، ص۳۱۷) باب الاشارہ والنص علی الامام ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔

۲۔ الارشاد (ج۲، ص۲۴۶)

۳۔ غایۃ الاختصار (ص۸۷)　　۴۔ تنقیح المقال، ج۱، ص۳۴، ۳۵۔

۵۔ اعیان الشیعہ، ج۵، ص۴۸۲۔۴۷۴ (ج۲، ص۲۲۷، ۲۲۸)

۶۔ معجم البلدان، ج۲، ص۱۸۰ (ج۱، ص۴۲۱)

حسن مثنیٰ اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں تھے، زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گرے، اشقیاء نے سر قلم کرنا چاہا کہ ابوحسان اسماء بن خارجہ جوان کے ماموں تھے اٹھا کر کوفہ لائے اور علاج معالجہ کے بعد مدینہ روانہ کردیا۔(۱) شیخ مفید نے انہیں رئیس قوم اور متدین کہا ہے، وہ صدقات امیر المومنین علیہ السلام کے ذمہ دار تھے۔ محسن عاملی نے بزرگ شیعوں میں شمار کیا ہے۔(۲) اب اس شرمناک تہمت کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

عبداللہ محض کو طوسی نے اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں شمار کیا ہے،(۳) صاحب عمدہ نے انہیں شبیہ رسولؐ اور بنی ہاشم کی بزرگ فرد کہا ہے۔ اپنے والد حسن مثنیٰ کے بعد صدقات امیر المومنینؑ کے منصرم ہوئے۔(۴) اگرچہ ان کے متعلق احادیث مدح و مذمت دونوں قسم کی پائی جاتی ہیں لیکن انتہائے نقطہ نظر سید بن طاؤس نے اقبال میں پیش کیا ہے کہ وہ صلاح اور حسن عقیدہ سے آراستہ تھے، وہ امام جعفر صادقؑ کو امام مانتے تھے، امام نے انہیں العبد الصالح کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کے متعلق اور اپنے دوسرے چچیرے بھائیوں کے متعلق دعائے خیر کی ہے۔ اس کے بعد سید بن طاؤس لکھتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے انہیں مورد طعن بنایا ہے۔ امام کے نزدیک عبداللہ محض محذور تھے جن کتابوں میں امام سے جدا ہونے کی بات ہے وہ تقیہ پر محمول کی جائے گی۔(۵) ان تمام باتوں کے بعد ان کے یا دوسرے سادات حسن کے ارتداد کا نظریہ قطعی غلط ہو جاتا ہے۔

محمد جن کا لقب نفس ذکیہ تھا۔ شیخ طوسی کے نزدیک وہ صادق آل محمدؐ کے صحابی تھے۔ صاحب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ انہیں احجار الزیت میں قتل کیا گیا اور حدیث رسولؐ ہے کہ احجار الزیت میں میرے فرزندوں کو قتل کیا جائے گا۔(۶) سید ابن طاؤس نے ان کے حسن عقیدہ کی نشاندہی کی ہے اور یہ کہ وہ امر

۱۔ ارشاد شیخ مفید (ج ۲، ص ۲۵) عمدۃ الطالب، ص ۸۶ (ص ۱۰۰)

۲۔ اعیان الشیعہ، ج ۲۱، ص ۱۸۴۔۱۲۶ (ج ۵، ص ۴۷۔۴۳)

۳۔ رجال طوسی (ص ۲۲۲، نمبر ۱۲۷) رجال ابن داؤد (ص ۱۱۸، نمبر ۸۴۹)

۴۔ عمدۃ الطالب، ص ۸۷ (ص ۱۰۱، ۱۰۳)

۵۔ اقبال الاعمال، ص ۵۱ (ص ۵۸۱۔۵۷۹)

۶۔ عمدۃ الطالب، ص ۹۱ (ص ۱۰۵)

بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے شہید کئے گئے۔ وہ اپنے شہادت کی خبر رکھتے تھے اسے بیان بھی کیا تھا یہ تمام باتیں خدا اور رسولؐ سے ان کی وابستگی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ (۱)

نفس ذکیہ کے متعلق شیعوں کا یہ نظریہ۔ صاحب مقاتل نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہل بیتؑ کی بزرگ اور معزز فرد تھے۔ قرآن کے عالم و حافظ تھے۔ فقیہ، بہادر اور سخی تھے۔ ان کے ارتداد کا نظریہ ان کی بلند ذات سے بہت دور ہے۔ (۲)

ابراہیم بن عبداللہ جنہیں باخمری میں شہید کیا گیا۔ یہ بھی اصحاب صادق آل محمدؑ میں تھے۔ (۳) مہنا اپنی کتاب ''عمدۃ'' میں اکثر فنون سے آراستہ خیال کرتے ہیں۔ (۴) دعبل نے قصیدہ تائیہ میں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اگر شیعوں میں ان کا حسن عقیدہ معروف نہ ہوتا تو ان کے متعلق مرثیے نہ کہے جاتے۔ دعبل نے تو اپنا مرثیہ امام علی رضا علیہ السلام کو بھی سنایا تھا۔ ان کے متعلق ہمارا عقیدہ صاحب مقاتل سے ہم آہنگ ہے کہ وہ دین، علم و شجاعت و شفقت عمل سے آراستہ تھے۔ (۵) علامہ محسن عاملی نے انہیں اعیان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (۶)

زکریا بن محمد باقر۔ ابھی متولد ہی نہیں ہوئے ہیں، ان کا وجود صرف آلوسی کے خیال میں ہے کیونکہ امام کے باتفاق چھ ہی فرزند تھے۔ جعفر، عبداللہ، ابراہیم، علی، زید، عبیداللہ۔ اس لحاظ سے زکریا بن محمد باقر علیہ السلام کی طرف ارتداد کی نسبت قطعی مہمل بات ہے۔

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ علماء شیعہ نے حدیث کی سند و متن پر اعتراض کو دیکھتے ہوئے چار قسمیں قرار دی ہیں صحیح، حسن، موثق اور ضعیف۔ جمال الدین ابن طاؤس حسنی اور ان کے شاگرد علامہ حلی کے عہد سے یہ باتیں شائع ہیں۔

۱۔ اقبال الاعمال، ص ۵۳ (ص ۵۸۲)
۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۸۵ (ص ۲۰۷)
۳۔ رجال طوسی (ص ۱۴۳)
۴۔ عمدۃ الطالب، ص ۹۵ (ص ۱۰۹)
۵۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۱۲ (ص ۲۷۳)
۶۔ اعیان الشیعہ، ج ۵، ص ۳۲۴۔۳۰۸ (ج ۲، ص ۱۸۱۔۱۷۷)

کاش! یہ شخص کتب اربعہ کی شرح ہی دیکھ لیتا۔ علامہ مجلسی کی شرح کافی (مرأۃ العقول) ہی کا مطالعہ کر لیتا تو معلوم ہوتا کہ حدیث کو کتنی قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

اس نے کتب اربعہ کے اخبار احاد اور رجال اسناد کے متعلق ایسی بات کہی ہے جس سے وہ قطعی مبرا ہیں، شیعہ و سنی دونوں کے یہاں حدیث کو صحیح وضعیف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس شخص کو علم درایت سے واسطہ ہی نہیں یا جان بوجھ کر نادانی کر رہا ہے تا کہ اس واسطے سے شیعوں کی بدگوئی کر سکے اس نے کم سے کم فتح الباری ابن حجر، شرح قسطلانی، شرح عینی اور شرح مسلم نووی وغیرہ ہی کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کے دل کی بیماری ختم ہو جاتی اور مہمل باتوں کو قلم سے نہ لکھتا۔

۵۔اعتراض:

طوسی، ابن معلم سے روایت کرتے ہیں اور معلم، ابن بابویہ سے جو کذاب تھے اور جھوٹے رقعہ والے تھے۔ نیز وہ مرتضی سے بھی روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہم درس تھے اور انہوں نے اپنے استاد ''محمد بن نعمان (شیخ مفید) سے علم حاصل کیا تھا جو مسلیمہ کذاب سے بھی زیادہ جھوٹے تھے۔ انہوں نے دینی نصرت کیلئے جھوٹ کو جائز قرار دیا ہے۔(۱)

جواب:

صاحب توقیع جن کو اس شخص نے جھوٹوں کے رقعہ والے تحریر کیا ہے ان کا نام علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ تھا۔ مابویہ نہیں۔ انہیں کو صدوق اول کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال ۳۲۹ھ میں شیخ مفید سے سات یا نو سال قبل ہوا تھا۔ شیخ مفید کی ولادت ۳۳۶ھ یا ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ شیخ مفید، صدوق سے روایت کریں۔ ہاں! انہوں نے ان کے فرزند صدوق دوم ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے جو صاحب توقیع ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس ذلیل نے آلوسی کو خبر دی ہے کہ شیخ مفید مسیلمہ کذاب جیسے سب سے بڑے جھوٹے اور کافر باللہ سے بھی بڑے جھوٹے ہیں۔ یہ شخص کس قدر گستاخ ہے۔ کیسی کیسی بے پر کی اڑاتا ہے۔ حالانکہ یافعی نے تو برآۃ الجنان میں کہا ہے: شیخ مفید تو شیعہ

۱۔السنۃ والشیعۃ، ص ۵۷۔

عالم، رافضیوں کے امام اور بہت زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، شیخ مفید اور ابن معلم کے لقب سے معروف تھے۔ کلام، مناظرہ اور فقہ میں بڑے ماہر تھے۔ ابن ابی طی کہتا ہے کہ وہ صدقات وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے، باعظمت خشوع تھا، بہت زیادہ روزہ نماز کرتے تھے، موٹا اور چھوٹا کپڑا پہنتے تھے۔(۱)

ابن کثیر لکھتا ہے: ان کی مجلس میں اکثر دوسرے مکتب فکر کے علماء بھی حاضر ہوتے تھے یہ اس بات کی دلالت تھی کہ وہ صرف امامیہ فرقے ہی کے رہبر نہیں بلکہ تمام امت اسلامیہ کے رہبر ہیں۔ جس کے پاس بھی دین وعقیدہ ہے اسے ان کا احترام کرنا چاہیے۔(۲)

کیا یہی علم وادب ہے؟ کیا یہی دین وشرافت ہے؟ کہ علماء کے خلاف بزدلانہ حملے کئے جائیں۔ کیا اس کا جواز ہے؟ کیا قانون اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر سے بھی بدتر کہا جائے چاہے وہ شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ابن معلم تو بہت بڑی شخصیت تھے۔ وہ دین کے ستون اور حق کے مددگار رتھے انہوں نے اپنی عظمت سے عراق میں علم کی بنیاد رکھی۔ لوگوں میں علمی شوق بیدار کیا۔

انہوں نے کیا گناہ کیا تھا؟

صرف یہی کہ آلوسی جیسے لوگ جن حقائق کو درک نہ کر سکے انہوں نے اس کو درک کرلیا۔ انہوں نے اپنا علمی مقام اس قدر بلند کیا کہ آلوسی اس کی گرد پا بھی نہیں پا سکتے۔ کاش اس نے جس بنیاد پر شیخ مفید کو کذاب کہا ہے اس کا ماخذ بھی بتا دیتا۔ انہوں نے تو اپنی تالیفات میں ایسی رکیک حرکت کہیں نہیں کی ہے۔ ہائے! اب عقل کے اندھے اور کورے برتن بھی علم کا دعویٰ کرنے لگے ہیں۔

۶۔ اعتراض:

ایک عنوان قائم کیا ہے: ''امامیہ، مہدی منتظرؑ کی طرف سے صادر رقعوں کے متعبد ہیں'' اس کے ذیل میں کہتا ہے کہ ہاں! ان لوگوں نے اپنے مذہب کا زیادہ تر حصہ انہیں جھوٹے رقعوں سے حاصل کیا ہے جو بلاشبہ خدا پر افترا ہے اور خود انہیں ان رقعوں کا اعتراف ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ رافضیوں نے

۱۔ مرآۃ الجنان، ج ۳، ص ۲۸۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۱۵ (ج ۱۲، ص ۱۹، حوادث ۴۱۳ھ)

صاحب الوقاع کا نام صدوق رکھا ہے۔ حالانکہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے بلکہ وہ دین سے علیحدہ ہے۔ اس کا گمان تھا کہ وہ رات کے وقت کوئی مسئلہ کسی درخت کے سوراخ میں رکھ دیتا تھا اور صبح کو اس میں مہدی منتظرؑ سے جواب لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ رقعے روافض کے قوی ترین دلائل اور موثق ترین حجتیں ہیں۔ ان کا ناس ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ اس قسم کے رقعے بے شمار ہیں، کچھ علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی کے ہیں جو انہوں نے صاحب الامر (ع) سے سوال کر کے جواب حاصل کئے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ حسین بن روح (صاحب الامر (ع) کے ایک سفیر) نے علی بن جعفر کو دئے کہ صاحب الامر (ع) کو پہنچا دیں۔ اس کا جواب صاحب الامر (ع) نے دیا۔ دوسرا رقعہ ابو جعفر قمی کا ہے، انہوں نے صاحب الامر سے خط و کتابت کر کے چند شرعی مسئلے دریافت کئے تھے، وہ کہتا ہے کہ احمد بن حسین نے مجھ سے کہا کہ میں نے ان سوالات کو اصل سے حاصل کیا ہے اور توقیع کو بین السطور دیکھا۔ ان جوابات کو محمد بن حسن طوسی نے کتاب الغیبہ (۱) اور احتجاج (۲) میں نقل کیا ہے۔

یہ توقیعات ان کے عقیدے کے مطابق ائمہؑ کے ہاتھوں کی لکھی ہیں جنہیں شیعوں نے سوال کر کے حاصل کیا، صحیح اسناد کے ساتھ نقل ان روایات کو تعارض کے وقت ترجیح دی جاتی ہے۔ ابن بابویہ نے فقہ میں ان توقیعات ناحیہ مقدسہ سے وارد ان توقیعات کو بیان کرنے کے بعد مسئلہ (وہ مرد کہ جو دوسرے شخص کو وصیت کرے) کے ذیل میں کہا ہے کہ یہ توقیع میرے پاس بخط ابو احمد بن الحسن بن علی ہے اور کلینی کی کافی میں حضرت صادق آل محمدؐ سے مروی اس توقیع کے خلاف حدیث ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دوں گا بلکہ نامہ حسن بن علی کے مطابق فتویٰ دوں گا۔

کچھ توقیعات ابو العباس جعفر بن عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی اور ان کے بھائی حسین اور احمد کی ہیں۔

۱۔ الغیبۃ (ص ۳۴۵، حدیث ۲۹۵)

۲۔ الاحتجاج (ج ۲، ص ۶۰۳-۵۲۳، حدیث ۳۶۰-۳۵۴)

ابوالعباس نے ان مروی حدیثوں کو ''قرب الاسناد الی صاحب الامر'' کے نام سے جمع کیا ہے۔

کچھ توقیعات علی بن سلیمان بن جہم بن بکیر بن اعین ابوالحسن رازی کی ہیں۔ ان کا بھی دعویٰ ہے کہ میں نے امام عصر (ع) سے خط و کتابت کی ہے۔

یہ ہے احکام شیعہ کی اساس اور ان کے اعتقادات۔ میں نے دریا سے چند قطرے ہی پیش کئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حقیقت ہے جو اپنے کو عترت رسولؐ سے دین حاصل کرنے کے دعویدار ہیں۔(۱)

جواب:

اس شخص پر لازم تھا کہ جمال الدین قاسمی کی تاکید کے مطابق اپنی کتاب دوسرے کو نہ دکھاتا۔ اسی طرح مناسب تھا کہ محمد رشید رضا چاہے جو وقت ہوتی کسی شیعہ یا اپنی قوم کے انصاف پسند کو اپنی تحریر دکھا لیتا۔ کیونکہ جو کچھ بکواس اس نے کی ہے سراسر اس کی بدباطنی کا ثبوت ہے اور اس کے اعتبار پر طمانچہ لگا رہی ہے کوئی بھی دانشمند اس کے تعصب کو صاف محسوس کر سکتا ہے۔

ارباب تحقیق پر پوری طرح واضح ہے کہ امامیہ، امام منتظرؑ کے ناحیہ مقدسہ سے صادر متذکرہ توقیعات پر عمل نہیں کرتے، اس افترا پرداز اور قصیمی کو بھی معلوم ہے کہ شیعہ ان توقیعات کے معتقد نہیں۔ چنانچہ کتب اربعہ جو عمدہ مرجع شیعہ ہیں جن کے مولف تینوں ''محمد بن یعقوب کلینی، محمد بن علی بن بابویہ، محمد بن حسن طوسی'' ان لوگوں نے بھی ان توقیعات کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی۔ یہ تینوں بیدار محققین آگاہ تھے کہ رخنہ اندازوں کے نزدیک یہ توقیعات بے وقعت ہو کر امام عصرؑ کے انکار کا سبب بن جائے گی۔

اسی وجہ سے منع کیا گیا تھا کہ ناحیہ مقدسہ کے آثار کو اپنی کتابوں میں جگہ نہ دیں جبکہ وہ خود بھی ان توقیعات کے راوی تھے۔ کیونکہ اس طرح جعفری مذہب مہدوی مذہب میں تبدیل ہو جاتا۔ متعصب اور کور باطنوں کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ شیعہ مذہب ایک ایسے امام غائب سے حاصل کیا گیا ہے جن کا کہیں کوئی وجود نہیں اور وہ جھوٹے توقیعات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ چیز بجائے خود اسرار امامت میں سے ہے اور مذہب شیعہ کے وثاقت کا حتمی ثبوت۔

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۸، ۶۱۔

یہ بزرگ ثقۃ الاسلام کلینی تھے جن کا بغداد میں قیام تھا اور نواب اربعہ سے دوری نہ تھی۔ یہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمانے میں تھے۔ انہوں نے ۳۲۳ھ زمانۂ غیبت صغریٰ میں وفات پائی بیس سال کے عرصے میں کتاب تالیف کی۔ سولہ ہزار ایک سو نناوے احادیث میں کہیں بھی ناحیہ مقدسہ سے صادر کوئی حدیث درج نہیں۔ حالانکہ ان کے واسطے سے بہت سی توقیعات نقل ہوئی ہیں۔

اور یہ ابوجعفر ابن بابویہ قمی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب اکمال الدین میں توقیعات نقل کی ہیں لیکن من لا یحضرہ الفقیہ میں ایک بھی توقیع نہیں۔ ہاں! ایک جگہ ہے جہاں امام کا نام نہیں لینا چاہیے اس کی تائید کی گئی ہے۔ (۱)

ابوجعفر طوسی نے بھی باوجود اس کے کہ محمد بن عبداللہ کے ذریعے ناحیہ مقدسہ کی توقیع کتاب الغیبۃ میں نقل کی ہے لیکن استبصار و تہذیب میں ایک بھی توقیع درج نہیں کی ہے۔

انہیں یہ بھی نہیں سوجھتا کہ اسحاق بن یعقوب کی توقیع جسے سب (۲) نے متفقہ طور سے ناحیہ مقدسہ سے روایت کی ہے، اس توقیع میں تین مسائل کے احکام میں جن میں کتب اربعہ میں عنوان بنایا گیا، لیکن اس توقیع کے بغیر ہی استدلال کیا گیا ہے، اس استدلال میں ذرا بھی توقیع کا اثر دکھائی نہیں دیتا۔

وہ تینوں مسائل حرمت فقاع (جو کی شراب) شیعوں پر خمس کا حلال ہونا، مغنیہ کی اجرت سے متعلق ہیں۔ ان تینوں کا عنوان کافی (۳)، تہذیب (۴)، استبصار (۵) اور من لا یحضرہ الفقیہ (۶) میں قائم کیا گیا ہے۔ انہیں امام علی بن موسیٰ، امام جوادؑ، امام ابوجعفرؑ سے مکاتبت کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے۔

۱۔ کتاب الغیبۃ، ص ۲۱۴۔۱۸۴، ۲۵۸۔۲۴۳ (ص ۳۸۴۔۳۷۴)

۲۔ اکمال الدین، ص ۲۶۶ (ص ۴۸۳)، الغیبۃ، ص ۱۸۸ (ص ۲۹۰)

۳۔ کافی، ج ۱، ص ۳۶۱، ۴۲۵، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۱، ص ۵۴۶، ج ۵، ص ۱۱۹، ج ۶، ص ۴۲۲)

۴۔ تہذیب، ج ۱، ص ۲۵۹۔۲۵۶، ج ۴، ص ۱۴۳، ۱۳۶ (ج ۶، ص ۳۵۶، ج ۹، ص ۱۲۴)

۵۔ استبصار، جزء ۲، ص ۳۶۔۳۳، ج ۲، ص ۳۶، ۴۴۵ (ج ۲، ص ۶۲۔۵۷، ج ۳، ص ۶۱، ج ۴، ص ۹۴)

۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ، جزء ۲، ص ۱۴، ج ۳، ص ۵۳، ۲۱۷، ۳۶۱ (ج ۲، ص ۴۵۔۴۳، حدیث ۱۶۶۳۔۱۶۵۴، ج ۳، ص ۱۷۲، حدیث ۳۶۴۹، ج ۴، ص ۴۱۹، حدیث ۵۹۱۵)

لیکن امام منتظرؑ کی توقیع میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں۔ یہاں آلوسی کے طعن سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتب اربعہ میں توقیعات کو درج نہ کرنے کا راز کیا تھا۔ ان منحوس افترا پردازوں کو بے پر کی اڑانے کا موقع مل جاتا۔

اب ذرا اس طعن و تشنیع کی زبان دراز کرنے والے سے پوچھا جائے کہ شیعوں نے کب توقیعات سے اپنا مذہب اخذ کیا اور انہیں تعبدی حیثیت دی؟ کس نے اس بات کا اقرار کیا ہے؟ صدوق کے پاس کب خطوط اور توقیعات تھیں؟

کب انہیں لکھا؟ کہاں روایت کی؟ اس کمینے نے کیسے صدوق پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جبکہ وہ علم قرآن کے حامل، سنت نبوی پر عامل اور حق اور معالم دین کے ہادی تھے۔ ان باتوں کو چھوڑیئے بھی کیا کسی شہادتین کا اقرار کرنے والے مسلمان کو جو خدا اور رسولؐ، قرآن اور قیامت کا اقرار کرتا ہو، کفر کا فتویٰ جھاڑا جا سکتا ہے؟ یہ کہاں کا ادب علم، ادب عفت، ادب کتاب اور ادب سنت ہے۔ شریفوں کو گالی بکنے کے بعد کیا اس کے پاس شرافت رہ جاتی ہے۔ پھر یہ کس نے بیان کیا کہ وہ درخت کے سوراخ سے توقیعات حاصل کرتے تھے۔ صدوق نے کب پوچھا؟ کیا پوچھا؟ جس رات یا دن میں جواب حاصل کیا کس نے اس کی حکایت کی؟ رافضیوں کے یہاں کب اسے نبوت کے طور پر پیش کیا گیا کہ ان کی قوی ترین دلیل بن سکے۔ ستیاناس ہو اس کمینے کا۔

تمام توقیعات کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی تیرہویں (۱) جلد کے کل بارہ صفحات میں جمع کر دیا ہے، کیا شیعوں کے تمام احکام کی پونجی یہی بارہ صفحات ہیں۔ کیا ایک عظیم الشان مذہب کے ماخذ صرف یہی بارہ صفحات ہو سکتے ہیں۔ میں تو نہیں جانتا لیکن قارئین خوب جانتے ہوں گے۔

وہی لوگ تہمت لگاتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں۔ کاش ان گدھوں نے علی بن بابویہ قمی کا متن بھی نقل کر دیا ہوتا تا کہ امت اسلامی سمجھ جاتی کہ صرف وہی ایک خط ہے اور اس میں احکام کا تذکرہ نہیں ہے امامیہ اس سے تمسک کیا اختیار کریں گے؟! متن نامہ یہ ہے:

۱۔ بحار الانوار (ج ۵۳، ص ۱۹۸۔۱۵۰)

''علی بن حسین بن علی بن جعفر سے لکھوایا حسین بن روح کو وہ امام زمانہؑ سے خواہش کریں کہ خدا اسے فرزند فقیہ کرامت فرمائے''۔ جواب آیا کہ تمہیں اس زوجہ سے اولاد نہ ہوگی لیکن ایک دیلمی کنیز تمہاری ملکیت میں آئے گی اور اس سے دو فقیہ فرزند (ابو جعفر محمد۔ ابو عبد اللہ حسین) نصیب ہوں گے۔ (۱)

محمد بن جعفر حمیری کا خط جسے کتاب الغیبۃ (۲) اور احتجاج (۳) میں نقل کیا گیا ہے وہ کل چار خط ہیں، ایک نو مسائل پر دوسرا پندرہ مسائل پر مشتمل ہے۔ اگر افترا پرداز کے پاس انصاف ہوتا تو سمجھ جاتا کہ شیخ نے ان مسائل کو تہذیب واستبصار میں درج نہیں کیا ہے اس کا شبہ باطل کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کتاب احتجاج شیخ طوسی کی نہیں بلکہ ابو منصور احمد طبرسی کی ہے۔ اس خبیث نے توقیعات کو بخط ائمہؑ، مقام تعارض میں ترجیح وغیرہ کی بات کر کے صریحی فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کتاب من لا یحضر میں توقیعات ہیں وہ ایک بھی توقیع نہیں دکھا سکتا۔ فقط باب اول میں امام حسن عسکریؑ کی ایک توقیع ہے۔ اس جاہل نے امام زمانہ سمجھ لیا ہے جبکہ ابو محمد، امام حسن عسکریؑ کی کنیت ہے، امام زمانہ (ع) کی کنیت ابو القاسم ہے (علامہ امینی نے یہاں پوری عبارت نقل کی ہے)۔

ان کے علاوہ ابو العباس، حسین، احمد اور علی کے ناموں کی بات کہی ہے جن کا کہیں اتہ پتہ نہیں۔ اصول واحکام کی بات تو الگ رہی۔ اگر اس گدھے کو ایک موقع بھی نظر آ جاتا تو وہ گہار مچاتا کہ خدا کی پناہ! اور عبد اللہ بن جعفر کی کنیت ابو العباس ہے اور وہی قرب الاسناد کے مولف ہیں نہ کہ جعفر بن عبد اللہ۔ جیسا کہ اس جاہل نے گمان کیا ہے اور جعفر محمد جن کا پہلے نام لیا لیکن ان کی شناخت نہ کی ان کے علاوہ حسین واحمد یہ چاروں بھائی ہیں اور ابو العباس کے فرزند ہیں۔

کتب شیعہ میں متذکرہ محمد بن عبد اللہ کے سوا کہیں بھی ان کی طرف منسوب ناموں کو نہیں دیکھا گیا۔ تاریخوں میں صرف ان مولفوں کے نام درج ہیں لیکن ان کی خط وکتابت کا کہیں وجود نہیں۔

۱۔ کتاب الغیبۃ (ص ۳۰۸، حدیث ۲۶۱)

۲۔ کتاب الغیبۃ، ص ۲۵۰۔ ۲۴۴ (ص ۳۸۴۔ ۳۷۴، حدیث ۳۴۵، ۳۴۶)

۳۔ الاحتجاج (ج ۲، ص ۵۹۰۔ ۵۶۳، حدیث ۳۵۷۔ ۳۵۴)

یہ ہے احکام الشیعہ کے متعلق باطل دعوی کی حیثیت! یہاں ضروری ہے کہ اس شخص کے جہل مرکب کی بھی نشاندہی کردی جائے۔ اکثر اس نے موسی بن مابویہ لکھا ہے صحیح موسی بن بابویہ ہے۔

ابوالقاسم بن ابی الحسین، ابوالقاسم بن حسین ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ یہ شخص جس قوم پر تنقید کرنے بیٹھا ہے اس کے عقائد، تعلیمات، ماخذ، احکام، دلائل وافکار اور عقائد رجال یہاں تک کہ خطوط کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا، ان کی کتابوں سے بے خبر ہے، باپ اور بیٹے کے درمیان فرق نہیں کرسکتا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون پیدا ہوا اور کون ابھی پیدا بھی نہیں ہوا۔ اس کے پاس ذرا بھی حیا وشرم ہوتی تو قلم سے اس قسم کی گندگی نہ اچھالتا۔

۷۔ چند عقائد شیعہ کے سلسلے میں زہر اگلتے ہوئے اکثر کے متعلق جھوٹی نسبتیں دی ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ لوگ اکثر اصحاب رسولؐ کو گالیاں دیتے ہیں۔ چند کو چھوڑ کر بقیہ سب ہی کے متعلق کہتے ہیں کہ مرتد ہوگئے تھے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اماموں پر وحی ہوتی تھی اور یہ کہ انہیں اپنی موت پر اختیار تھا۔ یہ لوگ تحریف قرآن اور اس میں کمی کے قائل ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب بھی کسی مجلس میں امام زمانہ (ع) کا نام لیا جائے تو جو لوگ موجود ہوں سب کو احتراماً کھڑا ہوجانا چاہیے۔ یہ لوگ اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ہاں! شیعہ تمام اصحاب رسولؐ کو عادل نہیں سمجھتے وہ ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو قرآن وسنت میں ہے۔ آگے ہم اس موضوع پر بحث کریں گے۔ اس کے علاوہ اس نے جتنی باتیں کہیں ہیں سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ اس شخص نے متعہ کے بارے میں بھی گستاخانہ باتیں کہی ہیں۔

علامہ عالمی نے متعہ کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ان کی گمراہی کا کافی ثبوت ہے۔ ان لوگوں کے یہاں متعہ دوریہ رائج ہے۔ اس کی ان لوگوں کے یہاں بڑی فضیلت ہے۔ اس میں کئی افراد ایک عورت کے ساتھ داد عیش دیتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ایک شخص اس عورت کو صبح سے دن چڑھے تک استعمال کرتا ہے۔ دن چڑھے سے ظہر تک دوسرا شخص، ظہر سے عصر تک تیسرا اور

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۶۴، ۶۵۔

عصر سے مغرب تک چوتھا شخص اور مغرب سے عشا تک پانچواں شخص اور عشا سے آدھی رات تک چھٹا اسی طرح آدھی رات سے صبح تک ساتواں شخص استعمال کرتا ہے۔ جو شخص اس قسم کے متعہ کو جائز سمجھتا ہو اس کے حیرت کی بات بھی نہیں کیونکہ اس نے اس کا نام الحصون المنیعہ (مستحکم قلعہ) رکھا ہے۔

جواب:

متعہ دوریہ یا واضح فحاشی کی نسبت شیعوں کی طرف دینا عظیم ترین تہمت ہے اسے سن کر دل لرز اٹھتا ہے۔ دل و دماغ شدید غم وغصہ کی زد میں آجاتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کسی کتاب کا بھی حوالہ دیتا تو ہم مان لیتے یا یہ بھی لکھ دیتا کہ میں نے کسی سے سنا ہے کہ وہ شیعوں کے متعلق ایسی باتیں کہہ رہا تھا۔ یا میں نے سنا ہے کہ شیعہ اس کے مرتکب ہوتے ہیں چاہے وہ جاہل اور لا اُبالی شیعہ ہی کے متعلق خبر ہوتی۔ لیکن کسی شیعہ کے متعلق ایسا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے اس کی نسبت قصیمی نے الصراع بین المسلمین والوثنیہ میں دی دوسروں نے بھی اسی احمق سے اُڑالی ہے۔

کاش! شیعہ جانتے کہ یہ متعہ کی صورت کب رائج ہوئی؟ کس زمانے میں یہ عمل واقع ہوا ہے کس نے سب سے پہلے یہ نام رکھا؟ اور کیوں شیعہ کتابیں اس کی نشاندہی نہیں کرتیں؟ میرے خیال میں تو صرف اسی جھوٹے بدمعاش کے یہاں اس کا وجود ہے۔ اس سنہرے دور کو تو دور آلوسی کہنا چاہیے۔ کاش! اس شخص نے اس بارے میں شیعہ روایات کو بھی نقل کیا ہوتا۔ یہ تو صرف اس بدمعاش کی ذہنی اختراع ہے۔

علامہ محسن امین عاملی، صاحب حصون منیعہ کے متعلق اس کی نسبت کہ وہ اس نکاح دوریہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان کی کن کتابوں میں ان کا بیان ہے۔ کس موقع پر اُنہوں نے یہ بات کہی، وہ ابھی زندہ ہیں۔ وہ بلند ہمت بزرگان دین میں ہیں۔ رہبر امت اسلامی اور مصلح ہیں، کسی کمینے کا ان کی طرف نسبت دینا ان کی شخصیت کو داغدار نہیں کرسکتا۔

یہ تھیں ''السنۃ والشیعہ'' کی افترا پردازیاں۔ اگرچہ رسالہ بہت مختصر ہے لیکن اس کے عیوب بے شمار ہیں۔ ۱۳۲ صفحات کے اس رسالے میں طوفان بدتمیزی بے شمار ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَاتَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾

''بیشک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے''۔(۱)

۱۔نور/۱۱۔

اسلام وبت پرستی کی معرکہ آرائی

تالیف: عبداللہ علی قصیمی مقیم قاہرہ

یہ نام ہی مولف کی نفسیاتی حالت کا واضح ثبوت ہے، اس شخص نے سب سے بڑی اہانت تو یہی کی ہے کہ مسلمانوں کو بت پرست کہا ہے۔ جس میں لاکھوں افراد کی تعداد رہبروں، قائدوں، علماء، دانشوروں، مفسروں اور محدثوں کی ہے جو صرف دین خدا کی خدمت کررہے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ شائستہ کردار صحابہ وتابعین کے نام کی مالا جپتے ہیں۔

کیا اس نام گذاری سے اسلامی بھائی چارگی پیدا ہوگی؟ کیا جب اس قسم کی باتیں شایع ہوں گی تو پھر مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع ہوسکیں گے؟ جی ہاں! انہیں باتوں سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے، نفرت پھیلتی ہے نتیجے میں نظریاتی اختلاف ابھرتے ہیں اور بات جدال وقتال تک جا پہنچتی ہے۔

''مسلمانو! تم ان فتنہ انگیز ہنگاموں پر توجہ کئے بغیر امن وسلامتی اور برادری کی طرف آجاؤ کیونکہ شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کرے، اس کی پیروی نہ کرو کیونکہ جو شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اس فحش اور شرمناک باتوں کا حکم دیتا ہے''۔(۱)

۱۶۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں دشنام طرازی، اہانت، جھوٹی باتوں کی نسبت، مہمل گوئی اور جھوٹے الزامات کی بھرمار ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ایک بڈھے شیعہ کا لطیفہ سنئے جس کا نام ''بیان'' تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ خدا نے اس آیت ﴿ ھـــذا

۱۔نور

بیان للناس ﴾ میں اس کو مراد لیا ہے۔اسی طرح دوسرے کا نام ''کسف'' تھا، آیت ﴿ و ان یروا کسفامن السماء ﴾ کے متعلق وہ اور اس کے یار واحباب سمجھتے تھے کہ اسی کو مراد لیا گیا ہے۔(۱)

جواب:

یہ اگلوں کے چبائے لقمے ہیں جنہیں ابن قتیبہ نے تاویل الحدیث (۲) میں نقل کیا ہے، یہ محض افسانوی تہمت ہے جس کا خارج میں کہیں وجود نہیں۔اپنی پریشان خیالی کو متعصبانہ رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ابن قتیبہ، جاحظ و خیاط جیسے لوگ شیعوں کے متعلق اس قسم کی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہی رہے ہیں۔ قصیمی نے انہیں دس صدیوں بعد نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے تا کہ شیعہ بدنام ہوں۔

﴿وَكَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾ ''تم ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو وہ پہلے بھی لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اب بھی اکثر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔اور وہ خود بھی راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں انہیں چھوڑ دو بھی، یہ افترا پردازی کرتے ہیں''۔(۳)

بالفرض اگر یہ دونوں آدمی بیان و کسف کا خارج میں کہیں وجود بھی ہو تو کیا اس سے کوئی شرعی احتجاج و دلیل کا جواز پیدا ہوتا ہے؟ کیا کسی مذہب کے عقائد پر ان نادان افراد کی حرکتوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

۲۔اعتراض:

امیر شکیب ارسلان نے کتاب حاضر الاسلام میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک معزز اور دانشور شیعہ سے ملاقات کی۔وہ شیعہ عربوں کا کٹر دشمن تھا۔عربوں پر شدید نکتہ چینی کر رہا تھا اور حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کی اس قدر مدح سرائی کر رہا تھا کہ اسلام اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔امیر شکیب نے حیرت سے

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۱، ص ۴ اور ص ۵۳۸

۲۔تاویل مختلف الحدیث، ص ۸۷ (ص ۸۵)

۳۔انعام/۱۱۲

پوچھا: عربوں کی شدید نفرت کے ساتھ حب علی علیہ السلام کیسے جمع ہوسکتی ہے کیا علیؑ اور اولا د علیؑ عربی نہیں تھے؟ اچانک وہ شیعہ ناصبی ہوگیا۔ علیؑ کی دشمنی اور عربوں کی نیز اسلام کی نفرت میں شرمناک باتیں کرنے لگا۔(۱)

جواب:

یہ خرافاتی باتیں امیر شکیب کی ذہنی پستی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کیونکہ اس نے ایسے شخص کو معزز اور دانشمند بتایا ہے جو ذرا دیر میں محبت کی انتہائی منزلوں پر پہنچ جاتا ہے۔ بغیر جانے بوجھے کہ وہ کون لوگ تھے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ جو یہ نہ جانتا ہو کہ محمدؐ و آل محمدؑ عرب کے بزرگ ترین فرد میں تھے، امیر شکیب نے اس سے یہ نہ کہہ کر بڑا احسان کیا کہ رسول خداؐ جس کی وجہ سے عترت کو یہ کرامت نصیب ہوئی ،وہ بھی عرب تھے ورنہ وہ شخص مجوسی ہوجاتا۔ اس شخص کی سرعت انتقال کو امیر شکیب کا بیسویں صدی کا معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

یہ تو اس وقت صحیح ہوگا جب ہم قصیمی کو نقل بیان کے معاملے میں سچا سمجھیں حالانکہ امیر شکیب کی کتاب حاضر العالم الاسلامی کی اصل عبارت یوں ہے:

''میں نے ایک بار شیعوں کی بلند مرتبہ اور دانشمند فرد سے ایران میں گفتگو کی۔ میری بات عرب و عجم کے مسئلے تک پہنچ گئی۔ بات غلو کی اس حد پر پہنچ گئی جیسے وہ کتاب طبع کرا رہا ہو، اس کا آغاز جملہ ''ھو العلی الغائب'' کا تھا۔ میں نے دل میں کہا: بلاشبہ یہ شخص اہل بیتؑ سے غلو میں یہ ضرور جانتا ہے کہ وہ عربی تھے۔ ایسی صورت میں عربوں سے نفرت کیسے رکھے گا جبکہ جانتا ہے کہ اہل بیتؑ عربی النسل تھے، کیونکہ بیک وقت نفرت و محبت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ خدا نے کسی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے ہیں لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا جیسے ہی میں نے عرب و عجم کی بحث چھیڑی، وہ عجم کی طرف داری کرنے لگا۔ اپنی پچھلی غلو کی کیفیت کو نظر انداز کر گیا جو علیؑ اور آل علیؑ سے تھی۔ وہ ترکی زبان میں دہاڑا: ایران اسلامی حکومت نہیں، وہ ایسی حکومت ہے جس نے دین اسلام قبول کیا ہے۔(۲)

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص۱۴۔ ۲۔ حاضر العالم الاسلامی، جز۱، ص۱۶۴ (ج۱، ص۱۶۲)

پڑھئے اور قصیمی کی خیانت پر سر پیٹئے۔ جو شخص اپنوں کے حوالہ جات نقل کرنے میں اس قدر خیانت کرتا ہے، وہ اپنے دشمن مسلک کے حوالہ جات نقل کرنے میں کس قدر گستاخ ہوگا...؟

قارئین جانتے ہیں کہ امیر شکیب نے شیعہ دانشمند کا فقرہ ''ھو العلی الغائب ''نقل کرنے میں غلو سے کام لیا ہے کیونکہ وہ جملہ ''ھو العلی الغائب '' ہوگا جو شیعوں کے از حد محبت کی علامت ہے۔

ھو العلی الغائب تو عام طور سے سرنامہ تحریر ہوتا ہے جیسے **بسم اللہ الرحمن الرحیم، ھو الواحد الاحد۔**

ہر شخص جانتا ہے کہ شیعہ دشمن عرب نہیں۔ وہ دل سے عرب اور عربی سے عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی تھے، قرآن عربی زبان میں ہے، شیعہ احادیث تمام کی تمام عربی میں ہیں، شب و روز جو دعائیں پڑھتے ہیں سب عربی میں ہیں، شیعوں کا دین، عشق و جذبہ، مذہبی شور و شوق، ولاء و علاقہ، اخلاق و کردار تمام کا تمام عربی اور صرف عربی ہے۔

ہاں! شیعہ ان ہوس کیش عربوں سے نفرت رکھتے ہیں جنہوں نے حقوق خداوندی کو کوڑے سکوں میں بیچ ڈالا، عترت رسولؐ اور ائمہ دینؑ پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور عربی مزاج سے خیانت کی۔ وہ عقیدہ تمام شیعوں کا یکساں طور سے ہے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو۔

لیکن بعض ارباب ہوس، لوگوں کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ شیعہ ایک ایرانی تحریک ہے جو عربوں سے نفرت رکھتی ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں نفرت و فساد کی فضا پیدا کرتے ہیں۔

۳۔اعتراض:

جس زمانے میں روس نے حکومت عثمانی پر فتح پائی شیعوں نے طاق نفرت بھرا، خوشیاں منائیں، تمام ایرانی شہروں میں پرچم شادمانی لہرائے گئے۔(۱)

جواب:

یہ بات بھی آلوسی کا چبایا ہوا لقمہ ہے۔ قصیمی نے اسے نئے ڈھنگ سے پیش کیا ہے، اکثر اگلوں کی

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص ۱۸

جذباتی تھے پچھلے لوگ حلق میں اتارتے رہے ہیں۔

۴۔اعتراض:

علیؑ اور اولادِ علیؑ کے متعلق شیعوں کا وہی عقیدہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائیوں کا ہے۔ مثلاً وہ حلول کے قائل ہیں، ان کی تقدیس اور معجزات کے متعلق خیالات، سختیوں میں ان سے استغاثہ اور مدد طلب کرنا، ان کی طرف شوق وخوف میں پوری یکسوئی۔ جو شخص بھی حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے روضوں کو دیکھے گا وہاں نجف وکربلا میں شیعوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔ وہ میری بات کی تائید کرے گا کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ کم ہی ہے۔ اس وجہ سے شیعہ ہمیشہ سے اہل توحید کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔(۱)

جواب:

شیعوں کی طرف سے عقیدہ الوہیت کی نسبت یا حلول کا عقیدہ تو قطعی غلط ہے شیعہ کے عقائد کی کتابیں موجود ہیں جن میں ایسے لوگوں کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ ہے، تمام فقہی کتابوں میں ایسے لوگوں کی نجاست کا حکم ہے۔

لیکن تقدیس ومعجزات کا عقیدہ قطعاً غلو نہیں کیونکہ تقدیس تو اس بات کی ہے کہ ان کا مولد پاک اور وہ تمام معاصی ورذائل سے پاک ہیں اور یہ عصمت کی شرط ہے اور تمام ائمہ معصومؑ ہیں۔

اب رہ گئی معجزات کی بات تو جو بھی دعویٰ کرے گا اس کے پاس ماوراء فطرت طاقت ہونی چاہیے ایسا شخص یا رسولؐ ہوتا ہے یا امام۔ اسے فطرت کا معجزہ دکھانا چاہیے اور حقیقت میں امام کا معجزہ رسولؐ کے معجزے کی طرح ہے جس سے ان کے نمائندہ الٰہی ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ حجت تمام ہوتی ہے نتیجے میں لوگ طاعت سے قریب اور معصیت سے دور ہوتے ہیں نیز خدا پر بھی لازم ہے کہ مسیلمہ کذاب جیسے لوگوں کو رسوا کرنے کیلئے اپنے نمائندوں کو معجزات عطا کرے تا کہ جھوٹوں کا دعویٰ باطل ہو۔ علم کلام میں اولیاء کی کرامات سب ہی مانتے ہیں۔ فلاسفہ کی بحث

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱،ص۱۹

یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔ اگر یہ اولیاء کے لئے صحیح ہے تو الٰہی نمائندوں کے لئے کیونکر صحیح نہ ہوگا۔ اہل سنت کی کتابوں میں اولیاء کی کرامات بھری پڑی ہیں۔ مولا علیؑ کی کرامتوں کو سب ہی مانتے ہیں۔

ائمہؑ سے استغاثہ یا ان کی طرف توجہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ ہم انہیں خدا تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں تاکہ ان کے واسطے سے ہماری دعائیں قبول ہوں۔ انہیں خدا کا تقرب حاصل ہے نہ یہ کہ وہ خود حاجت پوری کرنے میں موثر ہیں۔ وہ صرف فیضان خداوندی کا واسطہ ہیں۔ خود بندوں کے درمیان رابطہ واتصال کا ذریعہ ہیں۔ یہ حکم کلی تمام اولیاء صالحین کے لئے ہے اگرچہ تقریب کے درجات مختلف ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جو بھی انہیں واسطہ بنا کر دعا مانگتا ہے وہ انہیں بذات خود موثر نہیں سمجھتا۔ مشاہد مقدسہ میں زائروں کی دعائیں اور وظائف بھی اسی توسل کی قسم ہیں۔ ان باتوں سے عقیدہ توحید متاثر ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ انہیں اہل توحید سے کب دشمنی رہی ہے؟

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ "ان کی تہمتوں کو نظر انداز بھی کرو۔ سوائے اُس کے کچھ نہیں کہ تہمت وہی لوگ دھرتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں اور وہی جھوٹے ہیں"۔(۱)

۵۔ اعتراض:

شیعہ معتزلہ کی پیروی میں روز قیامت، دیدار خدا کے منکر ہیں۔ اس کے صفات فعل کے منکر ہیں اور شبہات تمام کے تمام باطل ہیں کیونکہ اہل حدیث اور اہل سنت کے تمام ائمہ اربعہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے۔ یہاں تک کہ ان کے افعال کا بھی خالق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ خداوند عالم کا روز قیامت دیدار ہوگا۔ حیرت کی بات ہے کہ شیعہ تشبیہ کے خوف سے ان باتوں کے منکر ہو کر حلول تشبیہ صریح، انسان کی خدائی، خدا کے ناقص صفات کی توصیف کے قائل ہیں اس لئے اہل سنت انہیں بدعتی اور ہدایت سے دور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان صفات کے عقیدے پر سختی سے اڑے ہوئے ہیں۔(۲)

۱۔ نحل/۱۰۵ ۲۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص ۶۷۔

جواب:

یہ شخص خدا اور اس کے صفات کے بارے میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی پیروی کر رہا ہے۔ ان دونوں کا مذہب ہمیشہ مورد طعن رہا۔ شرح مواہب (۱) میں زرقانی کہتے ہیں کہ یہ شخص خدا کے جسم اور اس کی جہت کا قائل ہے۔ زرقانی کے مطابق عنادی کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ دونوں بدعتی ہیں۔ اور قصیمی ہے کہ ان دونوں کے عقائد کا احترام کر رہا ہے۔ وہ خدا کی جہت کو واضح طور سے مان رہا ہے۔ میں اس کے فاسد عقیدے پر تنقید نہیں کروں گا۔ قارئین کتب فریقین میں ان کے مہملات ملاحظہ کر سکتے ہیں، میں تو یہاں قصیمی کی تہمتوں پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ شیعہ حضرات معتزلہ کی پیروی میں دیدار خدا کے منکر ہیں بلکہ وہ برہان و دلیل سے اس بات کے قائل ہیں۔ شیعہ عقیدہ حلول و تشبیہ سے مبرا ہیں۔ وہ کسی انسان کو بھی الوہیت کا درجہ نہیں دیتے نہ خدا کے صفات میں نقص کے قائل ہیں۔ نہ صفات ثبوتیہ کے منکر ہیں بلکہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ جو بھی ان باتوں کا قائل ہو وہ کافر ہے، شیعہ علم کلام کی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہ شخص ایک بھی ثبوت دکھا نہیں سکتا اگر ثبوت پایا جاتا تو وہ کہار مچاتا کہ خدا کی پناہ!

ہاں! شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ صفات خداوندی عین ذات ہیں۔ یہ باتیں کتب کلام میں درج ہیں۔ اب رہ گئے بندوں کے افعال تو اگر وہ مخلوق خدا ہوتے۔ بندے اپنے افعال پر مجبور ہوتے تو ان افعال پر خدا کا وعدہ وغیرہ سب بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ علم کلام کا یہ انتہائی مشکل مسئلہ ہے۔ علماء نے اس پر بڑی بحث کی ہے، بندوں کا اپنے افعال میں مجبور ہونے کا عقیدہ رکھنے سے خدا پر ظلم لازم آتا ہے۔ اس سلسلے میں قصیمی کے دلائل لچر اور پوچ ہیں۔

سنیوں نے جو شیعوں اور معتزلیوں کو کافر کہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی انہیں بدعتی اور کافر کہا جاتا رہا ہے۔

۶۔ اعتراض

۱۔ شرح المواہب، ج ۵، ص ۱۲۔

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام فرزندان رسولؐ پر آتش جہنم حرام ہے، وہ ہر برائی سے معصوم ہیں۔ منہاج الشریعۃ میں ہے کہ خدا نے تمام اولاد فاطمہ (س) پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے جس سے یہ فضیلت شروع میں فوت ہو جائے مرنے سے قبل وہ اس بات کا موافق ہو جاتا ہے۔ پھر ان سب کی شفاعت کی جائے گی۔ اعیان الشیعہ میں ہے کہ فرزندان رسولؐ گناہ نہیں کرتے قیامت تک ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔(۱)

جواب:

شیعہ عصمت کو صرف بارہ جانشینان رسولؐ اور فرزندان فاطمہ (س) سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ خدا نے انہیں آیہ تطہیر کے ذریعے یہ حلہ صرف پنجتن کے زیب تن کیا ہے جن میں کی ایک فرد خود رسول اعظم ہیں اس پر عقلی دلائل موجود ہیں تمام شیعہ اور سنی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں بھی لفظ موسوم استعمال کیا جائے خواہ کسی عہد میں استعمال کیا جائے اس سے مراد یہی بارہ تن ہوتے ہیں حالانکہ کچھ خانوادۂ رسول کی شخصیتیں ایسی بھی گزری ہیں جن سے عمر کے کسی حصے میں گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن شیعہ اُنہیں معصوم نہیں سمجھتے۔

اس شخص نے صاحب منہاج الشریعۃ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی عصمت کا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے خلاف کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیتؑ میں بعض ایسے ہیں جن سے یہ فضیلت فوت ہو جاتی ہے پھر قبل وفات بذریعۂ توبہ حاصل کر لیتے ہیں، اس کے بعد شفاعت کے ذریعے۔ انہیں معصوم نہیں کہا جاتا بلکہ یہ امتیاز اس مومن کیلئے ہے جو توبہ کرلے اور ذریت رسولؐ کے لئے یہ چیز ہر وقت حاصل ہے۔

قسطلانی نے مواہب میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول نے بذریعہ الہام ولادت سے پہلے ہی فاطمہ (س) کا نام رکھا۔ کیونکہ خدا نے اُن پر اور اُن کی ذریت پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے۔ (فطم کے معنی روکنے ہیں۔ اسی سے کہا جاتا ہے: بچے کو دودھ سے روک دیا گیا) ان کو اور ان کے

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۲، ص ۲۰

دونوں فرزندوں کو مطلق طریقے سے آتش دوزخ سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن فاطمہ کی دوسری اولاد کو بخاطر آیہ تطہیر جہنم سے روکا گیا ہے اور یہ بات دراصل رسول اکرم ﷺ کو بشارت سے مطابقت رکھتی ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا انجام بخیر ہوگا۔ اس کی نظیر شریف سمہودی کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ جو لوگ مدینہ میں مرتے ہیں اس کی رسولؐ ہر حال میں شفاعت کرتے ہیں یا پھر یوں کہا جائے کہ خداوند عالم احترام فاطمہؑ میں گنہگاروں کو بخشے گا اور انہیں توبہ نصوح سے موفق فرمائے گا تا کہ وقت مرگ توبہ سے سرفراز ہوں۔(۱)

نسائی (۲) وخطیب (۳) روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ خدا نے انہیں اور ان کے دوستوں کو جہنم سے روک دیا ہے۔

یہ روایت اصل میں تمام ان مسلمانوں کو بشارت ہے تا کہ وہ فاطمہ کو دوست رکھتے رہیں۔ اس میں گذشتہ تاویلات کا مفہوم شامل ہے۔

ایک روایت ابونعیم اور خطیب کی ہے۔ امام علی بن موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے: **ان فاطمه احصنت فرجها محرمها الله و ذريتها على النار** ''فاطمہ نے اپنی عفت کا حفظ کیا اس لئے خدا نے ان پر اور ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیا''۔

آپ نے فرمایا: اس میں مقصود ذریت حسن وحسین ہیں؟

آپ سے ایک روایت اور بھی نقل ہوئی ہے جس میں آپ نے اپنے بھائی زید کو سرزنش فرمائی کہ تم نے مامون سے بغاوت کیوں کی۔ پوچھا: تم رسول خدا کو کیا جواب دو گے؟ کیا تمہیں اس حدیث نے مغرور بنا دیا ہے کہ: **ان فاطمه احصنت فرجها.**

سمجھ لو کہ اس حدیث سے مراد وہی لوگ ہیں جو فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ہمارے اور

۱۔ المواهب اللدنیۃ (ج ۲، ص ۶۴) شرح المواهب، ج ۳، ص ۲۰۳، تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۳۶، نمبر ۱۷۴)

۲۔ معجم الشیوخ (۳۵۹، نمبر ۳۴۴)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۳۱،

تمہارے لئے یہ حدیث نہیں ہے۔ خدا کی قسم اس مرتبہ پر طاعت خداوندی کے ذریعے ہی فائز ہوا جا سکتا ہے۔ اگر تم معصیت کے ذریعے اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو تم ان لوگوں سے بھی افضل ہو جاؤ گے۔

یہ سرزنش دراصل تواضع کے بطور ہے تا کہ طاعت کی طرف مائل کیا جائے اور لوگ اپنے فضائل پر مغرور نہ ہوں اگر چہ فضائل بے شمار ہی کیوں نہ ہوں۔ جس طرح اصحاب رسول اگر چہ قطعاً اہل بہشت تھے لیکن انتہائے خوف خداوندی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ورنہ لفظ ذریت صرف بطن سے پیدا لوگوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿ومن ذریته داؤد و سلیمان﴾ حالانکہ آدم اور داؤد کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے۔ یہاں امام رضا علیہ السلام کا مقصد آپ کے دونوں فرزندوں میں انحصار ذریت کرنا نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اطاعت کی قید ذریت اور دوستداروں کی خصوصیت کو باطل کر دیتی ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ خدا مطیع کو عذاب کر سکتا ہے۔ خصوصیت یہ ہے کہ خدا احترام فاطمہؑ میں عذاب نہیں کر سکا۔ (۱)

حافظ دمشقی نے حضرت علی علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے، رسولؐ نے فرمایا: اے فاطمہ! جانتی ہو تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ علی علیہ السلام نے پوچھا: کیوں رکھا گیا ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس کو اور اس کی ذریت کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام کی بھی حدیث ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے میری بیٹی فاطمہ اور ان کی ذریت کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔ (۲)

اس نقطہ نظر سے کیا قصیمی اب بھی اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ شیعہ ان باتوں کا عقیدہ رکھتے ہیں جسے بزرگان قوم نے نہیں کہا ہے۔ یا ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جسے حفاظ و محدثین نے نقل نہیں کیا ہے۔

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۳، ص ۵۴، نمبر ۹۹۷، مسند بزار، ج ۵، ص ۲۲۳، حدیث ۱۸۲۹، مطالب العلیہ، ج ۴، ص ۷۰، حدیث ۳۹۸۷، معجم کبیر، ج ۲۲، ص ۴۰۶، حدیث ۱۰۱۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۸۔ ۳۱۵، نمبر ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۸۸، تہذیب الکمال، ج ۳۵، ص ۲۵۱، مناقب ابن مغازلی، ص ۳۵۳، حدیث ۴۰۳)

۲۔ مسند امام رضا علیہ السلام، ج ۱، ص ۱۴۳، حدیث ۱۸۵، عمدۃ التحقیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین یافعی، ص ۱۵ (ص ۲۶)

یا ایسی بات کے قائل ہیں جو دین حنیف کی بنیادوں کے مخالف ہو۔ کیا وہ ابن حجر زرقانی جیسے لوگوں پر بھی وہ الزام لگا سکتا ہے جو شیعوں پر لگایا ہے۔ انہوں نے ذریت فاطمہؑ کے متعلق جو بات کہی ہے، کیا وہ بھی تمام اولاد فاطمہ کی عصمت کے قائل ہو گئے۔ جو حملہ شیعوں پر کیا ہے ان پر بھی کر سکتا ہے؟

خدا کے فضل و احسان سے بعید نہیں کہ وہ گناہوں پر پشیمانی کے بعد لوگوں پر عنایت فرمائے پھر انہیں شفاعت سے سرفراز فرمائے یہ بات کسی طرح بھی قانون عدل اور مسلمات مذہب سے مخالفت نہیں کرتی کیونکہ اس کی رحمت غضب پر برتری رکھتی ہے اور اس کی رحمت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس عقیدے کی تو نصوص سے تاکید ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز وہ عقیدہ ہے جس میں تمام صحابہ کو عادل کہا گیا ہے حالانکہ قرآن میں اکثر جگہوں پر ان کے ارتداد و نفاق ان کی سرزنش کی ہے۔ کتب صحاح میں اس مضمون کی بہت سی احادیث بھی ہیں۔

بعض اصحاب رسولؐ کو قیامت میں بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ رسولؐ فرمائیں گے: میرے اصحاب، میرے اصحاب۔ آپ سے کہا جائے گا: انہوں نے آپ کے بعد دین سے برگشتگی اختیار کی تھی، مرتد ہو گئے تھے۔

دوسری صحیح حدیث ہے: تم میں سے اکثر کو مجھ سے جدا کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسری حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

چوتھی حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ مجھ سے ہیں۔ جواب ملے گا: آپ نہیں جانتے آپ کے بعد انہوں نے احداث کئے۔ میں کہوں گا: افسوس ان پر جو میرے بعد میری سیرت بدل دی۔

پانچویں حدیث ہے: میں کہوں گا: خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ خدا کہے گا: تم نہیں جانتے یہ تمہارے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

چھٹی حدیث ہے: جس وقت میں کھڑا ہوں گا اچانک ایک گروہ جسے میں پہچانتا ہوں گا، باہر نکل کر

کہے گا: جلد آیئے، میں کہوں گا: کہاں؟ کہے گا: بخدا! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا: انہیں جہنم کی طرف لئے جارہے ہو؟ کہے گا: یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح دوسرا گروہ نکلے گا ان کے لئے بھی کہا جائے گا کہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ الا مثل ھمل النعمہ بھولے بھٹکے اونٹ کی طرح جو چرتے پھرتے ہیں۔(۱)

قسطلانی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ نجات یافتہ بہت کم ہوں گے، زیادہ تر اصحاب کافر اور معصیت کار ہوں گے۔(۲)

ان باتوں کو جانے دیجئے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے درمیان باہم دشمنی وعناد، اختلافات، جنگ وجدال، کینے موجود تھے جو ان کی حماقت کا صاف ثبوت ہے آخر انہیں کون سی فضیلت حاصل تھی کہ ان باتوں کے باوجود مورد فضل الٰہی ہوں گے۔

اسی شخص نے علامہ امین عاملی کی عبارت (۳) میں جو کتر بیونت اور خیانت کی ہے، اسے واضح کرنے کیلئے میں ان کی عین عبارت ہی پیش کر رہا ہوں۔ ان کی طرف فاحش نسبت دے رہا ہے کہ وہ تمام ذریت پیغمبر کا عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ وہ اس کے برخلاف تصریح کر رہے ہیں۔ حدیث ثقلین کے اسناد مسلم واحمد جیسے محدثین وحفاظ سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

''یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت گناہ وخطا سے معصوم تھے۔ کیونکہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح قرآن ثقلین کا ایک جزو ہے اسی طرح اہل بیت بھی جزو ہیں (۴) یہ دونوں عصمت میں برابر ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۱۱۳، ج ۹، ص ۲۴۷۔۲۴۲ (ج ۳، ص ۱۲۲۲، حدیث ۳۱۷۱، ج ۵، ص ۲۴۰۷۔۲۴۰۴، ۶۲۱۵۔۶۲۱۱)

۲۔ ارشاد الساری، ج ۹، ص ۳۲۵ (ج ۱۳، ص ۶۸۶، حدیث ۶۵۶۷)

۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۶۵ (ج ۱، ص ۳۷۰)

۴۔ انی تارک فیکم الثقلین او الخلیفتین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی، حدیث ثقلین کے نام سے مشہور ہے (صحیح مسلم، ج ۵، ص ۲۷۔ ۳۶ کتاب فضائل الصحابہ، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۸، ۳۹۳، حدیث ۱۰۷۲، ۱۰۷۴۷، ج ۵، ص ۴۹۲، حدیث ۱۸۷۸۰، ج ۶، ص ۲۳۲، حدیث ۲۱۰۶۸ وغیرہ)

ان سے تمسک قرآن سے تمسک کے برابر ہے۔اگر ان سے گناہ ممکن ہوتا تو تمسک کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ ان کے گفتار کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ان سے تمسک پر جب گمراہی نہ ہوگی جس طرح قرآن سے تمسک گمراہی نہ ہوگی۔اگر ان سے گناہ یا اشتباہ کا امکان ہوتا تو ان سے وابستگی باعث گمراہ ہوتی۔ان کی پیروی باعث ہدایت ونورانیت ہے۔جس طرح قرآن کی پیروی ہدایت ونور ہے۔اگر یہ معصوم نہ ہوتے تو ان کی پیروی گمراہی کا سبب بن جاتی۔یہ جبل متین ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی گئی ہے اسی طرح قرآن ہے۔

یہ قرآن سے جدا بھی نہیں اور قرآن بھی ان سے جدا نہیں،اگر یہ گناہ کے مرتکب ہوتے تو قرآن سے جدا ہو جاتے اور قرآن ان سے جدا ہو جاتا۔حالانکہ حدیث کی روشنی میں ایک لمحے کی بھی علیحدگی ناممکن ہے کیونکہ جو شخص اپنے کو ان کی بارگاہ میں پیش کرے انہیں اپنا امام سمجھے یا کوتاہی کر کے دوسرے کو اپنا امام سمجھ لے یا ایسا ہوگا جیسے کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتاب اپنا لے۔ان کے مخالف کی پیروی بھی ناجائز ہے۔انہیں کچھ بتانا یا ان کی باتوں کو رد کرنا بھی ناجائز ہے۔حالانکہ اگر یہ جاہل ہوتے تو ان کی رد بھی جائز ہوتی اور انہیں بتانا وسکھانا بھی جائز ہوتا۔ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں ان کی ایک فرد موجود ہوگی کیونکہ رسول نے :**لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** ''یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں''۔(حوض کوثر کے پاس اصل میں دنیا کے اختتام کا کنایہ ہے پس اگر کوئی زمانہ ان کے وجود سے خالی ہو تو یہ حدیث سچی نہ رہ جائے گی کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے)۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے تمام بنی ہاشم مراد نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی لوگ ہوں گے جو فضیلت وعلم وزہد وتقویٰ میں ممتاز ہیں اور وہ صرف بارہ امام ہی ہو سکتے ہیں جو ذریت جناب فاطمہ زہرا ہیں کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ ان کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں۔ دوسروں میں عصمت دیکھی ہی نہیں گئی۔علاوہ اس کے تمام بنی ہاشم سے اکثر گناہ صادر ہوا۔وہ جاہل بھی تھے دوسرے لوگوں سے ممتاز بھی نہ تھے اس لئے وہ شریک قرآن نہیں ہو سکتے۔بنابریں اس حدیث سے

بعض بنی ہاشم مراد ہیں سب نہیں اور وہ حضرات صرف ائمہ معصومینؑ ہیں۔

اور یہ جو زید بن ارقم نے کہا ہے کہ اس سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں اگر یہ قول زید بن ارقم کا صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اگر چہ یہ قول ان کا باطل بھی ہے اس کے باوجود کہا جائے گا کہ ان کی پیروی کرنا واجب کہاں ہے؟''۔

ذرا اس روشنی کے عہد میں خیانت پر سر دھنئے، ہنسئے اور زندہ باد کہیے۔

۷۔اعتراض:

ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام محشر میں لوگوں کی تشنگی کے وقت دوستوں کو حوض کوثر سے سیراب کریں گے اور وہ جہنم تقسیم کریں گے۔ جہنم ان کی اطاعت کرے گی اور جس کو چاہیں گے جہنم سے نکال لیں گے۔(۱)

جواب:

میں نے دوسری جلد میں بہت سے حفاظ و محدثین کی روایات نقل کی ہیں۔ جس میں اکثر کو صحیح کہا گیا ہے اور اکثر کی تائید کی گئی ہے۔ اس بنیاد پر صرف یہ شیعوں کا ہی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ائمہ اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں لیکن قصیمی کو ان احادیث کی خبر نہیں یا علی سے دشمنی و عناد ہے اس لئے اس عقیدے کو شیعوں کی آفت قرار دے رہا ہے۔

دوسری حدیث: **قسیم النار** بھی شیعوں کی آفت نہیں بلکہ تمام اہل سنت کے علماء نے علی علیہ السلام کی اہم ترین فضیلت شمار کیا ہے، حافظ ابو اسحاق، اعمش، موسیٰ نے عبایہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے علاء کو فرماتے سنا: **انا قسیم النار یوم القیامة اقول خذمی زا وزری ذا**'' میں قیامت میں جہنم تقسیم کروں گا۔ میں کہوں گا اسے لے لے اور اسے چھوڑ دے''۔(۲)

اس حدیث کے بارے میں محدث منصور طوسی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے سوال ہوا۔ ایک

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۲، ص ۲۱۔

۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰، خطبہ ۳۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۱۷۱، نمبر ۷۶۱)

شخص نے ان سے پوچھا: اے ابوعبداللہ علی کے ارشاد: ''انا قسیم النار '' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

احمد نے کہا: اس میں انکار کی کیا گنجائش ہے؟ کیا رسولؐ سے یہ روایت نہیں ہے کہ فرمایا: تم سے مومن ہی الفت رکھے گا اور منافق ہی دشمنی رکھے گا۔ ہم نے کہا: جی ہاں! یہ حدیث ہے۔

پھر پوچھا: مومن کہاں رہے گا، ہم نے کہا بہشت میں۔ پوچھا: منافق کہاں رہے گا: ہم نے کہا: جہنم میں۔ فرمایا: اس لئے علی جہنم کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔

یہ طبقات احمد اور کفایہ گنجی (۱) میں بھی موجود ہے۔ کاش قصیمی کو یہ معلوم ہوتا۔

رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: **انت قسیم الجنة و النار یوم القیامة تقول النار هذالی و هذا لک.** انہیں الفاظ کو ابن حجر نے صواعق میں روایت کیا ہے۔ (۲) چنانچہ اصحاب میں یہ بات مشہور تھی اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے روز شوریٰ فرمایا: **انشدد کم الله**'' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ، کیا تم میں کوئی میرے علاوہ ایسا ہے جس کے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہو کہ تم قیامت میں جہنم تقسیم کروگے''۔ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، نہیں۔

اس احتجاج کے قائل تمام عظیم علماء اہل سنت تھے۔ بقول صواعق، دار قطنی نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید اس احتجاج کو لکھ کر کہتے ہیں: علیؑ کے حق میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ جنت وجہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

ابو عبیدہ ہروی ''الجمع بین الغریبین'' میں لکھتے ہیں: ائمہ ادبیات نے اس کی روایت کی ہے اور مفہوم کی شرح کی ہے کہ جبکہ ان کا دوست جنتی اور دشمن جہنمی ہے تو اس اعتبار سے وہ جنت ونار کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے بھی قائل ہیں۔ علی خود جنت ونار کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ واقعی وہ کچھ کو بہشت اور کچھ کو دوزخ میں بھیجیں گے۔ فرمائیں گے: یہ تیرا ہے۔

۱۔ کفایۃ الطالب ص ۲۲ (ص ۷۲، باب ۳)

۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۷۵ (ص ۱۲۶)

اسے لے لے۔ یہ میرا ہے اسے چھوڑ دے۔(۱) قاضی نے شفا میں لکھا ہے کہ علی قسیم نار ہیں۔(۲) اور خفاجی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ظاہر کلام سے پتہ چلتا ہے کہ رسول سے اس کی روایت ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ اس کی روایت صرف ابن کثیر نے کی ہے۔ نہایہ (۳) میں حضرت علی علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے کہ: انا قسیم النار۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ یا جنتی ہیں یا جہنمی۔ جو لوگ علی کے دوست ہیں وہ جنتی ہیں اور جو علیؑ کے دشمن ہیں وہ جہنمی ہیں۔ خفاجی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن اثیر قابل اعتبار شخص ہیں۔ علی نے جو کچھ فرمایا اپنی طرف سے نہیں فرمایا۔ حکم رسول ہے اس لئے اجتہاد کی گنجائش نہیں کیوں کہ دشمن علی علیہ السلام جہنمی اور محب علی علیہ السلام جنتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قسیم بمعنی تقسیم کرنے والا ہے جیسے جلیس اور سمیر (یعنی قصہ گو)۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج کے مقتولین ہیں چنانچہ نہایہ میں ایسا ہی ہے۔(۴)

۸۔ اعتراض:

شیعوں کی بے شمار روایات میں ہے کہ امام منتظر تمام مسجدوں کو تباہ و خراب کر دیں گے۔ اسی لئے شیعہ ہمیشہ سے مسجدوں کے دشمن رہے ہیں۔ کوئی بھی شیعوں کے شہروں میں جا کر ان کی ویران مسجدیں دیکھ سکتا ہے۔(۵)

جواب:

اس شخص نے مکاری، عیاری، جھوٹ کی حد کر دی ہے اس نے بے شمار روایات کا تذکرہ کیا ہے کوئی ایک ہی روایات کہیں ٹٹول کے پیش کرتا، اس کتاب کا نام ہی لکھتا۔

حجت منتظر ہر اس مومن کے امام ہیں جو ایمان باللہ یوم آخر سے سرفراز ہے وہ مساجد کو آباد کرنے

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۴۴۸ (ج ۹، ص ۱۶۵، خطبہ ۱۵۴)

۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج ۱، ص ۶۵۷)

۳۔ النھایۃ (ج ۴، ص ۶۱)

۴۔ خفاجی کی شرح شفا، ج ۳، ص ۱۶۳۔

۵۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۲، ص ۲۳۔

والے ہیں نہ کہ خراب و ویران کرنے والے۔ جو شیعہ مسجدوں کے دشمن ہیں وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں جن شہروں کا تذکرہ اس نے کیا ہے مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں اگر وہ شخص شیعہ آبادیوں میں جائے اور ان کی سجی سجائی آباد مسجدوں کو دیکھے، جمعہ جماعات کا اہتمام دیکھے، اس میں چراغاں دیکھے اور بہترین فرش کا مشاہدہ کرے تو قصیمی کے الزامات کی تردید کرے گا۔

۹۔اعتراض:

کوئی شیعہ کسی مسئلے میں کسی ایک امام سے استفتا کرتا ہے۔ انہیں بے سمجھے بوجھے وہ فتویٰ دے دیتا ہے۔ پھر ایک سال بعد وہی آتا ہے اور وہی مسئلہ پوچھتا ہے اس بار وہ پچھلے سال کے فتوؤے کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔ اس دو بار کے استفتا میں تیسرا شخص بھی اپنے امام کے بارے میں مشکوک ہو جاتا ہے۔ اور شیعہ مذہب چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر امام نے یہ فتویٰ حالت تقیہ میں دیا ہے حالانکہ دونوں بار مسئلہ پوچھنے میں تیسرا شخص نہیں تھا اور میں نے خلوص کے ساتھ امام کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا۔ اگر اس نے جو کچھ کہا ہے۔ غلط ہے یا اشتباہ ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں ائمہ معصوم کہاں رہے؟ حالانکہ شیعہ عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں اس طرح اس نے مذہب شیعہ چھوڑ دیا اور دوسرا مذہب اختیار کرلیا۔ یہ روایت ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔(۱)

جواب:

اس احمق کی بکواس پر توجہ دینا ہی بیکار ہے، وہ ایک شیعہ کے امام کی بات کرتا ہے اور یہ بھی نہیں بتاتا کہ وہ امام کون تھے۔ ایک اجنبی مسئلہ اور اجنبی تشخص کی بات کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ شاید ابھی وہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے خدا کی قسم! اگر یہ بات صحیح ہوتی تو قصیمی وہ گھار مچاتا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی۔ لیکن اس نے جو بات کہی ہے کہیں اس کا وجود ہی نہیں۔ یہ صرف اس کا خیالی اعتراض ہے۔ جھوٹی باتیں گڑھنے میں اسے بڑی مہارت حاصل ہے۔

۱۰۔اعتراض:

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۲، ص ۳۸۔

جو بھی شیعہ کتابوں کو دیکھے گا اسے معلوم ہوگا کہ یہ لوگ عظمت خداوندی کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی باتوں کے شواہد قرآن سے بہت کم پیش کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ آیات سے استشہاد کرتے ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا سنیوں کے ساتھ ہے۔

اور وہ بھی سنیوں کی صحبت کی وجہ سے لیکن جو لوگ اہل سنت سے معاشرت نہیں رکھتے وہ ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کر سکتے جو کمی یا زیادتی یا غلطی سے پاک ہو۔ جو لوگ شیعہ آبادیوں میں گھومے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں حافظ نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے یہاں بہت کم پائے جاتے۔

جواب:

یہ شخص کمینہ پن میں تمام حدیں پھلانگ گیا ہے:

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

میں نہیں جانتا کہ اس نے یہ بٹوارہ کیسے کیا ہے۔ حالت مستی میں کیا ہے یا حالت ہشیاری میں، حالت جنوں میں یا حالت بیداری میں۔ کیا اس جھوٹے نے شیعہ کتابوں سے حاصل کیا ہے۔ کیا اس نے شیعوں کے غلط قرآنوں کو دیکھا ہے یا بدنام کرنے کیلئے بات گڑھی ہے؟ کیا اس کمینے کو معلوم نہیں کہ قرآنیات پر علماء شیعہ نے عظیم ترین خدمات انجام دیں ہیں۔ تفسیر و زبان اور ادب عربی کے ماخذ و قواعد وغیرہ پر ان کے افادات نا قابل فراموش ہیں۔ اگر آپ شیعہ کتابوں کو دیکھیں گے تو قرآنی آیات برجستہ اور برمحل انداز میں اس طرح بکھری نظر آئے گی جیسے آسمان پر بکھرے ستارے۔

ہم آج تک نہیں سمجھ سکے کہ تلاوت قرآن کا صحیح پیمانہ کیا ہے۔ اس کے محرکات خالص قلبی ہوتے ہیں۔ زبان، لہجہ اور کلمات کے مخارج اور صوتی افتاد وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں۔ ان متذکرہ چیزوں میں جغرافیائی فرق کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ شیعوں کو دوسروں سے تلاوت قرآن کے آداب سیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ کیا یہ ضرورت زبان عربی کے اسلوب کی وجہ سے ہے یا جہالت والی قرأت کی وجہ سے! خدا کی قسم ایسی جھوٹی نسبت آج تک کسی نے شیعوں کی طرف نہیں دی ہے۔ عرب میں بھی شیعہ ہیں جنکی مادری زبان عربی ہے عراق، جبل عامل کے شیعہ، سعودی عرب کے مردار خوروں سے کہیں زیادہ

بہتر لہجے میں قرأت قرآن کرتے ہیں۔ عرب کے باہر کے شیعہ علماء و مشائخ بھی عربی ادب کی خدمت کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ تاریخ جاننے والے بتائیں گے کہ شیعوں میں مصنفین و شعراء بے شمار ہیں۔ جنہوں نے اپنی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ ادبیات شیعوں سے سیکھی گئی، فن خطابت شیعوں کی دین ہے، مضمون نگاری، تجوید و قرأت وغیرہ جیسے قرآنی خدمات شیعوں ہی کا کارنامہ ہے، اسی لئے علی بن جہم کے حالات کے سلسلے میں ابن خلکان لکھتا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ علی سے منحرف تھا اور اہل سنت کا دم بھرتا تھا لیکن اچھی آواز میں اشعار پڑھتا تھا۔ گویا اس کا خیال تھا کہ طبعی شعر و شاعری میٹھے الفاظ میں خاص شیعوں کا شعار ہے اور اسے اپنی اس بات پر پورا بھروسہ تھا۔ (۱)

ایران، عراق اور ہندوستان میں چھپے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں قرآن تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ زمانۂ طباعت سے قبل کے خطی قرآن بھی محفوظ ہیں۔ آج بھی ایسے شیعہ ہیں جو برکت کے خیال سے قرآن اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں ان میں سے کس نے غلط قرآن لکھا ہے کوئی دکھائے نہ کہیں اسلوب نگارش میں غلطی ہے نہ فنی سقم ہے اگر کہیں غیر شعوری طور پر غلطی ہوگئی ہو تو یہ لازمۂ انسان ہے چاہے وہ سنی ہو یا شیعہ، عربی ہو یا عجمی۔ سب سے غلطی ہو سکتی ہے۔

جس سیاح نے گھوم گھوم کر قصیمی کو یہ بے پر کی خبر دی ہے وہ اس کی عالم تخیل کی بکواس ہے کہیں شیعوں کی آبادی میں گلی کوچوں میں قرآن پڑے ہوئے نہ ملیں گے شیعوں کے یہاں طاقوں میں نہایت احترام سے قرآن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے مخصوص صندوق ہوتے ہیں۔ جب بھی شب و روز میں اس کی تلاوت کرنی ہوتی ہے تو نہایت احترام سے نکال کر اسے پڑھا جاتا ہے۔ تعویذی سائز کا قرآن الگ ہوتا ہے، سفری قرآن الگ۔ مردوں کے ایصال ثواب کا قرآن الگ سائز کا ہوتا ہے، بچوں کے پڑھانے کا الگ، دلہن کو جہیز میں دینے کا قرآن الگ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے نئے گھر میں جانے سے قبل سب سے پہلے اثاث البیت میں قرآن ہی بھیجتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی قرآن ہوتے جو عورتوں کی جنات و انسان سے حفاظت کیلئے ان کے پہلو میں رکھتے ہیں۔ ایسے شیاطین سے تحفظ کے لیے جو اپنے دوستوں

۱۔ وفیات الاعیان، ج ا، ص ۳۸ (ج ۲، ص ۳۵۵، نمبر ۴۶۲)

مریدوں کو وحی کرتے ہیں۔

کیا ایسے لوگ قرآن کی عظمت کے قائل نہ ہوں گے؟ ان کے جیسی سوجھ بوجھ تو دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کمینے کو جس سیاح نے خبر دی ہے کہ شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ہوتے کم سے کم کتاب کشف الاشتباہ ہی دیکھ لیتا جسے موسیٰ جار اللہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۳۲۔۴۴۴ پر ایک سو چونتیس حافظان قرآن کے نام درج ہیں۔

۱۱۔ اعتراض:

کیا کوئی شخص شیعی قرآن کا ایک حرف بھی ایسا بتا سکتا ہے جس میں تناسخ کا ثبوت ہو۔ اماموں کے جسم میں خدا کے حلول کی بات ہو۔ عقیدت رجعت اور اماموں کی عصمت کا ثبوت ہو یا ابوبکر، عمر اور عثمان سے علیؑ کا افضل ہونا ثابت ہو سکے۔ علیؑ کا بادلوں میں وجود ثابت ہو سکے۔ کیا کسی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ برق علی کے تبسم کا مظاہرہ ہے۔ گرج، چمک علیؑ کی آواز ہے۔ شیعہ ان تمام باتوں کے معتقد ہیں۔ (۱)

جواب:

حیرت ہوتی ہے کہ یہ جھوٹا اور اس کی ٹولی شیعوں پر تہمت کے سلسلے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے جبکہ مسلمانوں کے درمیان روابط و ہم آہنگی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ اس تیز رفتار سواریوں کے دور میں مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کے شہروں میں آتے جاتے رہتے ہیں کسی نے بھی اس قسم کی جھوٹی نسبتیں شیعوں کی طرف منسوب نہیں کی ہیں۔ آج کل ان باتوں کی آسانی سے تحقیق کی جا سکتی ہے اور اس شخص کی بے شرمی و بے حیائی طشت از بام ہو سکتی ہے جو بھی تحقیق کرے گا وہ اسے جھوٹا، پاپی اور مہمل گو ہی سمجھے گا۔

اسے خدائے بزرگ کے ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہیے: ﴿**ما یلفظ من قول الا ولدیه رقیب عتید**﴾ ''جو بھی کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اس پر ایک نگہبان فرشتہ تیار رہتا ہے''۔ (۲)

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص۲۷۔ ۲۔ (سورۂ ق/۱۸)

یا خدا کی وعید پیش نظر رکھنی چاہیے: ﴿ویل لکل افاک اثیم هماز مشاء بنمیم﴾ ''ہر افترا پرداز اور گنہگار پروائے ہو جو طعن و تشنیع کرتا رہتا ہے چغل خوری میں دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے''۔(۱)

اگر یہ وعید پیش نظر رہتی تو شیطان خود اسے جواب دے دیتا کہ شیعہ کبھی تناسخ کے قائل نہیں رہے نہ کبھی یہ عقیدہ رہا کہ خدا نے جسم ائمہ میں حلول کیا ہے۔ ابتدا سے آج تک ایک بھی شیعہ اس بات کا قائل نہیں رہا کہ علیؑ کا وجود بادلوں میں ہے۔

لیکن ہاں! علی کا وجود بادیوں میں ہے اس کا ایک شیعہ قائل ہے اور وہ ذات پیغمبر اسلام کی ہے۔ میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کی ہے لیکن یہ کینہ توز اس کی تحریف کر کے غلط معنی پہنا رہا ہے تا کہ شیعوں کو بدنام کر سکے۔

اس شخص کو عظیم مذہب شیعہ کے خلاف تہمت دھرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ جھوٹے اور بے سر و پا الزامات کے ذریعے جلے دل کے پھپھولے نکال رہا ہے۔ کیا قدیم زمانے سے آج تک کسی شیعہ کتاب میں اس کا کہیں نشان بتایا جا سکتا ہے، بجائے شیعہ کتابوں کے وہ اپنی ٹولی کے طہ حسین، احمد امین، موسیٰ جار اللہ جیسے جھوٹوں کی کتاب سے سند پیش کرتا ہے۔

شیعوں کا عقیدۂ رجعت قرآن میں موجود ہے لیکن اس عقل کے اندھے کو قرآن میں نظر ہی نہیں آیا اسے شیعوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ شیعہ علماء نے خاص اسی موضوع پر بسیط کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ آیہ تطہیر سے قاعدۂ وحدت ملاک اور واضح و صریح روایات کے ذریعہ پنجتن کے علاوہ تمام ائمہ معصومین کی عصمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، آیہ شریفہ کے ذیل میں امام احمد بن حنبل نے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں جو ایک انسان کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔(۲)

۱۔(اقتباس از سورۂ قلم/۱۱)

۲۔مسند احمد، ج۱، ص۳۳۱، ج۳، ص۲۸۵، ج۴، ص۱۰۷، ج۶، ص۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۲۳ (ج۱، ص۵۴۴، حدیث۳۰۵۲، ج۴، ص۲۰۲، حدیث۱۳۶۲۶، ج۵، ص۷۹، حدیث۱۶۵۴۰، ج۷، ص۴۲۱، حدیث۲۶۰۰۰، ص۴۲۳، حدیث۲۶۰۱۰، ص۴۳۱، حدیث۲۶۰۵۷، ص۴۵۵، حدیث۲۶۲۰۶)

علیؑ کو دوسرے خلفاء پر فضیلت و تقدم کیوں نہ حاصل ہوگا جبکہ خدا نے آیۂ ولایت میں علی کی ولایت کو اپنے اور رسول کی ولایت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس پر گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ ہر انصاف پسند محقق فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ آیت خاص علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے علی کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ خدا نے انہیں ولی کہا ہے، انہیں کی ولایت کی وجہ سے دین کامل ہوا اور نعمت تمام ہوئی۔

اب میں قصیمی کے جملوں کو اسی پر مارتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ایک حرف بھی قرآن میں ایسا دکھا سکتا ہے کہ جس میں ابوبکر، عمر اور عثمان کی علی پر فضیلت ثابت ہو سکے اگر اس کے منھ میں دانت ہے تو سامنے آئے۔

۱۲۔ اعتراض:

شیعہ اپنے اعتقاد کے بارے میں احادیث نبوی پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ان جھوٹے خطوط پر اعتماد کرتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق ائمہ معصومین کی طرف منسوب ہیں۔(۱)

جواب: آپ نے ان خطوط اور توقیعات کی پچھلے صفحات میں حقیقت سمجھ لی۔ اس شخص کو نئے شیطان نے پھر وحی کی ہے کہ تمام آئمہ کی توقیعات منقول ہیں۔ اس کا گمان ہے کہ صرف شیعہ ہی ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں، گویا کہ اسے آیہ اولوالامر کی خبر ہی نہیں ہے۔

۱۳۔ اعتراض:

شیعوں کے یہاں متعہ ہاتھوں ہاتھ رائج ہے۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک بڑا متعہ اور چھوٹا متعہ۔ ایک قسم یہ ہے کہ مرد و عورت تعلقات قائم کرنے کیلئے طے کرتے ہیں کہ مرد کچھ مال یا کھانا یا دوسری چیز چاہے وہ بہت کم ہی ہو۔ اس کے مستمتع ہونے کے بدلے میں عورت کو دے گا۔ اور اپنی شہوت حسب قرارداد ایک دن یا چند دن پوری کرے گا۔ مدت پوری ہونے کے بعد دونوں ایسے ہو جائیں گے جیسے کسی کی آشنائی ہی نہ تھی، دونوں اپنی اپنی راہ لیں گے۔ یہ آسان ترین متعہ ہے۔ ایک متعہ کی قسم ہے جسے متعہ

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص ۸۳۔

دور یہ کہتے ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ بہت سے مرد ایک عورت سے باری باری اس طرح مجامعت کریں گے: صبح سے چاشت تک چاشت سے ظہر تک ظہر سے عصر تک، عصر سے مغرب تک، مغرب سے آدھی رات تک، آدھی رات سے صبح۔ اس کو وہ لوگ شریعت کا جزو سمجھتے ہیں جس میں بہت زیادہ ثواب ہے حالانکہ یہ بدترین حرام ہے۔

جواب: شیعوں کے نزدیک متعہ وہی ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج فرمایا اور اس کے حدود معین کئے۔ یہ متعہ رسول خداؐ کے زمانے سے اس وقت تک رائج رہا جب تک عمر بن خطاب نے اسے حرام قرار دیا۔ خلیفہ کے حرام کرنے کے بعد لوگوں کا خیال ہے کہ خلیفہ کو حکم قرآن اور حکم رسول کے خلاف حرام کرنے کا حق حاصل ہے، ان لوگوں کے یہاں متعہ حرام ہے باقی تمام اسلامی فرقوں میں متعہ اپنے حدود کے ساتھ رائج ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے حدود و شرائط کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ:

۱۔ اجرت

۲۔ مدت

۳۔ ایجاب وقبول کے صیغے

۴۔ مدت ختم ہونے کے بعد علیحدگی

۵۔ عدت چاہے کنیز ہو یا آزاد، حاملہ ہو یا غیر حاملہ

۶۔ میراث سے محرومی

ان حدود کو علماء شیعہ وسنی نے بیان کیا ہے۔ سنیوں کے یہاں صحیح مسلم، سنن دارمی سنن بیہقی، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، تفسیر لغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر رازی، تفسیر خازن، تفسیر سیوطی، اور کنز العمال لائق ذکر ہیں۔ (۱)

شیعوں کے یہاں صدوق کی من لا یحضرہ الفقیہ، المقنع اور الھدایہ۔ علم الہدیٰ کی کافی اور انتصار

۱۔ اس موضوع پر آئندہ بحث ہوگی۔

سلار کی المراسم، شیخ طوسی کی نہایہ، مبسوط، تہذیب اور استبصار، ابوالمکارم کی الغنیہ، ابوجعفر کی الوسیلہ، محقق حلی کی نکہت النہایہ علامہ حلی کی تحریر کے علاوہ شرح لمعہ، مسالک، حدائق اور الجواہر میں اس کا بیان ہے۔(۱) متعہ یا معین مدت کی شادی جو شیعوں کے یہاں رائج ہے وہ یہی جسے اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ متعہ کے چھوٹے بڑے اقسام جسے اِس افترا پرداز نے نقل کیا ہے نہ تو شیعہ فقہاء کے یہاں رائج ہے نہ عوام میں رواج ہے۔ یہ محض قصیمی کی افترا پردازی ہے۔ ممکن ہے قصیمی کی بیسویں صدی کی فقہ میں اس کا کہیں وجود ہو۔

قصیمی اور اس کے جرگے متعہ کے ان خیالی قسموں کی کہیں نشاندہی نہیں کر سکتے۔ یہ فقہاء وعلماء کے یہاں نہ ائمہ معصومین کے یہاں نہ کسی ملک میں رائج نہ شہر میں خدا کی قسم نہ کسی شیعہ دیہات میں اس کا رواج ہے نہ شیعہ آبادی میں بات یہ ہے کہ شیاطین اپنے مریدوں کو سرکشی رائج کرنے کیلئے جھوٹی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔

۱۴۔اعتراض:

کچھ احمق قسم کے جاہل شیعہ ہیں کہ ایک بکری لاکر اس کی کھال ادھیڑتے ہیں پھر اسے مختلف طریقوں سے شکنجوں میں کستے ہیں۔اس طرح ان کے خیال میں حضرت عائشہ کو سزا دیتے ہیں۔ایسے ہی وہ دو بکرے لاکر انہیں شکنجہ دیتے ہیں اس طرح ان کے خیال میں ابوبکر وعمر کو سزا دیتے ہیں۔شیعوں کے یہاں بہت زیادہ معمول ہے۔ اِن میں نادان ترین شیعہ ایسے بھی ہیں کہ اپنے امام کو سرداب (تہہ خانے) میں مصحف وقرآن کے ساتھ غائب کئے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں کہ خچر لئے تہہ خانے کے

۱۔من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۴۶۷۔۴۵۸، حدیث ۴۶۱۶۔۴۵۸۳) المقنع (ص ۱۵۲) الھدایہ (۳۲۵، باب ۱۴۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۴ (ج ۵، ص ۴۴۸) انتصار (۱۹۰) المراسم (ص ۱۵۵) النھایۃ (ص ۴۸۹) المبسوط (ج ۴، ص ۲۴۶) تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۷، ص ۲۴۹) استبصار، ج ۲، ص ۲۹ (ج ۳، ص ۱۴۱) الغنیہ (ج ۱۸، ص ۲۸۲) الوسیلہ (ص ۳۰۹) النھایۃ ونکتھا (ج ۲، ص ۳۷۲) تحریر الاحکام حلی، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۲۶) شرح لمعہ، ج ۲، ص ۸۲ (ج ۵، ص ۲۴۵) مسالک الافہام (ج ۱، ص ۴۰۰) الحدائق الناضرۃ، ج ۶، ص ۵۲ (ج ۲۴، ص ۱۱۳) جواہر الکلام، ج ۵، ص ۱۶۵ (ج ۳۰، ص ۱۳۹)

باہر جاتے ہیں اور امام غائب کا انتظار کرتے ہیں۔ بعض آواز بھی دیتے ہیں تا کہ سرداب سے باہر تشریف لائیں۔ ایک ہزار سال سے مسلسل وہ ایسا ہی کرتے آرہے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ جاہل شیعہ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، کمی زیادتی ہوئی ہے۔(۱)

جواب: قریب ہے کہ اس جھوٹے کی تہمت سے قلم کولرزہ ہو جائے۔ یہ ایسا جھوٹا محسوساتی الزام ہے کہ نہ آسمان نے اس پر سایہ کیا نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا کیونکہ جب شیعیت عہد نبوی میں وجود پذیر ہوئی، زبان رسالت سے شیعیان علی علیہ السلام کا تذکرہ ہوا اور اصحاب رسول کو شیعیان علی علیہ السلام کیلئے پکارا گیا اس وقت سے آج تک یہ حدیث گوسفند سنا ہی نہیں گیا نہ ایسے بے گناہ جانوروں کو اذیت دینے کی بات دیکھی گئی۔ ایسا ظلم تو انہیں ظالموں سے متوقع ہے۔ لیکن ہم قصیمی کو دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی طرح جھوٹ کے پلندوں سے اپنا دامن بھرے ہوا ہے۔ کاش یہ شخص ہمیں ایک بھی ایسا ثبوت فراہم کرسکتا۔ یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا بھی ثبوت فراہم کردے کہ کبھی اس طرح کی کوئی حرخت ہوئی ہو۔

نہ میں، نہ کوئی شیعہ اس قسم کے عمل کا اتہ پتہ نہیں رکھتے۔ ایسی حرکتوں کو کون اچھا سمجھے گا۔ چاہے وہ بقال قصہ گو ہی کیوں نہ ہو۔ اس قسم کے اتہامات قصیمی اور اس کے استاد ابن تیمیہ کے یہاں ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سرداب کی تہمت تو اس سے بھی زیادہ لچر اور پوچ ہے لیکن ان ذلیلوں نے اپنی راگ میں خچر کو بھی سوار کرلیا ہے، اور کہتے ہیں کہ ہزار سال پہلے سے شیعہ یہ اعمال کرتے آرہے ہیں۔

حالانکہ شیعہ اپنے امام غائب کو سرداب میں موجود نہیں سمجھتے۔ نہ انہیں وہاں چھپایا ہوا ہے نہ وہ سرداب سے ظہور فرمائیں گے۔ ہمارے یہاں کی حدیثوں میں تو یہ ہے کہ وہ مکہ معظمہ خانہ کعبہ کی چھت سے ظہور فرمائیں گے۔ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ یہ نور سرداب میں پوشیدہ ہے بات اصل میں یہ ہے کہ سامرہ میں شدید گرمی سے محفوظ رہنے کیلئے تہہ خانوں کا رواج ہے۔ چونکہ سامرہ میں تین اماموں کی قیام گاہ رہی ہے۔ دوسرے مقدس مکانوں کی طرح اسے بھی اسی لئے عظمت حاصل ہوگئی ہے۔ دوسرے

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص۳۷۴۔

اماموں کے مکان روضۂ رسول کی طرح اس لئے مقدس ہیں کہ خدا نے ان کی عظمت کا حکم دیا ہے۔ ﴿فی بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه﴾ (۱)

کاش سرداب کی جھوٹی بات اُڑانے والوں میں اتفاق رائے بھی ہوتا اس طرح تو ان کی جعلی باتوں کا پردہ فاش ہو گیا ہے۔ مثلاً ابن بطوطہ کہتا ہے: یہ سرداب حلہ میں ہے۔ (۲)

قربانی اخبار الدول میں کہتا ہے کہ بغداد میں واقع (۳) ہے کسی نے کہا کہ سامرہ میں ہے۔ قصیمی کو چونکہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے اس لئے صرف سرداب ہی کہنے پر اکتفا کی ہے۔ قصیمی کو چاہئے تھا کہ ہزار سال کے بجائے اس جھوٹ کا سرا قرون وسطیٰ سے ملا دیتا تا کہ سننے والے کو اجمالی طور سے وجود کا احتمال ہو جاتا۔ لیکن اس جھوٹے کے پاس تو حافظہ ہی نہیں ہے۔

رہ گئی تحریف قرآن کی بات تو ہم نے دوسرے صفحات میں تحقیقی بحث کی ہے۔

﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ ”جو لوگ آیات خدا کے بارے میں بغیر دلیل کے جھگڑتے ہیں۔ وہ بڑا سخت عناد ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک بھی اور اہل ایمان کے نزدیک بھی اسی طرح خداوند عالم ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر کر دیتا ہے“۔ (۴)

۱۔ (نور/۳۶)

۲۔ رحلۃ ابن بطوطہ، ج ۲، ص ۱۹۸ (۲۲۰)، ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ، ج ۱، ص ۳۵۹ (ج ۱، ص ۲۴۹) پر اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ (وفیات الاعیان) ص ۵۸۱ (ج ۴، ص ۱۷۶، نمبر ۵۶۲) پر یہی لکھا ہے۔

۳۔ اخبار الدول (ج ۱، ص ۳۵۳)

۴۔ غافر/۳۵

فجر الاسلام، ضحیٰ الاسلام، ظہر الاسلام

ان کتابوں کے مولف استاد احمد امین مصری ہیں۔ ان کا مقصد تالیف کیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں اور ہم بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناموں کا فریب محتویات کے برخلاف بیدار مغز محقق کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے کیونکہ یہ اسماء مسمی کے مضامین سے میل نہیں کھاتے۔ قسم خدا کی اگر وہ امین ہوتے تو علم دین اور کتاب وسنت کی رعایت کا تحفظ کرتے اور ان شرمناک مضامین سے اپنی کتاب کو سیاہ نہ کرتے اسلام اور مصر عزیز کی شہرت کو طعن و تشنیع کے ذریعے ہواو ہوس کی پیروی میں راہ حق سے انحراف نہ کرتے، حقائق پر پردہ نہ ڈالتے، لوگوں کو ایسے اسلوب میں الجھا کر حقائق سے دور نہ رکھتے۔ تحریف کلمات کر کے تہمت طرازی کے انبار نہ لگاتے۔

چونکہ یہ تالیفات اسلامی ہیں جیسا کہ ناموں سے ظاہر ہے تو ان میں گمراہیاں، جھوٹی تہمتیں اور باطل باتیں نہ ہونی چاہیے تھیں۔ آداب علم وعلم نوازی، آداب پاک دامنی و برادری، جس کا قرآن نے حکم دیا ہے لحاظ کیا جانا چاہیے تھا۔

لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ احمد امین کا بیسویں صدی کا اسلام ندائے قرآنی سے قطعی دور ہے جس کا قرن اولیٰ میں وحی خدا کے امین نے اعلان کیا تھا۔ کیونکہ اگر یہی اس کی کتاب ہے اور یہی اس شخص کی امانت ہے تو اسلام کو الوادع کہہ دینا چاہیے۔ اگر جامعہ الازہر میں اسی طرح علم ودانشمندی کا لحاظ کیا جاتا ہے تو اس کے معیار کا خدا ہی حافظ ہے۔

اکثر شیعہ محققوں نے ان کتابوں کے مضامین کے پرخچے اڑائے ہیں اور ان سہل مضامین پر لے

دے مچائی ہے۔(۱) اس سلسلے میں کتاب تحت رایۃ الحق (پرچم حق کے سائے میں) ان کا بھرپور جواب فراہم کردیتی ہے۔

﴿بل کذبوا بالحق لما جائهم فهم فی امر مریج﴾

''بلکہ یہ حق کو جھٹلا رہے ہیں کہ ان پر امر حق مشتبہ ہوگیا ہے''۔(۲)

ا۔ جیسے سید شرف الدین عاملی، سید امین عاملی اور شیخ کاشف الغطاء۔

۲۔ سورۂ ق/۵

الجولہ فی ربوع الشرق الادنیٰ
مشرق ادنی کی زمین میں سیاحت

تالیف: محمد ثابت مصری، مدرس اول علوم اجتماعیہ، مدرسہ قبہ

سیاحوں کا معمول ہے کہ ملکوں میں چاروں طرف آبادیوں میں چکر لگاتے ہیں۔ اپنے پسند کی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس طرح سیاحت کے مختلف میلانات ہوتے ہیں۔ ایک سیاح ملکوں میں صرف دانشوروں اور ادیبوں سے ملاقات کرتا ہے کوئی صرف سیاسی لوگوں سے، کوئی اقتصادی و معاشی ٹھکانوں کا چکر لگاتا ہے، کوئی صرف مناظر قدرت کی سیر کرتا ہے، لیکن کچھ سیاحوں کی فطرت صرف اوباشی کے اڈوں پر مرکوز ہوتی ہے۔ وہ صرف گندے ٹھکانوں کا ہی چکر لگاتے ہیں، میخانے چانڈو خانے گھوم پھر کر تذکروں کے ذریعے مزے لیتے ہیں۔ کچھ سیاح ہوتے ہیں کہ صرف جھوٹی سچی داستانیں بیان کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی پذیرائی نہیں کرتا تو اس کا فحش لفظوں میں تذکرہ کرتے ہیں۔

ثابت مصری انہیں اخیر قسم کے لوگوں میں ہیں۔ میرے لئے اس کا تذکرہ بھی مناسب نہیں تھا۔ لیکن قارئین کے سامنے اس سفر کی کچھ ہرزہ سرائی پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس شخص نے تاریخ نویسی اور سفرنامے کی کس طرح ریڑھ ماری ہے۔

ا۔ کہتا ہے:

وہاں (نجف) کے علماء کہتے ہیں کہ یہاں مقبروں کی تعداد دس ہزار ہے نہ کم نہ زیادہ کیونکہ حضرت

علی علیہ السلام ایسی جگہوں پر اس سے زیادہ پیکر بھیجتے رہتے ہیں جن کا اتہ پتہ کوئی نہیں جانتا۔

بے شمار جسد خاکی دور دور سے بسوں کے ذریعے لائے جاتے ہیں اور غسل دینے کے بعد ان کے حرم میں طواف کرایا جاتا ہے اور نماز میت پڑھنے کے بعد اسے دفن کر کے انتظار کیا جاتا ہے کہ اس کا باطن حضرت علی علیہ السلام کے کشف میں آئے پھر اس جنازے کو چھپا کر دوسری جگہ دفن کرنے لے جاتے ہیں۔(۱)

جواب:

ہم نے بکواسیوں، نقالوں اور ہرزہ سراؤں کے کونے چھان مارے کہ کہیں اس اتہام کا پتہ معلوم ہو سکے لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ پھر میں نے ارباب اطلاع اور کتابوں میں تلاش کیا شاید وہاں اس دروغ بے فروغ کا سراغ مل سکے۔ اس سیاح نے جو بے پر کی اڑائی ہے کچھ تو پتہ چل سکے۔ نہ معلوم کس ساعت میں شیطان نے اس پر وحی کی۔ لیکن کچھ بھی ہو اس نے شیطان کی آبرو رکھ لی۔ اسے بے پر کی اڑاتے ذرا شرم نہ آئی۔

۲۔ کہتا ہے:

وہاں (نجف) میں رسولؐ کے پہلے خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کا مقبرہ ہے اور حضرت علی رسول سے زیادہ رسالت کے سزاوار تھے۔(۲)

جواب:

کوئی بھی شیعہ نہ قدیم نہ جدید کبھی اس بات کا قائل نہیں رہا کہ حضرت علی رسول سے زیادہ امر رسالت کے سزاوار تھے۔ یہ الزام شیعوں کے دشمنوں نے نفرت پھیلانے کیلئے اچھالا ہے۔ شیعوں کی کسی کتاب میں یا کسی عالم نے کبھی نہ اشارۃً اس بات کو کہا ہے نہ کنایۃً۔

۳۔ کہتا ہے:

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۰۶۔۱۰۵۔

۲۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۰۴۔

حضرت علی علیہ السلام ابن ملجم کے ہاتھوں قتل کیئے گئے۔لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی بیعت کی۔شامیوں نے چونکہ معاویہ کی بیعت کی تھی اس لئے انہوں نے امام حسن علیہ السلام پر فوج کشی کردی۔امام حسن علیہ السلام جنگ کیلئے آمادہ ہوئے لیکن ان کے لشکر والوں نے بغاوت کردی اوران سے علیحدہ ہوگئے۔امام حسن علیہ السلام نے پھر معاویہ سے صلح کرلی اور خلافت سے دستبردار ہوکر بھاگ نکلے اور پھر قتل کردیئے گئے۔اس وقت تمام مسلمانوں نے سوائے خوارج اور شیعوں کے معاویہ کی بیعت کرلی۔یہی خوارج اور شیعہ مکہ میں امام حسین علیہ السلام کے گرد آگئے۔ان سب ہی کو معاویہ کے سپاہیوں نے کربلا میں قتل کرڈالا صرف امام حسین علیہ السلام کے وہی فرزند بچ گئے جو بھاگنے میں کامیاب ہوسکے۔(۱)

جواب:

جی ہاں! یہ ہیں قبہ ہائی اسکول قاہرہ کے علوم اجتماعی کے ماسٹر صاحب! اور یہ ہے ان کی تاریخ اسلام سے واقفیت۔

میں ان کی غلط دانی کی اصلاح نہیں کرنا چاہتا۔اس کی گنجائش ہی کہاں ہے کوئی بھی اس علم کے جنے سے نہیں پوچھتا کہ جو نہیں جانتے ہو اسے لکھتے کیوں ہو؟

کیا ان سے کسی ڈاکٹر نے یہ بات پوچھی تھی یا مہندس نے؟ یا کسی سیاسی اشارے پر یہ بات لکھ ماری، یا پھر حماقت سوار ہوئی اور چند سطریں گھسیٹ دیں؟! وہ سمجھتا ہے کہ میں نے نیک کام کیا ہے اس کی جہالت پر سلام کرکے آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے۔اس سیاح کے اکثر افسانے مجلہ احرا میں چھپتے رہے ہیں۔یہ اصل میں فرانسسی سے ملتے جلتے ہیں۔وہ فرانسسی سیاح کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک فرانسسی رپوٹ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

اسلام میں شیعہ قوم حضرت علی علیہ السلام اوران کی اولاد کے قتل ہونے کی بنیاد پر بغداد کے قریب کربلا میں قیام پر آمادہ ہوئی کیونکہ علی علیہ السلام کے رشتہ داروں اوران کے ہمنوا نیز ان کے شاگرد، ارباب علم اور شیعہ

۱۔جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ،ص۱۱۰۔

فلاسفہ خلافت عمر کو شیعوں کی خونریزی کا سبب سمجھتے تھے۔ تاب مقاومت نہ رہی۔ اس لئے صبر کر کے چپ رہے۔ انہوں نے اہل سنت حضرات سے علیحدگی اختیار کر لی اور عرب ملکوں سے نکل کر عجم میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کی قیادت بیوۂ علی حضرت فاطمہ نے کی۔

جی ہاں ایسے ہی ہوتے ہیں مصر و فرانس کے سیاحت نگار۔ ظاہر ہے کہ عورت کے مقابلے میں مرد کا دوہرا حصہ ہوتا ہے۔ پڑھیئے اور خوب جی بھر کر ہنسئے۔

۴۔ آگے لکھتا ہے:

شیعوں کا ایک فرقہ معتقد ہے کہ بعد رسولؐ تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے اور خود علی نے بھی چونکہ خلافت ابوبکر کو مان لیا تھا اس لئے کافر ہو گئے تھے پھر جب انہوں نے منصب امامت کی ذمہ داری سنبھال لی تو ان کا ایمان واپس آ گیا۔ ایسے لوگوں کو امامیہ کہتے ہیں بعض شیعہ پیغمبر اسلام کے بعد بھی نبوت کو لازم سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ علی و محمد میں اس قدر یکسانیت تھی کہ جبرئیل امین دھوکہ کھا گئے۔ ان لوگوں کو غلاۃ کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل نے یہ غلطی جان بوجھ کر کی تھی اس لئے جبرئیل ملعون اور کافر ہے۔ (۱)

جواب:

صحابہ کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ میں نے گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔ قرآن میں منافقوں کے بارے میں آیات نازل ہوئیں خود صحاح ستہ میں صحابہ کے ارتداد کی احادیث موجود ہیں، میں نے انہیں نقل کیا ہے۔

امامیہ حضرت علی علیہ السلام سے والہانہ عقیدت رکھتے ہوئے انہیں معصوم جانتے ہیں، انہیں آغاز خلقت سے آخری سانسوں تک تمام شیعہ جب تک دنیا باقی ہے مجسمہ ایمان جانتے ہیں خواہ انہیں زمام خلافت دی جائے یا چھین لی جائے وہ بہر حال امت کے امام تھے۔ شیعہ اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آیہ تطہیر جب سے نازل ہوئی ابد تک حضرت علیؑ اس کے مصداق تھے۔ شیعوں کا عقیدہ اس بارے میں ذرا بھی متزلزل نہیں۔ شیعہ حضرت علی علیہ السلام کے خلافت ظاہری میں اسی طرح ان کے حلقہ بگوش تھے جس طرح

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنی، ص ۱۱۰۔

خلافت سے محرومی کے زمانے میں ان کے حلقہ بگوش رہے۔ شیعہ علماء کی تمام تالیفات اس عقیدے کے بیان سے بھری پڑی ہیں، ان کے قلوب اس عقیدے سے نہال ہیں۔ اس کے علاوہ شیعوں کی طرف جو بات بھی منسوب کی جائے، سراسر جھوٹ ہے۔ اس نادان نے جان بوجھ کر یا انجانے میں شیعوں پر اتہام لگایا ہے۔ جبرئیل کے دھوکے کے متعلق بھی اس جاہل کا بیان سراسر اتہام طرازی ہے۔

۵۔ نجف میں اکثر بچے میری توجہ کا مرکز بن گئے، ان کے کانوں میں بندے پڑے ہوئے تھے۔ یہ بندے اس بات کی نشانی تھے کہ شیعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ متعہ شیعوں میں اور خاص طور سے ایران کے شہروں میں رائج ہے۔ موسم حج (یعنی زیارت نجف) میں جب بھی کوئی شخص وہاں کے مسافر خانے میں ٹھہرتا ہے کسی دلال کو پکڑتا ہے کہ متعہ کا واسطہ بن جائے وہ کچھ لڑکیوں کو لا کر حاضر کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کا انتخاب کرلے۔ کسی لڑکی پر بات جب طے پا جاتی ہے تو عالم دین کے پاس لے جا کر صیغہ متعہ پڑھوا لیتے ہیں۔ اس میں مدت معین ہوتی ہے کچھ گھنٹے یا کچھ مہینے، یا چند سال۔ ایک لڑکی ایک ہی رات میں کئی متعہ کرلیتی ہے عام طور سے شوہر لگ بھگ پندرہ سے پچھتر پیسے ایک دن کی فیس ادا کرتا ہے۔ ایک مہینے کی فیس چار روپے دی جاتی ہے یہ عمل عام طور سے بے عیب سمجھا جاتا ہے کیونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ان بچوں کیلئے بھی باعث ننگ نہیں جب متعہ کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو شوہر اور زوجہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ عورت عدت بھی نہیں رکھتی۔ بلکہ روزانہ متعہ کرتی ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ حمل سے ہے تو لڑکے کا باپ سات سال کے بعد دعویٰ کرتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اور وہ ماں سے لے لیتا ہے۔(۱)

جواب:

اگر اس بے ہودے سے میری ملاقات ہوتی تو اس سے پوچھتا کہ وہی اکیلے نجف اشرف گیا ہے یا دوسرے سیاح بھی گئے تھے۔ یہ نجف اشرف مقدس ترین شہر ہے یہاں سید الوصیین، امیر المومنین کا مرقد مطہر ہے یہاں ہر سال ہزاروں لاکھوں زائرین دنیا بھر سے زیارت کرنے آتے ہیں۔ کچھ، کچھ ہفتے،

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۱۲۔۱۱۱۔

کچھ مہینے قیام کرتے ہیں۔ان آنے والوں میں محققوں اور جستجو گروں کی ٹیم بھی ہوتی ہے، ان لوگوں نے ان بچوں کی نشاندہی کیوں نہیں کی جیسا کہ اس بیہودے نے خیالی بچوں کی نشاندہی کی ہے۔ نہ انہوں نے کسی سفرنامے میں لکھا ہے کہ ایسے بندے والے بچے میری نظر سے گزرے، وہ لڑکیاں جو مسافروں کے سامنے اپنے کو پیش کرتی ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی تہمت میں بیان کی ہے بغیر عدت والیوں کا کہیں کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ محقق اور جستجو گر جو دنیا بھر سے آتے ہیں وہ یہاں کے عادات واطوار کا بھی پتہ لگاتے ہیں انہیں یہ سب کیوں نہ نظر آیا۔اس نجف میں مسافر خانے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور زائر بھی۔ان کے بھی آنکھ کان ہیں، شاید یہ لابختی بدمعاش سمجھتا ہے کہ اس کے مشاہدات کا آنکھ والے تجربہ ہی نہ کریں گے۔ارباب بصیرت کو اس عقل کے اندھے پر ہنسی آتی ہے۔

۶۔کہتا ہے:

ایرانی، عراقی لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں، وہ اس انتظار میں ہیں کہ ایک دن اس پر قبضہ کرلیں گے ان کی بے پناہ دشمنی اور بیزاری اس لیے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ عربوں نے ان کے ملک میں اسلام پھیلایا اور طویل مدت تک حکومت کی۔ ایرانی اپنی شخصیت وزبان کو عربوں سے بچانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔عربوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ آریائی نسل سے ہیں، سامی نسل سے نہیں ہیں۔(۱)

جواب:

خدا کی قسم! یہ بیہودہ اپنی مہمل گفتاری اور بکواس سے محض مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے اور بس۔اس کا مقصد تفریق بین المسلمین ہے۔

ہر شخص عراق و ایران کے باہم ہمسایانہ حسن سلوک کو جانتا ہے۔عراقی ایران جاتے ہیں اور ایرانی عراق میں ایک دوسرے کے مہمان ہوتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل گھریلو تعلقات ہیں۔ باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔وہی دوستی اور معاشرتی تعلقات ان رشتوں کو مضبوط کیے ہوئے ہیں۔

۱۔جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۳۶۔

جو بھی عراق کے مقدس مقامات کی زیارت کر کے آتا ہے۔ لوگ اس سے مصافحہ کرتے ہیں، ہاتھ اور منہ کا بوسہ لیتے ہیں۔ ایرانیوں کو قرآن کی وجہ سے زبان عربی سے جو والہانہ عقیدت ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس جھوٹے بدمعاش نے تفرقہ کی ہوا بنانے کیلئے یہ بات گڑھی ہے، اپنی جان کی قسم، کسی شخص نے بھی کسی دانش مند ایرانی سے متذکرہ بے جا افتخار نہ سنا ہوگا۔

۷۔ وہ لکھتا ہے:

بے شمار بڑی بڑی بسیں متواتر تہران سے خراسان کی طرف دوڑتی رہتی ہیں اور حاجیوں کو ان کے مقصود تک پہنچاتی رہتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تہران سے مشہد کی شاہراہ رفت و آمد، اپنی تمام پریشانیوں کے باوجود اس لئے زیادہ ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق مشہد کی زیارت مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہ زیارت بیت اللہ کی زیارت سے مستغنی کر دیتی ہے۔

آگے لکھتا ہے:

شاہ عباس صفوی نے ایرانیوں کو آمادہ کیا کہ مشہد کو کعبہ مقدس سمجھو۔ اس نے لوگوں کو تعصب کی وجہ سے مکہ مکرمہ جانے سے روکا کیونکہ حج کیلئے جانے میں انہیں پریشانی بھی زیادہ تھی اور پیسہ بھی زیادہ خرچ ہوتا تھا۔ قوم کو متوجہ کیا کہ مشہد کو کعبہ سمجھیں۔ اس اسکیم کو محترم بنانے کیلئے خود اس نے بارہ سو کیلومیٹر پاپیادہ چل کر زیارت کی اِس لیئے لوگ مشہد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کم ہی ایسے لوگ نظر آئیں گے جو کعبہ حج کیلئے جاتے ہوں۔ وہ لوگ لفظ حاجی کے مقابلے میں مشہدی کا زیادہ احترام کرتے ہیں کیونکہ جو مشہد جاتا ہے اس کا زیارت مکہ کے مقابلے میں زیادہ احترام کرتے ہیں۔ (۱)

جواب:

میرے خدا یہ شخص کس قدر گستاخی کے ساتھ سفید جھوٹ بول رہا ہے۔ جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ اس بات کو تو کسی افسانے میں بھی نہیں دکھایا جا سکتا ہے اور یہ جھوٹا اسے اپنی کتاب میں لکھ رہا ہے۔

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۵۲، ۱۶۲۔

شیعوں میں خراسان کی عظمت صرف اس لئے ہے کہ وہاں خلیفہ رسول اور شیعوں کے امام کا روضہ ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں فیوضات الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کہ اس کی زیارت کعبہ کے حج سے مستغنیٰ کردے یا وظیفہ حج کو ساقط کردے یہ شیعوں پر محض افترا ہے۔ مرحوم شاہ صفوی نے اسے کعبہ قرار نہیں دیا تھا اس نے محض تقرب خداوندی کے خیال سے پا پیادہ زیارت کی تھی کیونکہ وہاں ایک ولی خدا کی قبر ہے، ایک خلیفہ رسول کا مقبرہ ہے۔ اس نے اپنے اس عمل سے قوم کو حج سے نہیں روکا۔ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو شیعی نظریئے کے خلاف ہو۔ زیارت مشہد سے شیعوں کا مقصد تقرب خدا اور عترت طاہرہ کی محبت کا مظاہرہ ہے جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے ان کے روضوں کی زیارت کا بہت زیادہ ثواب ائمہ نے بیان کیا ہے۔ نہ شاہ ایران نے اور نہ قوم ایران نے کبھی ج جو واجبات الٰہی میں ہے اس پر روپیہ خرچ کرنے میں ہرگز کنجوسی نہیں کی۔ وہ فریضہ حج کے مقابلے میں کسی بھی عبادت کو بدل نہیں قرار دیتے نہ اس کے قائل ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حاجی زیارت کعبہ کیلئے جاتے ہیں۔

ہاں ادھر کچھ زمانے سے ایرانی حاجیوں کی تعداد میں کچھ کمی ہوئی ہے کیونکہ وہ مکہ میں عبادت الٰہی کے سلسلے میں آزاد نہیں ہیں نہ ان کا خون محترم سمجھا جاتا ہے وہ مناسک حج ادا نہیں کر سکتے۔ کسی دشمن خدا کی طرف سے کوئی ان پر الزام لگا دیا جاتا ہے اور کچھ جھوٹے گواہ گذار دیئے جاتے ہیں اور انہیں پھانسی دے دی جاتی ہے، وہ اپنی جان محفوظ نہیں سمجھتے تمام باتوں کو فراموش بھی کر دیا جائے تو حاجی طالب یزدی جسے صفا و مروہ کے درمیان ٹھیک ایسے وقت میں کہ وہ کلمہ شہادتین زبان پر جاری کر رہا تھا مظلومیت سے قتل کر دیا گیا اور کوئی بھی اس ظلم پر احتجاج کرنے والا یا روکنے والا نہ تھا۔

عراقی و ایرانی حضرات کو وہاں اے کافر! کہہ کر پکارا جاتا ہے انہیں وجہوں سے وہاں ان دنوں حاجیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت ایران نے بھی اس حکم شرعی کے مطابق کہ حج میں جان و مال کا تحفظ نہیں ہے لوگوں کو حج سے روک دیا ہے کیونکہ وہ حج کے فریضہ شرعی بجالانے پر قادر نہیں۔ اس کی وجہ وہ نہیں ہے جو اس افترا پرداز، جھوٹے اور یاوہ گو نے لکھا ہے کہ مشہد کو اپنا کعبہ بنا لیا ہے۔ یا یہ کہ عرب

وایران میں باہم عناد ہے یہ دونوں ملک آپس میں برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ جو شخص بھی صاف دل لیکر ان جگہوں کی سیاحت کرے گا اسے محسوس ہوگا کہ عربوں اور ایرانیوں میں کس قدر دوستانہ تعلقات ہے۔

۸۔ لکھتا ہے:

نیشاپور میں ایک بڑا خوبصورت مقبرہ ہے اس کی مینا کاری اور جاذبیت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہے۔ میں وہاں گیا اس جگہ امام حسین علیہ السلام کے فرزند محمد محروق کی قبر ہے۔ ان کا نام محروق اس لیے پڑا کہ وہ اس دیہات کے بزرگ کے یہاں بطور مہمان پہنچے رات ہوئی تو میزبان کی لڑکی سے غلط حرکت کر بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے زندہ جلا دیا اس پاپ کے باوجود ان کی قبر بڑی شاندان بنی ہے کیونکہ وہ خانوادہ اہل بیت طاہرین میں سے ہیں۔(۱)

جواب:

یہ شخص اہل بیت طاہرین کی مسلسل بدگوئی کر رہا ہے ایسا قصہ گڑھا ہے جس کا نہ کوئی مصدر ہے نہ ماخذ۔ کوئی کمزور ماخذ بھی نہیں دکھایا جاسکتا اس نے ایک ایسی تاریخ تراشی ہے جسے شیطان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

کچھ لوگوں نے اس مقبرہ کی نسبت محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دی ہے۔ ابو الفرج مقاتل الطالبین میں ان کا حال لکھتے ہوئے رقمطراز ہے: ابو السرایا نے کوفہ میں محمد بن ابراہیم طباطبا کے انتقال کے بعد ان کی بیعت کی اور کوفہ وبصرہ پر قبضہ کرلیا اور بنی ہاشم کے افراد کو ان شہروں کے منصب دیدئے یہاں تک کہ حسن بن سہل نے ہرثمہ بن اعین کی سرکردگی میں ان سے لڑنے کیلئے فوج بھیجی۔ ہرثمہ نے انہیں قید کر کے مامون کے پاس خراسان بھیج دیا۔ مامون نے انہیں چالیس روز تک سیاسی قیدی بنا کر رکھا پھر پوشیدہ طریقے سے زہر دیکر مار ڈالا۔(۲)

اس کے باوجود یہ شخص اس مظلوم پر طعنہ زنی سے باز نہیں آتا۔ صدیوں بعد بھی اس سید پر تہمت دھری جارہی ہے۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس طرح الٹے پلٹے جاتے ہیں۔

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۵۵۔ ۲۔ مقاتل الطالبین (ص ۴۴۶)

۹۔ لکھتا ہے:

امام حسین علیہ السلام نے ساسانیوں کے آخری بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ اس طرح امام حسین علیہ السلام اس عظمت الٰہی کے وارث ہو گئے جو ساسانیوں کو میراث میں نصیب ہوئی تھی۔

جواب:

امام حسین علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث میں عظمت پائی تھی۔ ہر چند ایرانی قوم عربوں کے علاوہ تمام اقوام سے افضل ہے۔ ان کا خاندان شریف ترین خاندان ہے، ایران نے خاندان رسالت کی دامادی کے ذریعے عظیم منزلت حاصل کی کیونکہ نبوت کی شرافت و منزلت کے مقابلے میں تمام شرافتیں نیچے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایرانیوں سے ازدواج اور عظمت الٰہی کے درمیان کیا رابطہ ہے حالانکہ بنیادی طور سے عظمت الٰہی کے حامل پیغمبر اسلام ہیں۔ ان کے خاندان نے انہیں کی وجہ سے شرافت و بزرگی پائی۔ ایرانی بادشاہوں نے تو قہر و غلبہ کے ذریعے بزرگی حاصل کی تھی۔ کمالات نفسانی، روحانی ترقی یا الٰہی تقدس کے ذریعے نہیں حاصل کی تھی۔ جی ہاں! یہ ہے اس نادان، عقل کے اندھے کا انداز نظر۔ جسے اپنی اوقات معلوم نہیں۔ اپنی حد سے آگے بڑھ گیا ہے، فریب کارانہ زبان درازی کر رہا ہے، مہمل بکواس میں سوجھ بوجھ کا دور دور تک پتہ نہیں۔

یہاں اس کے بے شمار معائب اور فریب کارانہ غلطیوں کی نشاندہی کرنے کا ارادہ تھا حالانکہ وہ بے شمار ہیں لیکن صرف چند شرمناک لغزشوں کو بیان کرنے پر اکتفا کی اس شخص کی ادبی حالت بھی ملاحظہ کرتے چلئے۔

اس فارسی الفاظ کو عربی کا الف لام داخل کر کے عجوبہ ادب پیش کیا ہے چند نمونے ملاحظہ کیجئے: مادر کو مدر، دشت کو الداشت، گوشت کو الجوشت، گوہر شاد کو جوہر شاد، روغن کو الروغان، ملا کو الملاہ، گرم کو جرم، کہاں تک گنایا جائے بے شمار حماقتیں ہیں۔

عقیدہ شیعہ

مستشرق روایت ''دوفلوسن''

کوئی محقق اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ بے جا الزامات اور تکلیف دہ گالم گلوچ سے پاک ہے لیکن جیسے ہی نظر گہرائی میں جاتی ہے تو شیعوں کے عقائد سے عدم واقفیت اور جہل مرکب کی علامتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ جیسے علم رجال اور اس کے احوال و آثار کا قطعی پتہ نہیں۔ پھر یہ کہ وہ شخص انتہائی افتراپرداز، گستاخ، بدزبان اور جھوٹا ہے۔ اشتباہ سے بھرپور تحریر ہوتی ہے۔ جہاں دخل نہ دینا چاہیے دخل دیتا ہے۔ نتیجہ سے بے خبر انگاروں سے کھیلتا ہے۔ عظیم شیعہ قوم کے بارے میں خامہ فرسائی کر کے بغیر کسی استناد کے مہمل اور لغو باتیں اور بے بنیاد افسانے تراشتا ہے ایسی تہمت والی باتوں کو اپنی کتاب میں بنا سنوار کے پیش کیا ہے جو اہل سنت کے استعاری طاقتوں کے اشارے پر لکھی ہیں۔ ان زہریلی باتوں کا مقصد محض ذہنی عیاشی ہے۔

مثلاً وہ لکھتا ہے کہ:

Highas اپنی کتاب قاموس اسلام (۱۲۸) میں عید غدیر کے متعلق لکھتا ہے کہ شیعہ اٹھارہ ذی الحجہ کو عید مناتے ہیں جس میں آٹے سے تین مجسمہ تیار کرتے ہیں اس کے پیٹ میں شہد بھر دیتے ہیں کہتے ہیں کہ عمر، ابوبکر، عثمان کا مجسمہ ہے پھر اس کا پیٹ چھری سے چاک کرتے ہیں بہتے ہوئے شہد کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خون بہہ رہا ہے۔ اس کا انہوں نے عید غدیر نام رکھا ہے۔

ایک جگہ (ص ۱۵۸ پر) Bvrtar نے لکھا ہے: ایرانیوں کو اگر موقعہ ملتا ہے تو عمر و ابوبکر کی قبر کے پاس نجاست کر دیتے ہیں اسے ایک پرانے کپڑے میں بھر کر وہاں رکھ آتے ہیں تا کہ رات میں اس کا

مجاور آ کر اُٹھائے تو سمجھے کہ یہ تحفہ بھیجا گیا ہے۔

ایک جگہ (ص ۱۶۱ پر) لکھتا ہے کہ شیعوں کا خیال ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے بڑے فرزند اسماعیل کے لئے امامت واضح تھی لیکن چونکہ اسماعیل شرابی تھے اس لئے امامت ان کے چوتھے فرزند موسیٰ کی طرف منتقل ہوئی۔ امام جعفر صادق کے سات فرزند تھے اسی وجہ سے گروہ شیعہ میں شدید اختلاف پھوٹ پڑا چنانچہ اس کی تصریح ابن خلدون نے کی ہے۔(۱)

ایک جگہ (ص ۱۲۸ پر) امام حسین کے ایک لامعلوم فرزند کے پوتے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن حسین کے متعلق جن کا تاریخ و سیرت میں کہیں پتہ نشان نہیں کہ کب پیدا ہوئے۔ کہاں زندگی بسر کی، کب مرے اور کہاں دفن ہوئے۔ البتہ امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں عبداللہ بن علی بن الحسین تھے۔ جو فقیہ و فاضل اور امام محمد باقر کی امام کے قائل تھے۔ بہر حال یہ لامعلوم عبداللہ کے متعلق لکھتا ہے کہ انہوں نے دعویٰ امامت کیا۔ کہتے ہیں کہ خراسان سے ان کے پاس بہتر نمائندے مدینے آئے وہ امام کیلئے حقوق کی رقم لائے تھے لیکن امام کو پہچانتے نہیں تھے۔ پہلے عبداللہ کے پاس گئے انہوں نے نمائندوں کو دکھانے کیلئے رسول کی زرہ، انگوٹھی، عصا اور عمامہ پیش کیا۔ جس وقت سب لوگ حاضر ہوگئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر سے فرمایا کہ ان کی انگوٹھی لے آئیں انگوٹھی لی اسے ذرا جنبش دی اور زبان پر کچھ کلمات جاری کیئے ناگاہ زرہ، عمامہ اور عصائے رسول اسی انگوٹھی سے باہر آ گئی۔ جونہی امام نے زرہ پہنی، عمامہ سر پر رکھا، عصا ہاتھ میں لیا لوگوں پر وحشت طاری ہوگئی جب لوگوں نے دیکھ لیا تو عمامہ و زرہ اتار کر لبوں کو جنبش دی یہ تمام چیزیں انگوٹھی میں واپس چلی گئیں اس کے بعد زائرین کی طرف رخ کر کے فرمایا: ہر امام کے اختیار میں قارن کی دولت ہوتی ہے سب نے آپ کے حق امامت کا اقرار کیا اور اپنے مال امام کے حوالے کر دیئے۔ اسی کے حاشیئے میں لکھتا ہے کہ دائرۃ المعارف اسلامیہ مادہ قارون کی طرف مراجعہ کیجئے۔

سبحان اللہ! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ اتنے بڑے جامعہ میں کوئی ایسا بھی صاحب قلم پیدا ہوگا جو ایسی

۱۔ مقدمہ ابن خلدون (ج ۱، ص ۲۵۱)

باتیں لکھے گا جو مخالفین سے لیکر دوسروں کے عقیدے کی ترجمانی کرے پھر یہ کہ ایسا مہمل عقیدہ جس کا نہ کوئی ماخذ نہ مدرک۔ جیسے پایا تہمت گھسیٹ دی۔

میں ایسے مؤلف کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں جو نہ کوئی حوالہ دے نہ کسی کی رہنمائی قبول کرے بقول اسی کے سولہ سال اس نے کتاب کے مقدمے کی خاطر شیعہ آبادیوں میں گروش کی ہر جگہ جھک مارا۔ ان کے اجتماعات میں حاضری دی، ان لوگوں میں رہا سہا اس تمام مدت میں جو کچھ لکھا اس کا اثر دیکھنے کو نہ ملا نہ کسی شیعہ کتاب خواہ وہ سطحی کیوں نہ ہو یہ بات ملی۔ پھر وہ اسلامی برادری کو پارہ پارہ کرنے کیلئے ترقی یافتہ ترین مدارس پر ایسی الزام تراشی کرتا ہے جن سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جن سے شیعوں کا صحیح و متناسب سلوک قطعاً الگ ہے اور وہ اسے حرام سمجھتے ہیں۔

ان کے نفرت و عناد کا تذکرہ کرتا ہے جس کا نہ تو قدیم و جدید کتاب میں ثبوت ہے نہ کبھی کانوں سے سنا اور آنکھوں نے دیکھا۔ ان گرانقدر کتابوں سے دنیا کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں جن لوگوں کے پاس ایمان باللہ نہیں یا وہ نقل سماعت کے مریض ہیں ان کی بات دوسری ہے خدا اس کا ناس مارے جو اس قسم کی باتیں لکھے اور عذاب آخرت سے قبل ہی اسے ناعاقبت اندیشی کا مزہ چکھائے۔

ہماری سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ جھوٹا۔ عصر حاضر کی اولاد۔ شیعہ کتابوں سے جو بات بھی نقل کرتا ہے جھوٹ کے پلندے لگا دیتا ہے چنانچہ کلینی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ان کی قبر کھولی گئی ان کو وہی کپڑے پہنے ہوئے اور اصلی حالت میں دیکھا گیا ذرا بھی تغیر نہ ہوا تھا ان ے پہلو میں ایک بچہ تھا جسے دفن کے وقت لٹا دیا گیا تھا اسی لئے ان کے مزار پر مسجد بنا دی گئی ہے۔ پھر حاشیہ پر لکھتا ہے فہرست طوسی میں ایسا ہی ہے لیکن جب آپ فہرست طوسی دیکھیں گے تو کہیں اس کا پتہ نشان نہیں۔

کبھی وہ عبارت میں تحریف کر بیٹھتا ہے بات بالکل الٹ دیتا ہے چنانچہ کلینیؒ کی الکافی (۱) سے مولا امیر المومنین کی زیارت نقل کر کے ایسی باتیں بڑھا دیتا ہے کہ نہ کافی میں وہ چیز ملے گی نہ دوسری شیعہ کتابوں میں۔

۱۔ کافی، ج۱، ص۳۲۱ (ج۴، ص۵۷۰)

اس سے زیادہ اس کی جہالت اور نادانی رجال شیعہ اور تاریخ شیعہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ سلمان فارسی کے حال میں لکھتا ہے: بہت سے شیعہ زیارت کربلا سے واپس ہوکر ان کی قبر پر جاتے ہیں۔ جو مدائن کے دیہات سہندور میں واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اصفہان میں دفن تھے۔ دوسری جگہ (ص ۲۶۸ پر) مقداد کے حال میں لکھتا ہے کہ مصر میں مرے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ حذیفہ یمان کے متعلق لکھا ہے کہ اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہوئے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ کلینی کیلئے لکھا کہ بغداد میں مرے اور کوفے میں دفن ہوئے۔ ساتویں صدی کے بزرگ سید مرتضٰی رازی کے متعلق لکھا کہ علم الہدیٰ نے ان کی تاریخ وفات ۳۳۶ھ لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار بناوٹی باتیں بھری پڑی ہیں۔ اس کی اس ذلیل حرکت سے ارباب علم کو قے آنے لگے گی۔ کتاب کا مترجم غارت ہو جائے مغربی گناہوں کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر جامعات سے منتشر کیا اور ناموس اسلام کا سودا کیا۔ نہ حمیت عرب ہوش میں آئی نہ دین کی حیا دامن گیر ہوئی۔

''قیامت کے دن اپنے گناہوں کا جواب دیں گے''۔(۱)

۱۔ عنکبوت/۱۳

الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ

موسیٰ جار اللہ

ذرا بھی میلان نہ تھا کہ یہ کتاب درمیان میں آئے یا اس کی آواز کان میں پڑے کیونکہ اس کو تالیف کے بجائے رسوائی کا نام دینا چاہیے مگر چونکہ چھپ کر بازاروں میں بک رہی ہے اس لئے معاشرے کو اس کی قدر و قیمت بتانا ضروری ہو گیا۔ اس کا ہر سیاہ صفحہ امت اسلامی کیلئے شرمناک اور قوم کیلئے تہمت و رسوائی ہے۔

ایسے شخص کی کتاب کے متعلق کیا لکھا جائے جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال دے۔ خودسری میں فیصلہ کرے اور نقد و اعتراض کرے، نامناسب باتیں کہے۔ تہمت باندھے، غلط باتوں کے ساتھ نامناسب القاب تراشے۔ قرآن کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرے۔ جو کچھ اس کی کمزور عقل میں سما جائے توجیہ کر ڈالے۔ جیسے قرآن آج کل ہی میں نازل ہوا ہے کسی نے اس سے پہلے اسے پہچانا ہی نہ تھا۔ آیات قرآنی کے متعلق اس سے پہلے کسی نے کوئی بات ہی نہیں کہی ہے نہ تفسیر ہوئی ہے نہ اس بارے میں حدیث ہے، گویا یہ شخص قانون تازہ، جدید نظریہ اور خود ساختہ نیا دین و مذہب ایجاد کر رہا ہے جس کا مبادی اسلام اور مطالب کتاب و سنت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی احمقانہ تحریر کے مطابق امت اپنے تمام امتیازات و فضائل و کمالات و تبلیغ میں رسول اعظم کے برابر ہے۔ مخصوص ترین خصوصیات نبوت میں بھی اس کی شریک ہے۔ جس سورہ میں پیغمبر اسلام کی رسالت مراد ہے اس سے بلا فاصلہ امت کی رسالت بھی مراد ہے۔ یہ شخص ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم﴾ (۱) اور

۱۔ (توبہ/۱۲۸)

﴿محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار﴾ (۱) جیسی آیات سے امت کی رسالت پر استدلال کرتا ہے۔ اس کی اس یاوہ گوئی پر بحث کرنے کیلئے فرصت چاہیے۔ آج کل علامہ شیخ مہدی بحار نجفی، اس کے ابطال میں کتاب لکھ رہے ہیں۔ اس شخص کی صرف رسالت امت کی غلطی ہی اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی مگر اس نے تو غلطیوں کے بھر مار کر دی ہے۔ چند نمونے پیش ہیں:

۱۔ اعتراض:

امت بالکل رسول اعظمؐ کی طرح معصوم ہے۔ ان معنوں میں معصوم ہے کہ وہ تبلیغ و ادائے رسالت کا تحفظ کرتی ہے پیغمبر ہی کی طرح ہر عہد اور ہر عصر میں ابلاغ کے فرائض انجام دیتی رہی۔ ممکن ہی نہیں کہ دین کی کوئی بات امت سے چھوٹ گئی ہو یا اسے فراموش کر دیا ہو۔ اس لئے امت تمام آئمہ سے قرآن و سنت کی بہ نسبت زیادہ واقف کار اور ائمہ امت کی ہدایت سے قریب تر ہے۔ قرآن و سنت کے متعلق امت کا علم آج کل علی اور اولاد علی سے زیادہ اور کامل تر ہے کہ عمومی حیثیت سے اکثر فرزندان امت کو ائمہ اور اصحاب رسول سے زیادہ واقف کار بنایا ہے۔ جو بھی حادثہ پیش آتا ہے امت اس پر حق و جوابی فیصلہ صادر کرتی ہے۔ ہر مسئلے کا امت کے پاس جواب ہے۔ امت وارث پیغمبر ہے اور خاتم النبیین کی برکت سے رشد فکری سے بھی بہرہ یاب ہے خداوند عالم اس حکم کو بتا دیتا ہے، امت کی یہ ہدایت و حق طلبی ہر امام کی ہدایت و حق طلبی سے افضل ہے اور امت رسول اعظمؐ کی طرح اور عقل کی برکت سے معصوم ہے، بالغ و رشید ہے۔ اب اسے کسی امام کی ضرورت نہیں اس کی اصابت فکر و عقل ہر امام سے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے۔

شیعہ جو ائمہ کی عصمت کے معتقد ہیں مجھے اس کا انکار نہیں لیکن مجھے اس عقیدے کے بارے میں اختلاف ہے کہ ابھی امت محمد قاصر ہے اور آئندہ بھی قاصر رہے گی وہ قیامت تک امام معصوم کی وصایت کی محتاج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امت ہر امام معصوم سے ہدایت کے معاملے میں نزدیک تر ہے، اور حق و جواب کے معاملے میں ہر امام معصوم سے زیادہ واقف کار ہے۔ کیونکہ امام کی عصمت صرف دعویٰ ہے

۱۔ (فتح/۲۹)

لیکن امت کی عصمت پر قرآن گواہ ہے اور بدیہی وضروری بھی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس کا امت نے پہلے سے جواب نہ مہیا کیا ہو۔ ہماری عقل امت کی محتاج کو امام معصوم کے ساتھ سمجھ نہیں سکتی، وہ رشد فکری سے بہرہ یاب، معصوم عقل اور معصوم کتاب کی حامل ہے، عصمت کی اسی توانائی کے ذریعے وہ رسول خدا کی تمام میراث کی وارث ہوئی۔ اور نبی اعظم کے ہر مقام ومرتبہ پر فائز ہوگئی امت باوجود کمال عقل ختم نبوت کے بعد اس بات سے گرانی تر اور معزز اور بلند مرتبہ ہے کہ کسی جانشین کے ماتحت رہ کے قیامت تک قاصر رہے۔

جواب:

یہ ہیں وہ خرافاتی خیالات جو ایک حق کے متلاشی دانشور سے قطعی دور ہیں، اس کی تو بات ہی چھوڑیئے جو خود کو فقیہ کہتا ہے۔ گویا اس شخص نے نیند میں پریشان خیالی کا خواب دیکھ کر بڑبڑانا شروع کردیا ہے۔

کوئی اس شخص سے پوچھے کہ جب امت معصوم ہے، دین کے جزئیات وکلیات کی محافظ ہے، اصول وفروعات کو تمام جہتوں سے ہر عصر وعہد میں تبلیغ کی ذمہ دار ہے اور اس سے کوئی چیز فراموش بھی نہیں ہوتی یا غفلت نہیں برتتی تو پھر امت کا تمام ائمہؑ سے اعلم ہونا اور ائمہ کی ہدایت سے قریب تر ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا ائمہ امت کے جرگے سے باہر ہیں؟ پھر یہ کہ کیا وہ دینی ہدایت کے محافظ اور ہدایت یافتہ نہیں؟ کیا جس دین کے مبلغ یہ امت ہے اس سے وہ لوگ الگ ہیں؟ کیا امت کی عصمت وتحفظ دین اور دین کی بہ نسبت ان کی تبلیغ ائمہ کو شامل نہیں ہے؟

اس شخص کے دعویٰ کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے کہ کوئی بھی جاہل پیدا نہ ہو۔ دین کے معاملے میں امت میں اختلاف بھی واقع نہ ہو حالانکہ تمام دنیا میں جاہل بھرے پڑے ہیں ان کے اقوال واعمال ان کی جہالت کے گواہ ہیں۔ سرفہرست خود وہی جاہل ہے۔ پھر یہ کہ رسول کے بعد سے آج تک امت میں جو اختلاف رونما ہوئے ہیں انہیں ہر صاحب عقل جانتا ہے کیا اس سے حقائق کے متعلق نادانی کے سوا کچھ اور سمجھ میں آتا ہے؟ کیا واضح حقیقت کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے کہ اختلافی

موقع ایک امر بسیط ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ شخص جس دین کے متعلق کہتا ہے کہ امت نے یاد کرلیا ہے اور اس کی تبلیغ کر رہی ہے۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ علیؑ اور اولا دعلیؑ ان باتوں سے جاہل تھے یا اس کا اعتقاد ہے کہ وہ امت کی فرد نہیں ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے کہ قرآن وسنت کے متعلق، حاضر میں امت کا علم بھی علی واولا دعلی سے زیادہ اور کامل تر ہے۔ آخر کس نے اسے تمام امت کے علم اور اولا دعلی کے علم کے متعلق واقف کرایا کہ اس نے بلا دلیل اس پر حکم قطعی صادر کر دیا۔ حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس کے گمان میں جب بھی امت میں کوئی واقعہ یا حادثہ وقوع پذیر ہوا خداوند عالم نے امت کو اس کے حکم یا جواب سے مطلع کر دیا۔ اس طرح امت وارث پیغمبر ہوگئی اور برکت رسالت سے ہدایت یافتہ اور ہم دوش کتاب وسنت ہوگئی اور معصوم اماموں کی طرح اپنی عقل میں معصوم ہوگئی۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر علی اور اولا دعلی کیوں ان لوگوں میں نہیں جن میں خدا نے حق وصواب سے مطلع کر دیا اور کیوں وہی وارث پیغمبر نہیں؟ وہ علم امت میں شریک کیوں نہیں؟ انہیں برکت رسالت میں کیوں شامل نہیں کیا جارہا ہے؟ رسول اعظم کی طرح وہ عصمت سے سرفراز کیوں نہیں؟ انہیں عقل معصوم کیوں نہیں دیا گیا؟ اس سے زیادہ حیرت ناک امت کی عصمت کے متعلق خداوند عالم کی للکار ہے: ﴿الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر﴾ ''بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے خبر ہے وہ تو بڑا باریک بیں اور واقف کار ہے''۔(۱) ﴿أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ ''کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں''۔(۲)

مجھے کہنے دیجئے کہ رسول خدا زیادہ بصیرت کے حامل تھے اِس کنوارے مفتی سے جو بے دلیل فتوے جھاڑتا ہے۔ وہ میزان علوم امت کو زیادہ جانتے تھے جنہوں نے امت کی ہدایت کے لئے دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں کتاب خدا اور اپنی عترت (یہاں عترت سے مراد آئمہ معصومین ہیں) اور پھر فرمایا کہ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

۱۔(ملک/۱۴) ۲۔(محمد/۲۴)۔

رسولؐ نے ہدایت کو ان دونوں سے متمسک ہونے میں محدود کر دیا ان کی پیروی کو قیامت تک کے لئے لازم قرار دے دیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں کے پاس علوم و معارف کے ایسے خزانے ہیں جن سے امت محروم ہے اور امت اس وقت تک ان علوم کی حامل نہیں ہو سکتی جب تک کہ معصوم نہ ہو اس پر غیب کے پردے نہیں کھل سکتے۔ رہبر سے بے نیازی کی صورت میں اس کے پاؤں ادھر اُدھر لازمی طور سے پڑیں گے۔ رسول کی اس واضح نص کے مطابق عترت رسول اور امام، ہدایت کے معاملے میں قرآن کے ہم پلہ ہیں، یہ قرآن کے مفسر اور اس کے رموز واسرار سے واقف ہیں، امت یا اس کے بعض افراد تو اس کی پوری بصیرت سے بھی محروم ہیں۔ ان کا ہم مرتبہ کہنا تو دور کی بات ہے۔

واقعی اس بات کی حیثیت شیخی بگھارنے سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اس حدیث کو متعدد موقعوں پر یا عظیم اجتماعات میں فرمایا گیا ہو۔ من جملہ ان کے بروز عید غدیر ایک لاکھ سے زیادہ افراد کے درمیان رسول نے فرمایا۔ رسول کے زمانے میں یہ اجتماع سب سے بڑا تھا پھر یہ کہ اپنی وفات کی خبر بھی دی چونکہ جانتے تھے کہ امت رموز کے ادراک سے قاصر ہے اور واقعی ہے بھی قاصر اور آئندہ بھی قاصر رہے گی لہٰذا آپ نے مجبوراً اپنے بعد خلیفہ معین کرنا ضروری سمجھا یہ حدیث ثابت ومتواتر ہے اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں علامہ سمہودی کی بات گذشتہ صفحات میں لکھ چکا ہوں۔ (۱) رسول اسلام امت کی محتاجی کو اول روز ہی سے جانتے تھے۔ جس دن آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا اس واضح حدیث کی شبیہ سفینۂ نوح ہے جس میں آپ نے ائمہ اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی ہے کہ جو بھی اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی غرق ہو گیا۔ (۲) لہٰذا نجات کو کشتی پر سوار ہونے کے استعارے کے ذریعے اماموں کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے، اگر ان کے پاس ہدایت امت کے سلسلے میں علوم کافی نہیں تھے اور وہ علوم صرف ان کی رہبری کے وسیلے ہی سے حاصل نہیں کیے جاسکتے تو یہ تشبیہ صادق نہ آتی اور کسی طرح بات نہ بنتی۔ اسی طرح ایک

۱۔ سمہودی کی بات کو زرقانی نے شرح المواہب، ج ۷، ص ۸ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۶۵۰۷) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳ ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰) وغیرہ

حدیث نجوم بھی ہے جس میں رسول نے اپنے اہل بیت کو نجوم سے تشبیہ دی ہے۔(۱) کیونکہ رسول کا خاندان درخشاں ستاروں کی طرح ہے جو گمراہی کے تاریک اندھیروں میں پرچم ہدایت ہیں، ضلالت و اختلاف میں امت کی ہدایت کرتے ہیں۔ اگر یہ دانش و ہدایت کے ارکان نہ ہوتے تو تشبیہ کامل نہ ہوتی۔ اگر آج امت کا علم قرآن و سنت، علم علی سے زیادہ کامل ہوتا (جیسا کہ یہ عقل کا دشمن سوچتا) تو رسول کیوں فرماتے: گویا وہ جانتے ہی نہ تھے کہ میری امت میں سب سے زیادہ عالم میرے بعد علی بن ابی طالب ہیں۔(۲)

آپ انہیں علم کا محافظ کیوں قرار دیتے۔(۳) یا ایسا باب جس سے لوگوں کو آنا چاہیے۔ انہیں باب علم اور اپنی رسالت کا بیان کرنے والا کہہ کے کیوں متعارف کراتے۔(۴) امت کو کیوں خبردار کرتے کہ میرے علم کے محافظ اور خزینہ دار یہی علی ہیں۔ آپ انہیں وصایت اور علم کی وراثت سے کیوں مخصوص فرماتے۔(۵)

پھر حضرت علی علیہ السلام کا یہ ارشاد کیسے صحیح ہوسکتا تھا؟ خدا کی قسم! میں رسولؐ کا بھائی، ان کا ولی، ان کا چچیرا بھائی، ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ حقدار کون ہوگا؟ پھر حافظ نیشاپوری یہ قطعی فیصلہ کیوں کرتے کہ امت کا اجماع ہے کہ حضرت علی دوسروں کے برخلاف علم نبی کے وارث ہوئے۔(۶)

ان تمام اعتراضات کے علاوہ پچھلے دلائل سے معلوم ہوا کہ امت کا علی سے اعلم ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امت کا علم رسول خدا سے بھی زیادہ ہو کیونکہ علی رسول خداؐ کے تمام علوم کے وارث ہیں اس طرح پھر اس حدیث رسول کی توجیہ کیا ہوگی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حکمت کو ان کے خاندان میں خدا نے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۱۶۲)، حدیث ۴۷۱۵)

۲۔ مناقب خوارزمی، ص ۴۹ (ص ۸۲، حدیث ۶۷) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۷)

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۴۴۸ (ج ۹، ص ۱۶۵، خطبہ ۱۵۴).

۴۔ شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۶، باب ۷) کفایۃ الطالب، ص ۷۰، ۹۳ (ص ۱۶۸، باب ۳۷)

۵۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۶۵، حدیث ۴۱۸۱) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۴، حدیث ۳۲۹۸۱)

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۴)

قرار دیا ہے (۱) جبکہ امت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو ان سے زیادہ واقف کار ہوں۔ رسول کی صحیح حدیث ہے کہ: انا دار الحکمة و علی بابها ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔ رسولؐ اپنی امت کو کیسے اہل بیت کی پیروی کا حکم دیتے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اہل بیت میری طینت کا جز ہیں، انہیں میرے فہم وعلم کی روزی عطا کی گئی ہے۔

اہل بیت کو امت کا رہبر قرار دیتے ہوئے رسول کیسے فرما رہے ہیں کہ میری امت میں سے ہر گروہ میں میرے اور کچھ ارباب عدل ہوں گے جو میرے اہل بیت سے ہوں گے جو دین کو انتہا پسندوں کے گروہ سے چھوٹے بڑے بناوٹی باتیں بنانے والوں کے انتسابات سے اور جاہلوں کی تفسیر وتاویل قرآن سے باز رکھیں گے۔ خبردار! وہ خدا کی طرف سے تمہارے رہبر ہیں، سوچو تم کس سے رابطہ رکھتے ہو۔ (۲)

اس شخص کے گمان کے مطابق اگر امت کو قیامت تک امام کی کوئی احتیاج وضرورت نہیں تو پھر تین روز تک رسول کا جنازہ امت نے کیوں دفن سے چھوڑے رکھا۔ تمام کتابوں میں اس کی وجہ امر خلافت اور تعین خلیفہ ہی بیان کی گئی ہے۔ ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے: جان لو کہ اصحاب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نصب امام زمانہ نبوت ختم ہونے کے بعد واجب ہے بلکہ یہ اہم واجبات سے ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دفن رسول سے غافل ہو کر اس کا اہتمام کیا گیا۔ تعین امام کے ہونے نہ ہونے کے سلسلے میں اجماع کی مخالفت بہت سے شکوک پیدا کر دے گی۔ (۳)

ہر محقق کو ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امت کو غیر معصوم امام کی رسول کے بعد کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے باوجود یہ شخص کہتا ہے کہ قیامت تک امت کو امام معصوم کی ضرورت نہ ہوگی؟

اعتراض:

متعہ کے بارے میں اس کی لمبی چوڑی بکواس کا خلاصہ یہ ہے: یہ ازدواج عہد جاہلیت ہے۔

۱۔ مناقب احمد (ص ۱۶۷، حدیث ۲۳۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۹)

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۴۱ (ص ۲۳۶)

۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۵ (ص ۷)

شریعت اسلام میں اس قسم کے ازدواج کا کوئی حکم موجود نہیں۔ اس کے منسوخ ہونے کو حکم شرعی کے نسخ کے معنوں میں نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ایک جاہل رسم کو منسوخ کرنے کے معنی میں لینا چاہیے۔

اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کے اندر ہمیں کوئی اشارہ نہ ملا۔ شیعوں کے علاوہ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ ﴿فما استعتم به منهن فاتوهن اجورهن﴾ ''تو ان میں سے جس کے ساتھ تم متعہ کرو تو ان کی اجرتیں جو مقرر ہوں ادا کر دو''۔ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نہ کوئی جاہلیت کا پروردہ اس کا دعویٰ کر سکتا ہے، نہ قبول کر سکتا ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں اس کی سند امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف دی گئی ہے لیکن صحیح تر احتمال یہ ہے کہ اس کے اسناد بناوٹی ہیں ورنہ امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام جاہل ہو جائیں گے۔ (۱)

جواب:

یہ ہے اسلام اور قرآن کے اوپر پاپ کا سلسلہ رسول اعظم کی تکذیب اور صحابہ و تابعین اور ڈھیر سارے علماء اسلام جو تمام اسلامی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں جھٹلانے کی گستاخانہ کوشش۔

میں اپنی بات کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے بیان کر رہا ہوں:

۱۔ متعہ قرآن میں:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيماً﴾

''پس جو بھی ان عورتوں سے متعہ کرے، ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دے دے اور فریضہ کے بعد آپس میں رضا مندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، بے شک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے''۔ (۲)

اس کی شان نزول میں صرف متعہ کو بیان کیا گیا ہے جس کے ذیل تفسیری ماخذ ہیں جن سے پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، سنن بیہقی، تفسیر بغوی، تفسیر زمخشری، احکام القرآن قاضی، تفسیر قرطبی، تفسیر رازی شرح صحیح مسلم، تفسیر خازن، تفسیر

۱۔ الوشیعۃ فی نقد عقائد الشیعۃ، ص ٦٦۔۳۲۔ ۲۔ نساء/۲۴

بیضاوی، تفسیر ابو حیان، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سیوطی، تفسیر ابو سعود۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ارباب نظر! کیا یہ کتابیں اہل سنت کے نزدیک ماخذ اور علم قرآن کا مرجع نہیں، کیا یہ علم تفسیر نہیں ہیں؟ پھر یہ شخص کہتا ہے کہ کوئی آیت متعہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے شیعوں کے علاوہ کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا، اس کی کیا توجیہ و تاویل کی جائے گی؟

۲۔ اسلام میں متعہ کے حدود:

گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے کہ متعہ کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ جاہلی عہد میں یہ حدود موجود نہ تھے۔ گذشتہ علماء اور آج کے کسی عالم نے بھی یہ بات نہیں کہی ہے کہ متعہ جاہلی عہد کی پیداوار ہے اس کے حدود مقرر ہونے کے بعد تو اسے جاہلی چیز نہیں کہا جا سکتا۔ اس طرح اس شخص کی ہرزہ سرائی کی کوئی اصل نہیں رہ جاتی۔ بے شمار کتابوں میں اس کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

سنن درامی؛ صحیح مسلم، جلد اول، باب متعہ؛

تفسیر طبری۔ انہوں نے حدود متعہ میں، عقد، مدت، علیحدگی بعد از مدت، استبرا اور عدم میراث لکھا ہے۔

احکام القرآن خصاص؛ عقد، اجرت، مدت، عدہ اور عدم میراث ذکر کیا ہے۔

سنن بیہقی؛ حدود متعہ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

تفسیر بغوی؛ تفسیر قرطبی؛ تفسیر رازی؛ شرح صحیح مسلم نووی؛ تفسیر خازن؛ تفسیر ابن کثیر؛ تفسیر سیوطی؛

۱۔ صحیح بخاری (ج ۴، ص ۱۶۴۲، حدیث ۴۲۴۶) صحیح مسلم (ج ۳، ص ۱۷، حدیث ۱۷، کتاب الحج) مسند احمد، ج ۴، ص ۴۳۶ (ج ۵، ص ۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶) تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹ (مجلد ۴، ص ۱۲) جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۴۷۔۱۴۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۵، تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۴۲۳ (ج ۱، ص ۴۱۳) تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۶۰ (ج ۱، ص ۴۹۸) قاضی کی احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۶۲، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰ (ج ۵، ص ۸۶) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۰ (ج ۱۰، ص ۴۹، ۵۰) نووی کی شرح صحیح مسلم، ج ۹، ص ۱۸۱ (ج ۹، ص ۱۷۹) تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۷ (ج ۱، ص ۳۴۳) تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۰۹ (ج ۱، ص ۲۶۹) تفسیر ابی حیان، ج ۳، ص ۲۱۸، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۷۴، تفسیر درمنثور، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۴۸۴) تفسیر ابی سعود، ج ۳، ص ۲۵۱ (ج ۲، ص ۱۶۵)

جامع الکثیر سیوطی؛ ان کے علاوہ بے شمار کتابوں میں حدود متعہ کا تذکرہ ہے۔(۱)

۴۔سب سے پہلے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا:

میرے پاس پچیس حدیثیں صحاح ومسانید کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ متعہ زمانہ پیغمبر اسلام میں مباح تھا خلافت ابوبکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے کچھ زمانے تک رائج رہا۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں اس کو حرام قرار دے دیا۔ انہوں نے خود اس حقیقت سے اپنے کو متعارف کرایا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کو حرام قرار دینے والے ہیں۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، موطا امام مالک، سنن بیہقی، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، نہایہ ابن اثیر، الغریبین ہروی، الفائق زمخشری، تفسیر قرطبی، تاریخ ابن خلکان، المحاضرات راغب، تفسیر رازی، فتح الباری ابن حجر، تفسیر سیوطی، الجامع الکبیر سیوطی، تاریخ الخلفاء، سیوطی، شرح تجرید موشجی۔(۲)

۱۔سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۴۰، صحیح مسلم (ج ۳، ص ۱۹۴، حدیث ۱۹، کتاب النکاح) تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۴۸۔۱۴۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۰، تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۴۲۳، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲ (ج ۵، ص ۸۷) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۰، نووی کی شرح صحیح مسلم، ج ۹، ص ۱۸۱، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۲۵۷، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۴۰، سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۵ (ج ٦، ص ۴۲۲، حدیث ۱۹٦۸۵)

۲۔صحیح بخاری (ج ۲، ص ۵٦۹، حدیث ۱۴۹٦) صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، ۳۹٦ (ج ۳، ص ۱۹۴۔۱۹۳، حدیث ۱۷۔۱۵ کتاب النکاح) مسند احمد، ج ۴، ص ۴۳٦، ج ۳، ص ۳۵٦ (ج ۵، ص ٦۰۳، حدیث ۱۹۴۰٦، ج ۴، ص ۳۲۵، حدیث ۱۴۴۴۲) الموطا، ج ۲، ص ۳۰ (ج ۲، ص ۵۴۲، حدیث ۴۲) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰٦، تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹ (مجلد ۴، ج ۵، ص ۱۳) جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۵۲) النھایہ، ج ۲، ص ۲۴۹) (ج ۲، ص ۴۸۸) الفائق، ج ۱، ص ۳۳۱) (ج ۲، ص ۲۵۵) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۵۹ (ج ٦، ص ۱۵۰، نمبر ۷۹۳) محاضرات راغب، ج ۲، ص ۹۴ (مجلد ۲، ج ۱، ص ۲۱۴) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۱، ۲۰۲، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۴۱ (ج ۹، ص ۱۷۴۔۱۷۲) تفسیر درمنثور، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۴۸٦، ۴۸۷) سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۳، تاریخ الخلفاء، ص ۹۳ (ص ۱۲۸) قوشجی کی شرح تجرید بحث امامت (ص ۴۸۴)

۴۔ صحابہ و تابعین:

اکثر صحابہ و تابعین، عمر کے روکنے کے باوجود متعہ کی مشروعیت کے قائل تھے۔ان کا خیال تھا کہ یہ متعہ منسوخ نہیں ہوا ہے۔ان میں اکثر کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے اور اکثر کی پیروی و اطاعت امت پر فرض سمجھی گئی ہے۔ان میں:

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام	حبر امت عبد اللہ ابن عباس
عمران بن حصین خزاعی	جابر بن عبد اللہ انصاری
عبد اللہ بن مسعود ہزلی	عبد اللہ بن عمر عدوی
معاویہ ابن ابی سفیان	ابو سعید خدری انصاری
سلمہ بن امیہ جحمی	معبد بن امیہ جحمی
زبیر بن مہاجر مخزومی	حکم
خالد بن عوام قرشی	عمر بن حریث قرشی
ابی بن کعب انصاری	ربیعہ ابن امیہ ثقفی
عطاء ابو محمد یمانی	سدی

ابن حزم نے ان لوگوں کا نام گنانے کے بعد کہا ہے کہ تابعین میں طاؤس یمانی، سعید بن جبیر اور عطاء کے علاوہ تمام فقہاء مکہ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ابو عمر کہتے ہیں کہ مکہ و یمن کے تمام اصحاب ابن عباس کے اس نظریہ کے قائل ہیں کہ متعہ حلال ہے (۱)۔قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ زیادہ تر اہل مکہ متعہ کرتے رہتے تھے (۲) امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے یا نہیں۔امت کی بہت بڑی جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ایک گروہ کہتا ہے کہ ابھی مباح ہے۔(۳)

۱۔ المحلی (ج ۹، ص ۵۲۰، حدیث ۱۸۵۴)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲ (ج ۵، ص ۸۸)

۳۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰ (ج ۱۰، ص ۴۹)

ابوحیان نے متعہ کے جائز ہونے کی حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس عقیدے پر اہل بیت اور تابعین کے لوگ باقی ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان تمام باتوں کے بعد اس بات کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے کہ متعہ کی حرمت پر اجماع ہے۔ واقعی یہ آیت منسوخ ہے۔ اس قول کو صرف امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے منسوب کرنا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا پانچواں حصہ بھی ہے جس میں متعہ اور اس کے نسخ کے بارے میں اہل سنت کے ۲۲ مختلف اقوال ہیں۔ جو بجائے خود عظیم الشان افادی حیثیت کے حامل ہیں۔ (جلد ششم میں اِسے ملاحظہ کیا جائے)

میرے لئے ممکن نہیں کہ اس سے زیادہ اس افترا پرداز کی یاوہ گوئیوں پر بحث کریں جس کا ہر صفحہ لچر، ہر مہمل بکواس پوچ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف آداب اسلامی اور معارف قرآن وحدیث سے قطعی دور ہے۔ محاسن سے خالی اس شخص میں صرف دریدہ دہنی اور فحاشی ہے۔ اس کو باوجود اس کے فقیہ کہا جاتا ہے۔ اگر فقیہ کا معیار یہی ہے تو فقہ وعلم کا خدا ہی حافظ ہے۔

اور اب حقیقت آشکار ہوگئی اور حق واضح ہوگیا

اب وقت آگیا ہے کہ اپنے اصل مقصد کو واضح کرتے ہوئے کتابوں پر کی گئی تمام بحثوں کا واضح طور سے ہدف بیان کریں۔ ہمارا مقصد اصل میں اہم موضوعات سے متعلق مسلمانوں کی عام بیداری ہے جس میں عمومی مصلحت اور باہمی تعاون کا جذبہ، وحدت اجتماعی اور طوفان فساد سے اسلامی سرحدوں کی حفاظت پوشیدہ ہے۔

﴿یَاقَوْمِ اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ مَقَامِی وَتَذْکِیرِی بِآیَاتِ اللهِ فَعَلَی اللهِ تَوَکَّلْتُ﴾

''اے قوم! اگر تمہیں میرا مرتبہ اور میری نصیحت گراں گذر رہی ہے جو میں نے آیات خدا کے متعلق اپنائی ہے تو مجھے صرف خدا پر بھروسہ ہے''۔(۲)

۱۔ البحر المحیط (ج ۳، ص ۲۱۸)　　۲۔ یونس/۷۱

تمہیں خدا کی قسم! ذرا بتاؤ تو کیا ان کتابوں سے زیادہ تمہیں کوئی چیز ایسی دکھائی دیتی ہے جس سے مسلمانوں کی صف میں انتشار، معاشرے میں فساد، وحدت عربیت کی برہمی، اسلامی برادری کی چھاڑ، دبے کینوں کا ابھار اور اسلامی قوتوں کے درمیان ہیجان اور بدبینی نیز باہم عداوت کی آگ بھڑکے۔

اے قوم! میری پیروی کرو تا کہ تمہیں راہِ راست کی ہدایت کروں۔ یہ کتابیں قرآن کے خلاف اپنا گھار مچائے ہوئے ہیں۔ جھوٹے اور بہتان سے بھرپور ہنگامے، دینی معاشرے میں منکرات کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ نامناسب باتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق پر تیغ زنی کرتی ہیں۔

یہ مہمل زبانیں، توہین آمیز اور ڈنک مارنے والی زبانیں، امت اسلام کو بدگوئی، بداخلاقی، باہمی پیکار، خشونت، مردم آزاری کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان فاسد تعلیمات سے معاشرہ درہم برہم ہوتا ہے۔ اسلامی فرقوں میں اختلاف اور ایک دوسرے کی اہانت کا جذبہ پرورش پاتا ہے جس کی وجہ سے شریعت مقدس کی اہانت ہوتی ہے۔ اسلامی قومیت میں سیاسی بازیگری کا رواج ہوتا ہے۔ لوگوں میں توحید اور ہم آہنگی کے خلاف جذبہ پرورش پاتا ہے یہ زہریلے قلم امت کی ترقی و سعادت کیلئے رکاوٹ ہیں۔ ان سے اصلاح طلبی کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ان سے دینداری کے محرکات کو بند کرنے والی کدورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اے لوگو! تمہارے لیے خدا کی طرف سے موعظہ اور دلوں کے لیے شفا نازل ہوا ہے۔ بلاشبہ دینی عقائد اور اسلامی معاشرہ ہر مسلمان کیلئے جو خدا کی وحدت کا قائل ہے یکساں اور مشترک ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ عقائد معاشرے میں صرف اسلامی معاشرے کا دین ہی ظاہر کرتے ہیں۔ ہر وہ مسلمان جو دینی جذبہ رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے دینی شرف اور اسلامی قومیت کو چاہے اس کے ماننے والے طرز تفکر کے نقطۂ نظر سے لغزش سے دوچار سمجھتے ہوں، وہ اپنے عقائد کے دفاع میں بہر حال کھڑا ہوگا، وہ نہیں چاہے گا کہ اسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے فرقے سے منسوب کیا جائے۔

﴿ان هی الاسماء سمیعوها انتم و آباء کم﴾ ''یہ صرف اسماء ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لیئے ہیں''۔

بلکہ تمام زمین سچے مسلمان کی ہے اور تمام دنیا اسلامی حکومت۔ مسلمان پرچم حق کے سائے تلے زندگی بسر کرتا ہے۔ وحدت کلمہ اس کی پونجی ہے۔ چاہے جہاں بھی ہو صحیح اسلامی برادری اس کا شعار ہے۔

یہ ہے مسلمانوں کی انفرادی حالت۔ اسلامی مملکتوں کی تو بات ہی بلند ہے، وہ تو آفاقی حکومت اسلامی کا ایک حصہ ہیں۔ ان کے افراد مکمل مجموعہ اور وحدت کلمہ کے بکھرے حروف ہیں۔ صداقت و عدالت کا کلمہ، اخلاص توحید کا کلمہ، عزت وشرف کا کلمہ، پیش رفت وترقی کا کلمہ۔ ان اوصاف کے باوجود محترم حکومت مصر کیسے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت میں لوگ آزاد ہوں۔ اس طرح وہ دوسرے اسلامی ملکوں میں اپنی پوزیشن داغدار کرتے ہیں۔ حالانکہ مصر اولین روز سے گہوارہ اسلام اور پرچم حق کے سائے تلے ارباب علم و دین کے ہاتھوں دبستان مشرق رہا ہے۔ کیا حکومت مصر جو برسوں اپنی نیک نامی میں مشہور رہا ہے اس کے لیے باعث ننگ نہیں ہے کہ دنیا میں ان کے یہاں کے لوگ دجال صفت بھاڑے کے مصنف اور زہریلے قلم کار مشہور ہوں اور یہ کہا جائے کہ وہاں کا فقیہ موسیٰ جار اللہ ہے اور عالم قصیمی ہے۔ مصلح احمد امین، رئیس ادارہ محمد رشید رضا، محقق طہ، مورخ خضری اور استاد علوم اجتماعی محمد ثابت اور شاعر عبد الظاہر ابوالسمح جیسے لوگ ہیں۔

کیا اس کے لیے باعث ننگ نہیں ہے کہ وہاں کے لوگ اپنی شرافت کو نجد وشام سے وابستہ کریں اور شیعوں کی تردید میں کتاب لکھ کر اس کا نام ''اسلام وشرک کی معرکہ آرائی'' رکھیں۔ اس کی تقریظ میں عقل سے عاری شاعر ایسے شعر کہے جس میں شیعوں کی طرف، خیانتِ جبرئیل کی بات منسوب کی جائے انہیں کافر کہا جائے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ارباب ایمان کے دل ذکر خدا سے نرم ہوں؟ کیا کوئی مصری یہ سمجھتا ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت، من گھڑت باتوں کی نسبت اور ایسی مہمل تالیفات کی نشر واشاعت سے مصری قوم زندہ ہو جائے گی۔ یا ان کا احساس ادب دوستی بیدار ہوگا۔ یا اس سے حکومت مصر کی بقا یا ترقی یا علمی، ادبی، اخلاقی، دینی اور معاشرتی پیش رفت ہوگی؟

افسوس ہے مصر کے قلم کاروں پر جو کبھی بے لوث تھے، ان علماء پر جو پہلے زبردست تھے، ان مؤلفوں پر جو کبھی اصلاح پسند تھے، ان مصنفین پر جو کبھی سچے تھے، ان شخصیتوں پر جو چوکنا تھے، اساتذہ پر جو نفیس تھے، امین لوگوں پر جو علم دین کے مبلغ تھے۔

مصر پر افسوس، اس کے علمی فیاض پر افسوس، اس کی نفسیاتی صحت، رائے صائب اور عقل سلیم پر افسوس، اس کی ولائے خالص پر افسوس، اس کے قیمتی تعلیمات پر افسوس، اس کے درس عالی، اخلاق کریمانہ اور ملکات فاضلہ پر افسوس۔

مصر کے ان تمام فضائل پر افسوس۔ اب تو غرض مہدی میں کتابیں لکھی جارہی ہیں، قلم بک چکے ہیں جو فاسد خیالات پھیلا رہے ہیں، سیاہ صفحات میں احمقانہ عشوے جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ مصر پر افسوس ہے جو اس قدر فضائل کا حامل تھا اب خرافاتی کتابیں چھاپ کر ان فضائل کو قربان کر چکا ہے، قلم بک چکے ہیں، فاسد خیالات ابھارے جارہے ہیں، ان کے ساتھ ان سیاہ صفحات کی قربانی پر افسوس۔ احمقانہ عشوؤں کی قربانی، افسوس ناک مکتبوں کی قربانی، اکثر نئے قلم کاروں کی قربانی، جو بڑی تیزی سے مملکت پر چھا گئے ہیں، اپنے فساد میں آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاتُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴾ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح پسند ہیں''۔(۱) آگاہ ہو جاؤ یہی فسادی ہیں لیکن یہ سمجھتے نہیں ہیں۔

کیا یہ کتابیں مصر کے بزرگ علماء کے ہاتھوں میں نہیں پہونچتی ہیں، کیا ان لوگوں کے پاس دینی جذبہ، زندہ شعور اور صالح فکر نہیں ہے کہ اپنے محبوب مصر کا دفاع کریں۔ قبل اس کے کہ تمام مشرق اپنے ناموس کا دفاع کرے۔

سب سے زیادہ تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو مصر کا علامہ کہتا ہے، معاشرے میں ناقد بصیر مشہور ہے، وہ عصر حاضر کے بزرگ شخصیت کی خالص عربی کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے اس کے

۱۔ بقرہ/۱۱

مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے طباعت کی ایسی غلطیوں کو نشانہ تنقید بناتے ہیں جن سے ذرا بھی مطالب اثر انداز نہیں ہوتے، مثلاً وہ یہ غلطیاں نکالتے ہیں:

کلما	کل ما
شرع	شرح
شیخنا	سیخاً

اس وقت نظر پر آفرین ہے۔ جس میں صرف طباعتی غلطیوں کو نشانہ تنقید بنایا جائے۔ آفرین ہے ناموس لغت عرب کی بے دریغ فروگذاشت پر۔ آفرین ہے اس اصلاح پسند جذبے پر جو مشائخ شیعہ کی تالیفات میں برتا جائے، گالیوں کے انبار لگا دیئے جائیں۔ شاباش، شاباش، شاباش۔

اس قسم کے ہوشیار اور موشگاف افراد اعتدال پسندی پر مائل کیوں نہیں ہوتے۔ قانون عدل اور رسم انصاف، طریقۂ حق اور خدمت خلق کی ذمہ داریوں کی کیوں نہیں پیروی کرتے۔ انہیں اس قسم کے مہمل اور خبیث لٹریچر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ مصر عزیز سے اس قسم کی تالیفات کو لگام لگائے کیونکہ یہ آفتوں کا سلسلہ ہے جو قومی ہلاکت پر منتج ہوگا۔ اس سے تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس سے کہیں زیادہ اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ عراق میں یہ کتابیں باقاعدہ بک رہی ہیں کیونکہ اس سے اس ملک کی آبرو اور اسلام کی آبرو معرض خطر میں ہے۔ حالانکہ ابھی عراقی لوگ زندہ ہیں۔ وہاں کی قوم نے اپنی بالغ نظری کو ابھی تک زندہ رکھا ہے۔ ان کا احساس دینی استوار ہے۔ اگرچہ ان کی غیرت عرب، شہامت ونشاط اور جوانی ذرا سستی سے دو چار ہے۔ اب بھی وہاں بزرگوں کا وجود باقی ہے کیوں کہ وہاں اب بھی اقتدار، بنی ہاشم کے ہاتھ میں ہے۔

مادر عراق پر کس قدر گراں گزرتا ہے جب وہ اپنے ہوش گوش سے سنتے ہیں کہ نجف کے مسافر خانے میں دلال ہوتے ہیں جو لڑکیوں کی ٹولیاں مسافر کو پیش کرتے ہیں، وہ ان میں سے ایک کو چن لیتے ہیں یا یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کی لڑکیاں ایک رات میں کئی مرتبہ ازدواج کرتی ہیں۔(۱)

۱۔ الجولہ فی ربوع الشرق الادنیٰ

عراق کے کان کیسے سنتے ہیں کہ نجف والے دجالیوں کی طرح ہیں، خود گمراہ ہیں دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں، وہ اسلامی لباس پہن کر مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس سے قبل کہا گیا تھا کہ بنی ہاشم نے عراق کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، کیا کوئی حساس عراقی یہ بھی سوچتا ہے کہ اس قسم کے لٹریچر سے عراقی معاشرہ اصلاح پذیر ہوگا۔ یا یہ فرزندان عراق میں روح تازہ پھونکے گا یا ملت اسلام درس اخلاق حاصل کرے گی یا اس کی ترقی ہوگی یا اس سے طالب علموں کے تمدن کو یا طالب علموں کو علمی عظمت حاصل ہوگی؟ مصنفین کو ادب عالیہ ملے گا یا مسلمانوں کو دینی فائدہ ہوگا۔ دولت مندوں کو مادی فوائد حاصل ہوں گے یا سیاست وحکومت اسلامی میں کوئی خاص اثر پڑے گا...؟؟

ہر سچا مسلمان جو قوم کی عزت وشرافت کا طلبگار ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کی باطل کتابوں کو دور پھینک دے اور حق طلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اظہار نفرت کرے، اسے پڑھنے سے پرہیز کرے اس کے مندرجات پر یقین نہ کرے، نہ عمل کرے نہ اس سے وابستگی ظاہر کرے۔ ان کا دقت نظر سے مطالعہ کرے، ارباب تنقید کے حوالے کردے یا خود تنقید کرے اگر صلاحیت ہو تو اعتراض کرے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾ ''اگر وہ لوگ جو کچھ نصیحت کی گئی، عمل کریں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر اور باعث محکم تر ثبات ہو'' (۱)

اسلامی حکومتوں کے محکم پبلشروں اور ناشروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی ہی کتابیں شائع کریں جن میں اسلامی فرقوں کے حالات صحیح ماخذ سے پیش کئے گے ہوں، جو کچھ اس کے خلاف لکھا گیا ہو اس کو مسترد کردیں۔ کیونکہ یہ گروہ امت کا نگہبان اور علم ودین کا محافظ نیز ناموس اسلام کا نگراں ہے۔ عربی روابط کا پاسدار ہے۔ انہیں خود اصلاح کیلئے آگے بڑھنا چاہیے۔ فساد کی جڑوں کو ختم کرنا، ان کی ذمہ داری ہے قبل اس کے کہ فتنہ انگیزوں کی آگ اسلامی معاشرے میں پھیلے۔ پھر وہ مطلع نہ ہوں اور ماخذ کی مفلسی کا عذر کرنے لگیں۔

جب کہ احمد امین نے فجر الاسلام کی اشاعت کے بعد اعتراضات کے جوابات میں عذر پیش کیا تھا

۱۔ نساء/۶۶

''بلکہ انسان اپنے معاملے میں ہوشیار ہے اگر وہ زبان عذر خواہی چھوڑ دے''۔(۱) جو شخص اپنی دینی و معاشرتی ذمہ داری نہ نبھائے اس کا عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تمہارے درمیان ایسے لوگوں کو ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیں۔ اچھائیوں کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں، یہی لوگ رستگار ہیں''۔(۲)

ہم ان تمام مصنفین کا بلا تفریق مذہب استقبال کرتے ہیں جو صدق و امانت اور وثوق و متانت کے ساتھ علمی و دینی تحریریں معرض وجود میں لاتے ہیں۔

﴿لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة ذلک یوعظ به من کان یومن بالله و الیوم الآخر ذلکم اذکی لکم و اطهر﴾ ''تاکہ جو بھی ہلاک ہو از روئے دلیل، اور جو بھی حیات پائے وہ از روئے دلیل۔ اس موعظہ سے وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ایمان باللہ اور یوم آخرت سے سرفراز ہو یہ تمہارے صفات نفس کے لیے۔ زیادہ بہتر اور پاکیزگی سے زیادہ قریب ہے''۔(۳)

۱۔ اقتباس از آیہ مبارکہ قیامت/۱۵

۲۔ آل عمران/۱۰۴

۳۔ بقرہ/۲۳۲

عندلیبان غدیر

(چوتھی صد ہجری)

۱۔ابوالحسن ابن طباطبا اصفہانی

۲۔ابوجعفر احمد بن علویہ الاصفہانی

۳۔ابوعبداللہ محمد المفجع بصری

۴۔ابوالقاسم احمد بن محمد صنوبری

۵۔ابوالقاسم علی بن محمد تنوخی

۶۔ابوالقاسم علی بن اسحٰق زاہی

۷۔ابوفراس حمدانی

ابن طباطبا اصفہانی

(م۳۲۲)

یامن یسر لی العداوۃ ابدھا	و اعمد لمکروھی بجھدک اوذر
للہ عندی عادۃ مشکورۃ	فیمن یعادینی فلا تتحیر
انا واثق بدعاء جدی المصطفی	لابی غداۃ "غدیر خم" فاحذر
واللہ اسعدنا بارث دعاءہ	فیمن یعادی او یوالی فاصبر

"اے وہ کہ مجھ سے پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے یا اظہار کر دے اور جب تک ممکن ہو مجھے اذیت دے یا پھر مجھے چھوڑ دے۔ بخدا! میں دشمنوں سے پسندیدہ اخلاق و عادت کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ پس تجھے اس پر حیرت نہ ہونا چاہیے میں اپنے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پر بھروسہ رکھتا ہوں جو انہوں نے میرے والد کے لئے غدیر خم میں فرمائی تھی۔ پس تجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

خداوند عالم میراث دعا سے دشمنوں اور دوستوں کے معاملے میں بہرہ مند کرے تمہیں صبر سے کام لینا چاہیے"۔(۱)

شاعر کا نام

ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبا بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن امام حسن علیہ السلام۔ معروف بہ

۱۔ ثعالبی کی ثمار القلوب، ص ۵۱۱ (ص ۶۳۷، نمبر ۱۰۶۸)

ابنِ طباطبا۔ وہ زبردست عالم، قادر الکلام شاعر اور بزرگ ترین ادیب تھے۔

مرزبانی معجم میں لکھتے ہیں کہ ان کی کتابیں ادب و شعر و تذکرہ میں مذکور ہیں۔ (۱) اصحاب معاجم (۲) کی نظر میں جن کتابوں کے مؤلف ہیں ان کا نام یہ ہیں:

۱۔ کتاب سنام المعالی؛

۲۔ عیار الشعر؛

۳۔ الشعر والشعراء؛

۴۔ نقد الشعر؛

۵۔ تہذیب الطبع؛

۶۔ کتاب العروض؛ حموی کے نزدیک یہ کتاب بے مثل ہے۔

۷۔ فرائد الدرر؛ مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے دوست کو عاریۃً دی تھی اور واپس لینے کے لئے یہ شعر لکھ بھیجا:

یا در! رد فوائد الدرر وارفق بعبد فی الھوی حر

۸۔ المدخل فی معرفۃ المعمی من الشعر

۹۔ فی تقریض الدفاتر

۱۰۔ شعری دیوان

۱۱۔ انتخاب دیوان

حموی کہتے ہیں کہ وہ ذکاوت و فطانت، صفات باطن، سلامتی ذہن اور مقصد کے حسن بیان میں مشہور تھے۔ (۳) اصفہانی کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ عبداللہ بن معتز جب بھی ابن طباطبا کا تذکرہ

۱۔ معجم الشعراء، ص ۴۶۳ (ص ۴۲۷)

۲۔ ثمار القلوب، ص ۵۰۷ (ص ۶۳۱، نمبر ۱۰۵۵) فہرست ابن ندیم، ص ۱۹۶ (ص ۱۵۱) معجم الادباء ج ۱۷، ص ۱۴۳، عمدۃ الطالب، ص ۱۶۲ (ص ۱۷۳)

۳۔ معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۱۴۳۔

کرتے اسے تمام اہل ادب پر مقدم کرتے۔ کہتے تھے کہ اس کے پاسنگ صرف محمد بن یزید ہیں۔ لیکن ابن طباطبا کے اشعار زیادہ رسا ہیں۔

اولادِ حسن میں کوئی بھی ان کا مثل نہ تھا لیکن ''علی بن محمد افوہ'' ان کے مثیل تھے۔ حمزہ اصفہانی کہتے ہیں کہ محمد سے ابو عامر نے بیان کیا کہ ابن طباطبا تمام عمر اس بات کے مشتاق تھے کہ عبداللہ بن معتز سے ملاقات کریں یا اس کے شعر دیکھیں۔ لیکن ملاقات کا تو اتفاق نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے اصفہان کبھی نہیں چھوڑا لیکن آخری زمانے میں ابن معتز کے اشعار ہاتھ لگ گئے۔ اس سلسلے میں ان کا عجیب قصہ بھی مشہور ہے: وہ ایک بار معمر کے گھر گئے وہاں معتز کا دیوان بغداد سے لایا گیا تھا۔ ابن طباطبا نے نسخہ عاریۃً مانگا۔ معمر نے ٹال مٹول کی لیکن ابن طباطبا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لوگوں کی نظروں سے بچا کر بزم سے نکل گئے وہ میری طرف پلٹے ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی جیسے وہ کوئی بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ مجھ سے قلم دوات مانگا اور معتز کے اشعار لکھنا شروع کر دیا۔ بکھرے اوراق میں پانچ ورق لکھے۔ میں نے پوچھا: یہ اشعار کس کے ہیں؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تمام لکھ ڈالا۔ میں نے اشعار گنے تو ایک سو ستاسی اشعار تھے۔ جو اس بزم سے یاد کئے گئے تھے۔ وہ سب ہی اس کے منتخب اشعار تھے۔

حموی کے معجم (۱) میں ابن طباطبا کے مبتدیہ اشعار درج ہیں۔ انہیں ابو البغل کے مطابق قصیدے کے ۱۳۹ اشعار بھی ہیں۔ اس میں حرف م اور کاف کا حرف نہیں لایا گیا ہے ابتدا اس شعر سے ہے:

یا سید ادانت السادات تتابعت فی فعلہ الحسنات

ثعالبی نے ثمار القلوب (۲) میں ان کے تین تین شعر لکھے ہیں پھر صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں کہ ایک دن ابو الحسن (ابن طباطبا) ابو علی بن رستم کے گھر گئے، دروازے پر دو سیاہ فام عثمانیوں کو دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے بات کی تو معلوم ہوا ہے کہ دونوں ہی ادب وتہذیب سے بے بہرہ ہیں ابن رستم کی بزم میں پہنچے تو قلم ودوات مانگ کر آٹھ شعر کہہ ڈالے:

۱۔ معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۱۴۶۔

۲۔ ثمار القلوب، ص ۵۱۸، ۴۳۵ (ص ۶۵ ۴، نمبر ۱۰۸۳، ص ۵۴۸، نمبر ۸۹۷، ص ۲۸۶، نمبر ۴۲۹)

اری بباب الدار اسودین ذوی عمامتین حمراوین

''میں نے دروازے پر دو سیاہ فام سرخ عمامے والوں کو دیکھا جیسے دو چنگاریاں لومڑیوں کے سر پر۔ دونوں ہی شیعہ نہ ہونے پر خوش تھے۔ تمہارے دادا تو عثمان ذوالنورین ہی ہیں۔ پھر ان کی نسل میں دو تیرہ رنگ کیوں ہیں وہ کس قدر بری ہے جو برائی خوبی سے بیدار ہو جیسے لوہا''۔

ابن رستم نے ان اشعار کو بے حد پسند کیا اور لوگوں نے اسے نقل کرلیا۔ علی بن رستم لوگوں کو تبلیغ کرتے تھے لیکن خود مرض برص میں مبتلا تھے، ان کی ہجو میں دو شعر کہے:

''تمہیں پیغمبران خدا کی آیات میں سے ایک آیت عطا کی گئی ہے جو تمہارے سر پر بلند ہے تنہا تم ہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہو اور تمہارے سر پر سفیدی ہے۔ اس طرح تم موسیٰ بھی اور عیسیٰ بھی''۔

اسی طرح ابن رستم نے جب اصفہان کو برباد کیا تو دو شعر کہے۔ پھر جب اس کی تعمیر کی تو چھ شعر کہے۔ اس کے علاوہ بھی اشعار میں ابو علی رستمی کی ہجو کی ہے۔

مرزبانی نے معجم (۱) میں قلم کی مدح میں کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔

نویری نے بھی نہایۃ الادب میں چار شعر نقل کیئے ہیں، ان میں دو شعر یہ ہیں:

لقد قال ابوبکر صواباً بعدما انصت

فرحنا لم نضد شیئا وما کان لنا افلت

''ابوبکر نے سکوت کے بعد جو بات کہی درست تھی۔ ہم خوش حال ہوئے شکار بھی نہ کیا۔ اور ہمارا شکار بھی چھوٹ گیا''۔

ابن خلکان نے بھی ان کے دیوان سے سات اشعار نقل کیے ہیں۔ (۲)

مجدی (۳) کے مطابق ابن طباطبا اصفہان میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ معاہد

۱۔ معجم الشعراء، ص ۴۶۳ (ص ۴۲۷)

۲۔ وفیات الاعیان (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۳)

۳۔ المجدی فی انساب الطالبین (ص ۴۷)

التصیص میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے نسمۃ السحر میں معاہد کے حوالے سے ہے کہ ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ اس بنیاد پر بعض معاصرین کے گمان کے مطابق معاملہ درست نہیں بیٹھتا۔ کیوں کہ رستمی جن کے متعلق ابن طباطبا نے بہت سے اشعار کہے ہیں۔ مقتدر باللہ کے عہد میں تھا جو ۳۲۰ھ میں قتل ہوا۔ مقتدر ہی کے عہد میں رستمی نے اصفہان کو برباد کیا تھا۔ جس کے متعلق طباطبا نے ہجو کہی۔ انہیں ابن معتز سے ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ جو ۲۹۶ھ میں مرے۔ ابن طباطبا کے حالات نسمۃ السحر (۱) اور معاہد التنصیص (۲) میں غیر مرتب طریقے پر ہیں۔ تاریخ ابن خلکان (۳) میں ابوالقاسم ابن طباطبا متوفی ۳۴۵ھ کے حالات کے ذیل میں ان کے اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ابوالحسن کون ہیں۔ اور ابوالقاسم اور ان کے درمیان کیا نسبت تھی۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ابن خلکان کی اسی بات سے علامہ محسن عامل کو اشتباہ ہوا۔ انہوں نے ابوالحسن حسن مصری کے حالات میں مصری لکھ دیا ہے۔ پھر ابن طباطبا کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کے تشیع پر بھی میرے پاس کوئی دلیل نہیں مگر یہ کہ اصل حیثیت سے ہر علوی شیعہ ہوتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جلد نہم (۴) میں ابوالحسن کا نام ونسب لکھ کر کہتے ہیں: ''یہ ابن خلکان کی تحقیق ہے کہ میں نہیں جانتا یہ ابوالحسن کون ہے۔ غلطی سے محفوظ ہونا صرف خدا کی ذات سے مخصوص ہے''۔

ابن طباطبا کی نسل میں اصفہان میں بہت زیادہ اولاد تھی۔ جن میں علماء، اشراف اور نقباء تھے۔ مجدی (۵) کہتا ہے کہ:

۱۔ نسمۃ السحر (مجلد ۹، ج ۲، ص ۴۸۵)

۲۔ معاہد التنصیص، ج ۱، ص ۱۷۹ (ج ۲، ص ۱۲۹، نمبر ۲۲)

۳۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۳)

۴۔ اعیان الشیعہ، ج ۹، ص ۳۰۵ (ج ۹، ص ۷۲)

۵۔ المجدی فی انساب الطالبین (ص ۷۴)

ان کی نسل میں بہت سے لوگ تھے جن میں شاعر ابوالحسن احمد ان کے بھائی ابو عبداللہ الحسین، اصفہان کے نقیب۔ یہ دونوں علی بن محمد کے بیٹے تھے جو مشہور شاعر تھے۔ ان کے علاوہ ابوالحسن محمد بغداد میں تھے جنہیں ''ابن بنت خصبہ'' کہتے تھے۔

ابن علویہ اصفہانی

صلی اللہ علی ابن عم محمد　　　منہ صلاۃ تعمد بجنان

''خدا کی صلوت محمد مصطفیٰ کے چچیرے بھائی پر ایسی صلوات کہ جسے خورشید ڈھانپ لے۔

ان کے لیے غدیر کی یادوں کے ساتھ ایسی فضیلت ہے جسے گزرتے شب و روز فراموش نہیں کر سکتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرح ولایت کیلئے کھڑے ہوئے جس کے لیے خدا نے آسمانی کتاب میں حکم فرمایا تھا جبکہ خدا نے فرمایا: جس کا میں نے حکم دیا تھا اسے پہنچا دیجئے اور ان لوگوں کی شرارتوں سے خدائے رحمان کے تحفظ پر بھروسہ کیجئے۔

پھر آپ نے صلوۃ جامعہ کی منادی کرائی اور علی کو اپنے درخشاں گفتار سے کھڑے ہو کر بطور علامت پیش کیا۔

آواز دی کہ کیا میں تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں بیشک، تب آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارا دوسرا ولی ہے۔

پھر آپ نے علی کے لیے اور جو بھی آپ کی مدد کرے دعا فرمائی اور جو آپ کی نصرت سے روگردانی اختیار کرے اس پر لعنت فرمائی۔ ایک شخص نے آواز دی اور وہ جھوٹ بول رہا تھا: مبارک ہو اے ابوالحسن! آپ تمام بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہو گئے آپ تمام مومنین کی جماعت کے مولیٰ ہو گئے، چاہے وہ عورت ہوں یا مرد۔ پھر خلافت و وزارت کس کا حق ہوئی کیا ان دونوں نے مخالفت میں اتفاق نہیں کیا؟

کیا قرآن کے محکم آیات میں ہمارے خدا نے ان کی خلافت و وزارت کو فرض قرار نہیں دیا ہے۔

تم اپنی دلیل پیش کرو، اپنی بات کہو اور فلاں و فلاں کی باتوں کو مسترد کر دو۔

جبکہ تم ہدایت پا جاؤ اور سمجھ جاؤ اس کے بعد کی بدترین گمراہی پر افسوس ہے مگر ہاں برہان قاطع کو سمجھو۔

شعری تتبع

یہ اشعار ابن علویہ کے قصیدہ سے لئے گئے ہیں۔حموی نے معجم میں لکھا ہے کہ احمد بن علویہ کا ہزار قافیوں پر مشتمل قصیدہ تشیع کے مقصدیت سے بھرپور ہے(۱) جب (عظیم فقیہ اور امام لغت اخفش کا شاگرد) ابوحاتم سجستانی کو سنایا گیا تو اس نے کہا: بصرہ والو! اصفہان والے تم سے آگے بڑھ گئے۔(۲) ابن شہر آشوب کی معالم (۲) اور علامہ کی ایضاح (۳) میں اسی قصیدہ ''محبّرہ'' کا تذکرہ ہے۔ علامہ سماوی نے اس کے ۲۱۳/ اشعار جمع کئے ہیں۔ علامہ عاملی نے اعیان الشیعہ میں ۲۲۱ اشعار مناقب کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔(۴)

یہ قصیدہ فضائل امیر المومنین پر مشتمل برجستہ ترین انداز میں ہے جسے زبان رسالت سے ادا کیا گیا ہے اور درحقیقت یہ قرآن وسنت کا ترجمان ہے نہ کہ خیالی پیکر۔

اس قصیدے سے علی کی امامت کا استدلال مفہوم مولیٰ سے کیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس کو عربی ادب کے دانشور، محقق بصیر اور امام لغت نے ادا کیا ہے۔ اس لفظ ولی سے علی علیہ السلام کی ولایت مطلقہ کا اثبات ہوتا ہے۔

شاعر کا تعارف

ابوجعفر احمد ابن علویہ اصفہانی کرمانی۔ ابوالاسود کے نام سے شہرت تھی، وہ شیعہ مصنف ہیں جن کا

۱۔ معجم الادباء، ج ۳، ص ۷۶۔

۲۔ معالم العلماء (ص ۲۳، نمبر ۱۱۰)

۳۔ ایضاح الاشتباہ (۱۰۴، نمبر ۶۹)

۴۔ اعیان الشیعہ (ج ۳، ص ۲۶-۲۲) مناقب آل ابی طالب (معروف بہ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۱۴۸)

نام کتب رجال میں مشہور ہے۔ فہرست نجاشی (۱) اور معالم (۲) ابن شہر آشوب میں ان کا نام موجود ہے۔ ان کی کتاب کا نام نجاشی نے الاعتقاد فی الادعیہ اور ابن شہر آشوب نے ''دعاء الاعتقاد'' لکھا ہے۔ ابن شہر آشوب کے نزدیک ان کی بہت سی کتابوں میں سے ایک دعاء الاعتقاد بھی ہے۔ معجم حموی میں ہے کہ ان کے بہت سے رسالے ابوالحسن احمد بن سعد نے مرتب کیے ہیں۔ جن میں آٹھ کتابیں دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ علاوہ اس کے ایک کتاب ''الشیب والخضاب'' نامی ہے۔ (۳) فہرست ابن ندیم کے مطابق ایک دیوان بھی ہے۔ (۴)

ابن علویہ بزرگ محدثین میں سے تھے۔ اکثر ارباب حدیث نے ان سے حدیث لی ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ (۵) ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید قمی جو غیر موثق راویوں سے ہرگز روایت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی سند سے ابن علویہ اور زید ابن ارقم سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے: الا ادلکم علی ما ان استدللتم ..... ''کیا میں تمہاری رہبری نہ کروں ایسی چیز کی طرف کہ اگر تم رہبری حاصل کرلو تو کبھی گمراہ نہ ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اے خدا کے رسول۔ فرمایا: تمہارے امام اور ولی علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کی مدد کرو، خیر خواہی کرو اور ان کی تصدیق کرو کیونکہ جبرئیل نے مجھے اس کا حکم دیا ہے''۔ (۶)

۲۔ حسین بن محمد اشعری قمی ہیں جنہیں کلینی، ابن قولویہ اور طبری نے معتبر کہا ہے۔

۳۔ عبداللہ بن حسین مؤدب جو مشائخ شیخ صدوق میں تھے۔ (۷) کئی حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابن

۱۔ رجال نجاشی (ص ۸۸، نمبر ۲۱۴)

۲۔ معالم العلماء (ص ۲۳، نمبر ۱۱۰)

۳۔ معجم الادباء (ج ۴، ص ۷۳)

۴۔ فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۷ (ص ۱۹۲)

۵۔ مشیخۃ الفقیہ (ص ۱۳۱) فہرست شیخ طوسی (ص ۶)

۶۔ امالی صدوق ص ۳۵۴ (ص ۳۸۶) بشارۃ المصطفیٰ (ص ۱۷۷)

۷۔ مشیخۃ الفقیہ (ص ۱۳۱)

علویہ کی جلالت قدر کے لیے یہی کافی ہے کہ الفقیہ، تہذیب، کامل، امالی صدوق اور مجالس مفید وغیرہ میں ان کی حدیثیں بھری پڑی ہیں۔

ابن علویہ عظیم محدث کے ساتھ ساتھ وقیع ادیب بھی تھے۔ اس لئے سیوطی (۱) وثعالبی (۲) نے ان کے حالات لکھے ہیں۔ حموی نے لکھا ہے کہ ماہر لغت تھے، ادب کی پرورش کرتے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔ (۳)

خاص طور سے شاعری میں ان کی قدرت کلام انتہائی معراج پر تھی۔ صنائع شعری کا التزام کرتے۔ ان کی نظمیں فصاحت معنوی اور عظمت لفظی، حسن سیاق اور قوت ترکیب میں خاص امتیاز رکھتی تھیں۔ ان کی قاطعیت استدلال، دانش سے بھرپور تھی۔ القائے مطلب کا حسین انداز، سپر انداز کردینے والے دلائل کا حصول اور روح مقصد تک پہنچنے والے تعبیرات کی بہتات ہوتی تھی۔ اس لئے ائمہ معصومینؑ کے بارے میں ان کے اشعار شمشیر برہنہ کی طرح ہوتے تھے۔ جن سے ناصبیوں کے شبہات کا قلع قمع ہوجاتا تھا۔ یا پھر بیلچہ کی طرح ہوتے جن سے مخالفین اہل بیت کے تارِ عنکبوت جیسے اوہام کی ایسی تیسی ہوجاتی۔ میں نے جس قصیدۂ محبّرہ کو شروع میں پیش کیا ہے، وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ نیز ان کے قدرت کلام اور شاعرانہ دسترس پر بھی شاہد ہے۔ چنانچہ بجستانی نے اس کی گواہی بھی دی ہے۔ ابن علویہ ۲۱۲ھ میں متولد ہوئے اور ۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔ وہ ۳۱۰ھ میں ۹۸ سال کے تھے تو یہ اشعار کہے:

''دولت مندوں کے لیے یہ دنیا سرانجام فنا ہونے والی ہے اور اس کی لذتیں بہت جلد پشیمانی پیدا کرنے والی ہیں۔ عقل مندوں کے لیے موت مایۂ عبرت ہے۔ ان کے لئے تقویٰ کا توشہ ہی غنیمت ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ روزی حاصل ہو لیکن اس کے لیے اتنا ہی مقدر ہے جتنا قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی نظروں میں خاشع ہیں اور لوگ جو کچھ جانتے ہیں

۱۔ بغیۃ الوعاۃ (ج ۱، ص ۳۳۶، نمبر ۶۴۰)

۲۔ یتیمۃ الدہر، ج ۳، ص ۲۶۷ (ج ۳، ص ۳۴۹)

۳۔ معجم الادباء، ج ۲، ص ۳ (ج ۴، ص ۲۷)

خدا اس کے برخلاف ان کی حقیقت جانتا ہے''۔

جب سو سال عمر ہوگئی تو یہ اشعار کہے:

''زمانے نے میری کمر خمیدہ کردی اور مجھے آخر عمر تک پہنچا دیا۔ میرے تمام اعضائے بدن میں کمزوری آگئی۔ اور زمانے میں کون صحت مند طریقے سے باقی رہنے والا ہے''۔

ان کا شعری نمونہ نویری نے ''نہایۃ الادب'' میں پیش کیا ہے جس میں بچھڑنے کے متعلق دس شعر درج ہیں۔(۱)

ابن علویہ کے حالات زندگی فہرست نجاشی، رجال طوسی، معالم العلماء، معجم الادباء، ایضاح الاشتباہ علامہ حلی، بغیۃ الوعایۃ، ایضاح الاشتباہ ساروی، جامع الرواۃ، جامع المقال طریحی، ہدایۃ المحدثین، منتہی المقال، رجال شیخ ابن ابی، جامع الشیعہ، تنقیح المقال، اعیان الشیعہ اور التعالیق علیٰ نہایۃ الادب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(۲)

۱۔ نھایۃ الاداب، جز ۱۰، ص ۱۲۲۔

۲۔ فہرست نجاشی، ص ۶۴ (ص ۸۸، نمبر ۲۱۴) رجال طوسی (۴۴۷، نمبر ۵۶) معالم العلماء، ص ۱۹ (ص ۱۴۸) معجم الادباء، ج ۲، ص ۳ (ج ۴، ص ۷۲) ایضاح الاشتباہ علامہ (ص ۱۰۴، نمبر ۶۹) بغیۃ الوعاۃ، ص ۱۴۶ (ج ۱، ص ۳۳۶، نمبر ۶۴۰) توضیح الاشتباہ ساروی (ص ۳۶، نمبر ۱۲۷) جامع الرواۃ (ج ۱، ص ۵۴) جامع المقال طریحی (ص ۵۴۔ ۹۶) ھدایۃ المحدثین (ص ۱۵) منتہی المقال (ص ۹۹) الشیعۃ وفنون الاسلام، ص ۹۱ (ص ۱۰۹) تنقیح المقال، ج ۱، ص ۶۸)، اعیان الشیعہ (ج ۳، ص ۲۲) نھایۃ الادب، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

المفجّع

وفات ۳۲۷ھ

ایھا اللائمی لحبّی علیاً　　　　قم ذمیما الی الجحیم خزیا

"اے حبِ علیؑ میں مجھے ملامت کرنے والے! کھڑا ہو جا، ذلیل و بے آبرو ہو کر جہنم کی راہ لے۔

کیا تو اس پر اعتراض کر رہا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تو ہمیشہ راہ ہدایت سے دھتکارا ہوا الگ رہے گا۔ وہ جو تمام لوگوں کے مقابلے میں انبیاء کا شبیہ تھا۔ بڑھاپا، بچپن، ایام رضاعت اور غذا خوری کے وقت (ان تمام وقتوں میں اس کو انبیاء سے شباہت حاصل رہی) اس کا علم آدم کی طرح تھا۔ جو تمام اسماء کی شرح وصفات جانتا تھا۔

وہ نوح کی طرح تھا، جس کی کشتی کوہ جودی پر پہنچی تو ہلاکت سے نجات پائی اور جس وقت علی کو اپنا بھائی کہا گیا تو تمام شہریوں اور دیہات کے رہنے والوں سے افضل و بہتر تھے۔ ان کے پدر اسماعیل سے شباہت حاصل ہے اور یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور وصی نے حبیب خدا کی کمک کی جبکہ دونوں کعبہ کو بتوں سے پاک کر رہے تھے اور دھو رہے تھے۔ اسی نے چاہا کہ رسول خداؐ کو اپنے دوش پر اٹھائے تا کہ آویزاں بتوں کو منہدم کیا جائے۔ بار نبوت کی سنگینی سے وہ اس قدر خم ہوا کہ قریب تھا کہ بار گراں سے دو آدھا ہو جائے۔

پھر تو دوشِ نبی پر علی جو اِن کے صنو (شخصیت کا حصہ) تھے بلند ہوئے، کیا بلند رتبہ پایا۔

انہوں نے بتان کعبہ کو کعبہ کی دیواروں سے نکال پھینکا اور ساری گندگی دور کر دی۔ اس وقت اگر

وصی چاہتا تو ستاروں کا توڑنا اس کی دسترس سے دور نہ تھا۔

کیا تم علی اور ان کے فرزندوں کے علاوہ بھی کسی کو جانتے ہو جو پشت رسول پر سوار ہوا ہے۔

علی کا معاملہ جو غدیر خم میں گھنے درختوں کے سائے تلے ہوا کچھ مشکل اور راستے سے منحرف کرنے والا نہ تھا۔

پیغمبر کی سفارش ثقلین کے بارے میں حجت ہے جو تمہیں دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز کر دے گی۔ مرتضیٰ کو بغیر کسی پوشیدگی اور سستی کے متعارف کرایا۔

رہبر اور محکم پیشوا۔ جسے چودھویں کا چاند بادلوں اور اندھیاروں کا طلوع کرتا ہے۔ یہ ہے اس کا مولا جس کا میں مولا ہوں۔ یہ بات رسولؐ نے واضح اور بلند آواز سے کہی۔

خدایا! تو اسے دوست رکھ اور مدد کر اس کی جو اس کو دوست رکھے اور جو وصی کو دشمن رکھے اسے دشمن رکھ۔

یہ دعا تمام لوگوں پر جاری ہے چاہے وہ رعیت ہوں یا حاکم۔ جو اس کو دشمن رکھے گا اس کی کوئی اہمیت نہیں، خواہ وہ یہودی مرے یا عیسائی۔ جو شخص علی کا چہرہ دیکھے گا وہ ایک مرد عابد کا چہرہ دیکھے گا جو ہمیشہ مصروف دعا اور دنیا سے کنارہ کش ہے۔

وہی مطلوب اور تمنائے رسول خدا تھا۔ جب رسول کو بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا تو رسول نے خدا سے دعا کی کہ محبوب ترین مخلوق کو بہت جلد اس کے پاس بھیج دے اچانک وصی نے دروازہ کھٹکھٹایا تا کہ خدا کے سلام میں شامل ہوں۔

اس نے کئی بار علی کو داخل ہونے سے روکا کیونکہ علی ان کے قبیلے اور خاندان سے نہ تھے (ان کا میلان تھا کہ قبیلے کا کوئی شخص یہ افتخار حاصل کرے)

یہی فضیلت وہ اپنی قوم کے لیے ذخیرہ کرنا چاہتے تھے اور خدا نے اسے علی ابن ابی طالب سے مخصوص فرمایا تھا۔ راستہ روکنے والے کو خدا نے سفیدی برص کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ اور فضیلت کو تمام محاسن وصفات کے جامع شخص علی کے نصیب میں قرار دیا''۔

پورا قصیدہ ۱۶۰ اشعروں پر مشتمل ہے۔

شعری تتبع

یہ قصیدہ برجستہ اور وقیع ترین ہے، کتابوں میں اس کو تقطیع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ شاعر کا یہ قصیدہ فضائل امیر المومنین پر مشتمل ایک یا دو شعر یا اس سے کچھ زیادہ ملتا تھا۔ میں نے جب تفحص کیا تو ایک سو ساٹھ شعر دستیاب ہو گئے۔ لوگوں نے اس میں کچھ ایسے اشعار بھی داخل کر دیئے میں جو عقیدہ شاعر سے الگ ہیں۔ ہارون نے ان شعروں کی شرح بھی لکھ ماری ہے مثلاً سید بطحا حضرت ابو طالب یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے متعلق ایسے خیالات نظم ہیں جن کا ایک بھی شیعہ قائل نہیں، نہ کہ مفجع جو عظیم علماء وشعراء میں سرفہرست ہیں۔

یہ قصیدہ اشباہ کے نام سے معروف ہے حموی نے مفجع کے حال میں لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ اشباہ ہے جو مدح علی میں کہا گیا ہے۔ (۱) پھر ص ۲۰ پر لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ ہے جس میں نظائر و شباہتیں نظم ہوئی ہیں۔ اس لیے اس کا نام قصیدہ اشباہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں ایسی باتیں نظم ہوئی ہیں جو حدیثوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق نے معمر زہری سے انہوں نے سعید بن مسیب سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

''اگر تم آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے ارادے میں، موسیٰ کو ان کی مناجات میں، عیسیٰ کو ان کی سنت میں اور محمدؐ کو ان کے تمام تر کمالات میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے مرد کو دیکھو لوگوں نے گردن اٹھائی تو دیکھا کہ علی ابن ابی طالب تشریف لا رہے ہیں''۔

حدیث اشباہ

اس حدیث کو حموی نے معجم الادباء میں تاریخ ابن بشران سے نقل کیا ہے کہ دونوں فرقے اس پر

۱۔ معجم الادباء، ج ۷، ص ۱۹۱۔

اتفاق رکھتے ہیں۔ صرف لفظی اختلاف ہے، لیجئے اس کے متون کا تجزیہ وتحلیل پیش ہے:

ا۔ امام حنابلہ احمد ابن حنبل نے عبد الرزاق سے ان لفظوں میں حدیث کی ہے:

"من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی عمله و الی نوح فی فهمه و الی ابراهیم فی خلقه و الی موسیٰ فی مناجاته و الیٰ عیسی فی سنته و الی محمد فی تمامه و کماله فلینظر الی هذا الرجل المقبل و فتطاول الناس فاذهم بعلی ابن ابی طالب کانما ینقلع من صبب و ینحطّ من جبل"

۲۔ بیہقی نے فضائل الصحابہ میں اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

۳۔ عاصمی نے زین الفتیٰ میں اپنی سند سے ابوالحمراء سے روایت کی ہے۔ پھر اسے حافظ عبسی کے طریق سے نقل کر کے "والی یحییٰ بن زکریا فی زهده" کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد افادہ فرماتے ہیں:

آدم سے مرتضیٰ کی دس چیزوں میں شباہت ہے: ا۔ خلق وطینت۔ ۲۔ تاخیر اور مدت۔ ۳۔ مصاحب اور زوجہ۔ ۴۔ ازدواج وخلعت۔ ۵۔ علم وحکمت۔ ۶۔ ذہن وفطانت۔ ۷۔ امر وخلافت۔ ۸۔ اعداء ومخالفت۔ ۹۔ وفا ووصیت۔ ۱۰۔ اولاد وعترت۔

نوحؑ سے مرتضیٰؑ کی شباہت آٹھ چیزوں میں ہے: ا۔ فہم۔ ۲۔ دعوت۔ ۳۔ اجابت۔ ۴۔ کشتی۔ ۵۔ برکت۔ ۶۔ سلام۔ ۷۔ شکر۔ ۸۔ ہلاک کرنا۔

پھر شباہت کی تمام وجھوں کو لکھ کر آگے ابراہیم سے مرتضیٰ کی شباہت آٹھ چیزوں میں بیان کی ہے:

ا۔ وفا۔ ۲۔ وقامت۔ ۳۔ چچا اور قوم سے مناظرہ۔ ۴۔ اپنے ہاتھ سے کسر ۵۔ بشارت خداوندی دو فرزندان معصومین کی۔ ۶۔ ذریت میں نیک وبد کا ہونا۔ ۷۔ جان ومال سے آزمائش۔ ۸۔ خلیل لقب عطا ہونا اس حیثیت سے آپ پر کسی چیز کا اثر نہ ہوتا تھا۔ پھر ہر ایک شباہتوں کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد مرتضیٰ اور یوسف سے آٹھ چیزوں میں شباہت بیان کی ہے:

ا۔ علم وحکمت بچپن میں۔ ۲۔ بھائیوں کا حسد۔ ۳۔ ان سے عہد شکنی۔ ۴۔ بڑھاپے میں علم واقتدار

کا جمع ہونا۔ ۵۔ تاویل الاحادیث سے آشنائی۔ ۶۔ کرم اور بھائیوں کو معاف کرنا۔ ۷۔ اقتدار کی حالت میں معاف کرنا۔ ۸۔ تبدیل وطن۔ پھر ہر ایک کی وجہ شبہ بیان کی۔

موسیٰ وعلی کا تقابل آٹھ باتوں میں:

ا۔ صلابت وشدت۔ ۲۔ احتجاج وتبلیغ۔ ۳۔ عصا وقوت۔ ۴۔ شرح صدر و وسعت نظر۔ ۵۔ برادری و قرابت۔ ۶۔ دوستی ومحبت۔ ۷۔ محنت ومشقت اٹھانا۔ ۸۔ میراث ملک وامارات اور وجہ شبہ۔

آگے علی وداؤد کا تقابل کیا ہے آٹھ باتوں میں:

ا۔ علم وحکمت ۲۔ بچپن میں ہم سنون سے مظاہرہ طاقت ۳۔ قتل جالوت کے لیے جنگ۔ ۴۔ طالوت پر غالب آنا یہاں تک خدا نے ملک وقدرت عطا کیا۔ ۵۔ لوہا نرم ہونا۔ ۶۔ تسبیح جمادات۔ ۷۔ فرزند صالح۔ ۸۔ خطاب قاطع اور وجہ شبہ۔

علی وسلیمان کا تقابل آٹھ چیزوں سے:

ا۔ خود کا امتحان وابتلاء۔ ۲۔ تخت پر جسد کا افتادہ ہونا۔ ۳۔ خلافت کے سزاوار بچپن میں گفتگو۔ ۴۔ بعد غروب سورج کا پلٹنا۔ ۵۔ ہوا کا مسخر ہونا۔ ۶۔ جن کا مسخر ہونا۔ ۷۔ پرندوں اور جمادات کی بولی سمجھنا۔ ۸۔ مغفرت اور رفع حساب، پھر وجہ شبہ۔

علی وایوب کا تقابل آٹھ باتوں میں:

ا۔ جسم کی بلاء۔ ۲۔ فرزند کی بلا۔ ۳۔ مال کی بلاء۔ ۴۔ مصیبتوں پر صبر۔ ۵۔ لوگوں کی آپ کے خلاف بغاوت۔ ۶۔ دشمنوں کی دشنام طرازی۔ ۷۔ عظیم بلاؤں میں خدا کے حضور دعا۔ ۸۔ نذر میں سستی نہ کرنا۔ پھر سب کی وجہ شبہ بیان کی۔

علی ویحییٰ کا تقابل آٹھ چیزوں میں:

ا۔ گناہ سے حفاظت وعصمت۔ ۲۔ کتاب وحکمت۔ ۳۔ تسلیم وتحیت۔ ۴۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ ۵۔ منادی عورت کی وجہ سے شہادت۔ ۶۔ شہادت کے بعد قاتلوں سے شدید انتقام خدا۔ ۷۔ خوف ومراقبت۔ ۸۔ ان کا ہم نام نہ ہونا۔

پھر وجہ شبہ بیان کی۔

علی وعیسیٰ کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔اعتراف خداوند متعال۔۲۔طفلی میں علم کتاب۔۳۔علم کتابت وخطابت۔۴۔ان کے متعلق دو گمراہ فرقوں کی ہلاکت۔۵۔زہد فی الدنیا۔۶۔کرم وافضال۔۷۔غیب اور آئندہ کی خبر دینا۔۸۔صلاحیت ولیاقت۔پھر ہرایک وجہ شبہ بیان کی۔

یہ کتاب اہل سنت کی نفیس ترین کتاب ہے جس میں علم ودانش کے دریا بہہ رہے ہیں۔حیرت ہے ایسی کتاب کے ہوتے لوگ مہمل کتابیں پڑھتے ہیں۔

۴۔اخطباء الخطباء خوارزمی مالکی نے کتاب المناقب میں اسی حدیث کو بیہقی کے طریق سے ص ۵۶۸ پر پھر ابن مردویہ کے طریق سے ص ۱۳۹ اور ص ۲۴۵ پر اپنی سند سے لکھا ہے۔(۱)

۵۔ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں فضائل الصحابہ بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔پھر لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے علیؑ میں اس حدیث کے ذریعے آدم کا علم، نوح کا تقویٰ، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کا تذکرہ ہے۔اس طرح علیؑ کے یہ صفات جو انبیاء کے مشابہ ہیں اعلیٰ ترین مرتبہ پر ہیں۔ ان سے مناقب علیؑ کے بہت سے رخ سامنے آتے ہیں۔(۲) ان کے علاوہ جن لوگوں نے حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے مندرجہ ذیل ہے:

عزالدین ابن ابی الحدید معتزلی (۳)، حافظ گنجی شافعی (۴) (انہوں نے بھی وجہ شبہ میں اپنے نفیس خیالات کا اظہار کیا ہے)، محب الدین طبری (۵)، شیخ الاسلام حموئی (۶)، قاضی عقد الدین ایجی (۷)

۱۔مناقب خوارزمی (ص ۸۳، حدیث ۷۰، ص ۸۸، حدیث ۷۹، ص ۳۱۰، حدیث ۳۰۹)

۲۔مطالب السؤل (ص ۲۲)

۳۔شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۳۶ (ج ۷، ص ۲۲۰، خطبہ ۱۰۸) ج ۲، ص ۴۴۹ (ج ۹، ص ۱۲۸، خطبہ ۱۵۴)

۴۔کفایۃ الطالب، ص ۴۵ (ص ۲۲، باب ۲۳)

۵۔ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۱۸ (ج ۳، ص ۱۷۲)

۶۔فرائد السمطین (ج ۱، ص ۱۷۰، حدیث ۱۳۱، باب ۳۵) ۷۔المواقف، ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۰)

تفتازانی (۱)، شافعی، ابن صباغ مالکی (۲)، سید محمود آلوسی (۳)، صفوری (۴)، سید احمد قادین خانی۔ (۵)

شاعر کا تعارف

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ۔ مصری ادیب ونحوی۔ ان کا لقب مفجع تھا۔ علم ودانش وحدیث میں یگانہ روزگار تھے اور ائمہ لغت وادب اور قصیدہ نگاری کے خانوادوں کے درمیان واسطے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ان گنے چنے شعرائے امامیہ میں ہیں جو حسن عقیدہ، سلامتی مذہب اور اصابت رائے میں تمام حیثیتوں سے ائمہ کی بارگاہ میں خود سپردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اکثر لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ انہوں نے اس قدر مصائب وآلام جھیلے کہ مخالفوں نے آپ کا لقب ہی ''مفجع'' رکھ دیا۔ دوستوں میں بھی یہی لقب مشہور ہو گیا۔ انہوں نے خود بھی اس مفہوم کی طرف اپنے شعر میں اشارہ دیا ہے:

ان یکن قبل لی : المفجع نبزا فلعمری یوما المفجع همّا

''اگر بدگوئی کے طور پر مجھے مفجع لقب دیا گیا ہے تو خدا کی قسم! میں نے بڑے شدائد ومصائب جھیلے ہیں''۔ نجاشی وعلامہ نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔

حموی (۶)، مرزبانی (۷) اور وافی (۸) نے لکھا ہے کہ بہت زیادہ شعر کہتے تھے۔ ابن ندیم کہتے ہیں کہ سو اوراق پر مشتمل ان کا دیوان تھا (۹) اسی تائید میں علامہ (۱۰) ونجاشی (۱۱) نے کہا ہے کہ وہ اہل بیت کی شان میں بہت زیادہ اشعار کہتے تھے، وہ بہترین ادیب وشاعر اور ماہر لغات غریب تھے۔ چنانچہ مروج الذہب میں ہے کہ ان کی کثرت شاعری سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادب عربی کے عظیم شاعر تھے۔ (۱۲)

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۹۹ (ج ۵، ص ۲۹۶)
۲۔ الفصول المہمۃ، ص ۲۱ (ص ۱۲۰)
۳۔ شرح عینیہ، ص ۲۷۔
۴۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۲، ص ۲۰۷)
۵۔ ھدایۃ المرتاب، ص ۱۴۶۔
۶۔ معجم الادباء (ج ۱۷، ص ۲۰۲)
۷۔ معجم الشعراء (ص ۴۳۰)
۸۔ الوافی بالوفیات (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۴۳)
۹۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۳)
۱۰۔ رجال علامہ (ص ۱۶۰، نمبر ۱۴۶)
۱۱۔ رجال نجاشی (ص ۳۷۴، نمبر ۱۰۲۱)
۱۲۔ مروج الذہب (ج ۴، ص ۳۴۲)

ابو محمد بن بشران کہتے ہیں کہ وہ بصرہ کے ادیب و شاعر تھے۔ جامع مسجد میں تقریر فرماتے اور لوگ آپ کے بیانات نقل کرتے تھے۔ لغت و شعر کے متعلق آپ کے سامنے دوسروں کے شعر بطور محاکمہ پیش کیئے جاتے اور آپ رائے دیتے۔ ان کے اشعار مشہور ہیں۔ ان کے اشعار کے راوی ابو عبداللہ اکفانی ہے۔ میرے لییۓ انہوں نے بہترین و نفیس ترین اشعار نقل کئے ہیں۔ ان کا ایک مرثیہ ابو عبداللہ درستویہ کے متعلق ہے، جس میں انہوں نے ''دہن الآجر'' کے لقب کے ذریعہ اس کا تذکرہ کیا ہے:

''دہن الآجر کی موت قریب آگئی، زمین میں ہریالی آگئی۔ قریب ہے کہ پہاڑ نہ ٹلیں''۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کا اول مصرع ہے: **یامن اطال یدی اذهاننی زمنی**

مفجع نے ثعلب سے ملاقات کی اور اس سے بہت سی باتیں حاصل کیں ان کے اور ابن درید کے درمیان اکثر ہجویہ شاعری کا مقابلہ ہوا چنانچہ گمان ہے کہ وہ ابن درید کے سخت مخالف تھے۔ (۱) باہلی مصری سے ان کا یارانہ تھا۔ لیکن ثعالبی نے لکھا ہے کہ خود اس سے اور ابن درید سے صحبت رہتی تھی۔ وہ تالیف اور حدیث لغت لکھنے میں ابن درید کا جانشین تھا۔ ممکن ہے دونوں الگ الگ اوقات میں یہ کام انجام دیتے ہوں۔ (۲)

مفجع کے راویوں میں ابن خالویہ، ابن یحییٰ اور ابو بکر دوری ہیں اور وہ نصر بن احمد بصری کا مصاحب تھا جو عظیم شاعر تھا۔ نیز محمد بن محمد معروف بہ ابن لنکک بصری نحوی اور ابو عبداللہ اکفای بصرہ کے شاعر کا بھی مصاحب تھا۔

گرانقدر تالیفات

۱۔ کتاب المنقد من الایمان؛

۲۔ قصائد اہل بیت؛

۱۔ فہرست ابن ندیم (ص۹۱) الوافی بالوفیات (ج۱، ص۱۲۹)

۲۔ یتیمۃ الدہر (ج۲، ص۳۲۴)

۳۔ ترجمان معانی شعر؛

۴۔ کتاب اعراب؛

۵۔ اشعار جواری (نامکمل)؛

۶۔ عرائس المجالس؛

۷۔ اشعار زید خلیل کے غرائب؛

۸۔ اشعار ابوبکر خوارزی؛

۹۔ سعادۃ العرب؛

مرزبانی نے محمد بن عبدالوہاب زینی ہاشمی کی شان میں قصیدہ مفجع کے سات شعر لکھے ہیں۔ معجم (۱) میں ہے کہ ایک بار مفجع، قاضی ابوالقاسم تنوخی کے یہاں گئے۔ دیکھا کہ عیسی کے سامنے وہ معانی الشعراء پڑھ رہا ہے، مفجع نے یہ اشعار کہے:

قد قدم العجب علی الزویس　　　و شارف الوھد ابا قبیس

''ایک بداخلاق معمولی شخص میں اس قدر خود پسندی آ گئی ہے کہ گویا پست زمین چاہتی ہے کہ کوہ ابوقیس کے برابر ہو جائے''۔

اشعار کہہ کے تنوخی کے سامنے ڈال دیا اور واپس چلے گئے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ تنوخی کی مدح کی لیکن اس کے برخلاف ان کی جفا دیکھ کر تیرہ شعروں پر مشتمل یہ خط لکھا:

لو اعرض الناس کلھم و ابواء　　　..........................

''اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر میری روزی کا کچھ حصہ بھی روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے۔ شروع میں دوستی تھی پھر ختم ہو گئی، عہد و پیان تھا جو برباد ہو گیا۔ ہم دونوں بڑے میل محبت سے رہتے تھے اور ہمیں کمزوری کا احساس نہ تھا۔ ہمارے پیروں سے زمین نہیں سرکتی تھی، نہ آسمان سے خون برستا تھا۔ راہِ خدا

۱۔ معجم الادباء (ج ۷، ص ۳۰۰۔ ۱۹۸)

میں جو چیز جاتی ہے اس کا بدلہ ملتا۔ جو خدا سے متمسک ہوتا ہے زمانے سے نہیں ڈرتا۔ میرے خیال میں وہ آزاد مرد تھا۔ لیکن نہ میرے گمان کی تحقیق ہوئی نہ اس نے عہد کا پاس ولحاظ کیا......''۔

اس کے علاوہ بھی شرح ابن ابی الحدید (۱)، معجم (۲)، غرر الخصائص (۳) اور نہایۃ الادب (۴) میں ان کے اشعار ملتے ہیں۔ مفجع بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔ معجم ابن بشران کا قول نقل ہے کہ وہ میرے والد سے پہلے مرگئے، میرے والد سنیچر کے دن دس شعبان ۳۲۷ھ میں مرے۔ مرزبانی کہتے ہیں: ۳۳۰ھ سے قبل مرے۔ صفدی نے ۳۲۰ھ لکھا ہے۔ انہیں کی پیروی شہید ثالث شوستری اور سیوطی نے کی ہے۔ میرے نزدیک ابن بشران کا قول صحت سے قریب ہے۔

مفجع کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

فہرست ابن ندیم، فہرست طوسی، معجم الشعراء، یتیمۃ الدہر، فہرست نجاشی، مروج الذہب، معجم الادباء، الوافی بالوفیات، خلاصۃ الاقوال، بغیۃ الوعاۃ، مجالس المومنین، جامع الرواۃ، منہج المقال، روضات الجنات، الکنی والالقاب، اعلام مرزکلی، آثار العجم۔ (۵)

۱۔ شرح نہج البلاغہ (ج ۲۰، ص ۲۰۸، حکمت ۲۷۵)

۲۔ معجم الادباء (ج ۱۷، ص ۱۹۷)

۳۔ غرر الخصائص (ص ۲۷۳)

۴۔ نہایۃ الارب (ج ۲، ص ۹۲)

۵۔ فہرست ابن ندیم، ص ۱۲۳۔ (ص ۱۹) فہرست شیخ طوسی، ص ۱۵۰، معجم الشعراء، ص ۴۶۴ (ص ۴۲۹) یتیمۃ الدہر، ج ۲، ص ۳۳۴ (ج ۲، ص ۴۲۴) فہرست نجاشی، ص ۲۶۴ (ص ۳۷۴، نمبر ۱۰۲۱) مروج الذہب، ج ۲، ص ۵۱۹ (ج ۴، ص ۳۴۲) معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۲۰۵۔ ۱۹۰، رجال علامہ (ص ۱۶۰، نمبر ۱۴۶) بغیۃ الوعاۃ، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۳۱، نمبر ۵۱) مجالس المومنین، ص ۲۳۴ (ج ۱، ص ۵۶۲) جامع الرواۃ (ج ۲، ص ۶۱) روضات الجنات، ص ۵۵۴ (ج ۶، ص ۱۲۳، نمبر ۵۷۰) الکنی والالقاب، ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۹۷) الاعلام، ج ۳، ص ۸۴۵ (ج ۵، ص ۳۰۸) آثار العجم، ص ۳۷۷۔

ابوالقاسم صنوبری

وفات ۳۳۴ھ

مافی المنازل حاجة نقضیها الا السلام و ادمع نذریھا

''ان منازل میں مجھے سوائے سلام اور اشک ریزی دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔

آگے کہتے ہیں:

قتل بن من اوصی الیہ خیر من اوصی الوصایا قطّ او یوصیھا

''ایسے وصی کے فرزند کو قتل کیا گیا جسے گذشتہ و آئندہ وصیت کرنے والوں میں سب سے بہتر نے اپنا وصی قرار دیا تھا۔

رسولؐ نے اس وصی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر اتنا بلند کیا کہ دیکھنے والوں نے انہیں اٹھاتے ہوئے اچھی طرح دیکھ لیا۔

وہ جگہ ایسی تھی کہ چاشت کا وقت آ گیا تھا (سورج بلند ہو گیا تھا) اس کے بارے میں انتباہ دیا جو خود ہر توجہ اور ہشیاری کا مرکز ہے، لوگوں کو متوجہ کیا۔

غدیر خم کے مقام پر اسے اپنا بھائی قرار دیا۔ اس کے نام کی تصریح کی اور کوئی بھی نیکی اس سے روگرداں نہیں تھی۔

اس نے فرمایا: تم میں سب سے افضل علیؑ ہے۔ یہ تم لوگوں کے درمیان وہی کام کرے گا جو مناسب حال ہوگا۔

اس کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی جناب ہارون کی مشابہت کس قدر نفیس ہے۔ کیا کہنا۔

اس کے لیے دو دن خاص تھے۔ ایک وہ دن جب دشمنوں پر قہر برساتے ہوئے زمین کو خون سے سیراب کیا۔ اور ایک وہ دن جب دوستوں کو شفقتوں سے نہال کیا۔

تمام انسان اپنے کیفر کردار تک پہنچیں گے۔ جو شخص بھی کوئی راہ چلے گا اس کے حصے میں ان دونوں راستوں میں سے ایک راستہ ناگزیر ہے''۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے جسے صاحب درر العظیم نے نقل کیا ہے۔

''کیا کوہ اضاخ وہی ہے جسے میں جانتا ہوں وہ استراحت اور اونٹوں کے بٹھانے کی بڑی اچھی منزل ہے''۔

آگے کہتے ہیں:

''کربلا میں ایام حسینؑ کی یادیں میرے کانوں میں پڑیں۔ اہل حرم کی صدائے گریہ مسلسل سننے میں آرہی ہے۔ ان کے رونے کی آواز پے درپے آرہی ہے، انہیں آب فرات سے روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ لوگ خود ٹھنڈا پانی ہاتھوں ہاتھ لنڈھا رہے تھے۔ میرے ماں باپ عترت رسول پر قربان ہو جائیں اور ان کے دشمنوں کا ناس ہو جائے۔ جن کے بچے، جوان، ادھیڑ اور بوڑھے بہترین مخلوقات خدا ہیں۔

انہوں نے اپنے زمانے میں عزت و افتخار کے مقامات حاصل کیے۔ وہ دنیا والوں کے لیے مغز ولب کے مانند ہیں۔ ایسی حالت میں کہ کسی کے صفات نفس پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔

عمر کے جن ایام میں دوسرے لوگ غذا کی عادت ڈالتے ہیں یہ آل محمد گرسنگی کی عادت ڈالتے ہیں۔

یہ سخاوت کا پیکر ہیں، مظاہرۂ سخاوت کرنے والے ہیں، کوئی بھی سخی ان کے مانند مظاہرۂ سخاوت سے قاصر ہے۔ یہ ارباب فضیلت ہیں۔ ان کے بوڑھوں اور جوانوں کی فضیلت اس مرتبہ پر ہے کہ فضیلت کو انہوں نے منسوخ کر دیا ہے (ان کے سوا کہیں بھی فضیلت نہیں)، جو بھی معاشرے میں چمکے گا یا

بزرگی پائے گا انہیں کے عشق میں چمکے گا اور ان کی بزرگی کے طفیل میں بلند مقام حاصل کرے گا''۔

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم، ابوبکر اور ابوالفضل کنیت تھی، احمد بن محمد بن حسن بن مرار جوزی رقی ضبی، حلبی۔ صنوبری کے نام سے مشہور تھے۔

عظیم شیعہ شاعر تھے جنہوں نے اپنی شاعری میں لطافت، رفت اور طبعی قوت کو فنی چابک دستی کے ساتھ جمع کرلیا تھا۔ متانت، حسن اسلوب نیز شائستگی و ظرافت بدرجہ اتم تھی۔

تذکرہ نگاروں نے ان کے محاسن، فعالیت اور اعلیٰ درجے کی شاعری کا لوہا مانا ہے۔ انہیں شعری محاسن کی وجہ سے ''حبیب اصغر'' کہا جاتا تھا۔ (۱)

ثعالبی کہتے ہیں کہ ان کے اندر معتز کی تشبیہات، معاجم کی توصیفات اور صنوبری کا باغ و بہار پوری طرح جمع تھا۔ پھر یہ کہ ظرافت اور نئے نئے مضامین کی ایسی بندش ہوتی تھی کہ سننے والا مبہوت ہو جاتا تھا۔

صنوبری کے باغ و بہار کی منظر کشی اپنے کمال پر تھی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ان کے اشعار تمام کے تمام باغ و بہار تھے۔ فہرست ابن ندیم (۲) میں ہے کہ صولی نے صنوبری کے اشعار کو دو سو اوراق میں جمع کیا تھا۔ اس طرح اگر ہر ورق پر بیس اشعار بھی فرض کیئے جائیں تو ان کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ (ہر ورق میں دو صفحے ہوتے ہیں) حسن بن محمد غسانی نے سنا ہے کہ ان کے اشعار کی ایک پوری جلد تھی۔ (۳)

صنوبری نے شہر حلب کی تفریح گاہوں پر ایک سو چار شعروں کا قصیدہ کہا۔ (۴)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۵۶ (ج ۲، ص ۱۱۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۲۳۷) الانساب (ج ۳، ص ۵۶۰) شذرات الذہب، ج ۲، ص ۲۳۵ (ج ۴، ص حوادث، ۳۳۴) عمدۃ ابن رشیق، ج ۱، ص ۸۳۔

۲۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۴۔

۳۔ سمعانی کی الانساب (ج ۳، ص ۵۶۰)

۴۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۳۲۱۔ ۳۱۷ (ج ۲، ص ۲۸۹۔ ۲۸۶)

بستانی (۱) کے نزدیک یہ قصیدہ شہر صنوبر کی بہترین توصیف ہے، پہلا شعر ہے:

احبسا العیس احبساھا وسلا الدار سلاھا

ان کے صنوبری ہونے کی نسبت ابن عساکر (۲) نے عبداللہ جئ صفری سے نقل کیا ہے کہ اس نے صنوبری سے پوچھا: تم لوگ صنوبر کی نسبت سے کیوں معروف ہو گئے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا: میرے دادا مامون کے عہد میں ایک بیت الحکمۃ کے عہدیدار تھے۔ ایک بار مامون سے مناظرہ ٹھن گیا۔ ان کے انداز گفتگو اور لہجے کی قاطعیت نے مامون کو بہت متاثر کیا، کہنے لگا: تم تو صنوب کی شکل کے ہو۔ اس سے مراد ان کی ہوشیاری، قاطعیت اور تند مزاجی تھی۔

نویری (۳) نے اس سے متعلق کچھ صنوبری کے اشعار بھی لکھے ہیں:

''جب لوگ مجھے صنوبر کی نسبت دیتے ہیں تو اس سے مراد خشک اور گمنام لکڑی نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گھنیری، نمو پذیر درخت کی متناسب شاخ ہوتی ہے جو اوپر کی طرف بلند ہو رہی ہو جو ریشمی خیمے کی طرح سنہرے ستونوں کو اٹھائے ہو.........''۔

آخر میں کہتے ہیں:

''کتنا اچھا یہ درخت ہے، یہ درخت جو مجھے ماں باپ کے عشق پر فدا ہونے کا جذبہ کرامت فرماتا ہے۔ پس خدا کا شکر کہ یہ حسین لقب ہر قسم کے نسب سے برتر ہے''۔

ان کے تشیع کی بو باس ان کے اشعار میں بھری پڑی ہے۔ کچھ تو ہم نے بیان کیا اور کچھ آگے بیان ہوگا۔ ان کے علاوہ سماوی نے نسمۃ السحر میں ان کے شیعہ ہونے کی تصریح ہے۔ (۴) ابن شہر آشوب نے انہیں مداحان آل محمد میں شمار کیا ہے۔ (۵) جو بجائے خود ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اب رہ گئی

۱۔ دائرۃ المعارف، ج ۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ تاریخ دمشق (ج ۲، ص ۱۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۲۳۷)

۳۔ نھایۃ الارب، ج ۱۱، ص ۹۸۔

۴۔ نسمۃ السحر (مجلد ۶، ج ۱، ص ۲۱)

۵۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۳۵۰، ج ۳، ص ۲۸، ۴۷، ج ۴، ص ۱۳۴)

بات کہ صاحب نسمۃ السحر نے کہا ہے: وہ زیدی شیعہ تھے۔ میرے خیال میں یہ بلا دلیل گمان ہے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے اس کا کوئی ثبوت دیا ہے۔ جن شعروں کو انہوں نے یا دوسروں نے زیدی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ ان کے دعویٰ کا ناکافی ثبوت ہے۔

میں یہاں ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ مدح امیر المومنین میں ان کا قصیدہ ہے:

و اخی حبیبی حبیب الله لا کذب و ابناه للمصطفی المستخلص ابنان

اور اس میں ذرا بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں کہ وہ میرا محبوب خدا کا حبیب تھا اور اس کے دونوں فرزند محمد مصطفیٰ کے لیے خالص فرزند تھے۔ اس نے دونوں قبلوں میں نماز پڑھی جب تمام لوگ اندھے بہرے تھے اس نے دونوں قبلوں کی اقتدا کی۔ اس کی زوجہ سے کس کی زوجہ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے دونوں فرزندوں سے کس کے فرزندوں کا تقابل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی دوستی کا خاصہ نور اور اس کی دشمنی کا خاصہ آتش ہے، یہ ہے داروغہ جہنم جو کل تصرف مالکانہ کرے گا اور یہ ہے رضوان بہشت جس کی ملاقات کے لیے رضوان بہشت آئے گا۔

ان کے لئے آسمان پر ڈوبتا سورج واپس آیا تاکہ بغیر نگرانی نماز ادا کرلیں، کیا ان کے علاوہ بھی کوئی ہے جسے رسول کا جانشین کہا جا سکے، جو رسول کا اس طرح بھائی تھا جس طرح موسیٰ کے بھائی ہارون تھے۔

کیا وہی نہ تھے جن کے پاس شفاعت کی غرض سے اژدھے کی شکل میں فرشتہ آیا۔ رسول نے ان کے لیے فرمایا: یا علیؑ جن لوگوں سے مخصوص ہے وہ دو ہیں: ایک وہ جس نے حضرت صالح کی نافرمانی میں ناقۂ صالح کو پئے کیا اور دوسرے وہ جو مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ تمہاری نافرمانی کی ہوگی۔

اے ابوالحسن! تمہاری داڑھی تمہارے خون سر سے خضاب ہوگی، پوری طرح سرخ ہو جائے گی۔

حضرت امیر المومنین اور ان کے فرزند امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ کہا ہے:

نعم الشهیدان رب العرش یشهد لی والخلق انهما نعم الشهیدان

''یہ دونوں شہید کتنے اچھے ہیں اور میری اس بات کی گواہی آسمان والا خدا اور اس کی علاوہ تمام کائنات دے گی کہ یہ دونوں بڑے اچھے شہید ہیں۔

کون ہے جن کے لئے رسول مصطفیٰ کو تعزیت دی گئی، نزدیک اور دور کون ہے جس کے لیے انہیں تعزیت دی گئی۔

کون ہے جو مصیبت زدہ فاطمہؑ کو ان کے شوہر اور فرزند کی خبر دے اور ان دونوں کی مصیبت ان سے بیان کرے۔

کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے کس کو محراب عبادت میں شہید کیا اور کسے میدان قتال میں لب تشنہ شہید کیا۔

زمین پر دو ستارے تھے، بلکہ دو چاند تھے بلکہ دو سورج تھے۔ ہاں! یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ دو سورج غروب کر دیئے گئے۔

اگر وہ جنگ پر آمادہ ہوں تو دو تلواروں کے دھنی تھے۔ بلکہ غلاف سے باہر دو تلوار تھے''۔

امام حسین علیہ السلام کا ایک مرثیہ ہے جس میں ستر اشعار ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ ان کی شیعیت کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کا کشاجم سے گہرا یارانہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن تھا جب وہ پکے شیعہ ہوں۔ ان کے درمیان اخوت و برادری اس بات کی واضح علامت ہے، ہم اسے کشاجم کے حال میں بیان کریں گے۔ کشاجم نے صنوبری کی تعریف میں اپنے تعلقات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

لـي مـن ابـي بـكـر اخـي ثـقـة　　　لـم استـرب بـاخـائـه قـطّ

ایک دوسرے قصیدے میں کہا ہے:

الا ابـلـغ ابـا بـكـر　　　مـقـال الأمـن اخ بـرّ

صنوبری دمشق کے حلب میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں وہ اشعار کہتے، ابوالحسن محمد بن احمد بن جمیع

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۳۲ (ج ۴، ص ۱۳۴)

غسانی ان کے اشعار کی روایت کرتے تھے۔(۱)

صنوبری کا انتقال ۳۳۴ھ میں ہوا۔(۲) ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۰۰ھ کے لگ بھگ ہوا۔(۳) یہ چند وجہوں سے غلط ہے۔ ایک تو یہ کہ مثنیٰ سے ان کی ملاقات ہوئی۔(۴) اور مثنیٰ کی ولادت ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ صنوبری نے سیف الدولہ کی مدح کی ہے اور سیف الدولہ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوا۔(۵)

صنوبری کے ایک فرزند بنام ابوعلی الحسین تھے۔ ابن حسینی کے مطابق ان کا مثنیٰ سے مصنوعی نیزے بازی کا واقعہ ہے۔

ایک دختر بھی تھیں جو صنوبری کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں تھیں۔ ان کے دوست کشاجم نے ان کا مرثیہ بھی کہا تھا:

اتاسی یا ابا بکر لموت الحرة البكر

علامہ امینی نے صنوبری کا بیان کردہ ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے جس میں سعد نامی ایک کتاب فروش، تاجر کے بیٹے عیسیٰ پر عاشق ہو گیا تھا۔

۱۔ الانساب (ج ۳، ص ۵۶۰)

۲۔ شذرات الذہب (ج ۲، ص ۱۸۵، حوادث ۳۳۴)

۳۔ البدایۃ النھایۃ (ج ۱۱، ص ۱۳۵، حوادث ۳۳۰)

۴۔ عمدۃ ابن رشیق، ج ۱، ص ۸۳ (ج ۱، ۱۰۱)

۵۔ یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۹۷ (ج ۱، ص ۱۴۷)

قاضی تنوخی

ولادت/۲۷۸ھ

وفات/۳۴۲ھ

من ابن رسول اللہ و ابن وصیہ الی مدغل فی عقبة الدین ناصب

نشابین طنبور وزق و مزھر و فی حجر شاداو علی صدر ضارب

''خدا کے رسولؐ اور ان کے وصی کے فرزند کا پیغام ایک مرد دغا باز اور ناصبی کی طرف جس کی پرورش طنبور و ترنم اور گل و مل کے درمیان ہوئی اور گانے والی اور ڈھول بجانے کی آغوش میں پلا بڑھا۔

ایک بدمست کے صلب اور ایک گانے والی کے شکم سے بلا شک و تردید منتقل ہوا۔ ایسے شخص کو پیام جو علیؑ کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ علی جو ریگ زاروں پر چلنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

ایسے شخص کو پیغام جو دونوں فرزندان رسولؐ کی عیب جوئی کرتا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ تیرے جیسا پست ترین شخص چاہتا ہے کہ ستاروں کو حاصل کر لے۔ کذب بیانی میں قرامطہ کے افعال کو خاندان رسولؐ سے منسوب کرتا ہے، جو معزز اور پاک ہیں۔ ایسے گروہ کی مذمت کرتا ہے جہاں برائیوں کی کوئی گنجائش نہیں اور جن کی عیب جوئی دامن کو دردیدہ نہیں کر سکتی، وہ جس مجلس میں رونق افروز ہو جائیں ان گھر کا سورج بن جائے اور اگر سوار ہوں تو مرکب کا آفتاب بن جائیں۔

اگر وہ جنگ کے موقع پر بھنویں سکیڑ لیں تو موت ہنسنے لگے اور ہنس دیں تو حادثات کی آنکھیں گریاں ہو جائیں۔

یہ خاندان، جبرئیلؑ، محمدؐ اور علیؑ کے درمیان پرورش پاتا رہا جو تمام پیادہ و سوار چلنے والوں سے بہتر

ہیں۔

علیؑ جو رسول مصطفیٰ کے وزیر اور ان کے جانشین ہیں اور اخلاق و مکارم میں ان کی شبیہ ہیں۔

جن کے لیے غدیر کے دن محمد ﷺ نے فرمایا حالانکہ قیامت میں ان کا دشمن ڈرتا ہے: کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! بلا شک و تردید۔ پھر ان سے فرمایا: تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں اس کا یہ میرا بھائی میرے بعد مولا اور صاحب ہے۔

تم سب اس کی اطاعت کرو کیونکہ میرے نزدیک اس کی منزلت وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ حکیم سے تھی جو خدا کے مخاطب تھے''۔

شعری تتبع

عبداللہ بن معتز عباس (متوفی ۲۹۶ھ) آل ابو طالب کا سخت ترین دشمن تھا، اپنی بد باطنی و خباثت کی وجہ سے ان کی بدگوئی کرتا رہتا تھا۔ اپنے کینہ توز سینے کے انگاروں کو شعری قالب میں ڈھالتا رہتا تھا۔ اس نے ایک شرمناک قصیدہ کہا جس کا جواب امیر ابو فراس نے قصیدہ میمیہ میں دیا۔ تمیم بن معد فاطمی نے قصیدہ رائلہ میں دیا۔ ابن منجم نے دیا۔ صفی الدین حلی دیا۔ انہیں جوابات میں ایک تنوخی کا مندرجہ بالا قصیدہ بھی ہے۔ حدائق الوردیہ میں ۸۳/اشعار ہیں۔ (۱) اکثر خطی نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مطلع البدور میں ۸۲/اشعار ہیں۔ (۲) یمانی میں نسمۃ السحر میں ۴۸/اشعار نقل کیے ہیں۔ (۳) حموی نے معجم میں صرف ۱۴/اشعار ہی نقل کیئے ہیں۔ (۴) وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن معتز نے آل ابو طالب کی مذمت میں قصیدہ کہا:

الی اللہ الا ما بُرون فمالکم غضابا علی الاقدارھا آل ابی طالب

۱۔ الحدائق الوردیہ (ج ۲، ص ۲۲۱)

۲۔ مطلع البدور (ص ۱۳۶)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد ۸، ج ۲، ص ۳۷۲)   ۴۔ معجم الادباء، ج ۱۴، ص ۱۸۱۔

ابوالقاسم تنوخی نے اس کے جواب میں مندرجہ بالا قصیدہ کہا جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔ ان شعروں کو عمادالدین طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں نقل کیا ہے۔(۱) صاحب تاریخ طبرستان بہاءالدین محمد بن حسن نے بھی یہ قصیدہ نقل کیا ہے لیکن صرف پندرہ اشعار نقل کیئے ہیں۔ (۲)

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم تنوخی کا سلسلہ نسب یوں ہے:

علی بن محمد بن ابوالفہم، داؤد بن سرخ بن نزار بن عمرو بن الحرث بن عمرو بن الحرث بن الحارث بن عمرو (بادشاہ تنوخ) بن فہم بن تمیم بن اللہ (یہی تنوخ ہیں) ابن اسد بن وبرہ بن ثغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ملک بن خمیر بن سبا بن یحت بن یعرب بن قحطان بن غابن بن شالح بن السجد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ (۳)

علم و دانش پر بڑا رسوخ رکھنے والے، جامع فضائل، فنون متنوعہ کے حامل نیز کثیر علوم پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ مناظرہ و کلام میں سب سے آگے۔ فقہ و فرائض پر بھرپور عبور، حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کے سرتاج تھے۔ نجوم و ہیئت پر بھی ناظر تھے۔ شروط و معاملات کے آشنا، محضر نویسی اور قبار نویسی کے واقف کار تھے۔ منطق کے استاد، نحو کے متبحر اور علم لغت پر نگاہ رکھتے تھے۔ قافیہ کے معلم تھے، اسی کے ساتھ علم عروض میں ان کی حیثیت عبقری کی تھی، جس طرح وہ علم و دانش میں سرآمد روزگار تھے اسی طرح کرم، حسن اخلاق، ظرافت و مزاح میں ممتاز تھے۔ نرم طبع اور متواضع تھے۔

ولادت و تربیت

انطاکیہ میں بروز یکشنبہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۷۸ھ کو اس دنیا میں قدم رکھا۔ وہیں پلے بڑھے، جوانی

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۲۶۸) ۲۔ تاریخ طبرستان، ص ۱۰۰۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۷۷، نمبر ۶۴۸۷) الانساب (ج ۱، ص ۴۸۵)

کے زمانے میں ۳۰۶ھ میں بغداد آئے، وہاں فقہ کو ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ جن لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا ان کے نام ہیں: حسن بن احمد کرمانی، احمد بن خلیل حلی، احمد بن محمد بن ابوموسیٰ انطاکی، انس بن سالم خولانی، حسن بن احمد بن فیل، فضل بن محمد عطار، محمد بن حصن آلوسی طرطوسی، حسن بن طیب شجاعی، عمر بن ابوعیلان ثقفی، ابوبکر بن محمد باغندی، حامد بن محمد ابن صعیب، ابوالقاسم البغوی، ابوبکر بن ابی داؤد، یہ سب ہی تنوخی کے مشائخ حدیث تھے۔

علم نجوم کو البینائی منجم صاحب زیخ سے حاصل کیا۔

جن لوگوں نے تنوخی سے حدیث کی روایت کی ہے ان کے نام ہیں:

ابوحفص بن اُجری بغدادی، ابوالقاسم بن ثلاج بغدادی، عمر بن احمد، مقری اور ان کے صاحب زادے ''ابوعلی محسن تنوخی''۔

یہ پہلے شخص ہیں کہ زمانہ مقتدر باللہ میں (۲۹۰ھ تا ۳۲۰ھ) قاضی بہلول تنوخی کے قبل قاضی مقرر ہوئے۔ ان کا پروانہ قضاوت ابن مقلہ نے لکھا تھا۔ یہ واقعہ ۳۱۰ھ میں پیش آیا۔ جب یہ ۳۲ سال کے تھے۔

پہلے عسکر، مکرم، نستر اور جندی سابور کے قاضی ہوئے پھر ان کے قضاوت کا علاقہ اہواز، واسط کے علاقہ، کوفہ، فرات کے پچھاری علاقے، کچھ شام کے سرحدی علاقے۔ ارّجان، سابور کے علاقے نیز مجتمع اور متفرق تک پھیل گیا۔ ابن مقلہ نے اہواز کی دادخواہی بھی ان کے حوالے کردی تھی۔ ان کے بعد کچھ علاقوں کی قضاوت ابوعبداللہ بریدی کو دے دی گئی۔

ثعالبی کہتا ہے کہ وہ کئی سال تک بصرہ و اہواز کے قاضی رہے جب وہاں سے استعفیٰ دیا تو سیف الدولہ ان کی زیارت کو آیا، ان کی بڑی تعریف کی اور احترام و اکرام کیا۔ بغداد کے دربار خلیفہ میں ان کی حاضری کی سفارش کردی، ان کی تنخواہ اور مرتبہ بڑھا دیا۔ مہلبی اور دوسرے وزراء ان کی طرف بہت میلان رکھتے تھے۔ شدید وابستگی کا مظاہرہ کرتے اور انہیں گل سرسبد ندکالی اور یادگار ظریفان سمجھتے تھے۔ ان سے پاکیزہ معاشرت اور مکارم اخلاق سے پیش آتے، ان کی اچھی طرح خیر خبر رکھتے۔ (۱)

۱۔ یتیمۃ الدہر (ج ۲، ص ۳۹۳)

بے پناہ ذکاوت وحافظہ

تنوخی بے پناہ حفظ وذکاوت کے حامل تھے۔ان کے صاحبزادے قاضی ابوعلی ''نشوار محاضرہ''(۱) میں کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میری عمر ابھی پندرہ سال تھی کہ میں نے والد ماجد سے قصیدہ دعبل سنا۔اس طویل قصیدے میں یمن کے مفاخر اور کیت کی تردید تھی۔اس کا پہلا شعر ہے:

افیقی من ملاملک باظعینا کفانی اللوم مرّ الدر بعینا

اس قصیدے میں لگ بھگ چھ سو شعر ہیں۔چونکہ اس میں یمن اور میرے خانوادے کی ستائش ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسے یاد کرلوں۔میں نے عرض کیا: بابا! مجھے کچھ آپ بھی بتایئے کہ اسے یاد کرلوں۔انہوں نے میری تردید کی اور میں نے اصرار کیا۔فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم پچاس ساٹھ شعر یاد کرو گے پھر اوراق الٹ پلٹ کے اسے خراب کردو گے۔میں نے کہا: اسے آپ مجھے دے دیجئے۔ میرے بابا نے کاغذ میرے حوالے کردیا۔ان کی بات میرے دل میں تیر کی طرح لگ گئی تھی۔اپنے مخصوص کمرے میں جاکر دروازہ بند کرلیا اور پوری توجہ سے قصیدہ یاد کرنے لگا صبح ہوئی تو مجھے پورا قصیدہ یاد ہوچکا تھا۔روزانہ کی طرح جب میں باپ کی صحبت میں جاکر بیٹھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: کتنا قصیدہ یاد کیا۔میں نے جواب دیا پورا قصیدہ یاد کرلیا۔میرے والد غصے میں بھوت ہوگئے۔شاید میں غلط کہہ رہا ہوں، فرمایا: سناؤ میں نے آستین سے کاغذ نکالا انہوں نے وہ کاغذ لے کر کھولا اور اسے دیکھنے لگے اور میں نے سنانا شروع کردیا جب سو شعر سنا چکا تو ورق الٹ کے فرمایا: یہاں سے سناؤ۔میں نے وہاں سے آخر تک سنادیا۔ان کو میرے قوت حافظہ پر بڑی حیرت ہوئی۔مجھے سینے سے چمٹا لیا، آنکھوں اور سر کا بوسہ دیا، فرمایا: بیٹا! اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کرنا مجھے لوگوں کی بدنظری سے ڈر لگتا ہے۔اس واقعہ کو ابن کثیر نے بھی بطور خلاصہ لکھا ہے۔ (۲)

۱۔نشور المحاضرۃ (ج۲،ص۱۴۰)

۲۔البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱،ص۲۲۷ (ج۱۱،ص۲۵۷، حوادث ۳۴۲ھ)

قاضی ابوعلی (۱) کا یہ بھی بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے یاد کرنے سے روکا تھا اور میں نے ان کے بعد ابوتمام اور بحتری اور قدیم وجدید شعراء کے دوسوقصیدے یاد کئے تھے۔ میرے والد اور شام کے بزرگان قوم کہتے تھے کہ جسے بنی طے کے چالیس قصیدے یاد ہوں اور خود شعر نہ کہہ سکے تو سمجھ لو کہ وہ انسان کے بھیس میں خچر ہے۔ اسی لئے میں نے بیس سال سے کم عمر میں شعر کہنا سیکھ لیا تھا۔

ابوعلی کہتے ہیں کہ میرے والد کو بنی طے کے سات سوقصیدے یاد تھے۔ جوقدیم وجدید شعراء اور جاہلی وطائیین کے اشعار ان کے علاوہ یاد تھے، ان کا شمار میں نے خود ان کے ہاتھ کے لکھے کاغذ سے کیا ہے جو اوراق چکنے منصوری کاغذ ہیں۔ جو قصائد انہیں یاد تھے وہ سب اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ انہیں زیادہ تر نحو ولغت کے اشعار یاد تھے۔ میرے والد سے زیادہ کسی کا حافظہ نہیں تھا۔ اگر ان کا حافظہ ان متفرق علوم کو تمام حیثیت سے حفظ نہ کر لیتا تو یہ عجیب ترین بات ہوتی۔

تالیفات

چونکہ تنوخی بہت سے علوم پر حاوی تھے، اکثر فنون عقل ونقل وریاض پر دسترس رکھتے تھے، دنیا میں ان کی شہرت تھی اس لئے انہیں زیادہ قیمتی تالیفات کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ ان کے صاحب زادے ابوعلی کہتے ہیں: انہوں نے علم عروض اور فقہ وغیرہ میں کتابیں لکھی تھیں۔ حموی کہتے ہیں کہ ان کی عروض پر ایک کتاب ہے۔ (۲) خالع کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ عروض پر کوئی دسترس نہ رکھتا تھا۔ ان کی ایک کتاب علم قوافی پر بھی تھی۔ سمعانی، یافعی اور ابن حجر وغیرہ نے ان کے صاحب دیوان ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ ثعالبی نے ایک کتاب ان کے اشعار پر مشتمل ہونے کی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ غدیر سے متعلق اس میں اشعار تھے۔ میں نے جو اوپر نقل کئے ہیں، یہ ان کے علاوہ ہیں۔

ابوعلی نے نشوار المحاضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ جو کچھ ان کے اشعار ضبط ہو گئے ان سے کہیں زیادہ

۱۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۷، ص ۲۰۳)　　۲۔ معجم الادباء (ج ۱۴، ص ۱۶۳)

۳۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۴، ص ۶۴)

ضائع ہوگئے، یہ کتابیں حوادث کی نذر ہوگئیں۔ منصب قضا پر فائز ہونے کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملتا تھا۔

تنوخی کا مذہب

تیسری اور چوتھی صدی کے افراد کا مذہب متعین کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ ان کے افکار و نظریات اور عقائد مختلف تھے۔ اس دور میں فرقوں کے مختلف میلانات و محرکات تھے۔ وہ عقیدۂ قلبی کے برخلاف مظاہرہ کرتے، خاص طور سے آج کل ان کی بنیادی نوعیت کو معلوم کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ان کے جستہ جستہ بیانات جن سے ان کے مافی الضمیر کو کریدا جاسکے بس یہی حقائق معلوم کرنے کا طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔

تذکرہ نگاروں کے مطابق تنوخی اور ان کے فرزند ابو علی شروع ہی سے اپنا مذہب چھپاتے رہے۔ وہ جس بزم میں ہوتے تھے ویسی ہی باتیں کرتے تھے۔ خطیب بغدادی، سمعانی، ابن کثیر، سید عباسی، ابو الحسن شریف وغیرہ کہتے ہیں کہ قاضی تنوخی نے فقہ کو حنفی مکتبہ فکر کے مطابق حاصل کیا۔

یافعی، ذہبی، سیوطی اور ابو الحسنات بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ حنفی مسلک رکھتے تھے، خطیب بغدادی اور سمعانی کہتے ہیں کہ علم کلام مذہب معتزلی کے مطابق جانتے تھے۔ لسان المیز ان میں بھی ہے کہ لوگ انہیں معتزلی کہتے تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے انہیں شیعہ قاضیوں میں شمار کیا ہے اور یہی بات مطلع البدور میں ہے۔ صاحب نسمۃ السحر، مسور یمنی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ وہ اصول و عقائد میں معتزلی، مظاہرات میں شدت کے ساتھ شیعی لیکن حنفی المسلک تھے۔

اگر ان تمام باتوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوگا وہ اصول میں معتزلی، فروع میں حنفی اور مذہب کے اعتبار سے زیدی تھے چنانچہ مسعودی لکھتے ہیں کہ آج ۳۳۲ھ آگیا وہ بصرہ میں زیدی مذہب کے ماننے والے ہیں۔(۱)

ان کا قصیدہ بائیہ جسے میں نے نقل کیا ہے، انؐ کے تشیع کی طرف مائل ہونے کا مظہر ہے۔ چنانچہ

۱۔ مروج الذہب، ج۲، ص۵۱۹ (ج۴، ص۳۴۱)

ان کے صاحب زادے ابوعلی کی کتابوں سے بھی ان کے شیعہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

وفات

تنوخی کی وفات بروز سہ شنبہ، بوقت عصر، ساتویں ماہ ربیع الاول ۳۴۲ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ دوسرے دن خیابان مرید میں سپرد خاک کر دیے گئے جو اسی لئے خریدا گیا تھا۔

ان کے فرزند ابوعلی نشوار المحاضرہ (۱) میں کہتے ہیں: احکام نجوم کی صحت جو کچھ میں نے مشاہدہ کی وہ کافی ہے۔ میرے والد نے وفات کے سال تحویل ولادت کا زائچہ کھینچا اور فرمایا: اس سال منجموں نے میرے لئے قطع کیا ہے (اس سال میری موت ہوگی)۔

اس بات کو اپنے قریبی عزیز قاضی بغداد ابوالحسن بہلول کو لکھا اور اپنے وفات کی خبر دے کر وصیت کی۔ معمولی بیماری جب تک سخت ہوئی تو اپنا تحویل نکالا اور پھر زیادہ غور سے دیکھنے لگے۔ میں وہاں تھا وہ بہت زیادہ رو رہے تھے۔ اس کے بعد کاغذ لپیٹ کر منشی کو بلوایا۔ پہلے سے لکھی وصیت کو لکھوایا اور اسی دن سب کی گواہی بلوا دی۔ اتنے میں ابوالقاسم غلام زحل آ گئے۔ یہ بھی نجومی تھے ان کی دلداری و دلجوئی کرنے لگے۔ ان کے حساب نجوم پر شک و شبہ کا اظہار کرنے لگے۔ والد ماجد نے فرمایا: اے ابوالقاسم! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں کہ میرا حساب مجھ پر پوشیدہ ہو جائے اور شک و شبہ کا شکار ہو جاؤں پھر بھی میرے لئے اشتیاق و غفلت کی بات نہ کرنا۔

وہ والد کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ بھی والد کے خوف موت سے موافقت کرنے لگے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس سے مطلب نہیں۔ تردید کرتے ہوئے بولے کہ روز سہ شنبہ عصر کا وقت اور ساتویں ربیع الاول نجومیوں نے میری ساعت قطع کر دی ہے۔ اس کے بعد ابوالقاسم کو آخری وداع کر کے اسی دن عصر کے وقت انتقال فرما گئے۔

تنوخی کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

۱۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۲، ص ۳۲۹)

یتیمۃ الدہر، نشوار المحاضرہ، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ ابن خلکان، معجم الادباء، انساب سمعانی، فوات الوفیات، کامل بن اثیر، تاریخ بن کثیر، مراۃ الجنان، لسان المیزان، معاہد التنصیص، شذرات الذہب، مجالس المومنین، فوائد البہیہ، مطلع البدور، حدائق الوردیہ، نسمۃ السحر۔(۱)

اکثر تذکروں میں تنوخی اور ان کے نواسے ابو القاسم علی بن محسن کے حالات زندگی کا اشتباہ پایا جاتا ہے کیونکہ دونوں کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔ حالات مخلوط ہوگئے ہیں۔ ارباب تحقیق کو میرے مندرجات کی روشنی میں رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

تنوخی کے فرزند ابو علی بڑے زبردست عالم تھے۔ ثعالبی کہتے ہیں: وہ اس قمر کے ہلال تھے، اسی درخت کے شاخ تھے اور اپنے والد کے فضل وکمال کے گواہ ایسی فرع تھے جس کی اصل استوار ہے جب تک تنوخی زندہ رہے ان کی نیابت کی، ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ لے لی۔ ابن الحجاج نے اس سلسلے میں دو شعر بھی کہے ہیں:

اذ ذکـر الـقـضـاة وهـم شيـوخ   تـخـيـرت الشبـاب عـلى الشيـوخ

ومـن لـم يـرض لـم وصـفـعـه الا   يـحصرة سيدى القاضى التنوخى (۲)

ان کی تصنیفات میں ''الفرج بعد الشدۃ، نشوار المحاضرہ، المستجار، شعری دیوان (جو ان کے والد کے دیوان سے زیادہ ہے) لائق ذکر ہیں۔ بصرہ میں مشائخ نے سماعت حدیث کی اور بغداد میں نقل حدیث کی۔ پہلی بار حدیث ۳۳۳ھ میں سنی اور ۳۴۹ھ میں پہلی بار کرسی قضاوت پر بیٹھے۔ قصر، بابل اور ارباض میں

۱۔ یتیمۃ الدہر، ج۲، ص۳۰۹ (ج۲، ص۳۹۳) تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۷۷، وفیات الاعیان، ج۱، ص۴۸۸ (ج۳، ص۳۶۶، نمبر۴۶۵) معجم الادباء، ج۱۴، ص۱۶۲، الانساب (ج۱، ص۴۸۵) فوات الوفیات، ج۲، ص۶۸ (ج۳، ص۶۰، نمبر۴۳۸) تاریخ کامل، ج۸، ص۱۶۸ (ج۵، ص۳۰۵، حوادث ۳۴۲ھ) البدایۃ النہایۃ، ج۱۱، ص۲۲۷ (ج۱۱، ص۳۵۷، حوادث ۳۴۲ھ) لسان المیزان، ج۴، ص۲۵۶ (ج۴، ص۲۹۵، نمبر ۵۹۰۹) معاہد التنصیص، ج۱، ص۱۳۶ (ج۲، ص۱۱، نمبر۷۵) شذرات الذہب، ج۲، ص۳۴۲ (ج۴، ص۲۲۷، حوادث ۳۴۲ھ) مجالس المومنین، ص۲۵۵ (ج۱، ص۵۴۱) الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ص۱۳۷، مطلع البدور (ص۱۳۶) الحدائق الوردیۃ (ج۲، ص۲۱۱) نسمۃ السحر (مجلد۸، ج۲، ص۳۶۹) روضات الجنات، ص۴۴۷، ۴۷۷ (ج۵، ص۲۱۶، نمبر۴۸۹) تنقیح المقال، ج۲، ص۳۰۲

۲۔ یتیمۃ الدہر (ج۲، ص۴۰۵)

رہے پھر مطیع اللہ نے عسکر، مکرم، اندیج، رامہرمز کے علاوہ بہت سے علاقوں کا حکمران بنادیا۔ شب یکشنبہ ماہ ربیع الاول کی چوتھی ۳۲۷ھ میں بصرہ میں ولادت ہوئی اور شب دوشنبہ پانچویں محرم ۳۴۸ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ ان کا مذہب بھی ان کے والد کی طرح ہے لیکن ان کے یہاں شواہد تشیع باپ سے زیادہ ہیں۔ ان کے بعد ابوعلی محسن ابوالقاسم کے بیٹے اپنے والد و دادا کے علم و کمال کے وارث ہوئے۔ علم الہدیٰ کی مصاحبت میں رہتے تھے، ان کے خواص میں شمار ہوتا تھا۔ ابوالعلاء مصری کی صحبت میں بھی رہے۔ اس کے شاگرد بھی تھے۔ ان کے اور ابوزکریا رازی سے یارانہ تھا۔ مدائن، زنجان، بردان، قرمیسینَ اور دوسرے علاقوں کے قاضی تھے۔ خطیب بغدادی (۱) نے حالات لکھے ہیں اور ابوالغنائم ان سے روایت کرتے ہیں اور خود ابوعلی محسن روایت کرتے ہیں عیسیٰ زمانی سے۔ کیونکہ علامہ حلی نے بنی زھر کیلئے اجازہ روایت عطا فرمایا تھا۔ (۲) ان کا مذہب ان کے باپ دادا سے زیادہ روشن تر ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی شیعیت پر اتفاق کیا ہے۔ ۱۵ رشعبان ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور شب دوشنبہ دوسری محرم ۴۴۳ھ کو انتقال کیا۔ اپنے گھر بدرب القلل میں مدفون ہیں۔

حموی نے قاضی دامغانی سے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات سے قبل میں ملنے گیا۔ اتنے میں ان کی کنیز سے پیدا ہونے والا لڑکا باہر آیا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا رونے لگے۔ میں نے کہا: انشاء اللہ آپ زندہ رہیں گے اور اس کی تربیت کریں فرمایا: افسوس بخدا! یہ حالت یتیمی میں پرورش پائے گا۔ پھر کچھ اشعار پڑھے۔ تھوڑی دیر بعد کہا: میں نے اس کی ماں کو آزاد کردیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ دس دینار مہر پر اس کی ماں سے عقد کر لیجئے۔

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے کہنے کے مطابق ان کا فرزند ابوالحسن محمد بن علی بن محسن نے حالت یتیمی میں پرورش پائی۔ قاضی ابوعبداللہ نے ان کی گواہی قبول کی اور پھر ۴۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے مرتے ہی ان کا خاندان ختم ہوگیا۔ حموی نے معجم میں تفصیل سے حالات لکھے ہیں۔ (۳)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۱۱۵، نمبر ۶۵۵۸)

۲۔ بحار الانوار (ج ۱۰۷، ص ۱۱۱)　　۳۔ معجم الادباء، ج ۱۴، ص ۱۲۴۔ ۱۱۰

ابوالقاسم زاہی

ولادت ۳۱۸ھ

وفات ۳۵۲ھ

لا یھتدی الی الرشاد من فحص　　　الا اذا والی علیا و خلص

ولا یذوق شربۃ من حوضہ　　　من غمس الولا علیہ و غمص

"تحقیق کرنے والا کبھی راہ راست کی ہدایت نہیں پاسکتا جب تک وہ علی کو مخلصانہ طور پر مولا نہ سمجھے۔

جو انہیں مولا نہ سمجھے وہ کبھی حوض کوثر سے سیراب نہیں ہوسکتا بلکہ ذلیل ہوگا۔ نہ وہ اپنے باطن میں راحت کا احساس کر سکے گا۔ جو وہ ان سے دشمنی کا مظاہرہ کرے گا اور ان کی تنقیص کرے گا۔

وہ نص کے ذریعے نفس مصطفیٰ، ان کا حصہ ہدایت ہیں، ان کے جانشین ہیں اور ان کے ان علم کے وارث ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے دعوت نبی پر لبیک کہی ابھی نو جوان تھے جب دین خدا کیلئے قیام کیا۔

انہوں نے کبھی لات وعزی کو پہچانا ہی نہیں، نہ ان کے سامنے جھکے، نہ احترام کیا، نہ ان سے وابستگی رکھی۔

جنہوں نے دوش نبی پر قدم رکھا اور اولین فرصت میں بتوں کو توڑا اور کعبہ کو گندگیوں سے پاک کیا پھر زمین پر اترے اور کعبہ کو نوزائیدہ بنا دیا۔ انہوں نے اپنی جان محمد مصطفیٰ پر فدا کردی (ان کی نصرت کے سلسلے مین) اپنی زندگی کے حریص نہیں تھے۔ اور ان کے بستر پر سوئے جو کچھ ان کے پاس سستا مہنگا تھا

ان پر نثار کر دیا۔ جنہوں نے بدر اور احد کے دن جس طرح چاہا لوگوں کی گردنیں اڑائیں۔

اس وقت جبرئیل نے پکار کر "کوئی جوان علی کی سوا نہیں" بطور عموم وخصوص ندا دی۔ جس کی تلوار نے عمرابن عبدود کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ زمین پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے ہاتھ زمین پر گرتا ہے۔

اس نے مبارز طلب کرنے کی فریاد بلند کی اور پھر گردن ٹوٹنے کا شکوہ ہونے لگا۔ جس کے ہاتھ میں خیبر کے دن پرچم نصرت دیا گیا اور جھوٹے دعویداروں کی ناک رگڑ دی گئی۔ انہیں درد چشم کی شدت کے بعد بصیرت وہوشیاری عطا کی گئی۔ اس وقت آپ نے خیبر کا در اکھاڑا اور کوہ پیکر مرحب کو قتل کر کے زمین پر ڈھیر کر دیا۔

کس نے بصرہ کو بیعت توڑنے والوں سے پاک کیا اور ناچنے والی سیاہ کفر کا ناس مار دیا۔ اور اموال کو تقسیم کرتے ہوئے فرمایا: ہر شخص کیلئے پانچ دینار تمام لشکر میں تقسیم کر دیا جائے۔

اور فرمایا: آج مدد پہونچے گی۔ جب مدد پہونچی اور لوگوں نے شمار کیا تو بیان کی گئی تعداد کے مطابق نہ کم تھی نہ زیادہ۔

اور جس نے صفین کے دن تلوار نیام سے نکالی اور کھوپڑیاں اڑائیں اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔

اور مقابلے کے وقت عمرو عاص و بسر بن ارطاۃ بڑے شریفانہ طریقہ سے بھاگے اور اپنی شرمگاہیں عریاں کر بیٹھے۔

اور جس نے نہروان میں خون کی ندیاں بہائیں اور تمام تحریکات اور توانائی کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا۔

جب کہنے والے نے کہا: خوارج نے نہر عبور کر لیا ہے۔ تو آپ نے تکذیب کی اور مقتول لاشوں کو شمار کیا۔

انہیں کی ذات ہے جنہوں نے قرآن کو اس کے احکام اور واجبات ومباح کے ساتھ جمع کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس نے طعام کا ایثار کیا حالت روزہ میں۔ اور روٹیوں کی سخاوت کی۔ اس وقت خدا نے سورہ ہل اتی نازل کرتے ہوئے واقعہ بیان کر کے اس کی جزا کا اعلان کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس سے

''انس'' کوحق کی گواہی دینے میں وحشت ہوئی اور وہ مرض برص میں مبتلا ہوئے۔

جب آپ نے فرمایا: کون ہے جو غدیر کی گواہی دے لوگ سن کر اٹھے لیکن انس نے انکار کر دیا۔

آپ نے پوچھا: کیا تم بھول گئے ہو؟ پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو۔ عنقریب تم ایسی بیماری دیکھو گے کہ تمہارے کپڑے بھی اسے چھپا نہ سکیں گے۔

اے فرزند ابوطالب! اے وہ کہ جس کی ذات حکمت کے بارے میں انبیاء کی انگوٹھی کا نگینہ ہے۔

تمہاری فضیلت قابل انکار نہیں ہے لیکن تیری ولات بعض کو گوارا اور بعض کو حلق میں پھنسی ہے۔

تمہارا ذکر ولایت تمہارے دوستوں کیلئے شفا اور دشمنوں کیلئے باعث اندوہ ہے۔

جیسے باغ کے پرندے ہوں۔ بعض تو شگوفوں سے لدی پھندی ڈالیوں پر چہچہاتے ہیں اور بعض قفس میں زندگی بسر کرتے ہیں''۔

نص غدیر سے متعلق خلافت امیرالمومنین کے سلسلے میں ان کے کچھ اشعار یہ ہیں:

میں نے مولا حیدر کو دوسروں پر مقدم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ بڑے غور و خوض کے بعد یہ تحقیق کی ہے۔

رسولؐ کے بعد ان کی خلافت خدائے رحمان کے حکم سے مقرر ہو چکی ہے جس کے متعلق رسول خداؐ نے بروز غدیر خم جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، فرمایا:

یا علیؑ! اٹھو اور میرے بعد ان کے امیر بن جاؤ کہ حشر کے دن مجھ سے ہنستے چہرے کے ساتھ ملاقات کرو گے۔

تو ہی ان کا مولا ہے اور تو ہی ان کے حکم کی وفاداری کرتا ہے اور یہ تصریح بعنوان وحی دلوں میں بیٹھنی چاہیے اس لئے کہ خدائے عرش نے احمد سے کہا: اپنا پیغام پہنچا دو اور میرے امر کی اطاعت کرو۔

اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور میرا پیغام نہ پہنچایا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا''۔

ان اشعار میں مدح امیرالمومنینؑ کی ہے اور ان کی دوستی وولایت کو حدیث غدیر کے ذریعے واجب قرار دیا ہے:

دع الشناعات ایها الخدعة وارکن الی الحق واغد متبعة

''اے مکارو! برائیوں سے اپنا ہاتھ روکو، حق پر بھروسہ کرو اور علیؑ کے پیرو ہو جاؤ۔ یعنی اس کی پیروی کرو جس نے ابتدا سے خدا کی پرستش کی اور رسول کے علاوہ کسی دوسرے کی پیروی سے کنارہ کشی اختیار کی جس کے لئے رسولؐ کا واضح اشارہ ہے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ۔ اس کی پیروی کرو جس نے ان لوگوں کے درمیان تلوار چلائی جس طرح درخشاں جواں مرد تلوار چلاتے ہیں۔ اس کی پیروی کرو جس نے خیبر کے دن کفر کی سپاہ کو مغلوب کیا اور در خیبر کو جنبش دے کر اکھاڑ دیا۔ اس کی پیروی جس کی ولایت رسول خداؐ نے بروز غدیر خم اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے تمام لوگوں پر واجب قرار دی۔

امیرالمومنین کی مدح میں یہ اشعار بھی ہیں:

اقیم بخم للخلافة حیدر ومن قبل قال الطهر ما لیس ینکر

''جناب حیدر کرار کی خلافت بروز عید غدیر خم برپا کی گئی۔ اس سے قبل رسول خداؐ نے ناقابل تردید اعلان فرمایا۔

جس دن رسولؐ نے انہیں پکارا حالانکہ جنگ تبوک کے لئے ہیجان تھا اور آپ روانگی کا ارادہ رکھتے تھے، ان سے فرمایا: تم میری جگہ مدینے میں رہو اور اسے سمجھ لو کہ ہلاک ہونے والے تم سے گستاخی کریں گے۔ جب مقدس رسولؐ چلے گئے تو لوگوں نے ان کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ بلند آواز سے کہنے لگے کہ رسولؐ علیؑ سے نفرت رکھتے ہیں۔ یہ دشمنوں کی طرف سے اتہام طرازی تھی۔ اسی لئے علی رسولؐ کے تعاقب میں چلے، ابھی آپ لشکر گاہ نہ پہنچے تھے۔ رسول نے رخ کر کے فرمایا: علیؑ آ رہے ہیں رک جاؤ۔ جب علیؑ نے لوگوں کی باتیں دہرائیں اور ان کے ظاہر و باطن کا اظہار فرمایا تو رسولؐ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے اسی طرح جانشین ہو جس طرح ہارون موسیٰ کے جانشین تھے اور تم ان سے افضل ہو۔ انہیں لوگوں کی نظر میں برتری عطا کی خدا کے حکم سے اور رسول خداؐ نے فرمایا: یہ ہے تمہارا امام۔

اے گمراہو! یہ ہے تمہارا امام جس کے بارے میں خدا نے مجھ سے سفارش فرمائی ہے"۔

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم علی بن اسحاق بن خلف قطان بغدادی، محلّہ کرخ کے کوچہ ربیع میں رہتے تھے۔ زاہی کے نام سے شہرت تھی، قادرالکلام شاعر تھے، اہل بیت کی محبت میں معتدین اور صادق تھے۔ اسی لئے ان کی شاعری کے چار حصوں میں زیادہ تر قصیدہ و مرثیہ پایا جاتا ہے۔

صاحب معالم العلماء(۱) نے انہیں مجاہدین شعراء میں شمار کیا ہے، وہ مدح اہل بیت کرتے اور مسلسل اس راہ میں جہاد کرتے رہتے ان سے اور دشمنان اہل بیت سے ہمیشہ دو دو ہاتھ چلتے رہے۔ اسی لئے وہ دشمنان اہل بیت سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اس کی وجہ سے تاریخ بغداد(۲) وغیرہ میں کم گو شاعر کہا گیا ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی روانی شعر، حسن تشبیہ اور تصوراتی زیبائی، تذکرہ نگاروں سے اپنی تعریف کرائے بغیر نہیں رہتی۔

زاہی لفظ مولا سے امیر المومنین کی خلافت و امامت ہی سمجھتے تھے۔ ان کے اس نظریہ کی وضاحت تمام لغات و فرہنگ نے کی ہے۔ ان کے اشعار سے جا بجا اس کا ثبوت ملتا ہے اس طرح شیعوں کو حدیث غدیر پر ایک قوی ترین استدلال ہاتھ آتا ہے۔

زاہی بروز دوشنبہ ۲۰/ ماہ صفر ۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے (ابن خلکان بحوالہ طبقات الشعراء) اور بغداد میں بروز چہارشنبہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ خطیب نے تنوخی سے نقل کیا ہے کہ ۳۶۰ھ کے بعد وفات پائی، سمعانی بھی یہی کہتے ہیں۔

چونکہ تذکرہ نگاروں نے انہیں نظر انداز کیا ہے اس لئے مدح اہل بیتؑ کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ معالم العلماء(ص ۱۴۸)

۲۔ تاریخ بغداد(ج ۱۱، ص ۳۵۰، نمبر ۶۱۹۴)

مدح علی میں کہا ہے:

یا ساداتی یا آل یسین فقط　　علیکم الوحی من اللہ ہبط

''اے ہمارے بزرگو! اے آل یسین، صرف تمہیں پر وحی پروردگار نازل ہوئی اگر تم نہ ہوتے تو ہماری عبادت قبول نہ ہوتی اور ہم بہترین دریائے عفو سے وابستہ نہ ہوتے۔

تم سربراہان عہد ہو جو عالم زر میں لیا گیا اور جن کی محبت خدا نے ہم پر شرط قرار دی ہے۔

جو شخص تم سے غیروں کا مقابلہ کرتا ہے وہ سلسبیل کے ساتھ کھارے پانی کو مخلوط کرتا ہے یا ایسے شخص کے مانند ہے جو عظیم پہاڑ کو سنگریزوں سے یا دریا کا نادانی میں تالاب سے مقابلہ کرتا ہے۔

داماد پیغمبر مصطفیٰ کی مصیبتوں کے رفع کرنے والے اور اپنی ہوئی تلوار تھے، سب سے پہلے روزہ رکھا، سب سے پہلے نماز پڑھی اور مکارم اخلاق میں سب سے برتر تھے۔ دوسروں کو ان پر رشک ہوتا تھا۔

جس نے سورج سے کلام کیا اور جس کے لیے بابل میں مغرب سے ڈوبنے کے بعد سورج پلٹا''۔

مکلم الشمس ومن ردت لہ　　ببابل والغرب منہا قد قبط

سورج سے کلام کرنے کا اشارہ اس حدیث رسول کی طرف ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! تم سورج سے کلام کرو، وہ تم سے کلام کرے گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: **السلام علیک ایہا العبد المطیع للہ و رسولہ** ۔سورج نے جواب دیا: **و علیک السلام یا امیر المومنین، امام المتقین و قائد الغر المحجلین یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ، یا علیؑ اوّل عن تنشق عنہ الارض محمد ثم انت و اول من یحیی محمد و انت و الی من عیسی محمد ثم انت۔**

یہ سن کر علیؑ نے سجدہ خدا کیا حالانکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ رسولؐ نے یہ دیکھ کر شانوں پر ہاتھ رکھ کے فرمایا: اے بھائی اور اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ کیونکہ تمہارے ذریعہ خداوند عالم آسمان والوں پر فخر کر رہا ہے۔(۱)

۱۔ فرائد السمطین، باب ۳۸ (ج ۱، ص ۱۸۵، حدیث ۱۴۷) مناقب خوارزمی، ص ۶۸ (ص ۱۳، حدیث ۱۲۳) ینابیع المودۃ، ص ۱۴۰ (ج ۱، ص ۱۴۰، باب ۴۹)

بابل میں واقعہ ردالشمس کو کتاب صفین میں نصر بن مزاحم نے بھی لکھا ہے۔(۱)
آگے کے چھ اشعار ہیں:

و راكض الارض و من انبع لک عسكر ماء العين فی الوادی القحط

''تیزی سے زمین کا راستہ طے کرنے والے جن فوج کیلئے قحط کے موقع پر چشمہ آب زمین سے برآمد ہوا۔

ایسا دریا جس کے برابر کوئی دریا جوش زن نہیں اور اس کے جاری ہونے سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

وہی زمین پر علم خدا کے پھیلانے والے ہیں۔ جن کی دوستی کی وجہ سے خداوند عالم روزی کشادہ کرتا ہے۔ ایسی تلوار کہ اگر کوئی بچہ ہاتھ میں لے لے تو جنگ کے موقع پر تمام لشکر کو تتر بتر کر دے۔
اسی تلوار کے ساتھ زرہ پہن کر آگے بڑھے اور کتنی ہی گندگیوں کا صفایا کر دیا''۔

''ومن انبع للعسكر ماء العين'' سے اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جسے کتاب نصر بن مزاحم (۲) میں ابوسعید تیمی تابعی (معروف بہ عقیص) نے بیان کیا: ہم لوگ علیؑ کے ساتھ شام کی طرف جا رہے تھے۔ جب پشت کوفہ پر پہنچے تو لوگوں کو پیاس لگی۔ پانی طلب کرنے لگے، ہم لوگ خدمت علیؑ میں آئے۔ آپ ایک پتھر کے پاس ہم لوگوں کو لائے، فرمایا: اسے اکھاڑو۔ اس میں چشمہ صافی نکلا اور ہم سب نے اس کو پیا جب ہم لوگ تھوڑی دور چلے تو علیؑ نے پوچھا: کیا جس چشمے سے تم نے پانی پیا ہے اس کو تلاش کر سکتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں اے امیر المومنین۔ ہم سب لوگ وہاں گئے لیکن کسی چشمے کا پتہ نشان نہ ملا۔ ہم نے پتھر کی ہر چند جستجو کی لیکن نہ ملا۔ جب ہم تھک گئے تو پاس کے دیر میں گئے۔ پوچھا: تمہارے پاس میں جو چشمہ ہے وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: نزدیک میں تو کوئی چشمہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا: چشمہ ہے ہم نے خود اس سے پیا ہے۔ حیرت سے پوچھا: تم نے اس سے پیا ہے۔ راہب نے کہا: یہ دیر اسی چشمے کیلئے

۱۔ وقعۃ صفین، ص ۱۵۲ (ص ۱۳۶)

۲۔ وقعۃ صفین، ص ۱۶۲ (ص ۱۴۵)

بنا تھا۔ اس چشمے کو صرف نبی یا اس کا وصی ہی ڈھونڈ سکتا تھا۔ (۱)

علامہ امینی نے قصیدہ طائیہ کے دس شعر، مدح علیؑ سے متعلق ۱۷ ر شعر اور ایک شعر کی شرح، پھر مدح علی میں تین تین شعر، اس کے بعد مدح اہل بیت میں ۱۲ ر شعر اور پانچ مرثیہ نقل کیئے ہیں۔ ایک اہل بیت کا ہے: اس میں ۱۲ ر اشعار ہیں۔ دوسرا امام حسین کا مرثیہ ہے جس میں ۱۴ ر اشعار ہیں۔ چوتھا مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا ہے جس میں ۱۰ ر اشعار ہیں۔ پانچواں اہل بیت کا مرثیہ ہے جس میں چھ شعر ہیں۔

تذکرۂ زاہی کے مآخذ:

تاریخ بغداد، یتیمۃ الدھر، انساب سمعانی، مناقب بن شہر آشوب، معالم العلماء، تاریخ ابن خلکان، مراۃ الجنان، مجالس المومنین، بحار الانوار، الکنی و القاب، دائرۃ المعارف بستانی، الاعلام زرکلی۔ (۲)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۰۵۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۵۰، یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۹) الانساب (ج ۳، ص ۱۲۶) مناقب ابن شہر آشوب (ج ۴، ص ۱۳۰) معالم العلماء، (۱۴۸) وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۷۱) مرأۃ الجنان، ج ۲، ص ۳۴۹، مجالس المومنین، ص ۴۵۹ (ج ۲، ص ۵۴۴) بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۲۵۵ (ج ۴۵، ص ۲۴۷) الکنی و الالقاب، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۲۸۷) الاعلام، ج ۲، ص ۶۵۹ (ج ۴، ص ۲۶۳)

امیر ابوفراس ہمدانی

ولادت ۳۲۰ھ یا ۳۲۱ھ

وفات ۳۵۷ھ

اس معرکۃ الآراء قصیدے میں ۵۸/اشعار ہیں۔ ابن عباس سے محمد کا تقابلی جائزہ اس عہد کی اخلاقی ومعاشرتی عکاسی بھی کرتا ہے:

الحق مهتضم والدين مخترم　　وفی آل رسول الله مقتسم

والناس عندک لاناس فیحفظهم　　سوم الرعاة ولاشاء ولا نعم

''حق رخصت ہو چکا ہے اور دین کا ستیاناس مارا جا چکا ہے۔ اور آل محمدؐ کی جائدادوں کو دشمنوں نے باہم بندر بانٹ کرلیا ہے۔ عوام تو جانوروں سے بدتر ہیں ان سے حقوق آل محمدؐ کے تحفظ کی کیا توقع ہے۔ یہی سب سوچ کر میری نیند حرام ہوگئی، دل غم سے بھر گیا ہے۔ میرا عزم کہتا ہے کہ اس وقت تک جاگوں جب تک کامیابی نہ مل جائے اسی لئے اپنی سواری اور ہتھیار محفوظ کرلئے ہیں کہ اس قوت بازو سے براہ ''رمث الجزیرہ''، ''خذراف'' اور ''غنم'' کے حملہ کروں ایسے جوانوں کے ساتھ جو مضبوط دل اور پختہ ارادے والے ہیں۔

ارے کہاں ہیں جوانمرد، کوئی بھی ان سرکشوں سے آل محمد کی مدد کرنے والا نہیں۔ یہ علویوں کی حالت ہے کہ اپنے گھر میں سسک رہے ہیں اور معاملاتِ حکومت عورتوں اور غلاموں کے اختیار میں ہیں''۔

آگے غدیر اور اس کے رد عمل سے متعلق فرماتے ہیں (سات اشعار کا ترجمہ):

قام النبی بھا یوم الغدیر لھم والله و الا ملاک و الامم

''غدیر کے دن رسول خداؐ نے ان لوگوں کے لئے کھڑے ہو کر اعلان ولایت فرمایا، جس پر خدا، ملائکہ اور تمام قومیں گواہ ہیں یہاں تک کہ یہ خلافت دوسروں نے اچک لی اور اختلاف و نزاع بھیڑوں اور گدھوں کے درمیان ہونے لگی۔ ان لوگوں نے شوریٰ کا تماشہ کیا گویا کہ صاحبان حق کو پہچانتے ہی نہ تھے کہ یہ کن لوگوں کا حق ہے؟

قسم خدا کی، یہ لوگ ضرور پہچانتے تھے کہ حق کس کا ہے لیکن انہوں نے اپنے علم کو چھپایا۔ پھر اس خلافت کے دعویدار بنی عباس بن گئے حالانکہ اس سلسلے میں نہ تو ان کی کوئی خدمات تھیں اور نہ سبقت اسلامی تھی۔ خلافت کے معاملے میں جو لوگ لائق تذکرہ تھے ان میں ابن عباس کا کہیں نام نہیں، نہ انہوں نے اس بارے میں کوئی مفید خدمت کی۔ نہ ابو بکر اور ان کے ساتھی (عمر) اس کے مستحق تھے جبکہ وہ اس خلافت کے طلبگار تھے اور اپنے اہل ہونے کا گمان رکھتے تھے''۔

شعری تتبع

امیر ابو فراس کا یہ قصیدہ ان کے مخطوطہ دیوان میں ۵۸ رشعروں پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی ان کے معاصر ابن خالود کی شرح ہے جو حلب میں ''بنی حمدان'' کا ملازم تھا، اس کی وفات ۳۷۰ھ میں ہوئی۔ علامہ شیخ ابراہیم یحییٰ عاملی نے منن الرحمان (۱) میں قصیدہ کے ۵۴ رشعروں کی تخمیس کی ہے۔

قصیدے کی شرح ابو المکارم محمد بن عبد الملک بن احمد حلبی (متوفی ۵۶۵ھ) نے بھی کی ہے۔ اور ابن امیر الحاج کی بھی شرح مشہور ہے۔ (۲) چنانچہ اس کا تذکرہ مجالس المومنین (۳) اور ریاض الجنۃ میں موجود ہے۔ علامہ محسن امین عاملی نے قصیدے کے ساتھ اشعار نقل کیئے ہیں۔ لیکن ناشر دیوان نے

۱۔ منن الرحمن، ج ۱، ص ۱۴۳۔

۲۔ الحدائق الوردیہ (ج ۲، ص ۲۲۱) ۳۔ مجالس المومنین، ص ۴۱۱ (ج ۲، ص ۴۱۳)

اپنی مصلحتوں سے انہیں حذف کر دیا ہے۔

متذکرہ قصیدہ ''شافیہ'' کے نام سے معروف ہے۔(۱) امیر ابوفراس نے اسے سنانے سے پہلے حکم دیا کہ پانچوں جوان شمشیر برہنہ موجود رہیں۔اصل میں یہ قصیدہ سکرۃ العباسی کے جواب میں کہا گیا ہے۔ جس کے قصیدے کا مطلع ہے۔

بنی علی دعوا مقالتکم　　لاینقص الدر وضع من وضعه

امیر ابوفراس کے غدیر سے متعلق دوسرے قصائد بھی ہیں۔

شاعر کا تعارف

ابوفراس، حارث بن ابی العلاء، سعید بن حمدان بن حمدون بن حارث بن لقمان بن راشد بن مثنیٰ بن رافع بن حارث بن عطیف بن محربہ بن حارثہ بن مالک بن عبید بن عدی بن اسامہ بن مالک بن بکر بن حبیب بن عمر بن غنم بن تغلب حمدانی تغلبی۔

ابوفراس کے متعلق تذکرہ نگاروں کا تحیر بڑا دلچسپ ہے۔انہیں سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ امیر کی کس رخ سے ستائش کریں۔اس کی خطابت، شہسواری، سپہ سالاری، صف آرائی، تنظیم قافیہ، انتظام لشکر، غرض ہر میدان میں بے مثل ونظیر ہے۔ابوفراس نے ادب وسیاست دونوں پر باوقار طریقے سے حکمرانی کی۔ اس کی خطابت بڑی استوار تھی، ہیبت ناک مواقع اسے ہراساں نہیں کرتے تھے، نہ نظم میں قافیہ تنگ ہوتا تھا۔ ہر حال میں لطافت بیان اس کے منہ چومتی تھی۔

ثعالبی یتیمۃ الدہر میں کہتا ہے کہ وہ یگانۂ روزگار اور مثل خورشید درخشاں تھا۔ادب، فضیلت، جواں مردی، شرافت وعظمت، برجستہ گوئی، دلیری وشجاعت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔اس کے اشعار جاندار ہوتے تھے جس میں خوبی وظرافت، روانی وفصاحت، مٹھاس، معانی آفرینی اور متانت کی فراوانی تھی، طباعی اور علو معانی کے ساتھ۔

۱۔صحاح الاخبار (ص۲۶)

بادشاہی کی عزت صرف ابوفراس اور عبداللہ بن معتز میں جمع ہوئی، ارباب ادب نے ابن معتز پر ابوفراس کو برتری عطا کی ہے۔

صاحب بن عباد کہتا ہے: بدء الشعر بملک و ختم بملک ''شعر گوئی ایک بادشاہ سے شروع ہوئی اور دوسرے بادشاہ پر ختم ہوگئی''۔ یعنی امراء القیس اور متنبی کہتا تھا کہ امیر ابوفرس سے بازی لے جانا ممکن نہیں۔ سیف الدولہ اس کے اچھے اشعار پر جھوم جھوم اٹھتا تھا، بڑا احترام کرتا تھا، جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتا اور اپنا جانشین قرار دیتا۔ ابوفراس نے سیف الدولہ کو خطوط کیا لکھے ہیں ایسا لگتا ہے کہ موتی پرو دیئے ہیں۔(۱)

ابوفراس اپنے چچیرے بھائی سیف الدولہ کی طرف سے شام کا حکمران ہوا اور رومیوں سے جنگ میں اس نے بڑا نام کمایا۔ اس جنگ میں وہ دوبار قید ہوا۔ ایک بار ۳۴۸ھ میں سعادۃ الحکماء اور دوسری بار منج میں ۳۵۱ھ کے سال۔ آخرالذکر میں اس کے پاؤں میں تیر کا سخت زخم لگا اور قسطنطنیہ میں چار سال تک قید رہا۔ آخر ۳۵۵ھ میں سیف الدولہ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس نے قید کے زمانے میں سیف الدولہ سے اپنے خانوادے کی بے حسی اور بے توجہی کی سخت شکایتیں کیں۔ ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو فراس نے بتایا کہ قسطنطنیہ میں قید ہوا تو شام اور روم نے میری عزت افزائی کی۔ رسم تھی کہ قیدی کو مظلوم حالت میں برہنہ سر بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑتا تھا۔ بادشاہ ''توری'' نامی اجتماع میں قیدی کی گردن پر حالت سجدہ میں پاؤں رکھتا تھا۔ بادشاہ نے مجھے اس رسم سے معاف کر دیا۔ فوراً مجھے ایک گھر میں لے جایا گیا اور خادم مقرر کر دیا گیا۔ جس مسلمان قیدی سے چاہتا تھا ملاقات کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔

اس کو معلوم ہوا کہ رومی کہتے ہیں کہ ہم نے جس کو بھی قید کیا اس کے جسم سے لباس اتار لیا۔ لیکن ہم نے امیر ابوفراس کے ساتھ ایسا نہیں کیا تو ابوفراس نے مفتخرانہ اشعار کہے۔

جب قید میں اسے ماں کے انتقال کی خبر دی گئی تو ایک رقت انگیز مرثیہ کہا۔

ابوفراس کی پیدائش ۳۲۰ھ میں ہوئی ایک قول ۳۲۱ھ بھی ہے لیکن ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو

۱۔ یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۵۷)

فراس نے ۳۳۹ھ میں کہا کہ میں انیس سال کا ہوگیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ پیدائش ۳۲۰ ہی ہے اور بروز چہار شنبہ ۸ ربیع الثانی ۳۵۷ھ میں قتل کردیا گیا۔ (۱) صابی کا بیان ہے کہ بروز شنبہ دو جمادی الثانی ۳۵۷ کو قتل کیا گیا۔ (۲) قتل کی وجہ یہ تھی کہ سیف الدولہ کے مرنے کے بعد ابوفراس نے حمص پر قبضہ کرنا چاہا۔ وہاں اس نے اقامت اختیار کرلی۔ جب اس کی خبر اس کے بھانجے اور فرزند سیف الدولہ ابوالمعالی اور سیف الدولہ کے غلام قرغویہ کو ہوئی تو باہم سخت اختلاف ونزاع کی نوبت آ گئی۔ ابوالمعالی نے قرغویہ کو مامور کیا، قرغویہ نے بنی کلاب کی مدد سے صدد میں اس کو ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا۔ ابوفراس اور اس کے ساتھیوں میں شناخت نہ ہونے کی وجہ سے قرغویہ کے غلاموں نے اسے بھی قتل کردیا۔

ابن خالویہ کا بیان ہے کہ جس دن ابوفراس کو قتل کیا گیا اس کے ایک رات پہلے وہ بہت غمگین تھا۔ بیٹی نے حالت دیکھ کر رونا شروع تو ابوفراس نے یہ اشعار کہے:

''میری پیاری بیٹی گریہ مت کر، تمام لوگوں کو ایک دن مرنا ہے۔ میری پیاری بیٹی عظیم مصیبتوں پر صبر جمیل کا مظاہرہ کرنا چاہیے''۔ (۳)

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب خبر وفات اس کی بہن (مادر ابوالمعالی) کو دی گئی تو پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی، ایک روایت ہے کہ منہ پر ایسے طمانچے لگائے کہ آنکھیں نکل پڑیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیف الدولہ کے غلام نے اسے قتل کیا یہ بات ابوالمعالی کو معلوم نہ تھی۔ جب معلوم ہوا تو اس پر بہت شاق گزرا۔

امیر ابوفراس کے مذہبی اشعار یہ ہیں: (۴)

''مجھے قیامت کے ہولناک موقع سے نجات کی امید سوائے احمد و علی و فاطمہ وحسنین (علیہم السلام) کسی سے نہیں اور تقی ونقی باقر علم خدا کا نام محمد علی ہے۔ اور ابوجعفر اور موسیٰ اور میرے آقا علی جو

۱۔ تاریخ کامل (ج ۵، ص ۳۵۵، حوادث ۳۵۷ھ) تاریخ ابوالفداء (ج ۲، ص ۱۰۸، حوادث ۳۵۷ھ)

۲۔ وفیات الاعیان (ج ۲، ص ۶۱، نمبر ۱۵۳) شذرات الذہب (ج ۴، ص ۳۰۱، حوادث ۳۵۷ھ)

۳۔ دیوان ابی فراس (ص ۵۵) ۴۔ دیوان ابی فراس (ص ۳۱۳)

بزرگ تر ہیں۔ اور علی اور ان کے صاحب زادے عسکری اور قائم مطہر سے۔ میں محمد و علی کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی امید پوری ہونے کی انہیں سے توقع ہے جب لوگ بارگاہ خدا میں پیش ہوں گے''۔

چار دوسرے اشعار بھی ہیں:

شافعی احمد النبی و مولائ — علی و البنت و السلطان

و علی و باقر العلم و الصا — دق ثم الامین بالتبیان

و علی و محمد بن علی — و علی و العسکری الدانی

و الامام المهدی فی یوم لا — ینفع الا غفران ذی الغفران

حکمت و موعظہ سے متعلق اس کے اشعار ہیں:

غنی النفس لمن یعقل — خیرٌ من غنی المال

و فضل الناس فی الانفاس — لیس الفضل فی الحال (۱)

یہ بھی کہا ہے:

المرء نصب مصائب لا تنقضی — حتی یواری جسمه فی رمسه

فموجل بمعنی الردی فی اهله — و معجل یلقی الردّی فی نفسه (۲)

یہ اشعار بھی ہیں۔

انفق ما الصبر الجمیل فانه — لم یخش فقراً منفق من صبره

و المرء لیس ببالغ فی ارضه — کالصقر لیس بصائد فی و کره (۳)

۱۔ دیوان ابی فراس (ص ۲۴۷)

۲۔ دیوان ابی فراس (ص ۱۷۵)

۳۔ دیوان ابی فراس (ص ۱۴۳)

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵ر صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸ر ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

"الغدیر" گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہوجاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے "کتاب الغدیر" افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ء

وفات: ۲۶ر ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۰ر فروری ۲۰۰۲ء

کتاب "الغدیر" زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے "نہیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہوگئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہوگئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند "مولانا سید شاہد جمال رضوی" نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)